الکتاب
آیات بیّنات
جاء عیسیٰ بالبیّنات
حصہ ہفتم
فَهَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا
احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخاتم النبیّن

قرآن میں الصلاۃ کا حکم تو ہے مگر طریقہ نہیں ہے کہنے والوں کو دندان شکن جواب

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ. وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ. وَقَوْمُ اِبْرٰھِیْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ. وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ وَکُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْکٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُھُمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ. الحج ۴۱ تا ۴۴

ان آیات پر بات کرنے سے پہلے ان میں کچھ الفاظ کو کھول کر واضح کرنا ضروری ہے اس لیے پہلے ان الفاظ کو کھول کر واضح کرتے ہیں۔

وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ: اس کے مختصر معنی ہیں اور کیا کام ہو رہا ہے مخصوص معروف کیساتھ۔

امر کہتے ہیں کام کو اور المعروف دو الفاظ ''ال اور معروف'' کا مجموعہ ہے۔ ''ال'' مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور معروف ''عرف'' سے ہے جس کا معنی ہے کسی شئے، بات، کام یا ذات وغیرہ کو مکمل طور پر جان، پہچان لینا یعنی کسی کو یا کسی کے بارے میں مکمل طور پر جان لینا اسے بخوبی پہچان لینا۔ آیت میں المعروف کی بات کی گئی ہے یعنی مخصوص معروف کا ذکر کیا گیا ہے اور مخصوص معروف کیا ہے اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہوگا جب تک کہ امر کو جان نہیں لیا جاتا کہ امر کیا ہے یعنی کام کیا ہے اور امر یعنی کام ہے الصلاۃ قائم کرنا جس سے بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ خود اپنی ہی ذات کو اپنے آپ کو مکمل طور پر جان لینا پہچان لینا کیونکہ انسان کی اپنی ذات اللہ ہے اور جب تک اللہ کو یا نہیں کر لیا جاتا اللہ کو مکمل طور پر جان پہچان نہیں لیا جاتا تب تک الصلاۃ قائم کرنا ناممکن ہے اور اللہ کو کیسے پہچانا جا سکتا ہے اس کا ذکر بھی قرآن میں جگہ جگہ کر دیا کہ سب سے پہلے تقویٰ کا حصول لازم ہے اور تقویٰ رکھ دیا گیا طیب رزق اور الصیام پر جب طیب رزق کا استعمال کیا جائے گا اور الصیام اگر کتب ہیں الصیام کیے جائیں گے تو تقویٰ حاصل ہو جائے گا اس کے بعد الکتاب ایسے راہنمائی کرے گی جیسے کہ جب پرزہ مشین میں فٹ ہو جاتا ہے تو اس کے بعد پرزہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے مشین لحہ بہ لحہ اس کی راہنمائی کرتی ہے یا جیسے کسی اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے یوں نہ صرف اپنی ہی ذات اپنی اصل حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی جو کہ اللہ ہی اپنی ذات سامنے آئے گی بلکہ بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ الصلاۃ کیا ہے اور اسے قائم کیسے کرنا ہے۔

وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ: اور الگ ہو رہے ہیں، رک رہے ہیں، دور ہو رہے ہیں المنکر سے۔ منکر کہتے ہیں اس کام کو جس سے رکنا ہے جسے نہیں کرنا کیونکہ اگر اسے کیا تو نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا وہ کام جس کے کرنے سے خرابیاں ہوتی ہے یعنی فساد ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ ایسے کہ جنہیں مکن دیا گیا زمین میں یعنی جنہیں زمین میں اقتدار و اختیا دیا گیا تو اس لیے زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ کیا قائم کر رہے ہیں الصلاۃ؟ الصلاۃ تھی جسے قائم کرنے کے لیے زمین میں مکن دیا گیا وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ اور کیا الزکاۃ دے رہے ہیں؟ یعنی الصلاۃ کو تمام تر خامیوں ونقائص سے پاک کرنے کے لیے جو مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے مال دے رہے ہیں؟ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ اور کیا امر کر رہے ہیں المعروف کیساتھ اور روک رہے ہیں المنکر سے۔

وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ اور کیا امر کر رہے ہیں اس طرح جس طرح امر کیا جاتا ہے جو کہ امر کیا جاتا ہے المعروف کیساتھ یعنی جنہیں زمین میں مکن دیا گیا زمین میں اقتدار و اختیار دیا گیا ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا نظام بنائیں کہ لوگوں کو تزکیے کا سامان میسر ہو یعنی ان کے لیے ہر صورت طیب رزق کا بندوبست کریں، لوگوں کے لیے تزکیے کا انتظام کریں جب لوگوں کا تزکیہ ہوگا یعنی ان کے اجسام خبائث سے پاک ہوں گے تو نہ صرف ان پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ وہ الصلاۃ قائم کرنے کے قابل ہو کر الصلاۃ قائم کریں گے یعنی ہر کوئی اپنی ذمہ داری کو جان کر پہچان کر انتہائی احسن طریقے سے پورا کرے گا وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ جنہیں زمین میں مکن دیا گیا جب وہ ایسا نظام بنائیں گے یعنی لوگوں کے تزکیے کا انتظام کریں گے تو نہ صرف وہ حق کو پہچان کر اس پر قائم ہوں گے بلکہ جن کاموں کے کرنے سے نقصانات کا سامنا ہوگا وہ کام نہیں کریں گے ان کے قریب بھی نہیں جائیں گے اگر پہلے کر رہے تھے تو ان سے دور ہو جائیں گے ان سے خود کو الگ کر لیں گے۔ جنہیں زمین میں مکن دیا گیا ان پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو ہر اس کام سے روکیں جن کاموں کے کرنے سے نقصانات کا سامنا کرنا

پڑتا ہے یعنی جو کام زمین میں فساد کا سبب بنتے ہیں۔ تو جن لوگوں کو زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا کیا وہ الصلاۃ قائم کر رہے ہیں؟ یعنی جنہیں بھی زمین میں اقتدار و اختیار دیا گیا کیا وہ زمین میں ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھ رہے ہیں جس سے لوگوں کو ان کے تزکیے کا سامان ملتا ہے یعنی جب ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھا جائے گا تو ظاہر ہے تمام تر فتنوں کا خاتمہ ہو جائے گا صرف اور صرف طیب رزق ہو گا جب لوگ طیب رزق استعمال کریں گے تو ان کا تزکیہ ہو گا ان میں تقویٰ آئے گا جس سے نہ صرف ان پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ وہ دل سے اسے تسلیم کرتے ہوئے وہ کام کریں گے جن کے کرنے کا حکم دیا گیا اور ان کاموں سے رک جائیں گے جن سے رکنے کا کہا گیا اور اگر اس کے باوجود لوگ اگر وہ کام نہیں کرتے جن کے کرنے کا حکم دیا گیا اور ان کاموں سے نہیں رک رہے جن سے رکنے کا حکم دیا گیا تو کیا وہ اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں سے وہ کام کروا رہے ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا یعنی صالح اعمال اور انہیں ان کاموں سے روک رہے ہیں جو کہ مفسد اعمال ہیں جن سے زمین میں فساد ہوتا ہے؟ اگر تو وہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں جو الصلاۃ ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر وہ ایسا نہیں کر رہے بلکہ اس کے بالکل برعکس کر رہے ہیں یعنی زمین میں دیئے گئے اقتدار و اختیار کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں اختیارات کا اپنی مرضیوں کے مطابق اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کر رہے ہیں تو پھر جان لیں وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ کے لیے ہے جو کام ہو رہے ہیں ان کا انجام یعنی پھر جان لو ایسا نہیں ہے کہ نتیجہ وہی نکلے گا جو تم لوگ چاہ رہے ہو کہ تم جدت میں آگے بڑھتے بڑھتے بہت آگے بڑھ جاؤ گے بلکہ نتیجہ وہی نکلے گا جو اللہ نے طے کر دیا اور وہ نتیجہ کیا ہے اگلی آیات میں کھول کر واضح کر دیا گیا۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ. وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ. وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ. الحج ۴۲ تا ۴۴

اور اگر یہ تیرا کذب کر رہے ہیں یعنی جو حق تُو ان پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ تمہیں زمین میں مکن دیا گیا ہے تو اس لیے دیا گیا ہے کہ الصلاۃ قائم کرو اور الصلاۃ کیا ہے اسے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اس کے باوجود یہ لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے تو پھر ایسا نہیں کہ یہ کوئی پہلی بار ہو رہا ہے یہ کوئی نئی بات ہے بلکہ ان سے پہلے بھی جو نوح تھے ان کی قوم اور جو عاد تھے ان کی قوم اور جو ثمود تھے ان کی قوم اور ابراہیم کی قوم، اور جو لوط تھے ان کی قوم اور جو مدین تھے ان کی قوم اور جو آل فرعون کی طرف موسیٰ کو بھیجا گیا جو آل فرعون تھے ان سب کے سب کو بھی یہی کہا تھا کہ اگر تمہیں زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا ہے تو اس لیے دیا ہے کہ الصلاۃ قائم کرو یعنی زمین کی ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھو، ایسے ہی ہمارے رسولوں نے ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا تھا اس کے باوجود انہوں نے حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا وہ نہیں مانے انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلا دیا کہ نہیں ہم اپنی من مانیاں ہی کریں گے، اپنی مرضیاں کریں گے ہمیں جو زمین پر اختیار دیا گیا ہم زمین کی ہر شئے کو اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال کریں گے ہم تو ترقی کریں گے ہم جدید سے جدید ایجادات کریں گے تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ کیسی پکڑ پکڑا گیا تھا انہیں؟ بالکل ویسا ہی انجام آج ان کا ہونے والا ہے جو آج موجود ہیں جن میں ہم نے الاولین کی مثل اپنا رسول بھیج دیا جو انہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے اس کے باوجود یہ نہیں مان رہے کہ یہ اپنے مفسد اعمال کے سبب طرح طرح کی ہلاکتوں کا شکار ہیں تو جان لو تم ہمارے رسول کا کذب کرتے ہو تو تمہارا انجام بھی بالکل انہی کی مثل ہونے والا ہے جو کہ تمہارے سر پر آ چکا ہے تمہارے سر پر کھڑا ہے ہمارے رسول کے متنبہ کر لینے کی دیر ہے۔

ان آیات میں جہاں اور بہت سے حقائق کھول کھول کر واضح کر دیئے گئے وہیں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ الصلاۃ کیا ہے اور اس کے علاوہ یہ آیات آج کی تاریخ ہیں یہ آیات آج اللہ کے بھیجے ہوئے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق کر رہی ہیں یہ آیات یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جو کہ النذیر ہے جسے آخرین میں عذاب سے عین پہلے بعث کیا جانا تھا۔

اب آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ جن کو بھی زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے کیا نمازیں پڑھنے کے لیے زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے؟ اگر الصلاۃ نماز کو کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں بھی زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے صرف اس لیے دیا جاتا ہے کہ وہ نمازیں پڑھیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر نماز الصلاۃ نہیں ہے بلکہ نماز کا الصلاۃ کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور الصلاۃ کیا ہے یہ آیات خود کھول کھول کر واضح کر رہی ہیں کہ الصلاۃ کیا ہے۔ یہی بات بذات خود کھول کھول کر واضح کر رہی ہے کہ جنہیں زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے ظاہر ہے اگر آپ کو کسی شئے پر اختیار دیا گیا تو یہ آپ پر منحصر ہے آپ اس

کی دیکھ بھال کریں یا پھر اسے تباہ و برباد کریں، زمین میں اقتدار و اختیار دینا ہی یہ بات کھول کھول کر واضح کرتا ہے کہ زمین میں اقتدار و اختیار اسی لیے دیا گیا کہ زمین کی دیکھ بھال کرو زمین میں ہر شئے کو اس کے مقام پر رہنے دو، لوگوں پر کھول کھول کر واضح کرو کہ کس شئے کا کیا مقام ہے تا کہ لوگ ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھیں اور زمین کسی بھی قسم کی خرابی سے پاک رہے اور اسی کو عربوں کی زبان عربی میں الصلاۃ کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں زمین کی ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھنا اور اس کی ضد فساد ہے اور یہی ان قوموں نے کیا یعنی ان کو الصلاۃ کا حکم دیا گیا لیکن قرآن میں کھول کھول کر واضح کر دیا کہ ان قوموں نے الصلاۃ کی بجائے زمین میں فساد کیا ان کو جو زمین میں اقتدار و اختیار دیا انہوں نے اس کا ناجائز استعمال کیا انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی بالکل ایسے ہی جیسے آج موجودہ قوم کر رہی ہے۔

یوں نہ صرف الصلاۃ کیا ہے بالکل کھل کر واضح ہو چکی بلکہ آج موجودہ لوگوں کا انجام کیا ہونے والا ہے وہ بھی بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اگر وہ قومیں جنہیں اس سے قبل زمین میں مکن دیا گیا تھا انہوں نے الصلاۃ قائم کرنے کی بجائے فساد کیا یعنی زمین پر انہیں جو اقتدار و اختیار دیا تھا انہوں نے اس کا غلط استعمال کیا اپنی خواہشات کی اتباع کرتے رہے اپنی من مانیاں کرتے رہے تو پھر ان کے کیے جانے والے امور یعنی کاموں کا نتیجہ کیا نکلا؟ کیا وہی نتیجہ نکلا جو ان کی منصوبہ بندی تھی جو ان کی چاہت تھی یا پھر نتیجہ ان کی چاہت کے بالکل برعکس سامنے آیا جس نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا؟ جب انہیں کذب کرنے کے سبب صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا گیا تو پھر کیا تم ایسے ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ کیا تم اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو جاؤ گے؟ نہیں بلکہ آج جب بالکل ان ہی کی طرح تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول بعث کر دیا جو تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے اور تم ان ہی کی مثل کذب ہی کرتے ہو تو تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہونے والا ہے جو کہ تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے صرف اور صرف ہمارے رسول کی طرف سے کھول کر پہنچا لینے کی دیر۔

تم پر نہ صرف الصلاۃ کیا ہے کھول کھول کر واضح کر دی گئی بلکہ تمہاری نمازوں کے نام پر دجل عظیم کو بھی چاک کر کے رکھ دیا گیا کہ نماز الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے نماز کا الصلاۃ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ الٹا یہ الصلاۃ کے نام پر عظیم دھوکہ ہے نماز بالکل بے بنیاد و فضول عمل ہے جسے تم لوگوں نے الصلاۃ کے نام پر اخذ کیا ہوا ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ. لقمان ۱۷

اس آیت میں لقمان اپنے بیٹے کو کہہ رہا ہے کہ اے میرے بیٹے تجھے جو دنیا میں لایا گیا ہے الصلاۃ قائم کرنے کے لیے لایا گیا ہے اور آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ الصلاۃ کیا ہے وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ الصلاۃ ہے اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جب تُو الصلاۃ قائم کرے گا یعنی امر کرے گا یعنی کام کرے گا المعروف کیساتھ اور رکے گا المنکر سے تو تجھے تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا سختیوں کا تو ان پر صبر کرنا یعنی برداشت کرنا۔ اب آپ خود غور کریں کہ اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو کیا نماز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے؟ کیا نماز پڑھنے سے تکالیف و پریشانیوں اور سختیوں وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ صبر کرنا پڑے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ نہ ہی نماز کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ ہی نمازیں پڑھنے سے کسی بھی قسم کی کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جس پر صبر کرنا پڑے جس سے الصلاۃ کے نام پر نماز نامی دجل چاک ہو جاتا ہے کہ نماز الصلاۃ نہیں بلکہ نماز الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ. النور ۴۱

اس آیت میں دو باتیں بالکل کھول کر واضح کر دی گئیں ایک اللہ کے بارے میں کہ اللہ کیا ہے اور دوسرا الصلاۃ کیا ہے اسے کھول کر واضح کر دیا گیا۔ یہ آیت بھی چونکہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران ہونے والے واقعات میں سے کسی نہ کسی کی تاریخ ہے اور جب تک اس واقعے کو رونما نہیں ہونا تھا جس واقعہ کی تاریخ ہے تب تک اس آیت کا بیّن ہونا یعنی کھل کر واضح ہونا ناممکن ہے اور اب جب ہم اس آیت پر بات کریں گے تو نہ صرف آیت بیّن ہو جائے گی یعنی کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ اس آیت کو آج ہی بیّن ہونا تھا اور جس واقعہ کی یہ آیت تاریخ تھی یہ آیت یاد دلا دے گی کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ اَلَمْ تَرَ اللہ انسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے اور اللہ کہہ رہا ہے جیسے اس کا قانون ہے یعنی انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر کے ذریعے جو کہ اللہ کا رسول ہے اس کے ذریعے انسان سے کلام کر رہا ہے اللہ کا رسول انسانوں کو کہہ رہا ہے اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا؟ یعنی تمہیں جو دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کس لیے دیں؟ ظاہر ہے جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اسے دیکھنے کے لیے تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی تاکہ تم اسے دیکھو تو کیا نہیں دیکھا؟ یہ جو بھی تم نے دیکھا ہے کیا ہے؟ کیا دیکھا ہے؟ اَنَّ اللّٰهَ اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا یعنی یہ جو کچھ بھی تم دیکھ رہے ہو جو بھی تمہیں نظر آ رہا ہے اللہ کا ہی وجود نظر آ رہا ہے یہ تھا اللہ نہ کہ اللہ وہ ہے جو تمہارے مشرک آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کا نام ہے کہ یہ وجود الگ ہے اور اللہ الگ جو اوپر آسمانوں میں کہیں چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے۔ اب جب اللہ کا رسول اللہ کو کھول کھول کر واضح کرتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی تمہیں نظر آ رہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے تو آگے سے اعراض کیا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہر کوئی اللہ ہے تمام انسان جن میں کافر و مشرک بھی ہیں وہ بھی اللہ ہے؟ تو اسی کا آگے جواب دے دیا گیا کہ نہیں بلکہ يُسَبِّحُ لَهٗ جو خود ہی سبح کر رہا ہے یعنی اسے جو کرنے کا حکم دیا گیا جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لایا گیا وہ اس پر ایسے قائم ہے وہ اسے اس طرح پورا کر رہا ہے گویا کہ وہ خود بخود ہی ایسا کر رہا ہے اسے کوئی حکم دینے والا ہے ہی نہیں، اسے جو بھی کرنے کا حکم دیا گیا اسے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا وہ بغیر کسی حیلے، بہانے، عذر، سستی، کاہلی یا لاپرواہی کے دل سے اسے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہا ہے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے یعنی آسمانوں و زمین میں جو بھی ہے ان میں سے جو بھی سبح کر رہا ہے وہ اللہ ہے اللہ کا وجود ہے اور جو سبح نہیں کر رہا وہ اللہ نہیں بلکہ اس کا شریک ایک الگ سے دوسرا وجود ہونے کا دعویدار ہے وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ اور کیا نہیں دیکھا جو فضا میں تیر رہے ہیں صفوں میں؟ جب تم نے انہیں دیکھا ہے تو ذرا غور تو کرو وہ کیا کر رہے ہیں؟ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ تمام کے تمام کو ہر ایک کی جو صلاۃ طے کر دی گئی یعنی ہر ایک کو وجود میں لانے کا جو مقصد طے کر دیا گیا قدر میں کر دیا گیا اسے اس کا علم ہے وَتَسْبِيْحَهٗ اور وہ اس مقصد کو یعنی جو اس کی صلاۃ ہے اسے ایسے ہی قائم کر رہا ہے جیسے کہ اسے کرنے کا حکم دیا گیا اور اس میں وہ کسی بھی قسم کی کوئی لاپرواہی، کوتاہی یا سستی نہیں کر رہا بلکہ جیسا کرنے کا اسے حکم دیا گیا جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لایا گیا اسی طرح اس مقصد کو پورا کر رہا ہے تو جو جو بھی ایسا کر رہا ہے یعنی جسے جسے بھی اپنی صلاۃ کا علم ہے اور وہ اپنی صلاۃ قائم کر رہا ہے تو وہ کون ہے جیسا کہ پیچھے واضح بھی کر دیا گیا اس کے باوجود آگے ایک بار پھر اسی بات کو کھول کر واضح کر دیا گیا وَاللّٰهُ اور اللہ ہے عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ مکمل علم رکھ رہا ہے اس سے جو وہ عمل کر رہا ہے یعنی جو جو بھی اس سے مکمل علم رکھ رہا ہے جو وہ کر رہا ہے جو کام کر رہا ہے اس کے بارے میں اس کے پاس مکمل علم ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے تو اللہ ہے اور جو بغیر علم کے کر رہا ہے وہ اللہ نہیں بلکہ اس کا شریک ہے۔

اب پہلی بات تو یہ کہ اس آیت میں اللہ کیا ہے کھول کر واضح کر دیا گیا اور دوسری بات کہ الصلاۃ کیا ہے اسے بھی کھول کر واضح کر دیا گیا کہا کہ کیا نہیں دیکھا یعنی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟ درختوں کو دیکھو، دریاؤں کو دیکھو، سمندروں کو دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو ایسے ہی آسمانوں و زمین

میں جو کچھ بھی ہے ذرا انہیں دیکھو سب کے سب کیا کر رہے ہیں؟ تو جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ ان کی صلاۃ ہے جو وہ قائم کر رہے ہیں اس میں رائی برابر بھی لا پرواہی نہیں کر رہے۔ چلو یہ تو وہ مخلوقات ہیں جو کہ مجبور و بے کس ہیں کہ وہ کہیں آ جا نہیں سکتیں تم جاندار مخلوقات کو ہی لے لو جو تمہارے ہی جیسی ہیں یعنی جو حرکت کر رہی ہیں مثلاً جو فضا میں تیر رہے ہیں کیا انہیں دیکھا؟ ہاں تم نے انہیں دیکھا ہے دیکھو کیسے وہ صفوں میں اڑ رہے ہیں صبح تم انہیں ایک طرف جاتے ہوئے دیکھتے ہو اور پھر شام کو واپس اس طرف جاتے ہوئے دیکھتے ہو جدھر سے وہ آتے ہیں اور پھر وہ کیا کر رہے ہیں تم دیکھ رہے ہو کہ وہ زمین میں گھوم پھر کر کھا پی رہے ہیں اور اس کے علاوہ وہ اپنی نسل آگے بڑھا رہے ہیں تو یہ جوان کو تم کرتا ہوا دیکھ رہے ہو یہی تو ان کی صلاۃ ہے جو وہ احسن طریقے سے قائم کر رہے ہیں۔ یہی تو ان کو وجود میں لانے کا مقصد تھا جو قدر میں کر دیا گیا جسے وہ پورا کر رہے ہیں اور ذرا غور کرو تم کیا کر رہے ہو؟ تم جسے الصلاۃ کہہ رہے ہو کیا تمہیں وجود میں لانے کا مقصد وہی ہے؟ جسے تم الصلاۃ کہہ رہے ہو جو کہ نماز ہے کیا نماز نہ پڑھنے سے آسمانوں و زمین میں قائم المیزان میں خسارہ ہوگا؟ اور پھر اگر تمہاری نماز ہی الصلاۃ ہے یعنی تمہیں وجود میں لائے جانے کا اصل مقصد ہے تو پھر باقی جو اعمال تم کر رہے ہو وہ کیا ہیں؟ کیونکہ الصلاۃ تو وہی ہے جو اعمال تم کر رہے ہو اور پھر جو کچھ بھی تم کر رہے ہو کیا تمہیں اس کے بارے میں مکمل علم ہے؟ اگر مکمل علم ہے اور علم کیساتھ کر رہے ہو تو تمہارا الگ سے کوئی وجود نہیں بلکہ اللہ ہی ہے اور اگر تمہیں اس کا علم ہی نہیں جو کچھ بھی تم کر رہے ہو تم جو بھی کر رہے ہو بغیر علم کر رہے ہو تو پھر تم اللہ کے شریک بنے ہوئے ہو، تم الصلاۃ قائم نہیں کر رہے بلکہ آسمانوں و زمین میں فساد کر رہے ہو۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ دعوت کس کی ہے اور یہ حق کس نے آ کر کھول کھول کر واضح کر دیا؟ جس نے بھی یہ حق کھول کھول کر واضح کیا یہ آیت نہ صرف اس کی تاریخ ہے بلکہ یہ آیت یاد دلا دیتی ہے کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ یوں قرآن خود اپنے رسول کی تصدیق کر دیتا ہے کہ یہ ہے اللہ کا رسول۔ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ الصلاۃ کیا ہے جس سے الصلاۃ کے نام پر نماز نامی دجل وفریب کی حقیقت بھی بالکل کھول کر رکھ دی گئی کہ نماز الصلاۃ کے نام پر نہ صرف دجل عظیم ہے بلکہ الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

نماز دجل عظیم

جب یہ بات ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو چکی، یہ ثابت ہو چکا کہ میں ہی وہی اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہوں جسے آخرین میں بعث کیا جانا تھا تو پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ نماز ہی الصلاۃ ہو؟ نماز تو بہت دور کی بات ہے میری بعثت کے وقت آج جو جو بھی عقائد ونظریات موجود ہیں جسے بھی دین یا حق کہا جا رہا ہے اس میں سے کچھ بھی حق نہیں بلکہ ضلالٍ مبینٍ ہیں کیونکہ اللہ نے یہ قدر میں کر دیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا یہاں تک کہ حق کی ایک رائی بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے نماز الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر وہ دجل عظیم ہے جسے میں نے یعنی احمد عیسیٰ رسول اللہ وخاتم النبیّن نے چاک کر کے رکھ دیا۔

آیات الصلاۃ کے بارے میں کیا کہتی ہیں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ. البقرۃ ۸۳

وَ اور، اِذ تب یا جب، واذ کے معنی اور تب کیے جائیں یا اور جب کیے جائیں دونوں صورتوں میں سوال پیدا ہوگا اور آیت میں آگے اس کا جواب دیا گیا ہے۔مثلاً ہم پہلے اور تب معنی لیتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ تب کب؟ یعنی کب کی بات ہو رہی ہے؟ اور اگر تب کی بجائے اور جب معنی لیا جائے تو بھی یہی سوال پیدا ہوگا کہ جب کب؟ یعنی یہ تو واضح کرنا ہوگا کہ کب کی بات ہو رہی ہے۔ واذ کے معنی اور تب کیے جائیں یا اور جب کے معنی کیے جائیں دونوں صورتوں میں سوال پیدا ہوتا ہے اور آگے اس سوال کا جواب بھی آنا لازم ہے۔ پورے کا پورا قرآن اسی طرح ہے یعنی ہر آیت اسی طرح ہے کہ اس میں نہ صرف سوالات ہیں بلکہ ان سوالات کے جوابات بھی ہیں بالکل ایسے ہی جیسے کہ دو فریقین کے درمیان ہونے والی گفتگو کو لکھا گیا ہو۔

آپ جانتے ہیں اور ہر کوئی یہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے لیکن قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا اصل معنی کیا ہے اس کا مطلب کیا ہے آج کسی کو بھی اس کا علم نہیں۔ اگر کوئی قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کا مطلب کیا ہے اس کا علم رکھنے کا دعویدار ہے تو ایسے لوگوں کا کہنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام کرتا ہے۔ کلام عربی میں کسی کیساتھ گفتگو کرنے کو کہتے ہیں یعنی اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے گفتگو کرتا ہے۔

اب اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی گفتگو کرتا ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کس طرح انسانوں سے کلام کر رہا ہے کہ انسانوں کو علم ہی نہیں کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں انسانوں کی اکثریت کی زبان عربوں کی زبان عربی نہیں ہے اور قرآن تو عربوں کی زبان عربی میں ہے یوں جن کی زبان عربوں کی زبان عربی نہیں، عربی کیا ہے جو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ان سے اللہ کس طرح کلام کر رہا ہے؟ اگر اس قرآن کے ذریعے اللہ انسانوں سے گفتگو کر رہا ہے تو یوم الحساب اللہ ایسے کسی ایک شخص سے بھی سوال نہیں کر سکتا حساب کتاب نہیں لے سکتا جس کی زبان عربوں کی زبان عربی نہ ہو۔ کیونکہ ہر اس شخص کے پاس بہانہ ہوگا جس کی زبان عربوں کی زبان نہیں وہ کہے گا کہ اے اللہ اگر تو نے مجھے کوئی حکم دینا ہی تھا تو تُو اس ذریعے سے دیتا جس ذریعے سے میں سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا تُو مجھے میری زبان میں حکم دیتا اس طرح واضح حکم دیتا کہ میں اگر واضح حکم مل جانے کے باوجود بھی اس پر عمل نہ کرتا تو میرے پاس کسی بھی قسم کا کوئی بہانہ نہ رہتا سوائے حجت کے۔ اب جب کہ میری زبان عربوں کی زبان تھی ہی نہیں میں عربوں کی زبان سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا تھا تو پھر مجھے عربوں کی زبان میں حکم دیا ہی کیوں؟ اس میں میرا کوئی قصور نہیں اگر میں تیرے احکامات کو پورا نہیں کر سکا تو اس کی ذمہ داری خود تیرے اوپر پڑتی ہے اس کا میں جوابدہ نہیں ہوں اس لیے مجھ سے کسی قسم کا کوئی حساب نہیں لیا جا سکتا۔

پھر اس کے علاوہ جو عرب ہیں وہ بھی کل کو یہی بہانہ پیش کرتے کیونکہ اسی قرآن میں اللہ نے خود کہا ہے کہ یہ قرآن متشابہاً ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا کر رکھ دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور پھر اس قرآن میں تو آیات ہیں نہ کہ بیّنات اس لیے کل کو ہر عرب بھی یہی کہے گا کہ اے اللہ قرآن تو متشابہاً تھا اس لیے آج حساب کس بات کا اگر تُو نے ہم سے کلام کرنا ہی تھا تو البیّنات کیساتھ کلام کرتا یعنی کھول کھول کر بات کرتا ہمیں جو بھی کرنا تھا وہ ہم پر کھول کھول کر واضح کرتا تا کہ ہمیں کھل کر سمجھ آ جاتی اس کے باوجود اگر ہم نہ کرتے تو ہم مجرم ثابت ہو جاتے اور تُو آج حساب لے سکتا تھا لیکن جب قرآن تھا ہی متشابہاً، جب قرآن میں بیّنات کی بجائے آیات تھیں تو پھر آج حساب کس بات کا؟

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اللہ جس سے چاہے جیسا چاہے حساب لے اور اللہ جیسے چاہے حکم دے اللہ کسی کا پابند نہیں ہے تو اس کا مطلب بالکل صاف واضح ہے کہ اللہ ظالم ہے۔یعنی اگر یہ بات مان لی جائے کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اس لیے اللہ حساب لے گا تو مطلب بالکل واضح ہے کہ اللہ ظالم ہے۔

کیونکہ ایک طرف اس کو علم تھا کہ ان کی زبان عربوں کی زبان نہیں اگر ان کو ان کی زبان میں حکم نہ دیا گیا ان پر اپنا حکم ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح نہ کر دیا گیا تب تک یہ اس پر عمل نہیں کر سکیں گے اور دوسری طرف خود جان بوجھ کر اللہ نے اس زبان میں حکم دیا کہ نہ ہی انہیں اللہ کی بات کی سمجھ آئے اور نہ ہی وہ اسے پورا

کر سکیں اور پھر سخت اذیت ناک بدلے کے حقدار ٹھہریں۔ اللہ نے جان بوجھ کر خود ایسے کیا کیونکہ اللہ چاہتا تھا کہ ان کو اذیت ہی دی جائے ان کو برا بدل ہی دیا جائے اب جب اللہ خود ایسا چاہتا تھا تو پھر اللہ کی چاہت کے آگے کوئی بھی کیا کر سکتا ہے؟ اس لیے اللہ ظالم ثابت ہو جاتا ہے۔

تو کیا اللہ ظالم ہے؟ اللہ ایسا کرتا ہے؟ اس کا جواب آپ خود قرآن سے ہی لے لیں۔ آپ کو قرآن میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ سینکڑوں ایسی آیات ملیں گی جن میں اللہ نے یہ بات مختلف پہلوؤں سے واضح کی ہے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا، اللہ کسی پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا، اللہ کسی پر بھی اس کی وسعت کیمطابق بوجھ ڈالتا ہے اور آپ یہ بات ان آیات میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ. آل عمران ۱۰۸

اور نہیں اللہ چاہتا عالمین کے لیے رائی برابر بھی کمی کیا جانا۔

وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. آل عمران ۱۱۷

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. الاعراف ۱۶۰

اور نہیں ظلم کر رہے ہم اور لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. التوبہ ۷۰

پس اللہ نے یہ قدر میں ہی نہیں کیا اللہ نے یہ قانون میں ہی نہیں کیا کہ اللہ ان کے لیے ظلم کرے اور لیکن یہ طے شدہ ہے یہ اللہ کے قانون میں ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں اپنے لیے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. یونس ۴۴

اس میں کچھ شک نہیں اللہ تعالیٰ یعنی جو وجود تمہیں نظر آ رہا ہے جس کیساتھ تم دشمنی کر رہے ہو یہ تھا اللہ نہ کہ وہ اللہ ہے جسے تم اللہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہو جس کا کوئی وجود ہی نہیں، اللہ لوگوں کی کسی ایک بھی شئے میں رائی برابر بھی کمی نہیں کر رہا اور لیکن لوگ خود ہی ہیں کہ اپنے لیے اپنی اشیاء میں ظلم کر رہے ہیں یعنی کمیاں کر رہے ہیں انہیں خراب کر رہے ہیں تباہ برباد کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ. ھود ۱۰۱

اور جو ظلم ہو رہا ہے، ہم ظلم نہیں کر رہے اور لیکن یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. النحل ۳۳

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ. النحل ۳۴

پس انہیں مصیبتوں، تکلیفوں، پریشانیوں، بے چینیوں نے آ لیا جو یہ برے اعمال کر رہے ہیں جن کے کرنے سے منع کیا تھا جن سے آسمانوں وزمین میں وضع کردہ المیز ان میں خسارہ ہوتا ہے اور ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب انہیں ہر طرف سے آ گھیرا ان کے اعمال کے رد اعمال نے جو اس سے استہزا کر رہے ہیں یعنی ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود یہ حق کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہیں ادھر سے سنتے ہیں اُدھر سے نکال دیتے ہیں انہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا ان کے اعمال کے رد اعمال ان کے سامنے آ گئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود بھی وہی کر رہے ہیں بجائے یہ کہ باز آ جاتے اللہ کے شریک بنتے ہوئے اس کی آیات یعنی مخلوقات میں پنگے لیتے تھے ان میں چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور جب انہیں منع کیا جاتا تھا سمجھایا جاتا تھا کہ اس کے رد عمل میں دنیا میں ہر طرف سے تباہیاں آئیں گی تو بات ماننے کی بجائے ہوا میں اڑا رہے ہیں اور الٹا اس کے برعکس اپنے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کے دفاع میں کسی بھی حد تک جا رہے ہیں حق کیخلاف دشمنی میں کسی بھی حد تک جا رہے ہیں۔

ان آیات میں آپ نے دیکھ لیا ایک تو اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اللہ ظلم کر رہا ہے اور دوسرا یہ بھی کہ اللہ ظلم نہیں چاہتا اور پھر جو ظلم ہو رہا ہے جو

ظلم کیا جا رہا ہے یہ اللہ نہیں کر رہا بلکہ انسان خود کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کوئی بھی انسان جب بھی کوئی عمل کرتا ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ میں کچھ غلط کر رہا ہے ہوں ہر کوئی اپنے ہر عمل کو حق ہی قرار دیکر کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ فساد کر رہا ہوتا ہے وہ ظلم کر رہا ہوتا ہے۔

پھر اس کے علاوہ ایک اور بات بھی اللہ نے کھول کر واضح کر دی جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا. البقرۃ ۲۸۶

اس آیت میں اللہ کا کہنا ہے کوئی ایک بھی نفس ایسا نہیں ہے کہ اللہ اس کو اس کا مکلّف بنائے جو اس کی وسعت نہیں رکھتا یعنی کسی نفس کو بھی اللہ اس کا مکلّف نہیں بناتا جس کی وہ وسعت نہیں رکھتا، ہر نفس پر اتنا ہی بوجھ لادا جاتا ہے ہر ایک پر اتنی ہی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے جسے وہ اٹھا سکتا ہے پھر اس کے علاوہ مزید یہ بھی واضح کر دیا کہ کسی کو بھی اس کی وسعت سے بڑھ کر نہیں دیا جاتا بلکہ اتنا ہی اور وہی دیا جاتا ہے جو اس کی وسعت ہے جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىھَا. الطلاق ۷

یعنی ہر نفس اسی کا روادار ہے اس سے اسی کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی سوال ہوگا جو اس کو دیا گیا اور ہر نفس کو اتنا ہی دیا گیا اس پر اتنا ہی بوجھ لادا گیا جتنی اس کی وسعت ہے جتنا وہ اٹھا سکتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ کو خطہ عرب میں پیدا نہیں کیا گیا جس سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ آپ کو اگر عربوں کے علاوہ کسی دوسری قوم میں دوسرے خطے میں پیدا کیا گیا تو یہ آپ کی وسعت کے حساب سے ایسا کیا گیا اور پھر آپ پر کسی بھی صورت یہ لازم نہیں ہے کہ آپ عربوں کی زبان سیکھیں کیونکہ اگر آپ پر عربوں کی زبان سیکھنا لازم ہوتا تو اللہ آپ کو خطہ عرب میں پیدا کرتا اور اگر اللہ نے ایسا نہیں کیا اور اس کے باوجود آپ ایسا کر رہے ہیں کہ آپ عربوں کی زبان سیکھ رہے ہیں یا اس کیساتھ ہدایت کو مشروط کر رہے ہیں تو پھر یہ ظلم ہے جو کہ اللہ نہیں کر رہا اور نہ ہی اللہ ظلم چاہتا ہے بلکہ یہ ظلم آپ خود کر رہے ہیں۔

آپ نے جان لیا کہ انسان خود ہی ظلم کر رہے ہیں نہ کہ اللہ ظالم ہے۔ جب اللہ ظالم نہیں اللہ ظلم نہیں کرتا تو پھر ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کسی بھی انسان کو اس زبان میں کوئی حکم دے جو وہ سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا؟ اور پھر قرآن اللہ کا کلام ہے کا مطلب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی گفتگو کر رہا ہے؟ حقیقت آپ کے سامنے ہے اور اگر اس کے باوجود یہی کہا جائے کہ نہیں اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام کر رہا ہے تو اس کا مطلب کہ یا تو اللہ اپنے قول میں جھوٹا ہے یا پھر یہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہے ہی نہیں کیونکہ ایک طرف قرآن میں اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کسی ایک نفس کو بھی اس کا مکلّف نہیں بناتا جس کی وہ وسعت نہیں رکھتا اور ہر ایک کو اتنا اور وہی دیا جاتا ہے جس کی وہ وسعت رکھتا ہے جس کی وہ وسعت نہیں رکھتا اسے وہ دیا ہی نہیں جاتا اور پھر نہ ہی اس سے اس بارے میں کسی بھی قسم کا کوئی حساب لیا جائے گا جس کا وہ مکلّف نہیں تھا اور دوسری طرف وہ اس کے بارے میں سوال کرے یا اسے حجت قرار دے جس کا وہ نفس مکلّف ہی نہ ہو جو اسے دیا ہی نہ گیا ہو۔

یہ تو ان لوگوں کے حوالے سے کھول کر واضح کیا گیا ہے جن کی زبان عربوں کی زبان نہیں ہے جس وجہ سے نہ تو وہ اس کے مکلّف ہیں اور نہ ہی ان سے اس بارے میں کوئی سوال کیا جائے گا اگر وہ خود کو اس کا مکلّف نہیں قرار دیتے یعنی وہ ظلم نہیں کرتے جس کا انہیں اللہ نے مکلّف ہی نہیں بنایا وہ خود کو اس کا مکلّف بنالیں کہ زبردستی اسے اپنے لیے حجت و راہنمائی کا نام دیکر اللہ کیساتھ کلام کا نام دیکر عربوں کی زبان سیکھنا اپنے لیے لازم کرلیں۔ اگر یہی بات تسلیم کرلی جاتی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے جو کہ عربوں کی زبان ہے میں انسانوں سے کلام کر رہا ہے ان سے بات کر رہا ہے انہیں ہدایات دے رہا ہے یعنی ان کی راہنمائی کر رہا ہے تو اسے ان لوگوں کے لیے سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے جو عربوں کی زبان نہیں جانتے بلکہ جو خود خطہ عرب کے رہنے والے ہیں جن کی زبان اس قرآن کی زبان ہے ان کو ہی علم نہیں کہ اس قرآن میں کیا کہا گیا یا کیا کہا جا رہا ہے کیا بات کی جا رہی ہے۔ وہ لوگ جو عرب ہیں عربی دان ہونے کے دعویدار ہیں وہ قرآن کے الفاظ کے ایک ہی معنی پر متفق نہیں ہیں ان کے تراجم و تفاسیر کو سامنے رکھا جائے تو قرآن

اختلافات سے بھرپور ثابت ہوجاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج عرب بذات خود مختلف فرقوں میں تقسیم ہیں اور ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں۔ یعنی جن کی زبان عربوں کی زبان ہے ان کو ہی نہیں علم کہ قرآن میں کیا کہا جارہا ہے تو جن کی یہ زبان ہے ہی نہیں جن کو یہاں تک علم نہیں کہ عربوں کی زبان ہوتی کیا ہے وہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ ان کو کیا کہا جارہا ہے کیا حکم دیا جارہا ہے؟

قرآن اللہ کا کلام ہے اگر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے گفتگو کررہا ہے تو ہر انسان پر واضح ہونا چاہیے کہ اسے کب کہاں کیوں کیسے اور کیا کہا جارہا ہے اس کے لیے کوئی عذر کوئی بہانہ نہیں رہنا چاہیے سوائے حجت کے اگر وہ اس حکم پر عمل نہیں کرتا لیکن یہاں تو کسی کو بھی علم نہیں کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ اس لیے یہ بات بالکل بے بنیاد اور کھوکھلی ثابت ہوجاتی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی گفتگو کررہا ہے۔

قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب کیا ہے اسے جاننے کے لیے سب سے پہلے یہ بات جاننا لازم ہے کہ اللہ کلام یعنی گفتگو کرتا کیسے ہے؟ اور اللہ گفتگو کیسے کرتا ہے اس کا علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ یہ نہ جان لیا جائے کہ اللہ کیا ہے جب تک اللہ کو نہیں جان لیا جاتا تب تک آپ یہ نہیں جان سکیں گے نہیں سمجھ سکیں گے کہ اللہ کیسے کلام کرتا ہے۔

ظاہر ہے جب آپ کو اللہ کا ہی علم نہیں ہوگا تو آپ کو یہ کیسے علم ہوسکتا ہے کہ اللہ اگر انسانوں سے یا کسی سے بھی گفتگو کرتا ہے تو کیسے کرتا ہے؟ اس لیے پہلے اللہ کو جاننا بہت ضروری ہے اور آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جاچکا کہ اللہ کیا ہے اور نہ صرف اللہ کو کھول کھول کر واضح کردیا گیا بلکہ عربی کیا ہے اسے بھی ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کردیا گیا کہ عربی عربوں کی زبان نہیں ہے بلکہ عربی تو عین ربّ ہے یعنی شئے کا یا وجود کا اپنے آپ میں ہونا۔

اب جب آپ پر یہ واضح ہوگیا کہ اللہ کیا ہے، جو کچھ بھی آپ کو نظر آرہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آرہا ہے ایک ہی ذات ہے اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں، فطرت اللہ ہے اور جو فطرت کی ضد ہے جو فطرت پر قائم نہیں ہے وہ اللہ کا شریک ہونے کا دعویدار ہے اور اللہ اپنے شریک کو برداشت نہیں کرتا بلکہ اسے کالعدم کر دیتا ہے تو اب آپ بہت ہی آسانی سے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ انسانوں یا ان کے علاوہ کسی بھی مخلوقات سے کیسے کلام یعنی بات کرتا ہے۔

آپ اپنی ہی ذات کو سامنے رکھیں اور اس میں غور کریں مثلاً آپ کے پاؤں میں کوئی تکلیف یا درد ہوتا ہے تو آپ سے سوال ہے کہ کس کو اس بات کا علم ہوگا اور پھر کیسے اسے علم حاصل ہوگا؟ اور پھر اگر کسی دوسرے کو اس کا علم ہوتا ہے تو کیسے ہوگا یعنی پاؤں کس طرح کسی دوسرے پر اپنی کیفیت کا اظہار کرے گا؟ آپ کے پاؤں میں کوئی بھی تکلیف ہوگی تو سب سے پہلے پاؤں اس کا علم دماغ کو دے گا یعنی پاؤں اپنی اس کیفیت کا اظہار دماغ سے کرے گا اور کس طرح کرے گا یہ بھی بالکل واضح ہے کہ دماغ جو کہ پورے جسم کو کنٹرول کرتا ہے دماغ کا جسم کے انگ انگ سے ربط قائم ہے۔

اب آتے ہیں دوسرے سوال کی طرف کہ اگر کسی دوسرے پر پاؤں کی کیفیت واضح ہوتی ہے تو کیسے ہوگی؟ پاؤں کسی دوسرے کیساتھ اس کا اظہار کیسے کرے گا؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ پاؤں براہ راست کسی دوسرے پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کرسکتا کیونکہ پاؤں میں ایسی صلاحیت ہی نہیں رکھی گئی اور پاؤں میں ایسی صلاحیت اس لیے نہیں رکھی گئی کیونکہ پاؤں میں وہی صلاحیتیں رکھی گئی جو پاؤں کی ذمہ داری سے تعلق رکھتی ہیں جس کی پاؤں وسعت رکھتا ہے جس کا پاؤں مکلّف ہے اور کسی دوسرے سے اپنی کیفیت کا اظہار کرنا پاؤں کی ذمہ داری میں شامل نہیں ہے۔

بالکل اسی طرح آپ کے جسم کے کسی بھی حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کا علم سب سے پہلے دماغ کو ہوتا ہے اور اگر کسی دوسرے پر اسے ظاہر کرنا ہے تو اس مقصد کے لیے جسم میں زبان موجود ہے یعنی زبان کی ذمہ داری میں یہ شامل ہے کہ وہ جسم کی ترجمانی کرے۔ جیسے کہ آپ کے جسم کے کسی بھی حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے اسے کوئی مسئلہ لاحق ہوتا ہے تو زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے، مثلاً آپ کو بھوک لگتی ہے تو بھوک دراصل کیا ہے؟ جسم کے ہر خلیے کو ان کی ضروریات چاہیے ہوتی ہیں جب انہیں ضروریات درکار ہوتی ہیں تو وہ دماغ کو بتاتے ہیں اور دماغ ان کو خام مال فراہم کرنے والوں میں اور بڑے کارخانے معدے کو کہتا ہے کہ انہیں ان کی ضروریات فراہم کرے اب معدے نے بھی پیچھے سے اس مال کو حاصل کرنا ہوتا ہے تو معدہ دماغ کو کہتا ہے کہ میرے پاس اب مال ختم ہوچکا ہے یا میرے پاس مال نہیں ہے اس لیے مجھے اس کا خام مال چاہیے اور کتنا چاہیے اس سے جسم کے باقی متعلقہ محکمے بھی حرکت میں آتے ہیں کہ کہاں کہاں سے مال حاصل ہوگا یوں ہر محکمہ اپنا اپنا کام کرتا ہے اور اگر اس دوران کسی دوسرے شخص سے مال حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے زبان کو کہا جائے گا

کہ وہ اس کی ترجمانی کرے کہ اسے کیا ضرورت ہے یوں زبان ترجمانی کرتی ہے۔ یعنی جہاں جسم میں پاؤں کی اپنی ذمہ داری ہے، ہاتھوں کی اپنی ذمہ داری، آنکھوں کی اپنی ذمہ داری، کانوں کی اپنی ذمہ داری اسی طرح باقی تمام اعضاء کے ساتھ ساتھ زبان کی اپنی الگ ذمہ داری ہے اور زبان کی ذمہ داری جہاں آواز کی صورت میں ترجمانی کی ضرورت ہو تو وہاں زبان جسم کے کسی بھی عضو کی ترجمانی کرے گی۔

بالکل ایسے ہی جب آپ یہ جان چکے کہ یہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آرہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آرہا ہے تو ذرا غور کریں اگر انسانوں سے اللہ کلام کرنا چاہتا ہے تو کیسے کرے گا؟ کیا ان مخلوقات میں اس کے ذریعے کلام نہیں کرے گا جو اس وجود میں اس کی زبان ہونے کی خصوصیات کی حامل ہے؟ وہ کسی بھی مخلوق کو کوئی حکم دیتا ہے تو اسی طرح حکم دے گا جیسے وہ اس کے حکم کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے مثلاً آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں اگر آپ آگے کو جھکتے ہیں تو آپ کے پاؤں اور ان کی انگلیاں مختلف حرکات وسکنات کرنا شروع کر دیتی ہیں جسم کا ایک ایک انگ حرکت میں آجاتا ہے تو ذرا غور کریں اس وقت پاؤں کی انگلیاں جو کر رہی ہوتی ہیں جس وجہ سے آپ یعنی جسم آگے کو نہیں گرتا تو ایسا کرنے کا انگلیوں کو یا جسم کے باقی اعضاء کو کون اور کیسے حکم دے رہا ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ ظاہر ہے جب پورے جسم کو دماغ کنٹرول کرتا ہے تو دماغ جسم کے انگ انگ کو احکامات دیتا ہے ان پر ان کی ذمہ داری واضح کر رہا ہوتا ہے اور بالکل ویسے ہی ان پر ان کی ذمہ داری واضح کرتا ہے جیسے وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جو اصل ایک ہی وجود ہے اللہ اس میں جتنی بھی آپ کو مخلوقات نظر آتی ہیں ان کو اگر حکم دیا جائیگا تو بالکل اسی طرح جیسے جو خلق حکم سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ان میں انسان بھی ہیں اور انسان چونکہ بشر ہیں تو ظاہر ہے بشر کو بھی اسی طرح حکم دیا جائے گا اس سے اسی طرح بات کی جائے گی جیسے بشر سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ایک لمحے کے لیے اللہ کیا ہے اسے نظر انداز کرتے ہوئے بات کی جائے اللہ کے کلام کرنے یعنی اللہ کے انسانوں سے گفتگو کرنے کی تو اللہ چاہے جو بھی ہو جیسا بھی ہو اگر اسے انسانوں سے بات کرنی ہے تو بالکل اسی طرح کرنا ہوگی جیسے انسان سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں انسان چونکہ بشر ہیں تو بشری آواز میں یا جس طرح بشر سننے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی طرح بات کرنا ہوگی یہاں تک کہ اگر کسی کی زبان اردو ہے تو اس سے اردو میں ہی بات کرنا ہوگی کیونکہ اگر اردو بولنے والے سے اردو کے علاوہ پشتو، چینی، روسی، عربی یا کسی بھی ایسی زبان میں بات کی جائے گی جو اس کی زبان نہیں تو وہ اس بات کو نہیں سمجھ سکتا اس لیے ہر کسی سے اسی زبان میں بات کرنا ہوگی جو زبان اس کی ہے۔ یوں انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ان ہی کی زبان میں ایک بشر کے ذریعے ان سے کلام کرتا ہے ان پر اپنی ایک ایک بات کھول کھول کر واضح کرتا ہے تاکہ ہر کسی پر حجت ہو جائے کل کو کسی کے پاس بھی کوئی عذر یا بہانہ نہ رہے۔

جہاں ہم نے مختلف پہلوؤں سے آپ پر واضح کیا کہ اللہ کیا ہے اور اللہ کلام یعنی بات کیسے کرتا ہے تو وہیں آپ پر ھذا القرآن میں اللہ نے اس حوالے سے کیا کہا اسے بھی کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۔ الشوریٰ ۵۱

اور نہیں تھا کسی بھی بشر کے لیے کہ اس سے کلام کرتا اللہ مگر اللہ ہر بشر سے کلام کر رہا ہے وحی کے ذریعے، اور کیا ہے جس ذریعے سے اللہ کلام کر رہا ہے بشر سے؟ پردوں کے پیچھے سے، اور کیا ہے جس ذریعے سے اللہ بشر سے کلام کر رہا ہے؟ بھیجتا ہے ایک رسول جب امیّن ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے ہوتے ہیں پس وحی کیا جا رہا ہے اسی کے اذن سے جو اس کا قانون ہے اس میں کچھ شک نہیں وہ ہے علی حکیم یعنی ہر لمحے حکمہ میں سب سے اوپر ہے۔

سورۃ الشوریٰ کی اس آیت میں اللہ نے دوٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ اللہ کسی بھی بشر سے کلام نہیں کرتا مگر ایسا نہیں ہے یعنی اللہ ہر بشر سے کلام کر رہا ہے تین صورتوں میں۔ اللہ ہر بشر سے کلام کر رہا ہے بات کر رہا ہے لیکن تین صورتوں میں۔ ان تین میں سے کسی نہ کسی ایک صورت میں کلام کر رہا ہے پہلی صورت بذریعہ وحی دوسری پردوں کے پیچھے سے اور تیسری اور آخری صورت ہے بذریعہ رسول۔

اللہ نے پہلے تو اس بات کی نفی کر دی کہ اللہ کسی سے کلام نہیں کر رہا بلکہ اللہ ہر بشر سے کلام کر رہا ہے اور دوسری بات اللہ نے جن تین طریقوں سے کلام کرنے کا ذکر کیا اس میں اللہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ وہ اس قرآن کے ذریعے کلام کر رہا ہے بلکہ ان میں پہلی صورت بذریعہ وحی ہے یعنی جو بشر اس مقام پر پہنچ جائے کہ اسے وحی سمجھنے کی صلاحیت حاصل ہو جائے اس پر یہ واضح ہو جائے کہ وحی کیا ہے تو اللہ اس سے بذریعہ وحی کلام کر رہا ہے اور جو وحی کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا

لیکن اس سے قریب ترین پہنچ جاتا ہے کہ اس پر واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کیا ہے تو ایسے بشر سے اللہ پردے کے پیچھے سے کلام کرتا ہے یعنی اس بشر اور اللہ کے درمیان محض پردہ حائل ہوتا ہے اور وہ پردہ وہ بشر ہوتا ہے جس کی طرف وحی آ رہی ہوتی ہے اور اللہ اس بشر کے ذریعے کلام کر رہا ہوتا ہے یوں سامنے والے بشر کو علم ہوتا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ میرے سامنے موجود فلاں بشر بات نہیں کر رہا ہے یہ بشر میری بات کا یا میرے سوال کا جواب نہیں دے رہا یہ بشر مجھ سے ہم کلام نہیں ہے بلکہ یہ بشر تو محض ایک پردہ ہے اصل میں تو اللہ ہے جو مجھ سے کلام کر رہا ہے۔

تیسری اور آخری صورت ہے بذریعہ رسول اور قرآن میں متعدد مقامات پر اللہ نے یہ بات واضح کر دی کہ انسان چونکہ بشر ہیں تو انہی میں سے کسی بشر کا وہ انتخاب کرتا ہے جو اللہ کا رسول ہوتا ہے یوں اللہ اس رسول کے ذریعے انسانوں سے کلام کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ چونکہ اسے اللہ کا رسول تسلیم نہیں کرتے اس لیے وہ یہی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ان سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ ان سے اس بشر رسول کے ذریعے کلام کر رہا ہوتا ہے۔

یہ تین صورتیں ہیں اللہ کی انسانوں سے کلام کرنے کی۔ نہ ہی اللہ نے کسی چوتھی صورت کا ذکر کیا اور نہ ہی اللہ نے یہ کہا کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی بات کر رہا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی بات کر رہا ہے یہ بات یہ عقیدہ و نظریہ بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن اللہ کا کلام ہے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام کر رہا ہے تو پھر اس کا مطلب کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

تو اب ہم اس کی حقیقت آپ پر واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس قرآن میں آیات ہیں بیّنات نہیں اور اللہ آیات سے نہیں بلکہ بیّنات کیساتھ کلام کرتا ہے۔ آیات آیت کی جمع ہے جو کہ ضد ہے بیّن کی اور بیّن کی جمع بیّنات ہے۔

آیت کہتے ہیں کسی کا، کسی بھی بات، شئے یا ذات کا مکمل ہر پہلو سے چھپے ہوئے ہونا سوائے اس کے چھوٹے سے تھوڑے سے حصے کے، اس تھوڑے سے چھوٹے سے حصے کو آیت کہتے ہیں جس میں غور کرنے سے یعنی جس کی گہرائی میں جانے سے اس کی اصل حقیقت اس پوری شئے، بات یا ذات کا سامنے آ جانا جو چھپی ہوئی تھی اور یہ ضد ہے بیّن کی اور بیّن کہتے ہیں کسی بھی بات، شئے یا ذات وغیرہ کا ہر پہلو سے بالکل واضح ہونا اس کا انگ انگ واضح ہونا اس کا کوئی ایک بھی پہلو چھپا ہوا نہ ہونا۔

قرآن میں آیات ہیں یعنی قرآن میں جو کچھ بھی لکھا ہوا ہے وہ اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت چھپا دی گئی اور اس کا تھوڑا سا حصہ سامنے رکھا گیا اور اصل حقیقت کیا ہے اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتی سامنے نہیں آ سکتی جب تک کہ آیات میں غور نہ کیا جائے یعنی ان کی گہرائی میں آخری حد تک جا کر جان نہ لیا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قرآن میں آیات کی صورت میں کیا لکھا ہوا ہے یعنی اس طرح لکھا ہوا ہے کہ اصل حقیقت چھپا دی گئی اس کا صرف تھوڑا سا پہلو سامنے رکھا گیا تو اس کا جواب بالکل واضح ہے جو آپ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں اللہ کی اول تا آخر تمام کے تمام انسانوں سے ہونے والی گفتگو درج ہے آیات کی صورت میں۔ اللہ اور اول تا آخر تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو اس قرآن میں اس طرح درج کی گئی جیسے تاریخ لکھی جاتی ہے یعنی اللہ اور تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی بات چیت کو بطور تاریخ اس قرآن آیات کی صورت میں لکھا گیا۔

اللہ کی اول تا آخر انسانوں سے گفتگو آیات کی صورت میں نہیں ہوئی اللہ آیات کی صورت میں بات نہیں کرتا بلکہ اللہ تو جو بھی بات کرتا ہے بالکل کھول کھول کر بات کرتا ہے یعنی بیّنات کیساتھ بات کرتا ہے اور اس کے لیے اللہ کا جو قانون ہے وہ تین صورتیں ہیں جو پیچھے بیان ہو چکیں۔ ان تین صورتوں کے ذریعے اللہ اور اول تا آخر تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کلام کو اللہ نے بطور تاریخ آیات کی صورت میں اس قرآن میں آج سے چودہ صدیاں قبل درج کر دیا تھا اس وجہ سے قرآن کو اللہ کا کلام کہا جاتا ہے۔

کیونکہ اس قرآن میں اللہ کا کلام یعنی اللہ کی انسانوں سے کی گئی گفتگو درج ہے جسے تاریخ اور عربوں کی زبان میں حدیث کہا جاتا ہے یعنی یہ قرآن الحدیث ہے۔

اب جبکہ آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے کا مطلب کیا ہے تو آپ کو اس بات کی بھی سمجھ آ جانی چاہیے کہ اگر قرآن تاریخ ہے

یعنی اللہ اور اول تا آخر تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تاریخ ہے تو پھر اس قرآن میں جو کچھ بھی لکھا گیا وہ بالکل اسی طرز پر لکھا ہوا ہونا چاہیے جیسے فریقین کے درمیان مکالمہ ہوتا ہے سوال جواب ہوتا ہے، ایک فریق کچھ کہتا ہے تو سامنے والا آگے سے کیا کہتا ہے آیا وہ تسلیم کرتا ہے انکار کرتا ہے یا سوال اٹھاتا ہے۔ اگر تسلیم کرتا ہے تو اس کا بھی آگے ذکر موجود ہونا چاہیے اور اگر انکار کرتا ہے تو یہ بھی درج ہونا چاہیے اور اگر سوال اٹھاتا ہے تو آگے اس سوال کا جواب بھی ہونا چاہیے۔ اور آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ہاں قرآن میں جو کچھ بھی لکھا ہوا ہے بالکل ایسے ہی لکھا ہوا ہے جیسے فریقین کے درمیان مکالمہ ہوتا ہے۔ اور جب تک آپ اس اہم نکتے کو سامنے نہیں رکھیں گے آپ حق کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ آپ یہ نہیں جان سکیں گے کہ قرآن میں اصل بات کیا کی گئی۔ مثلاً جس آیت پر ہم بات کر رہے تھے اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ کس طرح اس قرآن کی آیات میں اللہ اور انسانوں کے درمیان ہونے والا مکالمہ بات چیت بطور تاریخ درج ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ. البقرة ۸۳

و اور اذ جب یا تب اَخَذْنَا عربی کا اصول ہے کہ الف جب بھی کسی لفظ کے شروع میں استعمال ہوتا ہے تو اسے سوالیہ بنا دیتا ہے اخذنا جو کہ تین الفاظ کا مجموعہ ہے اس کے شروع میں ''الف'' جو کہ پہلا لفظ ایک حرف پر مبنی ہے دوسرا لفظ ''خذ'' اور تیسرا لفظ ''نا'' ہے۔ الف شروع میں آجاتا ہے جس سے آگے آنے والا لفظ سوالیہ بن جاتا ہے اور اگلا لفظ ہے ''خذ'' جس کے معنی ہیں اخذ کرنا مثلاً جیسے آپ کسی سے کوئی وعدہ اخذ کرتے ہیں کہ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم فلاں فلاں کام کرو گے اور سامنے والا جب اقرار کرتا ہے کہ ہاں میں یہ یہ کام کرتا ہوں تو یہ اخذ کرنا کہلائے گا۔ اگلا لفظ ہے ''نا'' جس کے معنی ہم جو کہ اللہ خود اپنے لیے استعمال کر رہا ہے۔

اب اس پورے لفظ اَخَذْنَا کے معنی بنیں گے، کیا ہے جو اخذ کیا ہم نے۔ یعنی آپ نے دیکھا کہ سوالیہ فقرہ ہے آگے اسی کا جواب آجاتا ہے مِيْثَاقَ کنٹریکٹ، معاہدہ، اور میثاق کی ''ق'' پر زبر آجانے سے یہ ماضی کا صیغہ بن جاتا ہے جس کے معنی بنیں گے میثاق تھا جو اخذ کیا تھا ہم نے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون تھے جن سے میثاق اخذ کیا گیا تھا اور پھر وہ میثاق تھا کیا اور پھر سب سے اہم بات کہ آج آپ کو یعنی موجودہ انسانوں کو کیوں یہ بات بتائی جا رہی ہے؟ تو آگے انسانوں کے ان تمام سوالات کے جوابات آجاتے ہیں ترتیب کیساتھ۔

سب سے پہلا سوال کہ وہ کون تھے جن سے میثاق اخذ کیا گیا تھا تو اس کا جواب بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

بنی اسرائیل کی لام پر زبر لا کر بنی اسرائیل کو ماضی کا صیغہ بنا دیا گیا جس کے معنی بنیں گے بنی اسرائیل تھے جن سے میثاق اخذ کیا گیا تھا۔

اب آتا ہے اگلا سوال کہ آخر وہ میثاق تھا کیا؟ تو آگے اس کا جواب آجاتا ہے لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ

''لا'' کے معنی ہیں نہیں، اگلا لفظ ہے ''تعبدون'' اس میں اصل لفظ ''عبد'' ہے جس کے معنی غلامی کرنا یعنی جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا خواہ وہ مال ہو، اولاد ہوں، ذہانت ہو، کچھ بھی کرنے کی صلاحیت ہو یا کسی پر کچھ بھی اختیار دیا گیا ہو جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا وہ دینے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو جس کے پیچھے جس کے حصول کے لیے آپ ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرو گے تو وہ آپ اس کی غلامی کر رہے ہو گے وہ شئے آپ کا الہ اور آپ اس کے عبد کہلاؤ گے۔ یہاں عبد کیساتھ آگے ''وَ'' کا استعمال بھی ہوا ہے جو کہ حال کا صیغہ بن جاتا ہے یعنی اس وقت غلامی کر رہے ہیں۔ ''عبدوْ'' اس کے پیچھے شروع میں ''ت'' کا اضافہ کیا گیا جس سے یہ لفظ ''تعبدوْ'' بن جائے گا ''ت'' اس کا اظہار کرتا ہے جو کچھ بھی دیا گیا اور اس کا جو بھی آپ استعمال کر رہے ہیں یعنی جن کا ذکر کیا جا رہا ہے یا جن سے خطاب کیا جا رہا ہے ان کے اعمال کے اظہار کے لیے ''ت'' کا استعمال کیا گیا۔ آگے آخری لفظ ہے ''ن'' جس کے معنی ہم کے ہیں یعنی اللہ۔

''تعبدون'' اس وقت جو انسان موجود ہیں وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں جو بھی صلاحیتیں ان کو دی گئیں جو کچھ بھی انہیں دیا گیا وہ ہم ہیں اور ان کا کس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے کن اشیاء کے حصول کے لیے ان کا استعمال کیا جا رہا ہے جس کی بھی غلامی کی جا رہی ہے ''لاتعبدون'' تو ان کی غلامی نہ کرو ان کے پیچھے

ان صلاحیتوں کا یا جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ان کا استعمال مت کرو۔ تعبدون کے ''ن'' پر زبر لا کر اسے ساتھ ہی ماضی کا صیغہ بھی بنا دیا گیا جہاں حال کی بات ہو رہی ہے تو وہیں یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ ماضی میں بھی ہو چکا یعنی ماضی میں بھی ایک وقت ایسا تھا جیسے آج تم یہ سب کر رہے ہو وہ بھی ایسے ہی کر رہے تھے جیسے آج تم کو منع کیا جا رہا ہے بالکل ایسے ہی ان کو بھی منع کیا جا چکا ہے اور پیچھے پہلے ہی اس سوال کا جواب دے دیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل تھے یعنی بنی اسرائیل کی مثل سے اس وقت دنیا میں موجود ان لوگوں کی بات کی جا رہی ہے جن کو وہی ذمہ داری دی گئی جو ماضی میں بنی اسرائیل کو دی گئی تھی۔ بنی اسرائیل کو چونکہ سلف کر دیا گیا اور جنہیں سلف یعنی گزرا ہوا کر دیا انہیں صرف گزرا ہوا ہی نہیں بلکہ مثل کر دیا بعد والوں کے لیے اس لیے یہاں امت بنی اسرائیل کی مثل سے موجودہ امت قوم محمد کی بات کی جا رہی ہے ان سے خطاب کیا جا رہا ہے۔

''لاتعبدون'' سے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا یعنی اس وقت دنیا میں آباد وہ لوگ جو کہ امت بنی اسرائیل کی مثل ہیں جو خود کو امت مسلمہ، امت محمد یا الکتاب کے وارث سمجھتے ہیں انہیں جو کچھ بھی دیا گیا تو جس جس کے پیچھے جس کے حصول کے لیے یہ ان سب کا استعمال کر رہے ہیں یا ان میں سے کسی شئے کا بھی استعمال کر رہے ہیں اگر اس مقصد کے لیے یہ سب نہیں دیا تھا تو پھر کس مقصد کے لیے دیا گیا؟ کس کے پیچھے ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرنا ہے؟ کس کو حق حاصل ہے جو یہ فیصلے کرے کہ ان کو کس کس مقصد کے لیے تمہیں دیا گیا؟ تو آگے انہیں سوالات کا جواب دیا گیا اِلَّا اللّٰہَ مگر اللہ اور اللہ کی ''ہ'' پر زبر لا کر اللہ کو بھی ماضی کا صیغہ بنا دیا گیا جس کے معنی بنیں گے اللہ تھا یعنی اللہ تھا جس کے لیے تم نے اس سب کا استعمال کرنا تھا جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا۔ صرف اور صرف اللہ تھا جسے یہ حق یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ فیصلے کرے گا کہ اس نے یہ سب تمہیں کس کس مقصد کے لیے دیا۔

یعنی آپ خود غور کریں کہ آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا مثلاً آپ باقی انسانوں سے کئی گنا بڑھ کر ذہین ہیں تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ذہانت آپ کو کس نے دی؟ کس نے یہ ذہانت آپ میں رکھی؟ اس کا جواب بالکل آسان ہے کہ جس نے آپ کو وجود دیا اور آپ کو وجود دیا اللہ نے۔ اللہ کیا ہے یہ پہلے ہی آپ پر واضح ہو چکا کہ جو بھی آپ کو نظر آ رہا ہے وہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے اور اسی وجود نے آپ کو وجود دیا یعنی فطرت نے آپ کو وجود دیا۔ یہ ذات آپ کو وجود میں لائی اسی نے آپ میں یہ صلاحیتیں رکھیں جب اسی ذات نے یعنی فطرت نے آپ میں یہ صلاحیتیں رکھیں تو ظاہر ہے اسی کو علم ہے کہ اس نے یہ صلاحیتیں آپ میں کیوں رکھیں ان کا مقصد کیا ہے اور آپ جب تک اس سے پوچھیں گے نہیں تب تک آپ پر یہ کیسے واضح ہوگا کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ اور جب آپ پوچھیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ آپ کے سوال کا جواب نہ دے وہ آپ کے سوال کا جواب ضرور دیتا ہے اسکے لیے تین صورتیں ہیں، اللہ ہر بشر سے کلام کر رہا ہے بذریعہ وحی، پردوں کے پیچھے سے اور بذریعہ رسول۔ وہ ان تین طریقوں میں سے آپ کے مقام کے مطابق آپ کو جواب دیتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ

اب اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہو چکا کہ کب میثاق اخذ کیا تھا اللہ نے بنی اسرائیل سے۔ تب اخذ کیا تھا جب وہ اللہ کے علاوہ اوروں کو الٰہ بنائے ہوئے تھے ان پر سب کچھ کھول کھول کر واضح کر دیا اور وہ میثاق یہی تھا کہ جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا وہ اس مقصد کے لیے نہیں ان مقاصد کے لیے نہیں جن مقاصد کے حصول کے لیے تم استعمال کر رہے ہو اور وہ بالکل وہی کر رہے تھے جو آج موجودہ انسان کر رہے ہیں بالخصوص خود کو مسلمان کہلوانے والے کر رہے ہیں جو کہ بنی اسرائیل کی مثل ہیں۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں نہ صرف بنی اسرائیل کی بات ہو رہی ہے بلکہ موجودہ انسانوں سے بھی خطاب کیا جا رہا ہے یا بنی اسرائیل امت تھی تو اس وقت جو امت ہونے کے دعویدار ہیں ان سے بھی ساتھ خطاب کیا جا رہا ہے؟ تو اس کا جواب بھی اللہ نے قرآن میں دے دیا کہ آخر ایسا کیوں ہے۔

اللہ نے قرآن میں کہا کہ ہم نے اس قرآن میں سب کا سب مثلوں سے سامنے لا رکھا جو کچھ بھی قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ اتاری لیکن اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں اور ان کا کہنا یہی ہے کہ قرآن میں الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ نہیں، الاولین کی مثلوں سے الآخرین سے خطاب نہیں بلکہ قرآن میں اساطیر الاولین ہیں محض الاولین کی لائینیں ہیں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور پھر اس کے لیے باقاعدہ یہاں تک کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے ہم سے یہی وعدہ کیا ہے یعنی جو ان کے آباؤ اجداد ہیں ان کی تفاسیر اٹھا کر دیکھ لیں کہ انہوں نے اس بارے میں کیا لکھا ہے؟ کیا انہوں نے یہ لکھا

کہ یہاں بنی اسرائیل کا اصل میں ذکر نہیں ہے اگر بنی اسرائیل کا ذکر ہو تو بنی اسرائیل تو گزر چکی یوں یہ محض ایک کہانی بن جائے گی ان کی لائنیں بن جائیں گی اس لیے یہاں بنی اسرائیل کا نہیں بلکہ ان کی مثل کا ذکر ہے، موجودہ امت کا ذکر کیا جا رہا ہے بنی اسرائیل کی مثل سے یا پھر ان کے آباؤ اجداد نے اپنی تفاسیر میں اپنی کتابوں میں یہی لکھا کہ یہاں بنی اسرائیل کا واقعہ قصہ سنایا جا رہا ہے یہاں فلاں قوم کا اور یہاں فلاں قوم کا جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں؟ ان کے آباؤ اجداد نے یہی لکھا کہ یہ سب گزشتہ لوگوں کے قصے وکہانیاں ہیں اس سے بڑھ کر ان کا قرآن میں ذکر کیا جانا کوئی مقصد نہیں رکھتا۔

اللہ نے قرآن میں گزشتہ لوگوں کے قصے وکہانیاں بیان نہیں کی ہیں بلکہ اس قرآن میں اس قرآن کے نزول سے لیکر آگے الساعت کے قیام اور اس کے بعد یوم القیامہ تک کی تاریخ آیات کی صورت میں اور مثلوں سے اتاری گئی۔ اس لیے جہاں جہاں آیات میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا جا رہا ہے تو جان لیں پہلی بات کہ وہ بیّن نہیں بلکہ آیت ہے یعنی اصل حقیقت وہ نہیں جو بالکل سامنے نظر آ رہا ہے بلکہ اصل حقیقت کچھ اور ہے اصل حقیقت جو سامنے ہے اس کے پردے میں پیچھے چھپا دی گئی۔ جب آیت کو بیّن کیا جائے گا تو پھر پتا چلے گا کہ یہاں بنی اسرائیل کا نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی صورت میں موجودہ امت ہونے کے دعویدار خود کو مسلمان قوم کہلوانے والوں کا ذکر کیا جا رہا ہے ان سے خطاب کیا جا رہا ہے۔

دوسری بات جو کہ دوسرا پہلو بھی ہے اس پہلو سے بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں بنی اسرائیل یا کسی گزشتہ اقوام کا ذکر کیا جا رہا ہے تو وہ اصل نہیں بلکہ مثل ہے بنی اسرائیل یا گزشتہ اقوام اصل نہیں بلکہ وہ اصل کی مثل ہے اور پھر اصل کون ہے اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اصل موجود امت موجودہ قوم ہے۔

اسی کا اللہ نے قرآن کے کئی مقامات سمیت اس مقام پر بھی بالکل واضح ذکر کر دیا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ. الزخرف ٥٦

پس کر دیا ہم نے انہیں سلفاً یعنی ایک ایک کو گزرے ہوئے کر دیا جو دنیا میں آئے تھے اب گزرے ہوئے ہو چکے اور جنہیں ایک ایک کو گزرے ہوئے کر دیا انہیں مثل کر دیا الآخرین یعنی بعد والوں کے لیے۔

الاولین کو سلف یعنی گزرے ہوئے کر دیا اور جنہیں گزرے ہوئے کر دیا انہیں مثل کر دیا الآخرین کے لیے یعنی بعد والوں کے لیے۔ اس لیے قرآن میں جہاں جہاں الاولین یعنی سلف وہ جو گزر چکے ہیں ان کا ذکر آتا ہے وہ اصل میں ان کا ذکر نہیں بلکہ وہ جن کے لیے مثل کر دئے گئے ان کا ذکر ہے اور وہ ہیں الآخرین جو کہ دنیا میں آباد موجودہ لوگ ہیں۔

یہ وجہ ہے جس وجہ سے جب اللہ نے قرآن میں جہاں جہاں بھی سلف کا ذکر کیا تو وہاں وہاں حال کے صیغے استعمال کر کے انہیں ماضی کا صیغہ بنا دیا گیا ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں جس پر ہم نے بات شروع کی تھی۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ. البقرة ٨٣

قرآن میں یہ بات بالکل کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ بنی اسرائیل کا بطور امت انتخاب کیا گیا تھا اب امت بنی اسرائیل چونکہ سلف ہو چکی تو سلف کو مثل کر دیا الآخرین کے لیے بعد والی امت کے لیے۔ اس وقت زمین پر امت بنی اسرائیل کی مثل موجود ہے جو خود کو امت محمد یا امت مسلمہ کا نام دیتے ہیں۔ اس آیت میں امت بنی اسرائیل جو کہ آیت کی صورت میں آئی ہے جب آیت کو بیّن کیا جائے گا تو موجودہ وہ لوگ سامنے آئیں گے جو خود کو امت محمد کہتے ہیں جو خود کو اللہ کے چہیتے سمجھتے ہیں دوسری صورت میں بھی امت بنی اسرائیل چونکہ سلف ہو چکی یعنی گزر چکی تو جو گزر چکی اسے بعد والی کے لیے مثل کر دیا تو یہاں بنی اسرائیل کا ذکر نہیں کیا جا رہا یا یہاں بنی اسرائیل مخاطب نہیں ہیں بلکہ ان کی مثل موجود وہ لوگ جو خود کو امت محمد کہلواتے ہیں یعنی مسلمان قوم سے خطاب کیا جا رہا ہے۔ اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے ان سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اس وقت جو کچھ تم کر رہے ہو جو کچھ تمہیں دیا گیا ان سب کا جس جس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو اس کے پیچھے ان کا استعمال ترک کر دو، یہ جو اعمال کر رہے ہو ان اعمال کو ترک کر دو، جن جن کو الٰہ بنایا ہوا ہے انہیں الٰہ نہ بناؤ بلکہ اللہ کو الٰہ بناؤ اللہ کی غلامی کرو اللہ تھا جس کی غلامی کرنی تھی۔

کیا کیا تھا بنی اسرائیل نے جو آج تم بھی کر رہے ہو آگے اس کی تفصیلات بھی بیان کر دیں۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا بنی اسرائیل سے یہ میثاق اخذ کیا تھا کہ والدین کیساتھ احسان کرنا ہے اور جب ان کی جگہ تمہارا بطور امت انتخاب کیا گیا تو تم سے بھی وہی میثاق اخذ کیا گیا جو بنی اسرائیل سے اخذ کیا گیا تھا کہ والدین کیساتھ احسان کرنا نہ کہ والدین کو اللہ کے مقابلے پر اپنا الٰہ بنا لینا کہ والدین جو کچھ تمہیں کہیں تم ان کی خواہشات کی اتباع کرنا۔ تمہارے والدین نے تم پر احسان کیا تو احسان کا بدلہ صرف اور صرف احسان ہے ذرا غور کرو جب تمہیں وجود میں لایا گیا جب تم بالکل چھوٹے تھے تو تم ہر لحاظ سے والدین کے محتاج تھے انہوں نے بغیر کسی لالچ کے تمہاری تمام حاجات کو پورا کیا جو کہ تمہاری ضروریات تھیں پھر جیسے جیسے تم بڑے ہوتے گئے تو انہوں نے تمہیں ہر طرح کے شر سے بچایا تمہیں اگر آگ بھلی نظر آتی اور تم اس کی طرف دوڑ پڑتے تو تمہارے والدین نے تمہیں آگ سے بچایا، تمہیں ہر اس شئے سے بچایا جس میں بھی تمہارے لیے نقصان تھا حالانکہ جب وہ تمہیں بچاتے تھے تو تمہیں انتہائی ناگوار گزرتا تھا تم انہیں برا بھلا بھی کہتے تھے اس کے باوجود انہوں نے تمہاری کسی بات کی پرواہ کیے بغیر تمہاری ناراضی کی پرواہ کیے بغیر تمہیں ہر شر سے بچایا، اگر کسی کام میں، کسی شئے میں تمہارے لیے شر یعنی نقصان چھپا ہوا ہوتا اور تم کتنی ہی ضد کیوں نہ کرتے تمہارے والدین نے تمہاری ضد کو برداشت کیا تمہاری ناراضی کی پرواہ نہ کی تمہیں کتنا ہی ناگوار گزرا انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ انہوں نے تمہیں شر سے بچایا، اگر تم نے کوئی ایسی شئے ان سے طلب کی جو کہ تمہاری ضرورت نہیں بلکہ الٹا تمہارے لیے نقصان دہ ہے تو انہوں نے تمہیں وہ نہیں دی تمہارے لیے اس کے حصول میں اپنی صلاحیتوں کا استعمال نہیں کیا بلکہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو گیا انہوں نے صرف اور صرف تمہارے بھلے کا سوچا اور پھر انہوں نے جسے اپنے لیے حق سمجھا وہ دین تمہیں دیا تمہیں کہا کہ یہی حق ہے جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں اس لیے اسے تسلیم کرو تو جیسے تمہارے والدین نے بغیر کسی لالچ کے تم پر احسان کیا تو احسان کا بدلہ صرف اور صرف احسان ہے اس لیے اب تم پر فرض ہے کہ تم بھی ان پر احسان کرو۔ سب سے پہلے یہ کہ تم نے ان کی کسی بھی ایسی بات کو تسلیم نہیں کرنا جو تمہیں شرک میں مبتلا کرتی ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، ان کی جو ضروریات ہیں ان کی ضروریات کو پورا کرنا، جیسے بچپن میں انہوں نے تمہیں آگ سے بچایا، شر سے بچایا بالکل اسی طرح تم نے اپنے والدین کو آخرت کی آگ سے بچانا ہے ان پر حق واضح کرنا ہے انہیں حق کی طرف لے کر آنا ہے یعنی بالکل اسی طرح تم نے ان پر احسان کرنا ہے جیسے انہوں نے بچپن میں تم پر احسان کیا۔ جیسے تم جب مکمل طور پر ان کے محتاج تھے تو وہ تمہیں اف تک بھی نہ کہتے تھے تمہاری ضد کو برداشت کرتے، تم انہیں تنگ کرتے تو ان کے ماتھے پر سلوٹ تک نہ آتی بلکہ اپنی نیند، اپنا چین، اپنا سکون تم پر قربان کر دیتے ایسے ہی آج جب وہ بوڑھے ہو جائیں اور اس حالت میں پہنچ جائیں کہ وہ مکمل طور پر تمہارے محتاج ہو جائیں تو تم نے انہیں اف تک بھی نہیں کہنا بلکہ اگر تمہیں لگے کہ وہ تمہیں تنگ کر رہے ہیں یا پریشان کر رہے ہیں یا ان کی وجہ سے تمہارا سکون تمہارا چین برباد ہو رہا ہے تو تمہیں ناگوار نہ گزرے بلکہ تم نے صبر کرنا ہے اور انہیں اف تک نہیں کہنا یہاں تک کہ تمہارے ماتھے پر سلوٹ تک نہ آئے۔ یہی میثاق ہم نے بنی اسرائیل سے اخذ کیا تھا اور انہوں نے میثاق توڑ دیا اور اس کے بالکل برعکس وہ کیا جس سے ہم نے روکا تھا اور بنی اسرائیل کے بعد جب تمہارا بطور امت انتخاب کیا تھا تو تم سے بھی یہی میثاق اخذ کیا تھا لیکن آج تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تم میثاق کو پورا کر رہے ہو یا پھر آج تم بھی بالکل وہی کر رہے ہو جو بنی اسرائیل نے کیا تھا حقیقت تمہارے بالکل سامنے ہے۔

وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

اور جنہیں مخصوص قرب حاصل ہے یعنی جو مومنین ہیں اور ان کے علاوہ بھی جنہیں قرب حاصل ہے ان پر بھی احسان کرنا یعنی اگر ان میں سے کوئی ایسے حالات سے دوچار ہے کہ وہ تمہارا احتیاج ہے، تم اس کی حاجت کو پورا کر سکتے ہو تو تم نے ان سے کسی بھی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کرنا، ان کی مجبوری کا فائدہ نہیں اٹھانا، بغیر کسی لالچ کے ان کے کام آنا ہے ان کی ضرورت کو پورا کرنا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی بھی وجہ سے جب وہ محتاج ہوں تو احسان نہ کرو اور اس کے بالکل برعکس کرو یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجبور ہوں ضرورت مند ہوں اور تم ان کی ضرورت پوری کرنے کی اہلیت رکھتے ہو اور تم ان کی ضرورت پوری نہ کرو اور اگر پوری کرو تو کسی لالچ میں، یا ان کی مجبوری کا فائدہ اٹھاؤ اور جو یتیم ہیں یعنی وہ جن کا کفالت کرنے والا کوئی نہیں اور وہ جو مسکین ہیں یعنی جن کے پاس ان کی ضروریات نہیں ہیں جو کمزور ترین لوگ ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بھی وجہ سے خواہ وہ کسی بھی قسم کا کوئی بغض ہو، دشمنی ہو، رنگ، نسل، خطے یا کسی بھی وجہ سے ان پر احسان نہ کرو کمزروں کا ساتھ نہ دو ایسا نہیں کرنا بلکہ ان پر احسان کرنا ہے لیکن بنی اسرائیل نے ہم سے یہ میثاق اخذ کرنے کے باوجود توڑ ڈالا انہوں نے انسانوں میں تفریق کی،

رنگ کی بنیاد پر، نسل کی بنیاد پر، مذہب کی بنیاد پر، فرقے کی بنیاد پر نہ ہی جن کو قرب حاصل ہے ان پر احسان کیا نہ ان پر جو محتاج ہیں جن کا کفالت کرنے والا نہیں اور وہ بیچارے تنگیوں و مشکلات کا سامنا کرتے رہے لیکن انہیں کوئی فرق نہ پڑا نہ ہی جو مسکین ہیں ان پر احسان کیا۔ جب بھی احسان کا وقت آیا تو رنگ، نسل، خطے، مذہب وغیرہ سمیت جتنی بھی تفریقات تھیں ان کو سامنے لا رکھا اور احسان کی بجائے ظلم عظیم کیا اور تم آج کیا کر رہے ہو؟ کیا آج سے چودہ صدیاں قبل محمد کے ذریعے تم سے بھی یہی میثاق اخذ نہیں کیا تھا؟ اور آج تم کیا کر رہے ہو؟ کیا آج تم بھی بالکل وہی نہیں کر رہے جو تم سے پہلے بنی اسرائیل کر چکے؟ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا اور کہہ رہے ہو لوگوں کے لیے ایسی بات جس پر عمل کرنے سے یا جس سے ان کا ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو؟ یا پھر اس کے بالکل برعکس کہہ اور کر رہے ہو؟ تم وہ بات کر رہے ہو جس سے لوگوں کا فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان ہو ان پر ہلاکتیں مسلط ہوں ان پر تباہیاں مسلط ہوں تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان کیساتھ کیا ہوتا ہے بلکہ تمہیں صرف اور صرف اپنے لالچ و غرض کی پرواہ ہے۔

یہ جو کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اگر تم یہ کرتے ہو تم کیا کر رہے ہو آگے اسی کا جواب دے دیا گیا

وَّاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

اور کیا کر رہے ہو جو ہم نے تمہیں کرنے کا حکم دیا ہے قائم کر رہے ہو وہ جو الصلاۃ تھی اور اس الصلاۃ کو پاک کر رہے ہو خامیوں و نقائص سے یعنی جو کہا گیا جو تم سے ہم نے میثاق اخذ کیا اگر تم یہ کر رہے ہو تو یہ تھی الصلاۃ جو تم قائم کر رہے ہو اور الصلاۃ کو تمام تر خامیوں و نقائص سے پاک کر رہے ہو اور اگر تم یہ نہیں کر رہے تو پھر تم الصلاۃ قائم نہیں کر رہے بلکہ تم فساد کر رہے ہو یہی بنی اسرائیل نے کیا تھا اور آج تم بھی بالکل وہی کر رہے ہو اور اسی کا آگے ذکر بھی کر دیا گیا ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ پھر تم پھر گئے سوائے انتہائی قلیل تعداد کے تم میں سے اور تمہیں جب جب یاد دلایا جا رہا ہے تم پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ تھا میثاق جو تم سے اخذ کیا گیا تھا تو تم حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اعراض ہی کر رہے ہو نہیں مان رہے یہی بنی اسرائیل نے کیا اور یہی تم نے کیا اور آج کر رہے ہو۔ جب بنی اسرائیل نے میثاق کے برعکس یہی سب کیا انہوں نے میثاق توڑ ڈالا تو ہم نے ان کے آخرین میں عیسیٰ ابن مریم کو بعث کیا جس نے ایک بار پھر انہیں میثاق کھول کھول کر یاد کرایا ان پر حق کھول کھول کر واضح کیا ان پر کھول کھول کر واضح کیا کہ اللہ نے تم سے کیا میثاق اخذ کیا ہوا ہے اور تم لوگ یہ اس کے بالکل برعکس کیا کر رہے ہو؟ واپس آؤ میثاق کی طرف تو اکثریت پھر گئی جیسے آج تم میں ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بھیج دیا جس نے تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ تم سے کیا میثاق اخذ کیا گیا تھا اور آج جب تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو تم بھی پھر رہے ہو اعراض ہی کر رہے ہو سوائے انتہائی تھوڑوں کے۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت چونکہ تاریخ ہے اللہ کے اس رسول کی جسے خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں اس وقت بعث کیا جانا تھا جب یہ لوگ اللہ سے میثاق باندھنے کے باوجود وہی کریں گے جو بنی اسرائیل نے کیا تھا اس آیت میں جو بھی بات کی گئی یہ اللہ کے اس رسول کی دعوت ہے اور آج آپ پر کھل کر یہ بات واضح ہو چکی کہ میں ہی اللہ کا وہ رسول ہوں میری ہی یہ دعوت ہے اور قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے قرآن میری تاریخ سے بھرا پڑا ہے اور دوسری بات اس سے بھی آپ پر کھل کر واضح ہو چکا کہ الصلاۃ کیا ہے اور جسے آج خود کو مسلمان کہلوانے والے الصلاۃ کہہ، سمجھ اور پڑھ رہے ہیں وہ الصلاۃ نہیں ہے بلکہ ایسی گمراہی ہے جس کا انجام دنیا و آخرت میں عظیم ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

مقام ابراہیم

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ اخذ کرنے کا حکم دیا تو مقام ابراہیم کیا ہے؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد الحرام نامی جگہ میں ایک پتھر پر پاؤں کے نشان ہے جو کہ مقام ابراہیم ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ مسجد الحرام نامی جگہ میں جہاں امام کھڑا ہو کر امامت کراتا ہے وہ مقام ابراہیم ہے یوں جو الصلاۃ کے نام پر نماز وہاں پڑھی جارہی ہے آپ نے اس مقام کو مصلیٰ اخذ کرنا ہے یعنی وہاں سے نماز اخذ کرنی ہے۔

یہ دونوں طرح کے لوگوں کا ظن ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مقام ابراہیم کیا ہے وہ ابھی کھل کر واضح ہو جائے گا جو کہ پیچھے بھی کئی مقامات پر واضح کیا جا چکا اور جن کا کہنا ہے کہ مقام ابراہیم وہ ہے جہاں ملاں الصلاۃ کے نام پر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے یوں جو الصلاۃ کے نام پر وہاں ہو رہا ہے وہی الصلاۃ ہے اسے اخذ کرنا ہے تو یہ حق کیسے ہو سکتا ہے جب کہ نماز نامی دجل کو تو پہلے ہی چاک کر کے رکھ دیا گیا اس لیے جو سے مقام ابراہیم کہہ اور سمجھ رہے ہیں ان کا بھی حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں انہیں حق کا علم ہی نہیں کہ مقام ابراہیم کیا ہے اور اسے مصلیٰ اخذ کرنا ہے۔

مقام ابراہیم کیا ہے اس کے لیے آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ ابراہیم کہاں قائم ہوا؟ تو جہاں ابراہیم قائم ہوا وہ مقام ابراہیم ہے یعنی جس پر ابراہیم ڈٹ گیا جس پر ابراہیم نے زندگی گزاری جیسے زندگی گزاری وہ مقام ابراہیم ہے جس کا اسی قرآن میں ایک دوسرے پہلو سے ذکر کرتے ہوئے اسے ملت ابراہیم کہا گیا۔ پیچھے رسول میں اسوۃ حسنہ پر بات کرتے ہوئے مقام ابراہیم کو کھول کھول کر واضح کیا جا چکا یعنی رسول کی پیدائش سے لیکر اس کی موت تک کی زندگی جو کہ ملت ابراہیم ہے یا اسے مقام ابراہیم کہیں ایک ہی بات ہے اور آپ کو بھی وہی حکم دیا گیا کہ آپ نے اسی مقام پر قائم ہونا ہے جس پر ابراہیم قائم ہوا۔ جیسے ابراہیم نے حق کو پہچانا اور جس طرح اپنی موت تک اسی پر ڈٹا رہا یہ ہے مقام ابراہیم جو کہ ابراہیم کی الصلاۃ تھی اگر آپ بھی بالکل ابراہیم ہی کی طرح بنتے ہیں تو یہ آپ الصلاۃ قائم کریں گے آپ نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ اخذ کیا۔

اجماع امت

سوال: اجماع امت کیا ہے؟ اور جو کہا جاتا ہے کہ اجماع امت دلیل ہے اگر کوئی اس کے خلاف جائے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا وہ مرتد، مشرک و کافر ہو جائے گا اور پھر بعض عقائد و نظریات ایسے ہیں جن کی بنیاد اجماع امت کو قرار دیا جاتا ہے جن کا انکار واجب القتل کے زمرے میں آتا ہے۔

جواب: اس سوال کے جواب سے پہلے یہ جان لیں کہ جواب کہتے ہیں جو سوال کو مٹا دے سوال کا وجود ختم کر دے یعنی مطمئن کر دے اس بارے میں کوئی بھی سوال باقی نہ رہے۔ اب آتے ہیں اس سوال کے جواب کی طرف۔

کوئی بھی کام کیا جائے یا بات کی جائے تو اس کے لیے اصول ہے کہ پہلے بنیاد کی طرف آیا جائے گا یعنی سب سے پہلے بنیاد کا ہونا لازم ہے کیونکہ اگر بنیاد ہو ہی نہیں تو دیواریں تعمیر نہیں کی جاسکتیں اور پھر نہ ہی چھت ڈالی جاسکتی ہے۔ مثلاً اگر بنیاد ہو ہی نہ اور کوئی کہے کہ چھت ڈالو چھت ڈالو تو ظاہر ہے چھت کیسے ڈل

سکتی ہے؟ چھت ڈالنے کے لیے دیواروں کا ہونا لازم ہے اور دیواروں کے لیے بنیاد کا اور جب بنیاد ہی نہیں ہے تو پھر چھت ڈالنے کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جا سکتا اور اس کے باوجود اگر کوئی شور مچاتا ہے چھت ڈالو چھت ڈالو تو ایسا کہنے والا کوئی بے وقوف ہی ہو سکتا ہے اور اگر کوئی جواب میں چھت ڈالنے کی کوشش کرنا شروع کر دے تو ایسا کرنے والا بھی کوئی بے وقوف ہی ہو سکتا ہے۔

کوئی بھی سوال کرے تو سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ کیا وہ سوال بنیاد ہے یا پھر اس کے بعد کا کوئی مرحلہ ہے اگر تو بعد کا مرحلہ ہے تو پھر یہ واضح ہونا لازم ہے کہ کیا سوال کرنے والے کے پاس بنیاد کا علم ہے؟ اگر تو بنیاد کا علم ہے تو اس کے اس سوال کا جواب دیا جائے گا ورنہ اس کی خواہشات کی اتباع نہیں کی جائے گی یعنی ایسا نہیں کہ وہ کچھ بھی کہے کوئی بھی اعتراض اٹھائے تو آنکھیں بند کر کے جو وہ کہے وہی کرنا شروع کر دیا جائے گا۔

مثلاً اگر ایک بچہ جس کو ابھی سکول میں ہی داخل نہیں کرایا گیا یا وہ بچہ جو ابھی دسویں کلاس تک پہنچا ہی نہیں اگر وہ یہ کہے کہ اسے دسویں کلاس میں داخل کیا جائے تو کیا اس کی بات مان لی جائے گی؟ نہیں بلکہ جو قانون ہے اس پر پورا اترا جائے گا دیکھا جائے گا کہ کیا اس سے پہلے اس کے پاس نو کلاسوں کا علم ہے؟ اگر تو ثابت ہو جائے کہ وہ دسویں کلاس کا اہل ہے یعنی اس کے پاس نویں کلاس تک کا علم ہے تو اسے دسویں میں داخلہ دیا جائے گا ورنہ کسی بھی صورت نہیں۔

اگر بچہ ابھی سکول میں داخل ہی نہیں ہوا یا پھر وہ ابھی دسویں کلاس تک پہنچا ہی نہیں اور پھر وہ الٹا ضد کرتا ہے کہ نہیں مجھے براہ راست دسویں کلاس میں ہی داخلہ دیا جائے تو اس کی خواہش کی اتباع نہیں کی جائے گی بلکہ اسے کہا جائے گا کہ ٹھیک ہے اگر تم ضد کرتے ہو تو پہلے اپنے آپ کو دسویں کلاس کا اہل ثابت کرو یعنی نویں کلاس کا امتحان دو اگر تو تم نے نویں کلاس کا امتحان پاس کر لیا تو تمہیں دسویں میں داخلہ دے دیا جائے گا اور اگر تم نویں کلاس کا امتحان پاس نہیں کرتے تو تمہیں کسی بھی صورت دسویں میں داخلہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ تم دسویں کلاس کے علم کو نہیں سمجھ پاؤ گے جس کے لیے نویں کلاس تک کا علم ہونا ناگزیر ہے۔

بالکل ایسے ہی اگر کوئی بھی شخص کوئی بھی سوال کرتا ہے تو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ اس کا سوال کس سطح یعنی کس درجے کا ہے؟ کیا اس کا سوال بنیادی نوعیت کا ہے یعنی بنیاد ہے یا پھر کہیں بنیاد سے اوپر والے کسی درجے کا تو نہیں اگر تو بنیاد ہے تو اس کے سوال کا جواب دیا جائے گا ورنہ اس کے اس سوال کا اس وقت تک جواب نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ خود کو اس سوال کے جواب کا اہل ثابت نہ کر دے۔

سب سے پہلے اس پر واضح کیا جائے گا کہ آپ کا سوال بنیاد نہیں ہے اس کو اس وقت تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ بنیاد کو نہیں سمجھ لیا جاتا اس لیے آپ پر پہلے بنیاد سے لیکر اس سوال تک کے درجے کا جتنا بھی علم ہے اسے حاصل کرنا ہو گا اس کے بعد آپ اس سوال کو سمجھنے کے اہل ہوں گے اور جب وہ وقت آئے گا تو تب ہی آپ کے اس سوال کا جواب دیا جائے گا۔ اب اگر تو وہ اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے تو قانون پر عمل کرتے ہوئے بنیاد سے اس کی راہنمائی کی جائے گی اور اگر وہ نہیں مانتا اور ضد کرتا ہے کہ نہیں مجھے دو ٹوک میرے سوال کا جواب چاہیے تو پھر اس کی خواہش کی اتباع نہیں کی جائے گی یعنی کسی بھی صورت قانون کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی بلکہ اسے کہا جائے گا کہ ٹھیک ہے ہم آپ کو آپ کے اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہیں لیکن آپ کو پہلے خود کو اس سوال کے جواب کا اہل ثابت کرنا ہو گا اور پھر اس سے اس کے سوال کے نچلے درجے کا سوال کیا جائے گا اگر تو وہ اس کا بالکل واضح جواب دے دیتا ہے جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس سوال کے جواب کا اہل ہے تو اسے جواب دیا جائے گا اور اگر وہ اہل ثابت نہیں ہوتا تو اسے کہا جائے گا آپ کو اس وقت تک آپ کے سوال کا جواب نہیں مل سکتا جب تک کہ آپ اس سوال کے جواب کے اہل نہیں بن جاتے۔

یعنی جب آپ کو بنیاد کا ہی علم نہیں تو آپ کو چھت کی اہمیت وحیثیت رکھنے والے سوال کا جواب کیسے دیا جا سکتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں۔ جب بنیاد ہی نہیں تو چھت ڈالنا تو بہت دور کی بات ہے جب تک بنیاد نہیں رکھ لی جاتی اور چھت سے پہلے جو جو کرنا ہے وہ کر نہیں لیا جاتا تب تک کسی بھی صورت چھت نہیں ڈالی جا سکتی۔

اب یہاں یہ بات بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ جب بھی کوئی سوال کرتا ہے تو جس سے سوال کیا جا رہا ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس نے سائل کو جواب نہ دیا تو لوگ کیا کہیں گے، سائل کیا سوچے گا کہ اس کے پاس علم نہیں ہے یعنی لامحالہ ذہن میں لوگوں کی تہمت و ملامت کا خدشہ پیدا ہوگا لیکن اگر لوگوں کی ملامتوں کی پرواہ کرتے ہوئے قانون کے خلاف چلا جائے گا تو پھر یہ بات جان لیں کہ وقتی طور پر تو آپ کی بلے بلے ہو جائے گی کہ واہ کیا بات ہے اس کے پاس کتنا علم ہے لیکن بعد میں جب وقت اپنا فیصلہ سنائے گا تو آپ ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔ اس لیے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کسی بھی صورت قانون فطرت کے خلاف رائی برابر بھی عمل نہیں کیا جائے گا۔

اب جب آپ کے سوال کے جواب کی طرف آئیں تو اسکے لیے بھی یہی دیکھا جائے گا کہ کیا یہ سوال بنیاد ہے یعنی کیا اجماع امت کے نام پر دلیل بنیاد ہے؟ اس پر براہ راست بات کی جا سکتی ہے یا پھر اسے سمجھنے کے لیے اس سے نچلے درجے پر بھی کچھ ہے پہلے اسے سمجھنا لازم ہے؟ یعنی کیا براہ راست اس پر بات کر کے کوئی نتیجہ سامنے آسکتا ہے یا نہیں؟ جب غور کیا جائے تو یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ بنیاد نہیں ہے۔

بہت سے لوگ اسے دلیل تسلیم کرتے ہیں اور بہت سے اسے دلیل تسلیم نہیں کرتے یعنی کہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں اس حوالے سے اختلاف ہے جب بھی کہیں بھی کوئی اختلاف واقع ہو تو سب سے پہلے یہ علم ہونا لازم ہے کہ اختلاف ہوتا کیا ہے کیونکہ جب تک آپ مرض کی ہی تشخیص نہیں کریں گے تب تک علاج کرنا ناممکن ہے اور اگر مرض کی تشخیص کیے بغیر آپ علاج کرنے کی کوشش کریں گے تو پورے وجود کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔

اختلاف کہتے ہیں کسی بات، شئے، ذات یا نکتے وغیرہ کو جب سمجھا جاتا ہے تو فریقین ایک ہی نتیجے پر نہ پہنچیں بلکہ دونوں کے سامنے الگ الگ نتیجہ آئے، یوں ایک کہے گا کہ نتیجہ وہ ہے جو میرے سامنے آیا اور دوسرا کہے گا کہ نتیجہ وہ ہے جو میرے سامنے آیا اور جب دونوں کا نتیجہ سامنے رکھا جاتا ہے تو وہ مختلف ہوتا ہے یعنی ایک ہونے کی بجائے الگ الگ ہوتا ہے۔

اب جب آپ دنیا میں غور کریں تو آپ کو بہت سی مخلوقات ایسی نظر آئیں گی جن میں اختلاف پیدا ہوتا ہے مثلاً آپ کتے کی ہی مثال لے لیں اگر دو کتوں میں ہڈی پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے ایک سمجھتا ہے کہ اس پر میرا حق ہے اور دوسرا سمجھتا ہے اس پر میرا حق ہے یوں جب دونوں ہڈی کی طرف لپکتے ہیں تو ایک دوسرے کو اس ہڈی کو لیکر مقابلے پر پاتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میری ہے دوسرا کہتا ہے کہ نہیں میری ہے اب وہ اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے یعنی یہ طے کرنے کے لیے کہ کس کی ہے آپس میں لڑتے ہیں چیختے، چلاتے، دھاڑتے ہیں ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں نقصان پہنچاتے ہیں یوں یا تو ایک طاقت کے بل بوتے پر چھین لیتا ہے اور کمزور اس سے محروم رہ جاتا ہے یا پھر وہ لڑتے لڑتے اس وقت تک لڑتے ہیں جب تک کہ دونوں میں سے کوئی ایک ہار نہیں مان لیتا یا مر نہیں جاتا۔

اور پھر جب غور کیا جائے کہ کتوں نے ایسا کیوں کیا تو اس کی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ کتوں کا علم محدود ہے وہ صرف اور صرف اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں جو ان کے سامنے ہے لیکن بشر اور کتوں میں فرق ہے کتے صرف اور صرف ظاہر کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں لیکن اس بشر کو یعنی آپ کو نہ صرف ظاہر و باطن کو سننے دیکھنے کی صلاحیتیں دی گئیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی اور پھر عمل کرنے کی بھی صلاحیت کہ یہ سن دیکھ اور سمجھ کر عمل کریں۔ جب بھی کہیں بشر میں اختلاف واقع ہو تو اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے کتوں کی طرح لڑا نہیں جائے گا ایک دوسرے پر چیخا، چلایا یا دھاڑا نہیں جائے گا یعنی منہ سے جھاگ نہیں نکالی جائے گی گالیاں نہیں دی جائیں گی بلکہ بشر ہونے کا ثبوت دیا جائے گا جس سے آپ میں اور باقی تمام جانوروں میں فرق واضح ہو کہ آپ ان میں سے کسی ایک کی بھی طرح نہیں ہیں بلکہ آپ کی اپنی الگ اہمیت و حیثیت ہے آپ ان سے مختلف ہیں آپ کی شناخت ان سے الگ ہے۔

اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر اگر آپ بھی بیٹھے ہوئے ہوں اور آپ کے ساتھ ایک کتا، بکری، گائے اور بھینس وغیرہ بھی بیٹھے ہوں اور اس

دوران سامنے گھر کو آگ لگ جائے تو آپ اور باقی جانور کیا کریں گے؟ گائے، بھینس اور بکری پر کوئی فرق نہیں پڑے گا حالانکہ وہ خود اپنے کانوں سے سن رہے ہوں گے کہ آگ لگ گئی آگ لگ گئی اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے لیکن وہ بالکل ایسے ہوں گے جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں جب تک کہ آگ ان کو آ کر چھو نہیں لیتی اور کتا ان سے تھوڑا مختلف ردعمل کا اظہار کرے گا کتا بھوکنا وغیرہ شروع کر دے گا یعنی خطرے سے آگاہ کرے گا اور آپ کا معاملہ ان سے بالکل مختلف ہوگا آپ نہ صرف سن اور دیکھ رہے ہوں گے بلکہ آپ جو سن اور دیکھ رہے ہوں گے اسے سمجھ کر اس کے مطابق عمل کریں گے یعنی اگر آگ ایسی ہے کہ اگر بجھائی نہ گئی تو گھر کو جلا کر راکھ کر دے گی تو آپ فوراً اس آگ کو بجھانا شروع کر دیں گے اور یہی وہ شئے ہے وہ صلاحیتیں ہیں جو آپ میں اور باقی جانوروں میں امتیاز کرتی ہیں ورنہ اگر آپ کے اعمال سے یہ امتیاز واضح نہیں ہوتا تو پھر آپ میں اور ان جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہوگا آپ انہی میں سے کسی کی مثل ہوں گے۔

اب جب بھی کہیں بھی کسی کیساتھ بھی کوئی اختلاف واقع ہو تو اس کے لیے سب سے پہلے ایسا کیا جائے گا کہ بشر ہونے کا ثبوت دیا جائے گا یعنی لڑنے جھگڑنے، ایک دوسرے کو گالیاں دینے، الزامات لگانے اور نیچا وغیرہ دکھانے کی بجائے انتہائی آرام اور سکون کیساتھ ایک دوسرے کے ساتھ بات کی جائے گی جس کے لیے سب سے پہلے بنیاد کی طرف آیا جائے گا یعنی یہ دیکھا جائے گا وہ کون سا مقام یا شئے ہے جو فریقین میں مشترک ہے یعنی جہاں دونوں کا آپس میں اختلاف نہیں دونوں کے درمیان مشترک ہے اسے طے کیا جائے گا جو کہ بنیاد کہلائے گی۔ اور پھر دیکھیں اسی کا اللہ نے قرآن میں بھی ذکر کر دیا۔

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ. آل عمران ٦٤

کہہ اے اہل الکتاب یعنی اے وہ جو الکتاب کے اہل ہو یعنی اے وہ جنہیں آسمانوں و زمین کی ذمہ داری دی گئی تھی یہ جو ہم میں اور تم میں اختلاف ہے اسے دور کرنے کے لیے آؤ اس بات کی طرف جو ایک جیسی ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یعنی تمہارے اور ہمارے درمیان جو اختلاف ہے اس کا حل اسی پر ہے کہ آؤ اس کی طرف جو تم میں اور ہم میں مشترک ہے وہاں سے بات کا آغاز کرتے ہیں تو اختلاف دور ہو کر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا۔

یہ ہے اللہ کا حکم کہ جہاں بھی اختلاف واقع ہو تو سب سے پہلے بنیاد کی طرف آئیں اور بنیاد وہ ہے جو دونوں میں مشترک ہو تو جو مومن ہیں وہ اللہ کا حکم مان کر اسی پر عمل کریں گے اور جو مومن نہیں وہ اللہ کے حکم کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اللہ کے حکم کا کفر کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی ہی اتباع کریں گے جو نسل در نسل آباؤ اجداد سے منتقل ہوا اسی پر ڈٹے رہیں گے۔

اختلاف جو کہ بالکل واضح ہے کہ بعض کا کہنا اور ماننا ہے کہ اجماع امت دلیل ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اجماع امت دلیل نہیں ہے تو اب دیکھا جائے گا کہ کیا اجماع امت دلیل ثابت ہوتی ہے؟ جس کے لیے فریقین میں مشترک کی طرف آیا جائے گا جو مشترک ہے اسے بنیاد بنایا جائے گا اور دونوں میں مشترک قرآن ہے۔

اب اگر قرآن اجماع امت کے نام پر جسے دلیل اور حجت کا نام دیا جاتا ہے اسے دلیل یا اجماع امت تسلیم کرتا ہے یا قرار دیتا ہے تو ظاہر ہے اس کا کفر نہیں کیا جا سکتا اور اگر قرآن اسے اجماع امت کے نام پر جسے دلیل و حجت کہا جاتا ہے اس کا رد کر دیتا ہے اسے بے بنیاد و باطل قرار دیتا ہے تو ظاہر ہے اجماع امت، تواتر یا کسی بھی نام پر کچھ بھی دلیل و حجت کے نام پر گھڑا گیا وہ سب کا سب بے بنیاد و باطل ہے۔

اب فریقین میں مشترک جو کہ قرآن ہے اس کی طرف آنے سے پہلے اجماع امت کو جاننا بہت ضروری ہے۔ اجماع امت کا معنی ہے جس پر خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت کا اتفاق ہو جائے اکثریت جمع ہو جائے وہ دلیل و حجت بن جائے گی خواہ وہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہو یعنی وہ لوگ جو خود کو مسلمان یا امت محمد کہلواتے ہیں اگر ان کی اکثریت کسی بھی بات پر اتفاق کر لے جمع ہو جائے تو وہ بات ایسے ہی حجت بن جائے گی جیسے کہ اللہ کی بات حجت

ہوتی ہے جیسے رسول حجت ہوتا ہے خواہ وہ بات حقیقت میں اللہ ورسول کے حکم کے بالکل برعکس ہی کیوں نہ ہو۔

اب دیکھیں قرآن جو کہ فریقین میں مشترک ہے اس حوالے سے اپنا کیا فیصلہ سناتا ہے اس بارے میں کیا راہنمائی کرتا ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا. الاسراء ۸۹

وَلَقَدْ اور تحقیق کہ یعنی تم اپنی طرف سے پوری تحقیق کرلو اپنے گھوڑے دوڑالو جو کہا جارہا ہے وہی تمہارے سامنے آئے گا یہ اللہ کے قانون میں، قدر میں طے شدہ ہے صَرَّفْنَا ہم ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر سامنے لے آئے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وہ تمام کا تمام جو کچھ بھی لوگوں کو اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک پیش آنا ہے جو کچھ بھی ان کے درمیان ہونا ہے انہیں پیش آنا ہے وہ سب کا سب تمام کا تمام مثلوں سے سامنے لے آئے یعنی اس قرآن میں ماضی میں پیش آنے والے واقعات میں سے صرف ان کا اور اس طرح کے الفاظ میں ذکر کیا جو ہو بہو اسی طرح قرآن کے نزول سے الساعت کے قیام تک پیش آئیں گے فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ پس انکار کردیا لوگوں کی اکثریت نے یعنی لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا کہ اس قرآن میں اللہ نے وہ سب کا سب مثلوں سے سامنے رکھ دیا اور ہر پہلو سے سامنے رکھ دیا جو کچھ بھی اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک لوگوں کو پیش آنا ہے۔ جس جس حوالے سے بھی انہیں راہنمائی درکار ہے ہر سوال کا جواب اس قرآن میں دے دیا ہر مسئلے کا حل اس قرآن میں رکھ دیا جس جس حوالے سے بھی لوگوں کو راہنمائی درکار ہے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک لوگوں کو جو جو بھی پیش آنا ہے جو جو کچھ بھی ہونا ہے چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا سب کا سب مثلوں سے ہر پہلو سے ان کے سامنے رکھ دیا اس قرآن میں۔ اور کیوں لوگوں کی اکثریت نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اس کی وجہ بھی اللہ نے آگے واضح کردی اِلَّا كُفُوْرًا مگر اس لیے کہ جو کچھ بھی انہیں دیا گیا وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، کچھ کرنے کی صلاحیتیں ہوں، کوئی عہدہ مرتبہ یا مقام ہو، ان کو جو جسم دیا جو اعضاء دیئے یا جو کچھ بھی دیا ان میں سے کسی کا بھی یا ان کا اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتے جس مقصد کے لیے انہیں یہ سب دیا گیا، انسانوں کی اکثریت ان سب کا اپنی خواہشات کی اتباع میں اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال کرنا چاہتی ہے اس لیے انہوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کردیا کہ اس قرآن میں سب کا سب موجود ہے کیونکہ اگر یہ اس بات کو مان لیتے ہیں اور قرآن سے اپنے ہر سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں تو پھر جسے قرآن دین کہتا ہے اس پر قائم ہونے سے ان کی خواہشات پر کاری ضرب پڑے گی، یہ قرآن جسے الصلاۃ کہتا ہے اسے قائم کرنے سے ان کی خواہشات کا قتل ہوجائے گا اور یہی اکثریت نہیں چاہتی کہ ایسا ہو اس لیے یہ انکار کردیتے ہیں اور قرآن کے برعکس اوروں سے رجوع کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. الکھف ۵۴

اس آیت کے پہلے حصے میں بھی وہی کہا گیا جو پچھلی آیت کے پہلے حصے میں کہا گیا اور اس آیت کے اگلے حصے میں کہا گیا وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا اور یہ تو اللہ کے قانون میں، قدر میں طے شدہ ہے کہ انسان اکثریت معاملات میں جھگڑا کرنے والا ہے سو جھگڑا ہی کیا یعنی قرآن کی بات تسلیم کرنے کی بجائے اپنی خواہشات واپنے خود ساختہ الٰہوں کی باتوں کو قرآن پر ترجیح دی جب بھی قرآن نے کسی معاملے میں راہنمائی کی تو اپنی جہالت وفضولیات کو دلائل کے نام پر قرآن پر پیش کیا اور قرآن کے مدمقابل اور اشیاء کو لا کھڑا کیا، وہ بات نہ تسلیم کی جو قرآن نے کی، جو بھی اللہ کا بھیجا ہوا آیا اور اس نے قرآن کی طرف دعوت دی تو قرآن کی بات ماننے کی بجائے اس کیساتھ جدل ہی کیا کہ نہیں قرآن میں راہنمائی موجود نہیں ہے قرآن میں سب کچھ نہیں ہے، کیا ہمارے آباؤاجداد، ہمارے ملاں وغیرہ سب کے سب غلط اور تُو اکیلا سچا ہے؟ ایسے ہی آج جس طرح قرآن کی بات کرنے والے سے جدل کیا جاتا ہے۔

ان آیات میں اللہ نے یہ بات بھی واضح کردی کہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک لوگوں کو جو جو معاملات بھی پیش آنے تھے یا پیش آنے ہیں ان کے ہر سوال کا جواب اسی قرآن میں سامنے لا رکھا اور نہ صرف سامنے لا رکھا بلکہ پھیر پھیر کر ہر پہلو سے اور تمام کا تمام مثلوں سے سامنے لا رکھا یعنی اس قرآن میں اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا تھا یا ہونا ہے وہ چھوٹے سے چھوٹا واقعہ ہو یا پھر بڑے سے بڑا سب کے سب کی تاریخ اس

قرآن کی صورت میں مثلوں سے اتار دی۔

مطلب یہ کہ آپ اس قرآن میں دیکھتے ہیں بار بار جگہ جگہ وہ لوگ جو گزر چکے ان کا ذکر آتا ہے بہت سے واقعات کا ذکر آتا ہے جو ماضی میں ہو چکے جس وجہ سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ قرآن ان کی بات کر رہا ہے ان کے بارے میں بتا رہا ہے جو ماضی میں گزر چکے جو اس قرآن سے پہلے ہی اس دنیا سے جا چکے یعنی الاولین لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کی سب مثلیں ہیں مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اس قرآن میں۔

اب آپ خود دیکھیں کہ قرآن نے اپنا فیصلہ بالکل کھول کر سامنے رکھ دیا کہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب ہے ہر مسئلے کا حل ہے اب جبکہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے ہر مسئلے کا حل موجود ہے تو پھر کیا قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ تم راہنمائی لینے کے لیے غیر قرآن کی طرف جاؤ؟ یا پھر قرآن تو غیر قرآن کی طرف جانے سے سختی کیساتھ منع کر رہا ہے؟ اور لوگوں کی اکثریت ہے کہ وہ قرآن کی اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں بلکہ اکثریت انکار کر رہی ہے اکثریت کا کہنا ہے کہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب نہیں ہے اس قرآن میں ہر مسئلے کا حل موجود نہیں ہے اسی لیے تو غیر قرآن کی طرف جایا جاتا ہے۔

اب جبکہ قرآن میں سب کچھ موجود ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اجماع امت کہاں سے آ گیا؟ اجماع امت کی اہمیت و حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ اجماع امت کو دلیل و حجت اس لیے تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس بارے میں قرآن راہنمائی کرنے سے قاصر ہے اس لیے جس پر امت کا اجماع ہو جائے اکثریت جسے حق کہے وہی حق قرار پائے گا یعنی اجماع امت نامی دلیل و حجت کی بنیاد ہی قرآن کے رد اور قرآن کو اس کے دعوے میں جھوٹا قرار دینے پر کھڑی ہے اب اگر یہ بنیاد ہی اکھڑ جائے تو اجماع امت نامی دلیل و حجت کا وجود ہی کالعدم ثابت ہو جاتا ہے۔

اب اگر کوئی اجماع امت کو یعنی خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت جس پر اتفاق کر لے اسے دلیل و حجت تسلیم کرتا ہے تو وہ اپنے عمل سے اس بات کا دعویٰ کر رہا ہوتا ہے کہ اس قرآن میں سب کچھ نہیں ہے اسی لیے تو ہمیں اجماع امت کے نام پر دلیل و حجت کو گھڑنا پڑا۔

پھر دیکھیں قرآن ایک دوسرے پہلو سے بھی اس کی حقیقت چاک کر کے رکھ دیتا ہے اس کی بنیاد ہی اکھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ. البقرة ١٠٠

یہ جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت یعنی زیادہ سے زیادہ ایسے ہیں جو حق کو تسلیم نہیں کر رہے اکثریت حق سے کفر ہی کر رہی ہے اکثریت حق کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے اسی طرح عمل نہیں کر رہی۔

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ. البقرة ٢٤٣

لوگوں کی اکثریت نہیں شکر کر رہی یعنی انہیں جو بھی دیا گیا سننے، دیکھنے، سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں مال و اولاد دیا گیا، زمین میں اختیار دیا گیا یا جو کچھ بھی دیا گیا یہ ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کر رہے جس مقصد کے لیے انہیں یہ سب دیا گیا بلکہ اس کے برعکس اپنی خواہشات کی اتباع میں ان کا استعمال کر رہے ہیں۔

اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. آل عمران ١١٠

یہ جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت یعنی زیادہ سے زیادہ ایسے ہیں جو فسق کر رہے ہیں یعنی اللہ کی بات کو اللہ کے کلام کو بدل رہے ہیں بات کو اس کے مقام سے بدل رہے ہیں اس میں ملاوٹ کر رہے ہیں حق کو بدل رہے ہیں۔

اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ. المائده ٥٩

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ تمہاری اکثریت فسق کر رہی ہے یعنی حق کو بدل رہی ہے۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. المائده ١٠٣

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت نہیں سمجھ رہی یعنی ان کو سننے دیکھنے اور جو سن دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی لیکن یہ لوگ جو بھی سن اور

دیکھ رہے ہیں اسے سمجھ نہیں رہے بلکہ بغیر سمجھے ہی جو سنتے اور دیکھتے ہیں وہی کر رہے ہیں۔

اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ. الانعام ۳۷

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت غور وفکر نہیں کر رہی جس وجہ سے یہ علم نہیں رکھ رہے یعنی انہیں حق کا علم ہی نہیں ہے کیونکہ اکثریت غور وفکر نہیں کر رہی۔

اَکْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ. الانعام ۱۱۱

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت جہل کر رہی ہے یعنی اکثریت جو بھی اعمال کر رہی ہے بغیر علم کے ہی کیے جا رہی ہے کسی کو حق کا علم ہی نہیں ہے بغیر سوچے سمجھے ہی اعمال کیے جا رہے ہیں کسی کو حق کا علم نہیں جسے یہ علم کا نام دے رہے ہیں وہ علم نہیں بلکہ سو فیصد جہالت ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ. الاعراف ۱۸۷

اکثریت لوگوں کی غور وفکر نہیں کر رہی جس وجہ سے علم نہیں رکھ رہی یعنی اکثریت کو حق کا علم نہیں ہے۔

اَکْثَرُهُمُ الْکٰفِرُوْنَ. النحل ۸۳

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت حق کا انکار کر رہی ہے۔

اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا. الاسراء ۸۹

لوگوں کی اکثریت جو کچھ بھی انہیں دیا ان کا اس مقصد کے لیے استعمال کرنے سے انکار کر رہی ہے جس مقصد کے لیے انہیں سب دیا اور اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کر رہی ہے یعنی انہیں سننے دیکھنے اور جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی اور عمل کرنے کی بھی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ سنیں دیکھیں اسے سمجھیں اور سمجھنے کے بعد ہی کوئی عمل کریں اس وقت تک عمل کے قریب بھی نہ جائیں جب تک کہ اطمینان حاصل نہ ہو جائے لیکن زیادہ سے زیادہ لوگ ان صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کر رہے ہیں اس کے علاوہ جو بھی انہیں دیا گیا سب کے سب کا اپنی خواہشات کے پیچھے استعمال کر رہے ہیں۔

وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ. الشعراء ۸

اور یہ تو اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ اکثریت ان لوگوں کی جو اس وقت دنیا میں آباد ہے مومن نہیں ہے یعنی اکثریت مومنین نہیں ہیں اور جب مومنین نہیں تو پھر ظاہر ہے مشرکین ہیں۔

اَکْثَرُهُمْ کٰذِبُوْنَ. الشعراء ۲۲۳

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت کذب کر رہی ہے اکثریت جھوٹوں کی ہے جو جھوٹ بول رہی ہے۔

اَکْثَرُهُمْ مُّشْرِکِیْنَ . الروم ۴۲

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت مشرکین کی ہے یعنی اکثریت مشرک ہے۔

اَکْثَرَکُمْ لِلْحَقِّ کٰرِهُوْنَ. الزخرف ۷۸

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں اللہ ان سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تمہاری اکثریت کے لیے حق کراہت والا ہے یعنی اکثریت کو حق ناگوار گزر رہا ہے کہ حق کے سامنے آنے پر اسے تسلیم کرنے کی بجائے پھڑک رہے ہو گالم گلوچ کر رہے ہو تمہیں حق تکلیف دے رہا ہے۔

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا . الفرقان ۴۴

کیا تم جو انہیں دیکھ رہے ہو اور یہ گمان کر رہے ہو کہ اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں یہ تیری بات کو سن رہے ہیں یعنی آج جب حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے تو یہ لوگ حق کو سن رہے ہیں اور کیا ہے کہ حق کو سمجھ رہے ہیں؟ نہیں ہیں یہ مگر بالکل ایسے کہ جیسے پالتو جانور ہیں جن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہوتے ہیں بلکہ یہ تو ایسے گمراہ ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے ہی نہیں یعنی ان کا جانوروں سے موازنہ کرنا جانوروں کی توہین ہے کیونکہ انہیں جس مقصد کے لیے خلق کیا

گیا وہ تو اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں لیکن یہ لوگ تو گمراہ ہیں انہیں علم ہی نہیں کہ انہیں کس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا اس لیے یہ لوگ ایسے گمراہ ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے ہی نہیں کیونکہ جو حق ہے اس کا کفر کر رہے ہیں اور جو باطل ہے اسے حق کا نام دے کر جہل کر رہے ہیں یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ یہ گمراہ ہیں اور ظاہر ہے جو خود کو ہدایت یافتہ کہے اور حقیقت میں وہ گمراہ ہو تو اسے ہدایت کیسے مل سکتی ہے ہدایت تو اسے ملے گی جو ہدایت کا طالب ہو اس لیے یہ ایسے گمراہ ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے ہی نہیں۔

جَآءَ هُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ. المومنون ۷۰

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں آ گیا ان کے پاس حق یعنی ان میں انہی سے ایک بشر رسول کو بعث کیا جو ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اور ان کی اکثریت کے لیے حق کراہت والا ہے اکثریت کو حق ناگوار گزر رہا ہے اکثریت کو حق تکلیف دے رہا ہے کہ حق کیساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ. الانبیاء ۲۴

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت کو حق کا علم ہی نہیں پس آج جب ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے تو یہ لوگ حق سے اعراض کر رہے ہیں یعنی حق کو کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہے حق کو کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ. یوسف ۱۰۶

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت نہیں مان رہی جو اللہ سے ہے مگر ان کی اکثریت مشرکوں کی ہے اکثریت شرک کر رہی ہے یعنی اللہ جو کہ فطرت ہے کیساتھ اس کے کاموں میں اکثریت مداخلت کر رہی ہے۔

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا. یونس ۳۶

اور نہیں اتباع کر رہی ان کی اکثریت جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں مگر ظن کی اتباع کر رہے ہیں۔ ظن کہتے ہیں اسے جو سنائی دے رہا ہے دکھائی دے رہا ہے اور جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے بغیر سمجھے تسلیم کر کے اس پر عمل کرنے کو ظن کی اتباع کرنا کہتے ہیں تو اللہ اکثریت کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اکثریت ظن کی اتباع کر رہی ہے یعنی یہ جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسی کو حق تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہے ہیں حالانکہ انہیں جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی اور بار بار یہ واضح کر دیا کہ اس وقت تک کسی بھی عمل کے قریب مت جاؤ جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہ کر لو یعنی جو سن اور دیکھ رہے ہو پہلے اسے مکمل طور پر سمجھو اس کے بعد عمل کرو لیکن اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ اکثریت جو سن اور دیکھ رہی ہے بغیر سمجھے اسکو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہی ہے اور ظن کی اتباع تو صرف مشرک ہی کرتے ہیں اس لیے اکثریت ہے ہی مشرکین کی۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ. الانعام ۱۱۶

اللہ اپنے رسول کو کہہ رہا ہے اور رسول مومنوں کو کہہ رہا ہے جو اس کی دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر تم نے بات مان لی اکثریت کی جو زمین میں ہیں تو تجھے گمراہ کر رہے ہیں اللہ کی راہ سے۔ نہیں اکثریت اتباع کر رہی مگر ظن کی یعنی اکثریت جو کچھ بھی کر رہی ہے جس کے پیچھے بھی چل رہی ہے ظن کے پیچھے چل رہی ہے اکثریت جو سن اور دیکھ رہی ہے اسے بغیر سمجھے نہ صرف تسلیم کر رہی ہے بلکہ وہی کر رہی ہے اور نہیں ہیں یہ یعنی جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں جو بھی زمین میں ہیں مگر ان کی اکثریت جھوٹی ہے اور جھوٹوں کو ہی پسند کرتی ہے غلط و بے بنیاد باتیں کرنے والے اور ایسی باتیں کرنے والوں کو ہی پسند کرتے ہیں۔

یہ چند آیات ہیں ان کے علاوہ قرآن بھرا پڑا ہے ایسی آیات سے آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اکثریت کے بارے میں قرآن نے اپنا فیصلہ کیا سنایا اور اجماع امت کا مطلب ہی یہی ہے کہ جس پر خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت جمع ہو جائے اتفاق کر لے۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا اجماع امت دلیل و حجت ہو سکتی ہے؟ ایک طرف اللہ کا اس قرآن میں کہنا ہے کہ اکثریت تو ہے ہی گمراہ اکثریت کی بات نہ ماننا اکثریت کے پیچھے مت چلنا اور یہ لوگ اللہ کے شریک بنتے ہوئے قرآن کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے قرآن میں اللہ کے حکم کے برعکس اکثریت کو حق پر قرار دے

رہے ہیں نہ صرف حق پر بلکہ شدت کے ساتھ اکثریت کو دلیل وحجت قرار دے رہے ہیں۔

تو اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا اجماع امت دلیل وحجت ہے؟

یہی لوگ جو خود کو دین کے ٹھیکیدار کہتے ہیں کہ جمہوریت حرام ہے یعنی اکثریت کی چاہت کو عمل میں نہیں لایا جائے گا اکثریت کی اتباع نہیں کی جائے گی اور دوسری طرف جب بات آتی ہے ان کی اپنی ذات پر ان سے کوئی ایسا سوال کرلیا جائے جس کا ان کے پاس جواب نہ ہو تو وہاں یہ جمہوریت کو حلال قرار دیتے ہیں کہ دیکھو اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے اس لیے تمہیں یہ بات ماننا ہی ہوگی صرف اور صرف اس بنیاد پر کہ اکثریت ایسا کر رہی ہے۔ اس سے بڑی منافقت کوئی اور ہوسکتی ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اجماع امت دلیل وحجت کی بجائے اللہ کا کفر ہے تو پھر آخر یہ اجماع امت نامی دجل آیا کہاں سے؟

اسے جاننے کے لیے آپ کو سب سے پہلے انسانوں کی اکثریت کو جاننا ہوگا کہ اکثریت کی حقیقت کیا ہے ان کی پسند ناپسند کیا ہے ان کی چاہت وناچاہت کیا ہے؟ اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر اگر ایک سو افراد ہیں تو ان میں سے اگر کوئی ایک بغیر علم وحکمہ کے کوئی کام کرتا ہے تو باقی بھیڑوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے وہی کرنا شروع کردیں گے اور ان میں سے ہر کوئی یہی سوچ کر وہ عمل کرے گا کہ جب باقی ننانوے یہی کام کر رہے ہیں تو ضرور ان میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جنہوں نے تحقیق کی ہو اس لیے مجھے تحقیق کی ضرورت نہیں اکثریت کر رہی ہے تو حق ہی ہوگا ورنہ اکثریت یعنی اتنی بڑی تعداد غلط تھوڑی نہ ہوسکتی ہے اتنی بڑی تعداد بے وقوف تھوڑی نہ ہوسکتی ہے۔ اب حیران کن بات تو یہ ہے کہ اگر سو افراد ہیں تو سو کے سو افراد یعنی ان میں سے ہر ایک یہی سوچ کر وہ عمل کرے گا اسے صحیح سمجھے گا کہ اس کے علاوہ بھی ننانوے یہی عمل کر رہے ہیں تو ان میں سے بہت سے یا کوئی نہ کوئی تو ضرور ایسا ہوگا جس نے تحقیق کی ہوگی یوں ان میں سے ہر ایک دوسروں پر انحصار کرتے ہوئے وہ عمل کر رہا ہوگا۔ اب اگر ایسی صورت میں کوئی بھی تحقیق کرے گا اور نتیجہ اس کے بالکل مختلف سامنے آتا ہے تو چونکہ دوسری طرف اکثریت ہے تو اکثریت اس نتیجے کو تسلیم نہیں کرے گی کیونکہ اکثریت یہی کہے گی کہ کیا تُو اکیلا ہی سچا ہے کیا تُو اکیلا ہی ایسا ہے جسے حق سمجھ آ گیا اور باقی سب کے سب بے وقوف وجاہل ہیں؟ یوں وہ اس کی بات ماننے سے انکار کردیں گے۔ اب اگر کبھی بھی ان میں سے کوئی بھی تحقیق کرتا ہے اور نتیجہ اس کے بالکل برعکس سامنے آتا ہے جو کہ پہلے سے کیا جا رہا ہے تو باقی جو کہ اکثریت ہوگی وہ اسے یہی طعنہ دیتے ہوئے یہی ملامت کرتے ہوئے اس کی بات کا انکار کردیں گے یعنی حق کا کفر کردیں گے۔

اب ایسی صورت حال میں اگر حق سامنے آتا ہے اور اکثریت میں سے کوئی آپ کی مخالفت پر اترتا ہے تو ظاہر ہے وہ کہاں چاہے گا کہ وہ جھوٹا یا غلط ثابت ہو لوگ اسے غلط کہیں؟ وہ حق کے مقابلے پر یہی کہے گا کہ اکثریت غلط نہیں ہوسکتی اس لیے تم ہی غلط ہو جو اکثریت کے برعکس ہمیں دوسری طرف چلانا چاہ رہے ہو اور اکثریت تو پہلے ہی خواہشات کی اتباع کر رہی ہے پہلے ہی اکثریت کو دلیل وحجت بنائے ہوئے ہے وہ کہاں مانیں گے یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے قرآن نے اکثریت کو گمراہ قرار دیا کیونکہ قرآن تو بار بار اسی پر زور دیتا ہے کہ کوئی بھی عمل خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہو یا بڑے سے بڑا اسے کرنے سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کرو جب تمہیں اطمینان ہو جائے یعنی جب ہر سوال کا جواب مل جائے حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے تب ہی عمل کرنا اور اسی لیے تم کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تاکہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے سن دیکھ اور سمجھ کر مکمل علم حاصل کیا جائے سمجھے بغیر کسی بھی صورت نہ کیا جائے اور اس کے بالکل برعکس اجماع امت آپ کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تمہیں جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں وہ بالکل فضول میں دی گئیں ان کو استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں محض اکثریت کی بنیاد پر کسی بھی بات کو حق مان لو اور وہی کرنا شروع کردو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر

سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کرنا تھا تو پھر اللہ نے ہر ایک کو یہ صلاحیتیں کیوں دیں؟ پھر تو اللہ چند ایک کو یہ صلاحیتیں دے دیتا اور کہتا کہ باقی سب انہی کے پیچھے چلو حالانکہ قرآن اس کے بالکل برعکس جو غور وفکر نہیں کرتے جو کچھ بھی بغیر سمجھے کرتے ہیں یعنی جو دوسروں کے پیچھے چلتے ہیں جو دوسروں کو کرتا دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں انہیں بندر قرار دیتا ہے، خنزیر قرار دیتا ہے، اندھے، بہرے گونگے قرار دیتا ہے، الاموات قرار دیتا ہے، قبور میں قرار دیتا ہے یہ ہے اجماع امت کی حقیقت۔

تواتر

پھر اس کے علاوہ تواتر کو بھی دلیل و حجت قرار دیا جاتا ہے اس کی حقیقت بھی قرآن سے ہی آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو کہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں مشترک ہے۔ تواتر پر بات کرنے سے پہلے آپ پر لازم ہے کہ تواتر کو جان لیں تواتر کسے کہتے ہیں؟ تواتر کیا ہے؟

تواتر کہتے ہیں اس بات یا عمل کو جو نسل درنسل چلتا آرہا ہے یعنی ایک عمل جسے آپ نے اپنے آباؤاجداد کو کرتے ہوئے دیکھا جس پر انہیں پایا آپ نے بھی وہی کرنا شروع کر دیا ایسے ہی آپ کے آباؤاجداد نے اپنے آباؤاجداد کو اس پر پایا تو انہوں نے بھی وہی کرنا شروع کر دیا ایسے ہی انہوں نے اپنے آباؤاجداد سے پایا، ایسے ہی کوئی بھی بات، عقیدہ ونظریہ وغیرہ جو نسل درنسل منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ یعنی بالکل آسان ترین الفاظ میں تواتر کے معنی ہیں جس پر اپنے آباؤاجداد کو پایا اسی پر ڈٹے رہنا اسی پر چلنا خواہ وہ غلط ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے صرف اور صرف اس بنیاد پر کہ جو نسل درنسل تسلسل کیساتھ چلا آرہا ہے وہ غلط کیسے ہوسکتا ہے کیا ہمارے آباؤاجداد غلط تھے؟ یوں پھر خود ہی نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ نہیں ہمارے آباؤاجداد غلط نہیں ہوسکتے اس لیے ہم اسی پر ہی چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا۔

اب کوئی بھی ایسی بات یا عمل جو تواتر سے ثابت ہو یعنی جو نسل درنسل آباؤاجداد سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے نہ تو اس کے خلاف سوچا جائے گا، نہ ہی اس پر کوئی تحقیق کی جائے گی بلکہ اگر کوئی اس کے خلاف سوچے گا بھی تو وہ کافر ومشرک ہو جائے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا وہ مرتد وزندیق ہو جائے گا اور پھر بعض عقائد تو ایسے ہیں جن کی بنیاد تواتر ہے ان کا انکار، ان کے خلاف کوئی بات کرنا یعنی ان پر تنقید کرنا اس قدر عظیم جرم قرار دیا گیا کہ اس کی سزا موت ہے ایسے شخص کو صرف اور صرف قتل ہی کیا جائے گا اس کی تو معافی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ تواتر کیا ہے تواتر کہتے ہیں ان عقائد ونظریات کو جو نسل درنسل چلے آرہے ہیں جن پر آباؤاجداد کو پایا ان تمام کے تمام عقائد و نظریات کو آنکھیں بند کر کے من وعن اسی طرح تسلیم کیا جائے گا ورنہ اگر آپ نے ان میں سے کسی ایک پر بھی تنقید کی، ان کے خلاف یا ان کے برعکس سوچا یا کوئی نتیجہ اخذ کیا تو آپ اسلام سے ہی خارج ہو جائیں گے یہاں تک کہ آپ واجب القتل بھی قرار پائیں گے۔

پیچھے آپ آیات میں دیکھ چکے ہیں کہ جب قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے ہر مسئلے کا حل موجود ہے تو پھر ظاہر ہے تواتر وغیرہ کی بھی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہ جاتی بلکہ یہ تو بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے اور پھر اس کے علاوہ اجماع امت کی طرح تواتر بھی آپ پر غور وفکر کے دروازے بند کر دیتا ہے حالانکہ اللہ نے قرآن میں سب سے زیادہ زور ہی غور وفکر پر دیا۔ اللہ نے قرآن میں بار بار کہا کہ تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو اسی لیے کہ سنو

، دیکھو اور پھر جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو جب تک تم ظاہر و باطن سن دیکھ اور سمجھ نہیں لیتے تب تک تم نے عمل نہیں کرنا عمل کے قریب بھی نہیں جانا اندھوں کی طرح اس پر نہیں چلنا جس پر تم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا لیکن تواتر تو کہتے ہی اسے ہیں کہ آپ نے غور و فکر نہیں کرنا آپ نے سننا نہیں دیکھنا نہیں، سمجھنا نہیں بلکہ بغیر سنے، دیکھے اور سمجھے بغیر چوں چراں کیے نہ صرف اسے من وعن تسلیم کرنا ہے بلکہ اسی پر چلنا ہے جس پر آباؤاجداد کو پایا کیونکہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا یعنی قرآن کی بات مان لی تو تم نے اپنے عمل سے اپنے آباؤاجداد پر شک کیا تم نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ غلط تھے۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا تواتر دلیل و حجت ہے یا پھر اللہ کے حکم کا کفر، قرآن کا کفر اور پھر اس کا نتیجہ صرف اور صرف گمراہیاں؟ ایک طرف اللہ کا حکم ہے کہ اس وقت تک کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی نہیں کرنا جب تک کہ اسے مکمل طور پر سمجھ نہ لیا جائے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کر کے اطمینان حاصل نہ ہو جائے اور دوسری طرف یہ اللہ کے شریک شیاطین مجرمین ہیں جو کہ دین کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں یہ کہتے ہیں کہ نہیں تم نے قرآن کی بات نہیں ماننی بلکہ قرآن کا کفر کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس وہی کرنا ہے جو ہم کہہ رہے ہیں تم نے بندر بننا ہے یعنی آنکھیں بند کر کے اسی پر چلنا ہے جس پر اپنے آباؤاجداد کو پایا عقل نہیں بلکہ نقل سے کام لینا ہے یعنی خود سے غور و فکر نہیں کرنا اگر خود سے غور و فکر کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے بلکہ نقل سے کام لینا ہے یعنی اسی پر چلنا ہے جس پر آباؤاجداد کو پایا جو ہمیں ان سے منتقل ہوا جو انہوں نے سمجھا اور لکھ دیا۔

جیسے آج آپ دیکھتے ہیں کہ ہر طرف گمراہیاں ہیں خود کو مسلمان کہلوانے والے فرقہ درفرقہ گروہوں میں تقسیم ہیں ان میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے باقی سب کے سب گمراہ و باطل پر ہیں حالانکہ سب کے سب باطل پر ہیں کسی ایک کو بھی نہیں علم کہ حق کیا ہے یہ سب کے سب ضلالٍ مبینٍ میں ہیں یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد گمراہیوں میں ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک بشر اٹھتا ہے اور وہ حق کو کھول کھول کر واضح کرتا ہے جو کہ تمام کے تمام فرقوں کو باطل ثابت کر دیتا ہے تو کتنے ہیں جو اس کی دعوت کو تسلیم کریں گے؟ اور پھر ایسے بشر کیساتھ کیا کیا جائے گا؟ خود کو دین کے ٹھیکیدار سمجھنے والا ملاں طبقہ اس کیساتھ کیا کرے گا؟ اس کیساتھ کس قدر دشمنی کرے گا؟ اس کے خلاف کیسے کیسے فتوے لگائے گا؟ اسے سمجھنا کوئی مشکل نہیں۔ جب ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہ ہے ہی ہدایت یافتہ ہے ہی حق پر تو پھر ظاہر ہے جو بھی سامنے آئے جس کی دعوت ان کے عقائد و نظریات سے متصادم ہوگی تو یہ لوگ اس کو اپنا دشمن سمجھیں گے اور اس کے ساتھ دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کریں گے۔

بالکل ایسے ہی حالات میں اللہ رسول بعث کرتا ہے جیسا کہ آپ قرآن کی درج ذیل آیات میں دیکھ سکتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ . آل عمران ۱۶۴

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ . الجمعه ۲

رسول صرف اور صرف اس وقت بعث کیا جاتا ہے جب سو فیصد ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہوتی ہیں کسی ایک کو بھی علم نہیں ہوتا کہ حق کیا ہے حالانکہ ہر کسی کا

دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہے باقی سب کے سب تو باطل پر ہیں گمراہ ہیں، ایسے حالات میں جب رسول کو بعث کیا جاتا ہے تو ظاہر ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے انہی کی زبان بولنے والا انہی میں وہ پیدا ہوا ہوتا ہے انہی کے درمیان پلا بڑھا ہوتا ہے اور جب وہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہے ان پر حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے تو اکثریت اسے انہیں اصولوں وشرائط پر پرکھتی ہے جو اصول وشرائط انہوں نے وضع کرر کھے ہوتے ہیں جیسے کہ آج اجماع امت، تواتر، اجتہاد، قیاس، اور ایسے ہی طرح طرح کے اصول وضوابط گھڑ رکھے ہوئے ہیں جن پر اللہ کے بھیجے ہوئے بشر یعنی اللہ کے رسول کو پرکھا جاتا ہے اب جب اس کی دعوت کو اپنے خود ساختہ اصولوں وقوانین پر پرکھا جائے گا جیسے کہ اجماع امت یا تواتر وغیرہ تو ظاہر ہے اس کی دعوت ان کے ان اصول وضوابط پر پورا کیسے اترے گی جو کہ آیا ہی ان سب کے سب کا رد کرنے کے لیے ہے کہ تم ضلالٍ مبینٍ میں ہو یعنی سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہو۔ تمہارے آباؤ اجداد مشرک تھے، گمراہ تھے تو یوں ملاں طبقہ اور ان کے پیچھے اندھوں کی طرح چلنے والی اکثریت نے اللہ کے رسول کا کذب کر دیا، اللہ کے رسول کیساتھ دشمنی کی طرح طرح کی تہمتوں وملامتوں کا نشانہ بنایا دشمنی میں جس حد تک جاسکتے تھے گئے۔

یعنی آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ جسے جسے بھی آج دلیل وحجت قرار دیا جارہا ہے اسے اللہ اور اس کے رسولوں سے منسوب کیا جارہا ہے یہ نہ صرف اللہ اور اس کے رسولوں پر باندھا جانے والا بہتان عظیم ہے بلکہ یہی وہ وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر ہر رسول کا کفر کیا گیا، ہر رسول کا کذب کیا گیا، ہر رسول کیساتھ دشمنی کی گئی۔ اب آپ خود فیصلہ کریں جس کی بنیاد پر رسولوں کیساتھ دشمنی کی گئی جس کی بنیاد پر نبیوں کو قتل کیا گیا ان کا کذب کیا گیا کیا وہ دلیل وحجت ہو سکتی ہے؟

اس کے باوجود اگر اسے دلیل وحجت مان لیا جائے تو پھر ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ خود غور کریں کہ اگر اس وقت اللہ کا رسول عیسیٰ آپ میں موجود ہو تو آپ اسے کیسے پہچان پائیں گے؟ کیونکہ اجماع امت وتواتر کی بنیاد پر تو عیسیٰ اللہ کا رسول نہیں بلکہ کذاب ثابت کیا جائے گا اس کیساتھ دشمنی کی جائے گی تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ بھی وہی نہیں کریں گے جو اجماع امت وتواتر کی بنیاد پر باقی سب اللہ کے رسول عیسیٰ کیساتھ کریں گے؟ یعنی اگر اجماع امت وتواتر دلائل وحجت ہیں تو پھر ان کی موجودگی میں عیسیٰ اللہ کا رسول نہیں بلکہ من الکاذبین ثابت ہو جائے گا اجماع امت وتواتر عیسیٰ کو اللہ کا رسول نہیں بلکہ انسانیت کا دشمن شیطان قرار دیں گے کیونکہ عیسیٰ کی دعوت تو پہلے سے موجود دین کے نام پر خرافات کے پرخچے اڑا دے گی اور کون ہے جو پہلے سے موجود عقائد ونظریات کو ترک کرے گا بلکہ اکثریت اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ہی قائم رہتے ہوئے عیسیٰ اللہ کے رسول کا کفر کر دے گی کذب کر دے گی۔ اور آج جب اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ یعنی مجھے بعث کر دیا تو کس بنیاد پر میرا کذب کیا جارہا ہے؟ کیا میری کسی ایک بھی بات کو غلط ثابت کیا جارہا ہے یا پھر صرف انہی گمراہیوں کی بنیاد پر مجھ پر فتوے لگائے جارہے ہیں؟ حق ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے۔

یوں اس پہلو سے بھی اجماع امت وتواتر نامی دلائل وحجت نامی خرافات پاش پاش ہوگئیں اور حق ہر لحاظ سے کھل کر آپ پر واضح ہو چکا۔

تاریخ بشر

بشر کی تاریخ کیا ہے یعنی آپ جو کہ بشر ہیں اس بشر کی تاریخ کیا ہے، بشر کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟ کیا سب سے پہلے ایک بشر وجود میں لایا گیا اس کے بعد اسی سے اس کا جوڑا بنایا گیا پھر ان دونوں سے مرد وعورتیں پھیلا دیئے گئے یا پھر حقیقت اس کے برعکس کچھ اور ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جو دنیا کے ہر شخص کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور اکثریت اس سوال کو اس لیے نظرانداز کر دیتی ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد ونظریات کو تسلیم کر لیتے ہیں بالکل ایسے ہی خود کو مسلمان کہلوانے والے اس سوال کے جواب میں دعویٰ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ایک آدم نامی بشر کو وجود میں لایا گیا اس کے بعد اس پر گہری نیند طاری کر کے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکالی جس پر گوشت پوست چڑھا کر اسے اس مرد پہلے بشر کا جوڑا بنا دیا گیا اور یہی وہ سب سے پہلے مرد وعورت پر مشتمل دو بشر تھے جن سے تمام کے تمام بشر پھیلا دیئے گئے۔ یعنی سب سے پہلا بشر مرد تھا جس کا نام آدم تھا اسے اللہ نے خود اپنے ہاتھوں سے مٹی سے بنایا اور پھر اسی سے اس کا جوڑا ایک عورت بنائی جس کا نام حوا تھا اور انہی دونوں کی نسل سے تمام کے تمام بشر وجود میں آئے مطلب یہ کہ ابتداء میں بہن بھائی آپس میں ازدواجی تعلق قائم کرتے تھے یوں بہن بھائی کے نکاح سے نسل بڑھتی بڑھتی یہ مرد وعورت وجود میں، پہلے بہن بھائی کا ازدواجی تعلق قائم کرنا حلال تھا جو کہ بعد میں حرام قرار دیا گیا۔ اور پھر یہ بات بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ عقیدہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بارے میں انہوں نے جو اپنے دماغوں میں بات ڈال لی ہے اب نہ تو اس میں کوئی غور وفکر کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی سنا یا دیکھا جائے گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ اگر یہ عقیدہ بالکل غلط ثابت بھی کر دیا جائے تب بھی اس کے خلاف کچھ بھی سنا یا دیکھا نہیں جائے گا اور ہر کسی پر یہ فرض ہے کہ وہ بغیر اس میں غور کیے آنکھیں بند کر کے اسے تسلیم کرے جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

اور خود کو مسلمان کہلوانے والے اپنے اس عقیدے کی بنیاد قرآن کو قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ عقیدہ ونظریہ انہیں قرآن نے دیا ہے اس لیے یہی حق ہے اور اس کے خلاف ایک حرف بھی سنا یا دیکھا نہیں جائے گا۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعتاً قرآن نے ہی یہ عقیدہ ونظریہ پیش کیا ہے یا پھر حقیقت اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے؟ حقیقت کو کھول کر واضح کرنے کے لیے آتے ہیں قرآن ہی کی طرف کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے۔

اگر تو قرآن خود یہ عقیدہ ونظریہ پیش کرتا ہے یعنی قرآن اس عقیدے ونظریے کی تائید وتصدیق کرتا ہے تو بلاشک وشبہ خود کو مسلمان کہلوانے والے اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں اور اگر قرآن اس کی تائید وتصدیق کی بجائے اس کا رد کرتا ہے تو پھر یہ عقیدہ ونظریہ قرآن کا پیش کردہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ ونظریہ غیر قرآن سے اخذ کیا گیا اور پھر یہ کہاں سے اخذ کیا گیا اسے بھی قرآن سے ہی بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں۔

یہ بات تو آپ پر واضح ہو چکی کہ یہ ایک عقیدہ ہے اب سب سے پہلا سوال ہی یہ ہے کہ کیا قرآن کسی بھی قسم کا عقیدہ اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ کیونکہ اگر قرآن عقیدہ اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے تو پھر قرآن اپنے ہی دعویٰ کے برعکس ایسا کچھ نہیں کہے گا جس سے قرآن میں اختلاف ثابت ہو جائے کیونکہ اگر قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے تو قرآن کے اپنے ہی دعویٰ کے مطابق قرآن اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے جس سے یہ قرآن بالکل نا قابل قبول اور نا قابل اعتبار ہو جاتا ہے اس کی کسی بھی بات کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہتی۔

مطلب یہ کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا قرآن عقیدہ اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے یعنی کیا قرآن اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایک بات جسے تم نے سچ مان لیا اسے دماغ میں ڈال کر اس پر کان اور آنکھیں بند کر لو، جسے حق سمجھ کر یا مان کر ایک بار دماغ میں ڈال لیا اس کے بعد نہ ہی اس کے خلاف یا برعکس کچھ سنا یا دیکھا جائے گا اور نہ ہی اسے دماغ سے نکالا جائے گا یا پھر قرآن اس کے بالکل برعکس کوئی متضاد بات بھی پیش کرتا ہے جس سے قرآن میں اختلاف ثابت ہو جائے

کہ ایک مقام پر قرآن میں کچھ کہا جا رہا ہے اور دوسرے مقام پر اس کے بالکل برعکس اس کے متضاد کہا جا رہا ہے اگر تو اختلاف ثابت ہو جاتا ہے تو پھر یہ قرآن اللہ کے ہاں سے ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قرآن خود یہ دعویٰ کرتا ہے جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں دیکھ سکتے ہیں۔

اَفَلاَ يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا. النساء ۸۲

اس آیت میں نہ صرف القرآن میں تدبر کی دعوت دی گئی بلکہ یہ بھی کہا گیا کہ اگر یہ غیر اللہ کے ہاں سے ہوتا تو تم اس میں اختلاف کثیر پا رہے ہوتے یعنی ایک ہی صورت میں اللہ کے ہاں سے ہے کہ اس میں چھوٹے سے چھوٹا اختلاف بھی نہ ہو اور اگر اس میں تم اختلاف پا رہے ہو تو پھر اللہ کے ہاں سے ہے ہی نہیں بلکہ پھر غیر اللہ کے ہاں سے ہے۔

اب دیکھیں ایک طرف خود کو مسلمان کہلوانے والے اسی قرآن کو ہی بنیاد بناتے ہوئے عقائد اخذ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں یعنی کہ قرآن نے خود عقائد اخذ کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ خود کو مسلمان کہلوانے والے قرآن کی درج ذیل آیت کو پیش کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے محمد پر دین مکمل کر دیا تھا اور جب اللہ نے محمد پر دین مکمل کیا اس کے بعد نہ تو دین میں کچھ اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمی کی جا سکتی ہے یعنی اس وقت جو محمد نے کہہ دیا بس اسی پر قائم ہونا ہے ان عقائد میں یا ان کے بارے میں کسی بھی قسم کا شک وشبہ نہیں کرنا یعنی ان میں کسی بھی لحاظ سے غور نہیں کرنا ان پر نظر ثانی نہیں کرنی ورنہ عملاً دین اسلام پر شکوک وشبہات کا دعویٰ ہوگا کہ آپ دین محمد دین اسلام میں شک کر رہے ہیں اسکے حق ہونے میں شک کر رہے ہیں لہذا اب الساعت کے قیام تک یہی عقائد ونظریات چلیں گے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. المائدہ ۳

" آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ فتح محمد جالندھری

آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ احمد رضا خان بریلوی

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی "

انہی لوگوں کے تراجم آپ کے سامنے ہیں اور انہی تراجم کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل محمد پر دین مکمل کر دیا تھا دین مکمل ہونے کے بعد نہ تو اس میں کچھ بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی بھی کسی بھی قسم کی کمی کی جا سکتی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ دین یہی دین الاسلام ہے جس پر مسلمان چل رہے ہیں جسے دنیا اسلام کے نام سے جانتی ہے جو کہ آباؤ اجداد سے نسل در نسل تواتر کیساتھ چلے آنے والے عقائد کا نام ہے۔

اسی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جب اللہ نے دین مکمل کر دیا تو اس کے بعد کسی کو بھی اجازت نہیں کہ وہ خود سے غور وفکر کرے بلکہ ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے اسے ہی دین الاسلام تسلیم کرے جو نسل در نسل چلا آ رہا ہے وہی حق ہے اور اسی وجہ سے اسے عقائد کا نام دیا جاتا ہے یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل جس کے بارے میں جو کہہ دیا گیا جو کہ وہی ہے جو نسل در نسل ہم تک پہنچا ہر صورت اسی پر قائم ہونا ہے اس کے خلاف سوچنا بھی جرم ہے۔

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن عقائد اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اب اگر یہ سچ ہے تو پھر دیکھیں یہی قرآن دوسری طرف اس کے بالکل برعکس اسکے بالکل متضاد بات کرتا ہے۔ پورے کا پورا قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ غور وفکر کرو کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی کرنے سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کرو جب تک اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہیں کر لیتے اطمینان نہیں ہو جاتا تب تک عمل کے قریب بھی مت جانا۔ تمہیں سننے کے لیے کان دیئے تو آخر کیوں دیئے؟ اسی لیے کہ بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں انہیں سننے کے لیے تا کہ انہیں سنو، تمہیں دیکھنے کے لیے

آنکھیں دیں تو آخر کس لیے؟ ظاہر ہے اسی لیے کہ بہت کچھ اپنا وجود رکھتا ہے اسے دیکھنے کے لیے تا کہ اسے دیکھو اور پھر صرف سننے کے لیے کان اور دیکھنے کے لیے آنکھیں ہی نہیں دیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کے لیے دماغ بھی دیا سمجھنے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے دی تا کہ تم جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اور عمل کرنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ پہلے سمجھو اس کے بعد عمل کرو جب تک مکمل طور پر سمجھ نہیں لیتے تب تک کوئی بھی عمل مت کرنا کیونکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ آسمانوں وزمین میں المیزان وضع کیا ہے اگر تم نے بغیر مکمل علم وحکمہ کے کوئی ایک بھی عمل کیا تو آسمانوں وزمین میں قائم المیزان میں خسارہ ہو جائے گا یعنی آسمانوں وزمین میں قائم کردہ توازن میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا جس کا نتیجہ بالآخر تباہیوں کی صورت میں نکلے گا یعنی پورے کا پورا قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ غور وفکر کرو، غور وفکر کرو۔ جب تک تم غور وفکر نہیں کرو گے تم حق کو جان ہی نہیں سکتے عمل کرنا تو بہت بعد کی بات ہے قرآن کئی مقامات پر نہ صرف یہ بات واضح کرتا ہے کہ تمہیں سننے کے لیے کان دیئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دماغ دیا اس کے علاوہ جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا اسے سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دل میں رکھ دیں دل کو ایسا خلق کیا کہ دل وہ سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو دماغ کانوں سے سن نہیں سکتا اور آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور جو سن، دیکھ نہیں سکتا اسے سمجھے گا کہاں سے؟ اور پھر عمل کرنے یعنی آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی تو یہ سب کس لیے دیا؟ صرف اور صرف اسی لیے دیا کہ ظاہر و باطن سنو دیکھو اسے سمجھو اور پھر کوئی بھی عمل کرو اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جو ایسا نہیں کرتے یعنی جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرتے اور بغیر سمجھے اندھوں کی طرح اعمال کر رہے ہیں انہیں ایک مقام پر کہا کہ وہ گونگے، بہرے اور اندھے ہیں، دوسرے مقام پر بندر کہا، تیسرے مقام پر خنزیر کہا، چوتھے مقام پر انہیں کتے کہا، پانچویں مقام پر انہیں جانور کہا، چھٹے مقام پر انہیں ایسا گمراہ کہا کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے ہی نہیں، ساتویں مقام پر انہیں الاموات کہا اور آٹھویں مقام پر انہیں قبور میں کہا۔

اب آپ خود غور کریں کیا ایسا ممکن ہے کہ قرآن اگر دو بالکل متضاد باتیں کرے؟ ایک طرف یہ کہے کہ جو ایک بار سمجھ لیا یا جو نسل درنسل چلا آرہا ہے اسی پر ڈٹنا ہے کسی بھی قسم کا کوئی غور وفکر نہیں کرنا اور دوسرے مقام پر اس کے بالکل برعکس غور وفکر کا حکم دے اور نہ صرف غور وفکر کا حکم دے بلکہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بندر، خنزیر یہاں تک کہ الاموات اور قبور میں قرار دے؟

اب اگر ان لوگوں کی بات کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب کہ قرآن میں اختلاف کثیر موجود ہے یوں قرآن اللہ کے ہاں سے ہے ہی نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا ممکن ہی نہیں کہ قرآن غیر اللہ کے ہاں سے ہو یعنی قرآن میں اختلاف موجود ہو اس لیے قرآن دونوں باتیں نہیں کرتا بلکہ ان میں سے ایک بات قرآن کی ہے اور دوسری قرآن کی نہیں بلکہ اسے گھڑ کر قرآن سے منسوب کیا جا رہا ہے قرآن پر افتراء کیا جا رہا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون سی بات قرآن پر افتراء ہے اور کون سی قرآن کی اپنی بات ہے۔ تو اسکے لیے جب قرآن میں دیکھا جائے تو دوسری بات قرآن کی ہے کیونکہ قرآن اس سے بھرا پڑا ہے اور پہلی بات کہ عقائد اخذ کرنا قرآن اس کی سختی کیساتھ مخالفت کرتا ہے اس کا رد کرتا ہے اسے باطل قرار دیتا ہے جس پر کتاب میں جگہ جگہ ہر پہلو سے کھول کھول کر بات کی گئی اس کے باوجود ایک آیت آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ. الزمر ۱۸

الَّذِيْنَ ایسے لوگ، وہ لوگ يَسْتَمِعُوْنَ انہیں جو سننے کی صلاحیت دی یعنی کان دیئے تو جس مقصد کے لیے دیئے ان کا استعمال کر رہے ہیں یعنی سن رہے ہیں الْقَوْلَ جو بھی بات تھی یعنی جہاں سے بھی کوئی آواز بلند ہوتی ہے کہ میں حق پر ہوں میرے پاس حق ہے جو جو بھی انسانوں کی راہنمائی کا دعویدار ہے سب کی بات سن رہے ہیں فَيَتَّبِعُوْنَ پس اس کی اتباع کر رہے ہیں یعنی اس کے پیچھے چل رہے ہیں اَحْسَنَهٗ کیا ہے اس سے حسن یعنی جو سب سے بہتر ہے جس سے بہتر کسی کی بات نہیں اس کی اتباع کر رہے ہیں اس کے پیچھے چل رہے ہیں۔

یہاں تک اللہ کا کہنا ہے کہ وہ لوگ جو ہر لمحے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھلا رکھے ہوئے ہیں جہاں سے بھی کوئی آواز بلند ہوتی ہے کہ میرے پاس حق ہے جو جو بھی انسانوں کی راہنمائی کا دعویدار ہے سب کی بات سن رہے ہیں لیکن ان سب میں سے صرف اور صرف اس کے پیچھے چل رہے ہیں جو سب سے بہتر ہے جس سے بہتر کوئی ہے ہی نہیں جس سے بہتر کسی کی بات ہے ہی نہیں۔ مثلاً آپ اس وقت دنیا میں موجود ہیں تو دیکھیں کتنے لوگ ہیں جو انسانوں کی راہنمائی کے دعویدار ہیں ان سب کو سنیں اور پھر انہیں ایک دوسرے پر ترجیح دیں کہ کون ہے جس کی بات سب سے بہتر ہے جس کی دعوت سب سے بہتر ہے جس سے بہتر کسی کی دعوت نہیں ہے تو جو سب سے بہتر ثابت ہو جائے صرف اور صرف اس شخص کے پیچھے چلنا ہے اس کی اتباع کرنی ہے۔ تو ایسے لوگوں کے بارے میں آگے اللہ کہہ رہا ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدٰئھُمُ اللّٰہُ یہی وہ لوگ ہیں جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے یعنی جو احسن ہے جس کی دعوت احسن ہے وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے وہ اللہ کا نمائندہ ہے اللہ اس کی صورت میں لوگوں کی راہنمائی کر رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے ہر شئے سے جوڑا خلق کیا تو ظاہر ہے جو ہر کسی کی بات کو نہیں سن رہے اور جو احسن ہے اس کی اتباع نہیں کر رہے بلکہ جو گروہوں میں بند ہیں دائروں میں فرقوں میں بند ہیں جنہوں نے طے کر لیا کہ ہم تو اپنے فرقے والوں کی ہی بات کو سنیں گے انہی کے پیچھے چلیں گے تو ایسے لوگوں کی راہنمائی اللہ نہیں کر رہا بلکہ اللہ کی ضد شیاطین مجرمین کر رہے ہیں ایسوں کا راہنما شیطان ہے ان کے ملاؤں کی صورت میں جو کہ اللہ کے شریک ہیں جنہیں کوئی حق حاصل نہیں تھا کہ وہ انسانوں کی راہنمائی کے دعویدار بنتے وہ نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ جو بھی ان کی اتباع کر رہے ہیں وہ بھی گمراہ ہی ہوں گے اور آخرۃ میں ان میں سے کسی کے پاس کوئی بہانہ یا عذر نہیں ہوگا۔ اور پھر جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے ان کے بارے میں اللہ کا آیت میں مزید کیا کہنا ہے یہ بھی جان لیں وَ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مقصد و مشن میں جو کہ ان کا مقصد و مشن حق کو پہچان کر اس پر قائم ہونا ہے اس کے لیے الباب یعنی جو مخصوص باب ہیں حق کو سمجھنے کے لیے کسی بھی بات کو سمجھنے کے لیے مخصوص دخول و خروج کے مقامات سے معاونت حاصل کر رہے ہیں۔ کسی بھی بات کو دماغ سے سمجھا جاتا ہے اور دماغ میں کوئی بھی بات کانوں اور آنکھوں کے ذریعے ہی داخل ہوتی ہے اور انہی مخصوص باب کے ذریعے خارج ہوتی ہے تو اللہ کا کہنا ہے کہ جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ہر لمحے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھلا رکھے ہوئے ہیں وہ کسی بھی بات کو سمجھتے ہیں تو اسے حرف آخر نہیں سمجھتے بلکہ وہ جانتے ہیں کہ بہت کچھ ایسا ہے جو ان سے چھپا ہوا ہے ان کی سننے اور دیکھنے کی صلاحیت محدود ہے آج کوئی بات سمجھ آتی ہے تو اسے حرف آخر نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے آج اس کے بارے میں کوئی نکتہ کوئی پہلو چھپا ہوا رہ گیا جس کی وجہ سے ہم اصل نتیجے پر نہ پہنچے اس لیے فی الحال تو اسے بات کو دماغ میں ڈالا جائے گا لیکن کل کو یا کسی بھی وقت جب بھی یہ بات غلط ثابت ہو گئی تو اسے دماغ سے نکالنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگائیں گے فوری نکال باہر کریں گے اس کے برعکس جو حق سامنے آیا اسے دماغ میں ڈالیں گے اس وقت تک ایسے ہی کریں گے جب تک کہ اس کے بارے میں راسخ علم حاصل نہ ہو جائے یعنی اس پر کوئی چاہ کر بھی کوئی سوال نہ اٹھا سکے اور اگر کہیں بھی کوئی سوال اٹھاتا ہے کوئی اعتراض سامنے لاتا ہے تو جو پہلے سمجھا اس پر نظر ثانی کی جائے گی غور و فکر کیا جائے گا جو بھی بات سامنے آئے اسے سنا دیکھا جائے گا اگر تو وہ سچ ثابت ہو جائے تو اسے دماغ میں ڈالا جائے گا یعنی تسلیم کیا جائے گا اور اس کے برعکس جو پہلے سے دماغ میں موجود تھی اسے نکال باہر کیا جائے گا اور اگر پہلے سے جو سمجھا وہ حق ثابت ہوا جو بات سامنے آئی وہ غلط ثابت ہو گئی تو یہ بات مزید اطمینان کا باعث بنے گی اس لیے ہر لمحے کانوں اور آنکھوں کو کھلا رکھنا ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے یہ ہیں اولوا الالباب جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے اور جو ایسے نہیں ہیں انہیں عربی میں اہل العقائد کہا جاتا ہے یعنی وہ لوگ جو ایک بار کسی بات یا شئے کو حق سمجھ کر دماغ میں ڈال لیں اس کے بعد اس پر اپنے کانوں اور آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں کہ اب اس کے بعد اس کے خلاف نہ تو کچھ سنا جائے گا نہ ہی کچھ دیکھا جائے گا اس میں مزید کوئی غور و فکر نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ کچھ بھی ہو جائے جسے ایک بار دماغ میں ڈال کر تالا لگا دیا یعنی دماغ کو بند کر لیا اس کے خلاف نہ تو کچھ سوچا جائے گا، اس میں کوئی شک نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ بھی سنا یا دیکھا جائے گا۔

ایسی ہی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے اور آپ پر کھل کر واضح ہو چکا کہ اللہ عقائد اخذ کرنے کی اجازت دینا تو بہت دور کی بات ہے الٹا عقائد اخذ کرنے کی مذمت کرتا ہے عقائد کا رد کرتا ہے اہل العقائد کو گمراہ قرار دیتا ہے ان کا راہنما شیاطین مجرمین کو قرار دیتا ہے جو انہیں صراط مستقیم کی طرف جانے سے روک رہے ہیں انہیں حق کی طرف جانے سے روک رہے ہیں اللہ کی طرف لپکنے سے روک رہے ہیں۔

یوں اس بنیاد پر تاریخ بشر پر مبنی خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا عقیدہ بے بنیاد و کالعدم ثابت ہو جاتا ہے اس کی بنیادیں ہی اکھڑ جاتی ہیں یعنی خود کو مسلمان کہلانے والوں کا آدم وحوا کے نام پر بشر کو وجود میں لانے کا عقیدہ بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے۔

اب یہ بات تو واضح ہو گئی کہ یہ آدم وحوا کے نام پر تاریخ بشر پر مبنی عقیدہ قرآن کا پیش کردہ نہیں ہے مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ عقیدہ ونظریہ آیا کہاں سے؟

اب نہ صرف اس عقیدے ونظریے کی مزید حقیقت قرآن سے ہی کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں بلکہ یہ عقیدہ ونظریہ آیا کہاں سے اس کو بھی بالکل کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں اس کے بعد قرآن سے ہی تاریخ بشر اور تخلیق بشر کو کھول کر واضح کرتے ہیں جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے حق کو غلط ثابت کیسے کیا جا سکتا؟

یہ عقیدہ قرآن کے نزول کے بعد وجود میں نہیں آیا بلکہ یہ عقیدہ قرآن کے نزول سے بہت پہلے سے ہی اپنا وجود رکھتا ہے۔

دیکھیں یہودیوں وعیسائیوں کے ہاں بائبل میں کیا لکھا ہے جسے وہ لوگ توراۃ قرار دیتے ہیں اور خود کو مسلمان کہلوانے والے بھی اسے توراۃ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

بائبل، عہد نامہ قدیم کتاب پیدائش، باب ۲: آدم وحوّا کی تخلیق:

۴: جب خداوند خدا نے زمین اور آسمان کو بنایا تو اس وقت ۵: نہ تو کھیت کی کوئی جھاڑی زمین پر نمودار ہوئی تھی اور نہ ہی کھیت کا کوئی پودا اُگا تھا کیونکہ خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا اور نہ ہی زمین پر انسان ہی تھا جو کاشتکاری کرتا۔ ۶: لیکن زمین سے کُہر اٹھتی تھی جو تمام روئے زمین کو سیراب کرتی تھی۔

۷: خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور آدم ذی روح ہو گیا۔

۸: اور خداوند خدا نے مشرق کی جانب عدن میں ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا۔ ۹: اور خداوند خدا نے زمین سے ہر قسم کا درخت اگایا جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے میں لذیز تھا۔ اس باغ کے بیچ میں زندگی کا درخت اور نیک وبد کی پہچان کا بھی درخت تھا۔ ۱۰: عدن سے ایک دریا نکلتا تھا جو اس باغ کو سیراب کرتا ہوا چار ندیوں میں بٹ جاتا تھا۔ ۱۱: پہلی ندی کا نام فیسون ہے جو حویلہ کی ساری زمین کو جہاں سونا ہوتا ہے گھیرے ہوئے ہے۔ ۱۲: اس زمین کا سونا عمدہ ہوتا ہے اور وہاں موتی اور سنگ سلیمانی بھی ہیں۔ ۱۳: دوسری ندی کا نام جیحون ہے جو کُوش کی ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ ۱۴: تیسری ندی کا نام دجلہ ہے جو اُسور کے مشرق کو جاتی ہے اور چوتھی ندی کا نام فرات ہے۔

۱۵: اور خدا نے آدم کو باغ عدن میں رکھا تا کہ اس کی باغبانی اور نگرانی کرے۔ ۱۶: اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا کہ تُو اس باغ کے کسی بھی درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے۔ ۱۷: لیکن تُو نیک وبد کی پہچان کے درخت کا پھل ہرگز نہ کھانا کیونکہ جب تُو اسے کھائے گا تو یقیناً مر جائے گا۔ ۱۸: خداوند خدا نے کہا: آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں۔ میں ایک مددگار بناؤں گا جو اُس کی مانند ہو۔ ۱۹: تب خداوند نے تمام جنگلی درندے اور ہوا کے سب پرندے مٹی سے بنائے۔ وہ انہیں آدم کے پاس لے آیا تا کہ دیکھے کہ وہ اُن کے کیا نام رکھتا ہے۔ اور آدم نے ہر جاندار مخلوق کو جس نام سے پکارا وہی اس کا نام ٹھہرا۔ ۲۰: اسی طرح آدم نے سبھی چرندوں، ہوا کے پرندوں اور سارے جنگلی درندوں کے نام رکھے۔

لیکن آدم کے لیے اُس کی مانند کوئی مدد گار نہ ملا۔ ۲۱: تب خداوند خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور جب وہ سو رہا تھا تو اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکال لی اور اس کی جگہ گوشت بھر دیا۔ ۲۲: تب خداوند خدا نے اس پسلی سے جسے اُس نے آدم میں سے نکالا تھا، ایک عورت بنائی اور وہ اُسے آدم کے پاس لے آیا۔ ۲۳: آدم نے کہا: اب یہ میری ہڈیوں میں سے ہڈی، اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے وہ ''ناری'' کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی تھی۔ ۲۴: اس لیے مرد اپنے باپ اور ماں کو چھوڑ کر اپنی بیوی سے ملا رہے گا اور وہ ایک تن ہوں گے۔ ۲۵: اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔

بائبل، عہد نامہ قدیم کتاب پیدائش، باب۳: آدم کا گناہ:

۲۰: آدم نے اپنی بیوی کا نام حوّا رکھا اس لیے کہ وہ تمام زندوں کی ماں ہے۔

آپ نے جان لیا کہ تاریخ بشر کے متعلق جو عقیدہ و نظریہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں پایا جاتا ہے وہی عقیدہ و نظریہ یہودیوں اور عیسائیوں میں پایا جاتا ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ عقیدہ و نظریہ بائبل سے اخذ شدہ ہے نہ کہ قرآن سے اخذ کیا۔ جب یہ عقیدہ نہ صرف خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں پایا جاتا ہے بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی پایا جاتا ہے تو ایسا تو کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے کہ یہ عقیدہ یہودیوں وعیسائیوں نے مسلمانوں سے اخذ کیا یا مسلمانوں سے یہ عقیدہ یہودیوں وعیسائیوں میں منتقل ہوا کیونکہ جیسے مسلمان قوم کے ہاں قرآن کی اہمیت وحیثیت ہے ایسے ہی یہودیوں وعیسائیوں کے ہاں بائبل کی اہمیت وحیثیت ہے اور یہ عقیدہ بائبل کا وضع کردہ ہے جسے توارئت کا نام دیا جاتا ہے لیکن بائبل توارئت نہیں ہے۔

آپ پر یہ بات بھی بالکل کھول کر واضح کر دی گئی کہ اللہ اپنا رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کرتا ہے جب وہ لوگ جن میں رسول کو بعث کیا جانا ہوتا ہے ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوتے ہیں کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا حالانکہ ہر کوئی حق کا دعویدار ہوتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. آل عمران ۱۶۴

لَ تم کو سننے اور دیکھنے والا کیا اور جو سنتے اور دیکھتے اسے سمجھنے والا کیا تو اسی لیے کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو تو جب تم اس کو سمجھو گے جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے تو تمہارے سامنے آئے گا قَــــدْ جو کہ طے شدہ ہے جو طے کر دیا گیا یعنی جو قدر میں کر دیا گیا مطلب یہ کہ تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر یہی تمہارے سامنے آ کر رہے گا جو اللہ نے قدر میں کر دیا ہے یعنی ہونا طے کر دیا اور آگے اس کی وضاحت بھی کر دی کہ کیا اللہ نے ہونا قدر میں کر دیا مَنَّ اللّٰـهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ جو اللہ نے طے کر دیا یعنی قدر میں کر دیا وہ یہ ہے کہ اللہ احسان کرتا ہے مومنین پر اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ تب بعث کرتا ہے ان میں انہی سے ایک رسول جب وہ ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے ہوتے ہیں آگے یہ واضح کیا گیا کہ جب رسول بعث کر دیا جاتا ہے رسول آ جاتا ہے تو وہ کیا کرتا ہے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور آگے یہ بات واضح کر دی کہ تب کب اللہ رسول بعث کرتا ہے کب اللہ نے رسول کو بعث کرنا قدر میں کر دیا کہ جب وہ وقت آئے گا تو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اللہ رسول کو بعث کر کے ہی رہے گا یعنی کب اللہ نے رسول بعث کر کے مومنین پر احسان کرنا قدر میں کر دیا وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور اگر قدر میں جو ہونا کر دیا گیا جو طے کر دیا گیا وہ ہو رہا ہے اس سے پہلے یعنی رسول کی بعثت سے پہلے ان کا یعنی امیّن کا جن میں رسول بعث کیا جانا ہے ضلالٍ مبینٍ میں ہونا جب وہ ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے ہوتے ہیں تو اللہ ان میں انہی سے رسول بعث کر کے احسان عظیم کرتا ہے یہ اللہ نے قدر میں کر دیا۔

اللہ نے اس آیت میں اپنا قانون کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے یہ ہونا قدر میں کر دیا کہ جب جب امیّین ضلالِ مبینٍ میں ہوں گے یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوں گے تب تب اللہ نے ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کر کے مومنین پر احسان کرتا ہے۔ جب ضلالِ مبینٍ ہوتی ہیں یعنی ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہوتی ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی اور اگر اس وقت مومنین موجود ہوں یعنی ایسے جو اللہ سے ہدایت کے لیے گڑگڑا رہے ہوں ہدایت کے لیے تڑپ رہے ہوں تو اللہ ایسی صورت میں اپنا رسول بعث کر کے ان پر احسان کرتا ہے کہ رسول آ کر ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے اور رسول کہیں آسمانوں سے نہیں آتا بلکہ انہی میں سے کھڑا کیا جانا قدر میں کر دیا۔

رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کیا جاتا ہے جب اس سے پہلے وہ لوگ جن میں رسول بعث کیا جا رہا ہے وہ ضلالِ مبینٍ میں ہوں وہ ہر لحاظ سے فرقوں گروہوں میں تقسیم ہوں نور کی ایک کرن بھی نہ ہو کسی کو بھی علم نہ ہو کہ حق کیا ہے اس کے باوجود ہر فرقے ہر گروہ کا یہی دعویٰ ہو کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہیں باقی سب کے سب باطل پر ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی بھی حق پر ہونا تو دور کی بات کسی کو بھی حق کا علم ہی نہ ہو جب ایسی حالت ہوتی ہے تب رسول بعث کیا جاتا ہے اور جب رسول آتا ہے تو چونکہ اس سے پہلے جو کچھ بھی دین کے نام پر جو کہ گزشتہ رسول سے منسوب کر کے کیا جا رہا ہوتا ہے وہ سب کا سب گمراہیاں ہوتی ہیں باطل ہوتا ہے اس لیے رسول ان میں سے کسی ایک بات کی بھی تائید و تصدیق نہیں کرتا بلکہ رسول پہلے سے موجود دین کے نام پر خرافات و جہالت کا رد کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس حق سامنے لاتا ہے جو کہ ہر ایک کے لیے ایک نیا دین ہوتا ہے حالانکہ نیا دین نہیں ہوتا دین وہی ہوتا ہے جو روزِ اول سے چلا آ رہا ہے جس کی ہر رسول نے آ کر دعوت دی کھول کھول کر واضح کیا لیکن نیا اس وجہ سے لگتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت سے پہلے جو کچھ بھی دین کے نام پر موجود ہوتا ہے وہ سب کا سب گمراہیاں ہوتی ہیں سب کا سب بے بنیاد و باطل ہوتا ہے کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا۔

اگر حق کی ایک کرن بھی موجود ہو تو اللہ رسول بعث نہیں کرتا کیونکہ اللہ نے رسول کی بعثت قدر میں کی ہی تب ہے جب رسول کی بعثت سے پہلے لوگ ضلالِ مبینٍ یعنی ہر لحاظ سے مکمل طور پر سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوں کسی ایک کو بھی حق کا علم نہ ہو یہاں تک کہ نور کی حق کی ایک کرن بھی نہ ہو۔

بالکل ایسے ہی جب محمد رسول اللہ کو بعث کیا گیا تو تب ہی بعث کیا گیا جب ان کی بعثت سے قبل لوگ ضلالِ مبینٍ میں تھے اور محمد نے آ کر ان کے کسی ایک بھی عقیدے و نظریے کی تائید و تصدیق نہیں کی نہ ہی رسول اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ وہ پہلے سے موجود عقائد و نظریات کی تائید و تصدیق کرے بلکہ رسول بعث ہی تب کیا جاتا ہے جب کسی کو بھی حق کی رائی کا بھی علم نہیں ہوتا تو پھر رسول کی بعثت سے پہلے جو کچھ بھی ہو رہا ہوتا ہے جو جو عقائد و نظریات پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب بے بنیاد و باطل ہوتے ہیں اور رسول ان کو بے بنیاد و باطل ثابت کرتے ہوئے ان کے برعکس حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے اور بالکل یہی محمد رسول اللہ نے بھی کیا۔

قرآن میں اللہ نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ جب بھی رسول بعث کیا جاتا ہے تو سوائے چند انگلیوں پر گنی جانے والی تعداد کے کوئی بھی ایمان نہیں لاتا یعنی رسول کی دعوت کو تسلیم نہیں کرتا اکثریت نہ صرف رسول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے حق کا کفر کر دیتی ہے بلکہ رسول کیساتھ دشمنی کرتی ہے اور دشمنی میں جس حد تک جا سکتے ہیں جاتے ہیں۔ رسول کیساتھ دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتے لیکن بعد میں جب اللہ کا ہاتھ حرکت میں آتا ہے یعنی جب زبان اپنا کام مکمل کر لیتی ہے اور ڈنڈا حرکت میں آتا ہے تو ہر کوئی موت کے ڈر سے مان جاتا ہے لیکن پھر بھی کوئی بھی دل سے نہیں مانتا بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے محض زبان سے ماننے کا اقرار کرتے ہیں اور تب تک ہی اس پر قائم رہتے ہیں جب تک ڈنڈا ان کے سر پر رہے۔

اللہ کا قانون ہے کہ اللہ نے ہر شئے سے جوڑا خلق کیا رسول کو جب بعث کیا جاتا ہے تو اس کی بعثت سے لیکر اس کی موت تک کی مدت جو کہ ایک یوم کہلاتی ہے اللہ نے اس کا جوڑا بنا دیا بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے نزدیک یوم کا اللہ نے جوڑا رات اور دن بنا دیا۔ رسول جب بعث کیا جاتا ہے تب ظلمات ہوتی ہیں یعنی رسول

کی بعثت کی مدت کو جو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے پہلا حصہ لیل پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرا حصہ نہار پر۔ پہلے حصے میں جو کہ لیل ہوتی ہے یعنی ظلمات ہوتی ہیں اس قدر جہالت ہوتی ہے گمراہیاں ہوتی ہیں کہ کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا رسول دعوت دیتا ہے رسول اللہ کی طرف سے آیا ہوا نور ہوتا ہے وہ حق اس قدر کھول کھول کر رکھ دیتا ہے کہ ظلمات مٹ جاتی ہیں حق و باطل کھل کر واضح ہو جاتا ہے حق و باطل کی پہچان کھل کر واضح ہو جاتی ہے لیکن اس مرحلے میں ایمان لانے والوں کی تعداد یعنی رسول کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کی تعداد انتہائی کم ہوتی ہے جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے اکثریت انکار کر دیتی ہے اس کے بعد یوم کا دوسرا حصہ یعنی دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے جس میں زبان کی بجائے ہاتھ اپنا کام کرتے ہیں رسول اللہ کی زبان ہوتا ہے زبان کا کام ہوتا ہے کہ پیغام کو کھول کھول کر پہنچا دے جب زبان اپنا کام کر چکے اور سامنے والے نہ مانیں تو پھر وجود میں صرف زبان ہی نہیں ہوتی بلکہ وجود میں باقی اعضاء جن میں ہاتھ بھی ہوتے ہیں یوں جو زبان سے نہیں مانتے انہیں منوانے کے لیے ہاتھ حرکت میں آتے ہیں اللہ کے ہاتھ حرکت میں آتے ہیں تو موت کے ڈر سے ہر کوئی مان جاتا ہے کیونکہ تب ماننا مجبوری بن جاتا ہے۔

اسے مزید ایک مثال سے سمجھ لیں! مثال کے طور پر اگر آپ کیساتھ کوئی دشمنی کر رہا ہو تو آپ کیا کریں گے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ سب سے پہلے تو آپ صبر کریں گے یعنی آپ برداشت کریں گے کہ ہو سکتا ہے وہ خود ہی باز آ جائے دشمنی ترک کر دے اسے سمجھ آ جائے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو ظاہر ہے برداشت کی ایک حد ہوتی ہے جب صبر یعنی برداشت کی حد ختم ہو جاتی ہے تو پھر پہلے زبان سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ جو تم کر رہے ہو یہ ٹھیک نہیں کر رہے یہ تم مجھے نقصان پہنچا رہے ہو میرے ساتھ دشمنی کر رہے ہو لہٰذا باز آ جاؤ۔ اب اگر وہ باز آ جائے تو ٹھیک لیکن اگر وہ باز نہیں آتا وہ اپنی روش پر قائم ہی رہتا ہے وہ دشمنی ہی پر ڈٹا رہتا ہے اس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ اس سے قوت میں بہت بڑھ کر ہیں تو کیا آپ خاموش بیٹھ جائیں گے؟ کیا آپ نے اس لیے اس پر واضح کیا کہ تُو دشمنی کر رہا ہے باز آ جا اگر نہیں بھی باز آتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا دشمنی کرتا رہ یا پھر آپ نے اگر اسے زبان سے روکا تو اسی لیے کیونکہ اب برداشت سے باہر ہو چکا ہے اب مزید صبر نہیں کر سکتے ایک بار زبان سے سمجھایا جائے گا مانتا ہے تو ٹھیک اور اگر نہیں مانتا تو پھر اسے زبان سے نہیں بلکہ ہاتھوں سے یعنی ڈنڈے سے روکا جائے گا ڈنڈے سے اپنی بات منوائی جائے گی پھر دیکھیں گے کہ کیسے نہیں دشمنی ترک کرتا۔

اور آپ اسے پہلے زبان سے اس لیے منع کریں گے کیونکہ آپ ظالم نہیں ہیں اگر آپ پہلے ہی سیدھا ڈنڈا اٹھا لیتے یعنی قوت سے روکتے ہاتھوں کا استعمال کرتے تو وہ آگے سے آپ پر حجت کر سکتا تھا کہ آخر کم از کم ایک بار زبان سے کہہ کر تو دیکھ لیا ہوتا میں باز آ جاتا اور اگر اس کے باوجود بھی باز نہ آتا تو ڈنڈا تو تھا ہی لیکن تم نے زبان سے منع نہ کیا سیدھا ڈنڈے کا استعمال کیا جو کہ ظلم ہے۔

بالکل ایسے ہی جب کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے ایک ہی وجود ہے جو کہ اللہ ہے کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں اور اگر کوئی دوسرا وجود ہونے کا دعویدار بنے گا تو اللہ اسے برداشت نہیں کرے گا۔ اللہ صرف اور صرف تب رسول بعث کرتا ہے جب اس سے پہلے لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں اب آپ کو یہ بھی سمجھ آ جائے گی کہ اللہ ایسا کیوں کرتا ہے اللہ نے تب ہی رسول بعث کرنا قدر میں کیوں کیا۔ کیونکہ جب آپ پر واضح ہو گیا کہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے تو جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں چلے جائیں کسی کو بھی علم نہیں ہوتا کہ اللہ کیا ہے کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا تو لوگ اپنی خواہشات کی اتباع میں اللہ کیساتھ دشمنی میں آخری حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ جب گمراہیوں کی ابتداء ہوتی ہے تو لوگ اللہ کیساتھ دشمنی کرتے ہیں فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اللہ صبر کرتا ہے تب تک جب تک صبر کیا جا سکتا ہے اور جب ضلالٍ مبینٍ آ جائیں یعنی سو فیصد گمراہیاں نور کی حق کی ایک کرن بھی نہیں رہی تو ہر کوئی اللہ کیساتھ دشمنی کر رہا ہوتا ہے اور اب چونکہ حق کا کسی کو بھی علم نہیں تو ظاہر ہے یہ لوگ دن بہ دن دشمنی میں آگے ہی بڑھیں گے اس لیے اب برداشت سے باہر ہو گیا ان کو روکنا لازم ہو گیا۔ تب اللہ سب سے پہلے زبان سے حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے۔ انسان چونکہ بشر

ہیں تو ان میں جو امیّن ہوتے ہیں ان میں انہی سے انہی کی زبان میں اللہ اپنا رسول بعث کرتا ہے جو اللہ کے وجود میں اللہ کی زبان ہوتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے اس بشری وجود میں آپ کی زبان ہے جس کا کام ہے اپنے وجود کی ترجمانی کرنا جب زبان کچھ بھی بول رہی ہوتی ہے تو وہ زبان نہیں بلکہ وجود بول رہا ہوتا ہے زبان تو محض ایک آلہ ہے وجود میں ایک عضو۔ بالکل ایسے ہی رسول اللہ کی زبان ہوتا ہے وہ بظاہر تو ایک بشر ہوتا ہے لیکن وہ نہ صرف ظاہر میں بھی اللہ ہی کا وجود ہوتا ہے جیسے آپ کے وجود میں آپ کی زبان بلکہ باطن میں اللہ بول رہا ہوتا ہے وہ انسان نہیں بول رہا ہوتا بلکہ اللہ کلام کر رہا ہوتا ہے اس بشر رسول کی صورت میں۔ یوں اللہ اپنے بشر رسول کے ذریعے انسانوں سے کلام کرتا ہے ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ دیکھو یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ میرے ساتھ یعنی اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہو لہذا اس دشمنی کو ترک کر دو اس دشمنی سے باز آ جاؤ اسی میں تمہارے لیے خیر ہے۔

اور پھر جب انسان اللہ کی بات نہیں مانتے اور اللہ کیساتھ دشمنی کرنا ترک نہیں کرتے اللہ کے شریک ہی بنے رہنے پر ڈٹے رہتے ہیں تو پھر ظاہر ہے زبان کا کام تھا پیغام پہنچانا وجود کی ترجمانی کرنا جب زبان اپنا کام مکمل کر لے تو وجود میں صرف زبان ہی نہیں ہوتی بلکہ ہاتھ اور لاتیں بھی ہوتی ہیں۔ اللہ نے اگر اپنے ساتھ دشمنی نہ کرنے کے لیے زبان سے کہا تو اس لیے نہیں کہ باز آ جاؤ تو ٹھیک اور نہ بھی جاز آ ؤ تب بھی کوئی بات نہیں لگے رہو ہم برداشت کرتے رہیں گے کہ فضول میں زبان کو حرکت میں لایا گیا نہیں بلکہ اگر زبان سے منع کیا جا رہا ہے تو صرف اور صرف اسی لیے کہ اب برداشت سے باہر ہو گیا جتنا برداشت کیا جا سکتا تھا برداشت کر لیا اب بہتری اسی میں ہے کہ مان جاؤ اور میرے ساتھ دشمنی ترک کر دو ورنہ اگر زبان سے نہیں مانتے تو جیسے ہی زبان اپنا کام کر لیتی ہے ہاتھ حرکت میں آ جائیں گے تب دیکھیں گے کہ کون ہے جو نہیں مانتا لیکن تب ہر کوئی مان جاتا ہے ظاہر ہے اللہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ مگر وہ ماننا کوئی نفع نہیں دیتا۔

ایسے ہی نہ صرف آج اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعث کیا جو کہ اللہ کی زبان ہے حق کھول کھول کر سامنے رکھ رہا ہے اور احمد عیسیٰ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل امیّن ضلالٍ مبینٍ میں تھے اور پھر آج اللہ کے رسول کا کذب ہی کیا جا رہا ہے انتہائی تھوڑے ہیں جو حق کو تسلیم کر رہے ہیں اکثریت کفر ہی کر رہی ہے بالکل ایسے ہی محمد رسول اللہ کو بھی بعث کیا گیا جب محمد کو بعث کیا گیا تو انتہائی تھوڑے تھے جنہوں نے محمد کی دعوت کو تسلیم کیا اکثریت نے کفر کر دیا اور پھر جب پہلا مرحلہ مکمل ہوا جس میں زبان اپنا کام کرتی ہے تو دوسرا مرحلہ شروع ہوا جس میں زبان کی جگہ ہاتھ اپنا کام کرتے ہیں یعنی ڈنڈا برسایا جاتا ہے تو جب کذب کرنے والے ڈنڈا برستا دیکھتے ہیں تو ڈنڈے کے ڈر سے ہر کوئی زبان سے ماننے کا اقرار کرتا ہے لیکن تب بھی دل سے نہیں مانتے بلکہ صرف ڈنڈے کے ڈر سے محض زبان سے ماننے کا اقرار کرتے ہیں اور تب تک ہی مانتے ہیں جب تک کہ ڈنڈا ان کے سر پر ہوتا ہے جب تک ڈنڈے کا ڈر نہیں ہوتا ہے اور جیسے ہی ڈنڈے کا خوف ختم ہو جائے تو وہ پھر وہی کرنا شروع ہو جاتے ہیں جو رسول کی بعثت سے پہلے وہ کر رہے تھے۔

آج سے چودہ صدیاں قبل جب محمد اللہ کے رسول نے حق کھول کھول کر واضح کر دیا تو انگلیوں پر گنے جانے والے چند کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا اور اکثریت نے کفر کر دیا اور پھر جب بعد میں اللہ کا ہاتھ حرکت میں آیا مومنوں کی جماعت کی صورت میں تو ہر کوئی ماننے پر مجبور ہو گیا لیکن تب بھی ان لوگوں نے دل سے کچھ بھی تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ دل میں ان کے وہی پرانے عقائد ونظریات تھے اور اسی کا اللہ نے قرآن میں بھی ذکر کر دیا۔

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ. الحجرات ۱۴

جو اعراب ہیں انہوں نے کہا ہم نے تیری دعوت کو دل سے تسلیم کر لیا، انہیں کہہ نہیں تم میری دعوت کو دل سے بالکل تسلیم نہیں کر رہے تمہارا کردار واضح کر رہا ہے کہ تم اسلام لائے ہو یعنی تم ڈنڈے کے ڈر سے موت کے ڈر سے محض زبان سے ماننے کا اقرار کر رہے اور جو کہ ایمان ہے یعنی دل سے تسلیم کرنا ہے وہ تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔

یعنی محمد رسول اللہ نے جب تک زبان سے دعوت دی حق کھول کھول کر رکھ دیا تو کوئی ایمان نہ لایا کسی نے محمد کی دعوت کو تسلیم نہ کیا بلکہ الٹا دشمنی کی اور دشمنی میں جس حد تک جا سکتے تھے گئے اور پھر جب ڈنڈا حرکت میں آیا تو موت کے ڈر سے ڈنڈے کے ڈر سے سب کے سب نے ماننے کا اقرار کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ ہم موت کے یعنی ڈنڈے کے ڈر سے نہیں مان رہے بلکہ ہم تو دل سے مان رہے ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں تھی کیونکہ دل سے اگر ماننا ہوتا تو ڈنڈا برسنے سے پہلے مانتے، کیا اللہ کو نہیں علم کہ کب ڈنڈا اٹھانا ہے؟ ابھی ایسے موجود ہیں جو زبان سے مان جائیں اور اللہ ان کے ماننے کا انتظار کیے بغیر ہی ڈنڈا اٹھا لے کیا اللہ ظالم ہے؟ نہیں بالکل نہیں اس لیے وہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے بلکہ انہوں نے تو محض ڈنڈے کے ڈر سے سرنڈر کیا تھا کیونکہ انہیں علم تھا اب بھی اگر نہ مانے تو مارے جائیں گے اس لیے موت کے ڈر سے انہوں نے زبان سے ماننے کا اقرار کرنا شروع کر دیا اور اپنی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہم موت کے ڈر سے نہیں بلکہ دل سے مان رہے ہیں جو کہ بالکل غلط اور جھوٹ تھا۔

اس وقت محمد اللہ کے رسول نے ہر موضوع کو کھول کھول کر رکھ دیا تھا اللہ کیا ہے کھول کھول کر رکھ دیا لیکن کسی نے دل سے تسلیم نہ کیا سوائے انتہائی قلیل تعداد کے، ایسے ہی ہر موضوع کیساتھ ساتھ یہ بھی کھول کر واضح کر دیا تھا کہ تاریخ بشر کیا ہے یہ بشر یعنی تم کن کن مراحل سے گزرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو اور تمہیں کیسے خلق کیا جا رہا ہے۔ یعنی بشر کی تخلیق سمیت اس کی تاریخ سے متعلق جو بھی حق تھا اسے کھول کھول کر رکھ دیا لیکن کوئی بھی نہ مانا سوائے انتہائی قلیل تعداد کے اور الٹا یہی کہتے رہے کہ کیا تُو اکیلا سچا ہے باقی سب جاہل ہیں گمراہ ہیں؟ کیا تجھ اکیلے کو دین سمجھ آیا ہمارے آباؤاجداد کیا گمراہ تھے؟ نہیں بلکہ تُو اکیلا گمراہ ہے پاگل ہے، مجنون ہے، تیری طرف شیطان وحی کر رہا ہے یہ شیطان کا کلام ہے یعنی تُو چاہتا ہے کہ ہمیں اس دین سے ہٹا دے جس پر ہم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا اور ہم کسی بھی صورت تیری دعوت کو نہیں مانیں گے کیونکہ اگر تیری دعوت کو حق مان لیا تو اس کا مطلب کہ ہمارے آباؤاجداد گمراہ تھے نہیں وہ گمراہ نہیں تھے بلکہ تُو گمراہ ہے تُو ایک نیا دین لایا ہے اس لیے ہم تیری بات ہرگز نہیں مانیں گے۔

ہم اپنے آباؤاجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد و نظریات کو ہرگز ترک نہیں کریں گے، ہم اسے ہرگز ترک نہیں کریں گے جو تواتر کیساتھ چلا آ رہا ہے یوں اس وقت اکثریت نے کفر کر دیا اور پھر اس دور میں ان حقائق کو تسلیم کرنا کتنا مشکل تھا اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا لیں کہ آج جب انسان سب اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا دیکھ رہا ہے سب اس کی آنکھوں کے سامنے ہے تو نہیں مان رہا، خود کو ترقی یافتہ سمجھنے اور کہلوانے کے باوجود بھی نہیں مان رہا تو وہ لوگ کیسے مان لیتے جب کہ ان حقائق کو مان لینا بہت بڑا چیلنج تھا؟

اس لیے تب وہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے اور پھر تب ہی یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے جو کہا جو کہ آج کی تاریخ ہے اسے بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ. فصلت ۵۳

آج سے چودہ صدیاں قبل جب اللہ نے اپنے رسول محمد کے ذریعے حق کھول کھول کر واضح کر دیا بشر کی تاریخ، بشر کی تخلیق سمیت سب کچھ کھول کھول کر رکھ دیا اور ان لوگوں نے نہ مانا تب اللہ نے کہا تھا کہ آگے چل کر مستقبل میں دیکھیں گے وہ ہماری آیات ان مقامات میں جو آج ناقابل رسائی مقامات ہیں یعنی اس وقت چودہ صدیاں قبل جو ناقابل رسائی مقامات تھے ان میں اور ان کی اپنی ہی ذات میں یہاں تک کہ کھل کر واضح ہو جائے گا جو ان کو بتایا گیا جو ان پر کھول کھول کر واضح کیا گیا کہ اس میں کچھ شک نہیں یہی حق ہے نہ کہ وہ حق ہے جو نسل در نسل چلا آ رہا ہے جس پر یہ ڈٹے ہوئے ہیں۔

محمد کو جب بعث کیا گیا اور محمد رسول اللہ نے حق کھول کھول کر واضح کر دیا کہ رات اور دن کیسے آ جا رہے ہیں، اللہ کیا ہے، تمہیں کیسے خلق کیا گیا سمیت ہر موضوع کو کھول کھول کر رکھ دیا تو کوئی نہ مانا سوائے چند کے تو تب کہا گیا تھا کہ آگے مستقبل میں جو کہ آج کے بارے میں کہا گیا تھا کہ تب وہ لوگ جو اس وقت موجود ہوں

گے جو کہ تم ہی ہو گے تمہاری نسلوں کی صورت میں وہ آفاق میں ہماری آیات دیکھیں گے یعنی جو محمد کی بعثت کے وقت ناقابل رسائی مقامات تھے ان مقامات تک رسائی حاصل ہو جائے گی خلاؤں میں جائیں گے خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ رات اور دن کیسے ہو رہے ہیں تب سب خود ہی مان جائیں گے جو محمد کے وقت محمد کے ذریعے کہا گیا جو کہ حق ہے لیکن کسی نے نہ مانا، ایسے ہی تمہیں کیسے خلق کیا گیا تاریخ بشر یعنی تمہاری تاریخ کیا ہے وہ سب بھی سامنے آجائے گا تب مان جاؤ گے کہ ہاں یہی حق ہے۔

اب جب کہ یہ بات واضح ہو چکی کہ آج سے چودہ صدیاں قبل کسی نے اس حق کو تسلیم نہیں کیا تھا اور الٹا اسی پر ڈٹے رہے جو نسل در نسل چلا آرہا تھا تو پھر ظاہر ہے تاریخ بشر کے بارے میں جو کہانی بائبل میں موجود ہے جو کہ نہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ ہے بلکہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا بھی وہی عقیدہ ہے یہ وہ لوگ تھے جن کے آباؤ اجداد ایمان نہیں لائے تھے بلکہ بعد میں موت کے ڈر سے اسلام لائے یعنی سرنڈر کر دیا زبان سے ماننے کا اقرار کر لیا تا کہ جان بچ جائے یوں دل میں عقائد و نظریات وہی تھے جو نسل در نسل چلے آرہے تھے لیکن اوپر سے مسلم کا لیبل لگ گیا یوں جب تک ڈنڈا سر پر رہا فطرت کے آگے سرنڈر رہے لیکن دل میں عقائد و نظریات وہی تھے اور جب ڈنڈے کا خوف ختم ہو گیا تب تک کچھ نسلیں پیدا ہی مسلم لیبل کیساتھ ہوئیں اب کہلاتے تو مسلم رہے مسلم سے مسلمان لیکن عقائد و نظریات تمام کے تمام وہی پرانے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین مکہ والے تھے کیونکہ حقیقت میں تو یہ وہی لوگ تھے بس جان بچانے کے لیے زبان سے اقرار کیا تھا خود کو اسلامی ریاست کے آگے سرنڈر کر دیا تھا اور پھر بعد میں جب ڈنڈے کا خوف ختم ہو گیا اقتدار انہی کے جیسوں کو منتقل ہو گیا تو ان لوگوں نے انہیں پرانے عقائد و نظریات کا اسلام کے نام پر پرچار کرنا شروع کر دیا جو آج تک اسلام کے نام پر چلے آرہے ہیں۔

جس سے اب آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ آدم وحوا کے نام پر مسلمان قوم میں پایا جانے والا عقیدہ سو فیصد خالص بائبل کا عقیدہ ہے جو پہلے بنی اسرائیل میں پایا جاتا تھا اور جب عیسیٰ ابن مریم نے آکر کھول کھول کر واضح کیا تو عیسیٰ ابن مریم کا بھی کفر کیا گیا لیکن بعد میں جب ڈنڈا حرکت میں آیا تو ڈنڈے کے ڈر سے انہیں سرنڈر کرنا پڑا لیکن دل میں وہی عقائد و نظریات تھے یوں بعد میں جب ڈنڈے کا خوف ہٹ گیا ان کے اپنے جیسوں کے ہی ہاتھ میں اقتدار آ گیا تو یہودیت ہی عیسائیت کی صورت میں غالب آ گئی یعنی پھر انہوں نے اپنے انہی عقائد و نظریات کا پرچار کرنا شروع کر دیا جو نسل در نسل چلے آرہے تھے یوں پھر جب محمد کو بعث کیا گیا تو پھر وہی ہوا کہ دل سے تو کسی نے تسلیم نہ کیا لیکن جب ڈنڈا حرکت میں آیا تو ڈنڈے کے ڈر سے ہر کوئی مان گیا لیکن وہ ماننا دل سے ماننا نہیں بلکہ محض ڈنڈے کے ڈر سے زبان سے ماننے کا اقرار کیا گیا عقائد و نظریات وہی رہے اور بعد میں جب ان کے اپنے جیسوں کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا تو وہی یہودیت و عیسائیت اور مشرکین مکہ کا دین اسلام کے نام پر ظاہر ہو گیا جو آج تک چلا آرہا ہے۔

یہاں تک آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ تاریخ بشر سے متعلق جو کچھ بھی مسلمانوں میں پایا جاتا ہے وہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے اس حق کا دنیا کی کوئی طاقت رد نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی اس کا انکار کر سکتا ہے ہر کسی کو ماننا ہو گا حسب سابق یا تو دل سے اپنی مرضی سے یا پھر بعد میں ڈنڈے سے۔

اب آتے ہیں تخلیق اور تاریخ بشر کی طرف کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر مسلمانوں میں پایا جانے والا عقیدہ یہودیوں و عیسائیوں والا عقیدہ ہے اور قرآن میں اس کا کہیں ذکر نہیں بلکہ الٹا قرآن اس کو رد کرتا ہے اسے باطل ثابت کرتا ہے تو پھر قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے اسے قرآن سے ہی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں اور یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ آج تک جو تراجم و تفاسیر کے نام پر اس عقیدے کو قرآن سے منسوب کیا گیا اس کی حقیقت کیا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ یہ قرآن آخر ہے کیا؟ کیونکہ جب تک آپ کو قرآن کے بارے میں صحیح علم نہیں ہو گا تب تک آپ حق کو نہیں پہچان سکتے بلکہ الٹا کسی کے لیے بھی آپ کو گمراہ کرنا آسان ہو گا۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۔ الزمر ۲۳

اس آیت میں اللہ نے یہ بات واضح کر دی کہ اللہ نے احسن الحدیثِ اتاری تھی یعنی اللہ نے جو اتارا تھا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور پھر نہ صرف وہ احسن الحدیثِ ہے بلکہ کتاباً یعنی ایک ہی کتاب، متشابہاً یعنی وہ ایسا ہے کہ سامنے تو سب کے ہے ہر کوئی اسے دیکھ رہا ہے سن اور پڑھ رہا ہے لیکن حقیقت وہ نہیں جو سامنے نظر آ رہا ہے بلکہ حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اللہ کے علاوہ کسی کے پاس اس کا علم نہیں ہے پھر وہ مثانی بھی ہے یعنی اس میں ایسا ربط قائم ہے جیسے کہ ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین وغیرہ جیسے جسم میں ہر عضو کا دوسرے کیساتھ ربط ہوتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے پاس جو ہے وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے کوئی اللہ کہتا ہے، کوئی وشنو، کوئی برہما، کوئی دی اوس، کوئی ایل، کوئی ایشور اور کوئی گاڈ وغیرہ کہتا ہے اور ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ جو ہمارے پاس ہے وہ اسی ذات کا اتارا ہوا ہے۔ اور جب ان سب کو ان شرائط پر پرکھا جائے تو سوائے اپنے اصل متن عربی کیساتھ قرآن کے کوئی بھی ان شرائط پر پورا نہیں اترتا جس سے یہ بات کھل کر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ قرآن اللہ نے اتارا تھا یہ اللہ کا اتارا ہوا ثابت ہو جاتا ہے یہاں تک کہ قرآن کے نام پر کوئی ایک بھی ترجمہ و تفسیر بھی اللہ کا اتارا ہوا ثابت نہیں ہوتا۔

اللہ نے اسی قرآن میں کہا اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ یعنی اللہ نے جو اتارا وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے لیکن جب قرآن کو کھول کر دیکھا جائے تو قرآن اپنے نزول سے قبل کے واقعات سے بھرا پڑا ہے مثلاً جن رسولوں کا ذکر کیا گیا جیسا کہ نوح، عاد، ھود، ثمود، صالح، مدین، شعیب، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ وعیسیٰ ابن مریم وغیرہ ہر کوئی جانتا ہے کہ سب کے سب اس قرآن سے پہلے گزر چکے ایسے ہی قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم مدین، قوم لوط، آل فرعون وامت بنی اسرائیل وغیرہ بھی سب کے سب اس قرآن کے نزول سے پہلے ہی گزر چکے جس سے بظاہر یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ قرآن اپنے دعوے میں غلط ہے یعنی ایک طرف قرآن کہہ رہا ہے کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اور دوسری طرف جب قرآن کو کھول کر دیکھا جائے تو قرآن ماضی کے واقعات سے بھرا پڑا ہے یعنی قرآن میں تو اس کے نزول کے بعد کی بجائے ماضی کی تاریخ ہے۔

اب اگر یہ بات سچ ثابت ہو جائے تو قرآن اپنے ہی دعوے کی بنیاد پر غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن خود کہتا ہے کہ اگر تم اس میں اختلاف پاؤ تو یہ اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ہے۔ اب بظاہر تو قرآن میں اختلاف نظر آ رہا ہے لیکن یہاں یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ قرآن کو اللہ نے متشابہاً بھی کہا ہے یعنی یہ سامنے تو سب کے ہے لیکن علم اللہ نے چھپا دیا اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کے پاس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسی قرآن میں یہ کہا کہ اس قرآن کو بیّن کرنا یعنی کھول کر واضح کرنا کہ کہاں کیا کہا ہے یہ صرف اور صرف اللہ پر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا اور ظاہر ہے جب قرآن متشابہاً ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے تو سب کے ہے لیکن علم اللہ نے چھپا دیا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تو پھر اللہ کے علاوہ کون ہے جو قرآن کو کھول سکے قرآن کا علم سامنے لا سکے؟ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس بات کو کبھی بھی نہیں بھولنا اور اگر بظاہر اختلاف سامنے آتا ہے تو ایسا نہیں کہ آنکھیں بند کر کے اسے اختلاف ہی سمجھ لینا ہے کیونکہ اختلاف دو ہی صورتوں میں سامنے آتا ہے پہلی صورت کسی بات، کسی نکتے یا پہلو کا چھپے رہ جانا جس وجہ سے اصل نتیجے تک نہ پہنچنا اور دوسری صورت کہ واقعتاً اختلاف ہونا یعنی شئے کا غلط ہونا باطل ہونا۔

قرآن کے لیے دوسری صورت تو ممکن ہی نہیں ہاں البتہ پہلی صورت نہ صرف ممکن ہے بلکہ وہی ہے کیونکہ جب قرآن ہے ہی متشابہاً تو پھر ظاہر ہے جب تک اللہ قرآن کو بیّن نہیں کرتا یعنی کھول کر واضح نہیں کرتا کوئی بھی اصل نتیجے تک نہیں پہنچ سکے گا بلکہ جگہ جگہ اسے اختلاف کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔

قرآن میں اختلاف نہیں ہے یعنی قرآن جب کہہ رہا ہے کہ وہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے تو پھر حق یہی ہے اور جو اس کے برعکس بظاہر قرآن اپنے نزول سے پہلے کی تاریخ نظر آ رہا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اسی قرآن میں بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ اس قرآن میں نہ

صرف وہ سب کا سب موجود ہے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے اس واقعے کا ذکر ہے تاریخ ہے جو بھی اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک انسانوں کو پیش آنا ہے یا ہونا ہے بلکہ اللہ نے وہ سب کا سب الاولین کی مثلوں سے اتارا۔ یعنی اس قرآن میں جو ماضی کی اقوام کا ذکر ملتا ہے وہ ان کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی مثلوں سے بعد والوں کا ذکر ہے بعد والوں کی تاریخ ہے اور اسی کا ذکر بھی اللہ نے قرآن میں کر دیا کہ الاولین یعنی جو اس قرآن کے نزول سے پہلے اس دنیا میں آباد تھے انہیں نہ صرف گزرا ہوا کر دیا بلکہ مثل کر دیا بعد والوں کے لیے جس سے یہ بات کھول کر واضح کر دی گئی کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی الاولین کا ذکر ملتا ہے وہ ان کی تاریخ نہیں ہے ان کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی صورت میں قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے لوگوں کا ذکر ہے ان کی تاریخ ہے اور پھر اللہ نے قرآن میں یہ بھی واضح کر دیا قرآن کی آیات اس وقت تک بیّن نہیں ہوں گی قرآن اس وقت تک بیّن نہیں ہوگا جب تک کہ جس جس واقعے کی تاریخ ہے وہ رونما نہیں ہو جاتا جب جب جیسے جیسے کوئی واقعہ رونما ہوگا تو اس وقت جو لوگ موجود ہوں گے قرآن کی اس واقعہ کی تاریخ پر مبنی آیات یاد دلا دیں گی کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے قبل اس قرآن کے نزول کے وقت ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی یوں اس واقعے پر مبنی آیات کھل کر واضح ہو جائیں گی اور کوئی بھی آیت اس وقت تک نہیں کھلے گی جب تک کہ وہ واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوتا جس کی وہ آیت تاریخ ہے۔
اب اگر آپ قرآن میں کہیں بھی یہ کہتے ہیں کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے وہی حقیقت ہے تو اس کا مطلب بالکل کھل کر واضح ہے کہ آپ نہ صرف قرآن کے احسن الحدیث ہونے کا کفر کر رہے ہیں بلکہ قرآن کے متشابہاً ہونے کا بھی کفر کر رہے ہیں اس کے علاوہ آپ قرآن میں آیات ہونے کا بھی کفر کر رہے ہیں اور آپ کا دعویٰ ہوگا کہ قرآن میں مثلیں نہیں بلکہ اساطیر الاولین ہیں۔

یہ بات واضح کرنے کا مقصد ہی یہی تھا تا کہ آپ جان لیں کہ جب قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اس میں آیات ہیں اور کوئی بھی آیت اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ نہیں ہو جاتا جس واقعے کی وہ آیت تاریخ ہے تو پھر کوئی بھی قرآن کی تفسیر کیسے کر سکتا ہے؟ جب قرآن ہے ہی متشابہاً تو پھر کوئی بھی قرآن کا ترجمہ کیسے کر سکتا ہے؟ اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن کیسے کر سکتا ہے؟

نہ تو کوئی بھی انسان قرآن کو بیّن کر سکتا ہے یعنی قرآن کی تفسیر کر سکتا ہے اور نہ ہی قرآن کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی بھی انسان ایسا کرتا ہے یا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں مجرم ثابت ہو جائے گا ایسا کرنے والا صرف اور صرف شیطان ہی ہوگا جس کا مقصد انسانوں کو حق کی طرف جانے سے اللہ کی طرف جانے سے روکنا ہوگا خواہ وہ ایسا جان بوجھ کر کرے یا پھر علم نہ ہونے کی بنیاد پر محض جذبات میں آ کر ایسا کرے۔

اب آپ سے سوال ہے کہ جب قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے قرآن متشابہاً ہے تو پھر قرآن کے تراجم و تفاسیر کے نام پر جو بائبل کے وضع کردہ عقائد و نظریات کو قرآن پر چسپاں کیا گیا کیا وہ حق ہو سکتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں۔

اس لیے یہ بات جان لیں کہ آج تک جو آدم وحوا اور شیطان کے نام سے جو کہانی گھڑ رکھی ہوئی ہے اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی قرآن میں اس کا کہیں بھی کوئی ذکر ہے یہاں تک کہ اس کا قرآن میں شائبہ تک نہیں بلکہ قرآن میں تو اللہ نے اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ اتاری ہے الاولین کی مثلوں سے۔ اگر تو یہ کہانیاں قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران کسی واقعہ کی تاریخ ثابت ہوتی ہیں تو بلا شک وشبہ وہ حق ہے اور اگر نہیں تو پھر وہ حق نہیں بلکہ بے بنیاد و باطل ہے جہالت ہے، سو فیصد ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ان دیومالائی کہانیوں کے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ بے بنیاد و من گھڑت اور دیومالائی قصے و کہانیاں ہیں جو کہ پہلے سے یہودیوں و عیسائیوں میں موجود تھیں اور انہی سے اخذ کی گئیں۔

یہ بات کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود ایک طرف بائبل میں مذکور اس کہانی کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں اور دوسری طرف قرآن کے تراجم کے نام پر

شیاطین کا کلام بھی آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے آپ پر مزید کھل کر واضح ہو جائے گا کہ یہ دین وہ دین نہیں جسے محمد رسول اللہ نے واضح کیا تھا بلکہ یہ وہی بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات ہیں جو بنی اسرائیل میں یہودیت سے نسل در نسل چلے آ رہے ہیں۔

اب آئیں قرآن سے منسوب کردہ بائبل کی آدم وحوا کے نام پر کہانی کی حقیقت کی طرف اسے ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ان آیات کے تراجم کے نام پر شیاطین مجرمین کے کلام کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں اس کے بعد اس کی حقیقت کھول کر واضح کرتے ہیں۔ درج ذیل ان آیات کا ترجمہ ہے اور مترجم کا نام ''فتح محمد جالندھری'' ہے جس پر تمام کے تمام فرقے متفق ہیں۔

البقرۃ: '' وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے ﴿۲۹﴾ اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کیا تُو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿۳۰﴾ اور اس نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ ﴿۳۱﴾ انہوں نے کہا، تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا (اور) حکمت والا ہے ﴿۳۲﴾ (تب) خدا نے (آدم کو) حکم دیا کہ آدم! تم ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ۔ جب انہوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو (فرشتوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو (سب) مجھ کو معلوم ہے ﴿۳۳﴾ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا ﴿۳۴﴾ اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے ﴿۳۵﴾ پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش ونشاط) میں تھے، اس سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں سے) چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور معاش (مقرر کر دیا گیا) ہے ﴿۳۶﴾ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحبِ رحم ہے ﴿۳۷﴾ ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۳۸﴾ اور جنہوں نے (اس کو) قبول نہ کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ دوزخ میں جانے والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ﴿۳۹﴾

الاعراف: اور ہم ہی نے تم کو (ابتدا میں مٹی سے) پیدا کیا پھر تمہاری صورت شکل بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا آدم کے آگے سجدہ کرو تو (سب نے) سجدہ کیا لیکن ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا ﴿۱۱﴾ (خدا نے) فرمایا جب میں نے تجھ کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ اس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے ﴿۱۲﴾ فرمایا تو (بہشت سے) اتر جا تجھے شایاں نہیں کہ یہاں غرور کرے پس نکل جا۔ تو ذلیل ہے ﴿۱۳﴾ اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت عطا فرما جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے ﴿۱۴﴾ فرمایا (اچھا) تجھ کو مہلت دی جاتی ہے ﴿۱۵﴾ (پھر) شیطان نے کہا مجھے تو تُو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے

بیٹھوں گا ﴿۱۶﴾ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا ﴿۱۷﴾ (خدا نے) فرمایا، نکل جا۔ یہاں سے پاجی۔ مردود جو لوگ ان میں سے تیری پیروی کریں گے میں (ان کو اور تجھ کو جہنم میں ڈال کر) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا ﴿۱۸﴾ اور ہم نے آدم (سے کہا کہ) تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور جہاں سے چاہو (اور جو چاہو) نوش جان کرو مگر اس درخت کے پاس نہ جاؤ ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے ﴿۱۹﴾ تو شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کی ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو ﴿۲۰﴾ اور ان سے قسم کھا کر کہا میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں ﴿۲۱﴾ غرض (مردود نے) دھوکہ دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا جب انہوں نے اس درخت (کے پھل) کو کھا لیا تو ان کی ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے توڑ توڑ کر اپنے اوپر چپکانے لگے اور (ستر چھپانے لگے) تب ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت (کے پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور جتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے ﴿۲۲﴾ دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے ﴿۲۳﴾ (خدا نے) فرمایا (تم سب بہشت سے) اتر جاؤ (اب سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے ایک وقت (خاص) تک زمین پر ٹھکانہ اور (زندگی کا) سامان (کر دیا گیا) ہے ﴿۲۴﴾ (یعنی) فرمایا کہ اسی میں تمہارا جینا ہوگا اور اسی میں مرنا اور اسی میں سے (قیامت کو زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ﴿۲۵﴾ اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیز گاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ خدا کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں ﴿۲۶﴾ اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیئے تاکہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھا دے۔ وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق کار بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ﴿۲۷﴾

اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے ﴿۲۶﴾ اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا ﴿۲۷﴾ اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں ﴿۲۸﴾ جب اس کو (صورت انسانیہ میں) درست کر لوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز یعنی) روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا ﴿۲۹﴾ تو فرشتے تو سب کے سب سجدے میں گر پڑے ﴿۳۰﴾ مگر شیطان کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا ﴿۳۱﴾ (خدا نے فرمایا) کہ ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا ﴿۳۲﴾ (اس نے) کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان کو جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے سجدہ کروں ﴿۳۳﴾ (خدا نے) فرمایا یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہے ﴿۳۴﴾ اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت (برسے گی) ﴿۳۵﴾ (اس نے) کہا کہ پروردگار مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائیں گے ﴿۳۶﴾ فرمایا کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے ﴿۳۷﴾ وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک ﴿۳۸﴾ (اس نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں) کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا ﴿۳۹﴾ ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو چلنا مشکل ہے) ﴿۴۰﴾ (خدا نے) فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا رستہ ہے ﴿۴۱﴾ جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں بدراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے ﴿۴۲﴾ اور ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے ﴿۴۳﴾

الاسراء: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ بولا کہ بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے ﴿۶۱﴾

الکہف: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (اور شیطان کی دوستی) ظالموں کے لئے (خدا کی دوستی کا) برا بدل ہے ﴿۵۰﴾

طٰہٰ: اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ (اسے) بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر وثبات نہ دیکھا ﴿۱۱۵﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا ﴿۱۱۶﴾ ہم نے فرمایا کہ آدم یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ کہیں تم دونوں کو بہشت سے نکلوا نہ دے۔ پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ ﴿۱۱۷﴾ یہاں تم کو یہ (آسائش) ہوگی کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے ﴿۱۱۸﴾ اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ کھاؤ ﴿۱۱۹﴾ تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ (اور) کہا کہ آدم بھلا میں تم کو (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو ﴿۱۲۰﴾ تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے۔ اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بیراہ ہو گئے ﴿۱۲۱﴾ پھر ان کے پروردگار نے ان کو نوازا تو ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی ﴿۱۲۲﴾ فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم میں بعض بعض کے دشمن (ہوں گے) پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا ﴿۱۲۳﴾ اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے ﴿۱۲۴﴾

ص: کہہ دو کہ یہ ایک بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے ﴿۶۷﴾ جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے ﴿۶۸﴾ مجھ کو اوپر کی مجلس (والوں) کا جب وہ جھگڑتے تھے کچھ بھی علم نہ تھا ﴿۶۹﴾ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں ﴿۷۰﴾ جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں ﴿۷۱﴾ جب اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا ﴿۷۲﴾ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ﴿۷۳﴾ مگر شیطان اکڑ بیٹھا اور کافروں میں ہو گیا ﴿۷۴﴾ خدا نے) فرمایا کہ اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تو غرور میں آ گیا یا اونچے درجے والوں میں تھا؟ ﴿۷۵﴾ بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں (کہ) تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اِسے مٹی سے بنایا ﴿۷۶﴾ فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردود ہے ﴿۷۷﴾ اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت (پڑتی) رہے گی ﴿۷۸﴾ کہنے لگا کہ میرے پروردگار مجھے اس روز تک کہ لوگ اٹھائے جائیں مہلت دے ﴿۷۹﴾ فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی جاتی ہے ﴿۸۰﴾ اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے ﴿۸۱﴾ کہنے لگا کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا ﴿۸۲﴾ سوا ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں ﴿۸۳﴾ فرمایا سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں ﴿۸۴﴾ کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا ﴿۸۵﴾ ''

قرآن میں جن مقامات سے آدم وحوا نامی کہانی اخذ کی جاتی ہے ان مقامات کا ان لوگوں کا کیا گیا ترجمہ آپ کے سامنے ہے اگر آپ ایک طرف اس ترجمے کو رکھیں اور دوسری طرف بائبل میں اسی موضوع پر پیش کیے گئے نظریے کو دیکھیں تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ یہ ترجمہ سو فیصد بائبل ہے جسے قرآن کے ترجمے کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا گیا یعنی جو ترجمے کے نام پر قرآن سے منسوب کیا گیا یہ بالکل وہی ہے جو بائبل میں لکھا ہوا ہے جو محمدؐ کی بعثت سے قبل ہی نسل در نسل چلا آ رہا تھا۔

اس ترجمے ہی کی بنیاد پر یہ کہانی گھڑی گئی کہ اللہ نے زمین کو بنانے کے بعد سب سے پہلے بشر کا مٹی سے پتلا بنایا اور پھر جب اس میں روح پھونک دی تو وہ جیتا جاگتا پہلا انسان بن گیا جس کا نام آدم تھا۔ روح پھونکنے کے بعد اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا جس وجہ سے ابلیس اللہ کے ہاں لعین قرار پایا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ ابلیس ہی شیطان ہے جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں آدم اور اس کی بیوی اور ان کی اولاد کو بہکاؤں گا ان کیساتھ دشمنی کروں گا جس کے لیے اس نے اللہ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی تو اللہ نے ابلیس شیطان کو مہلت واجازت دے دی۔

اس کے بعد اللہ نے آدم اور اس کی بیوی حوا کو جو آدم کی پسلی سے بنائی گئی تھی انہیں جنت میں بسا دیا اور جنت آسمانوں میں کہیں ہے۔ آدم اور اس کی بیوی حوا کو جنت میں بسانے کے بعد اللہ نے انہیں کہا کہ اس درخت کا پھل مت کھانا اس کے قریب بھی نہ جانا لیکن اس کے باوجود شیطان نے آدم کو بہکا دیا اور آدم نے اس درخت کا پھل کھا لیا جس وجہ سے ان کے کپڑے اتر گئے اور پھر شرم کے مارے دونوں میاں بیوی اپنی شرم گاہوں کو جنت کے درختوں کے پتوں سے ڈھانپنے لگے تو اللہ نے ان پر کپڑے کا لباس اتارا۔ آدم کے اس گناہ کی وجہ سے انہیں جنت سے نکال کر اس زمین پر اتار دیا اس کے بعد آدم اور اس کی بیوی حوا نے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے انہیں دین دیا کہ تم اس دین پر عمل کرو گے تو تمہیں واپس جنت میں داخل کروں گا اور اگر تم نے دین پر عمل نہ کیا تو تمہیں جہنم میں ڈالوں گا اور وہ دین یہی اسلام ہے جو آج دنیا میں اسلام کے نام پر جانا جاتا ہے۔

تراجم کی بنیاد پر گھڑی جانے والی دیومالائی کہانی کو اگر سچ مان لیا جائے تو سب سے پہلی بات ہی یہ ہے کہ قرآن کے احسن الحدیث ہونے کا کفر ہو جاتا ہے یعنی قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ نہیں ہے۔ دوسری بات کہ قرآن کے متشابہاً ہونے کا بھی کفر ہو جاتا ہے کہ قرآن میں جو کچھ بھی سامنے نظر آ رہا ہے اصل حقیقت یہی ہے نہ کہ قرآن میں جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت کا علم اللہ نے چھپا دیا قرآن کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔ تیسری بات کہ قرآن کے اس دعوے کا بھی کفر ہو جاتا ہے جو قرآن میں اللہ کا کہنا ہے قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا کہ اس میں کہاں کہاں کیا کیا کہا گیا۔ چوتھی بات کہ قرآن میں آیات ہیں اس کا بھی کفر ہو جاتا ہے یعنی قرآن میں آیات نہیں ہیں بلکہ قرآن بیّن ہے مطلب یہ کہ قرآن میں جو کچھ بھی سامنے لکھا نظر آ رہا ہے یہ کھلم کھلا اصل حقیقت ہے حالانکہ اس کے برعکس آیت کہتے ہیں جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ وہ اس کا انتہائی چھوٹا سا پہلو ہے باقی پوری شئے، ذات یا بات اس کے پیچھے چھپا دی گئی وہ اس وقت تک سامنے نہیں آ سکتی جب تک کہ اس میں غور نہ کیا جائے یعنی اس کی گہرائی میں نہ جایا جائے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ایسا ہے جس کا کفر ہو جاتا ہے اور پھر کچھ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

مثلاً کہا جاتا ہے کہ آدم نامی پہلے بشر کو بنانے کے بعد فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا گیا اور ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ خود یہ کہہ رہے ہیں کہ سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا نہ کہ ابلیس کو تو پھر ابلیس کے سجدہ کرنے یا انکار کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لیے تو حکم

تھا ہی نہیں، تو آخر اس نے انکار کیوں کیا جب کہ اس کے لیے حکم تو تھا ہی نہیں؟

قرآن نے خود واضح کر دیا کہ ابلیس تو تھا ہی جن اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جن کو آگ سے خلق کیا گیا ہے اور ملائکہ جنہیں یہ لوگ فرشتے قرار دیتے ہیں وہ تو نور ہیں اب جب حکم الملائکہ کے لیے تھا اور ابلیس کے لیے تو حکم تھا ہی نہیں تو وہ کس بنیاد پر سجدہ کرتا یا انکار کر سکتا تھا؟ یہ ایسا سوال ہے کہ جس سوال نے ان کی آدم و ابلیس کے نام پر گھڑی ہوئی دیو مالائی کہانی پر کاری ضرب لگا دی لیکن ان لوگوں نے اپنے بے بنیاد و باطل عقائد ونظریات کو بچانے کے لیے طرح طرح کی کہانیاں گھڑیں اس کے باوجود یہ لوگ کسی کو بھی مطمئن نہ کر سکے بلکہ جہاں ان کو ذلیل و رسوا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے یہ لوگوں پر خوف مسلط کر کے اپنی بات کو آنکھیں بند کر کے ماننے پر مجبور کرتے ہیں۔

اس سوال سمیت باقی جتنے بھی اعتراضات سامنے لائے گئے ان کی بنیاد پر یہودیوں سے لیکر آج تک نسل در نسل چلے آنے والے اس عقیدے ونظریے کی حقیقت بالکل کھل کر چاک ہو چکی ہے کہ یہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ یہ باطل ہے اور اس کی وجہ سے آج تک اکثریت گمراہیوں کا شکار ہوئی۔

قرآن میں کہیں پر بھی ایسا کچھ بھی نہیں کہا گیا جو کچھ تراجم میں موجود ہے جو پہلے بائبل میں موجود تھا اور قرآن کے نزول سے پہلے سے ہی نسل در نسل چلا آ رہا ہے بلکہ قرآن اس کا رد کرتے ہوئے اسے باطل و بے بنیاد ثابت کرتے ہوئے حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے جیسا کہ سب سے پہلے قرآن ہی کی آیات سے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ سجدے کا حکم کب اور کسے دیئے جانے کا ذکر کیا گیا۔

اب سب سے پہلے آپ پر قرآن ہی سے یہ واضح کرتے ہیں کہ کیا آدم اس دنیا کا سب سے پہلا بشر تھا یا پھر یہ بات بالکل من گھڑت، بے بنیاد و باطل ہے اور حقیقت اس کے برعکس کچھ اور ہے۔ سورۃ آل عمران کی درج ذیل آیت میں اللہ کا کہنا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. آل عمران ۳۳

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ اس آیت میں اصطفیٰ کا استعمال اس نظریے کو بالکل بے بنیاد و باطل ثابت کر دیتا ہے کہ آدم کوئی اس دنیا کا پہلا بشر تھا کیونکہ اصطفیٰ کے معنی ہیں بہت سوں میں سے کسی کا انتخاب کیا جانا اور یہ انتخاب خود سے نہیں بلکہ جو سامنے موجود ہیں ان میں موجود صلاحیتوں کے اعتبار سے کسی کا انتخاب کرنا۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ آدم ایک بشر تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدم کا انتخاب کیا گیا تب اس کے علاوہ اور بھی بہت سے بشر موجود تھے جن میں سے آدم کا انتخاب کیا گیا جس سے اس عقیدے ونظریے کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ آدم ایک بشر تھا تو اس آیت کی بنیاد پر اور بھی بہت سے بشر موجود تھے جس میں سے آدم نامی بشر کا انتخاب کیا گیا لیکن آیت اس بات کی بھی نفی کر دیتی ہے کہ آدم کسی بشر کا نام تھا۔ اور اس وقت اور بھی بہت سے بشر موجود تھے کیونکہ آیت کے آخر میں ''علی العالمین'' کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ مخصوص عالمین میں سے صلاحیتوں وصفات کی بنیاد پر آدم کا انتخاب کیا گیا۔ مخصوص عالمین کو سمجھنے کے لیے پہلے عالمین کو سمجھنا لازم ہے۔ عالمین بنا ہے عالم سے اور عالم بنا ہے علم سے، عالم کہتے ہیں وجود کا اپنے آپ میں علم ہونا جیسے کہ اگر آپ درخت کی مثال لے لیں تو درخت نہ صرف وجود ہے بلکہ جس علم سے وہ وجود میں آیا یا جو کچھ بھی وہ ہے اس میں وہ سب علم موجود ہے جس وجہ سے درخت کو عربی میں عالم کہا جا سکتا ہے ایسے ہی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے یعنی ہر مخلوق اپنے آپ میں عالم ہے یوں آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کے سب عالمین کہلائیں گے اور اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے مخصوص عالمین کون سے وجود یعنی کون سی مخلوقات ثابت ہوتی ہیں۔

جب مجموعی طور پر عالمین یعنی آسمانوں وزمین کی مخلوقات کو سامنے رکھا جائے اور انہیں ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے تو دوطرح کی مخلوقات سامنے آئیں گی ایک تو سب کی سب اور دوسری ان میں سے کچھ مخصوص ہو جاتی ہیں وہ جن میں جان ہے جو حرکت کرتی ہیں جو آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں جنہیں عربی میں الدابۃٍ یا دواب کہا جاتا ہے۔

العالمین وہ مخلوقات جو کہ مخصوص ثابت ہوتی ہیں اور وہ ہیں آسمانوں وزمین میں تمام کی تمام حرکت کرنے والی مخلوقات جن میں تیر کر، رینگ کر، چل کر اوراڑ کر حرکت کرنے والی تمام کی تمام مخلوقات آ جاتی ہیں، یہ ہیں العالمین ان میں سے آدم کا انتخاب کیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے آدم کا انتخاب کیا گیا تو آدم کیا ہے؟ تو اس سوال کا جواب پہلے سے ہی واضح ہے کہ دیکھیں جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات ہیں ان میں سے وہ کون ہے جس کا انتخاب کیا گیا یعنی جس کو زمین پر اختیار دیا گیا؟ جسے زمین پر اختیار دیا گیا اسی کو اللہ نے قرآن میں آدم کہا۔ اور ہر ایک پر واضح ہے کہ زمین پر اختیار تو اس بشر کو دیا گیا جو کہ انسان ہیں تو پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ آدم کون ہوا؟ کیا آدم اس بشر کے علاوہ کوئی اور ہے یا ہوسکتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ یہی بشر ہی آدم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ. آل عمران ۳۳

جب آسمانوں وزمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں کو خلق کر لیا گیا تو اس کے بعد زمین پر پانی آنے سے حیات کا آغاز ہوا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے حرکت کرنے والی مخلوقات وجود میں آتی رہیں یہاں تک کہ یہ بشر بھی وجود میں آ گیا تب ضرورت تھی زمین پر کسی کو نائب بنانے کی یعنی جیسے گھر کی دیکھ بھال کے لیے گھر کی ذمہ داری کسی کو دینا لازم ہے ایسے ہی اس زمین پر کسی کو نائب بنانا بھی لازم تھا جس کے لیے تمام کی تمام جاندار حرکت کرنے والی مخلوقات میں صلاحیتوں کے اعتبار سے احسن اس بشر کا انتخاب کیا گیا، یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ یہ بشر جب خلق ہی انسان کیا گیا یعنی جب یہ بشر انسان بن گیا خود اپنے ہی آپ کو بھول گیا یوں پھر خلق کیا گیا تو خلق ہی یہ خود اپنی ذات کو بھولا ہوا کیا گیا جس وجہ سے یہ اس مادی بشری جسم کو ہی اپنی اصل حقیقت اپنا اصل وجود سمجھتا ہے اور پھر اسی کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے جو جو یہ چاہتا ہے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے جس وجہ سے آسمانوں وزمین میں فساد ہوتا ہے اسی وجہ سے تاکہ آسمانوں وزمین فساد سے بچے رہیں ان میں سے بھی یعنی آدم میں سے بھی پھر ان کا انتخاب کیا گیا جو آسمانوں وزمین کی ذمہ داری کے واقعتاً حقدار ہیں وہ بشر جو انسان نہیں۔ اور انہی کا آگے ذکر بھی کر دیا گیا وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ اور نوح کا انتخاب کیا گیا اور آل ابراھیم کا اور آل عمران کا انتخاب کیا گیا۔

یہ آیت بہت بڑے راز کھول کر واضح کر دیتی ہے جن میں سے ایک یہ کہ آدم کوئی پہلا بشر نہیں تھا بلکہ آدم اس پوری جنس بشر کو کہا جاتا ہے۔ جیسے بکری، گائے، اونٹ، گدھا، گھوڑا، ہاتھی، شیر وغیرہ کتنے ہی دابۃٍ ہیں۔ جب عالمین پر بکری کہا جائے گا تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کسی ایک مخصوص ایک عدد بکری کا ذکر کیا جا رہا ہے بلکہ اس کا مطلب ہے پوری ایک جنس۔ بالکل ایسے ہی العالمین پر چن کر زمین کی ذمہ داری کے لیے جسے سب سے اوپر لایا گیا جسے سب پر ترجیح دی گئی وہ کوئی ایک مخصوص فرد واحد بشر نہیں بلکہ پوری کی پوری جنس ہے شروع سے لیکر آخر تک تمام کے تمام بشر مرد و عورتیں۔ اب دیکھیں اسی کی تصدیق قرآن میں سجدے والی آیات بھی کرتی ہیں سجدے والی آیات میں بھی کسی ایک مخصوص فرد واحد بشر کا قصہ نہیں سنایا جا رہا بلکہ اول تا آخر تمام کے تمام بشر ہر بشر مرد و عورت کی بات کی جا رہی ہے۔

قرآن میں جہاں جہاں بھی آدم کا ذکر آیا ہے وہاں پر آدم سے مراد لیا جاتا ہے کہ آدم اس دنیا کا سب سے پہلا بشر تھا جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اس میں روح پھونکی تو وہ زندہ ہو گیا اور جب اس میں روح پھونکی تب اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا

اور پھر کہا جاتا ہے ابلیس ہی وہ شیطان ہے جسے انسانوں کا دشمن قرار دیا گیا ہے جو کہ ایک جن ہے جسے بے دھویں کی آگ سے پیدا کیا گیا۔
اور پھر حیران کن بات یہ ہے کہ اس کی بنیاد قرآن کو قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ کچھ آیات کے تراجم کے نام پر شیاطین کا کلام درج ذیل ہے جس میں آپ یہی سب عقائد دیکھ سکتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ. الاعراف ١١

اب ذرا غور سے دیکھیں اس آیت میں کیا کہا جارہا ہے وَلَقَدْ اور تم کو سننے کے لیے کان دیئے گئے دیکھنے کے لیے آنکھیں اور پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے تا کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو اس لیے تم کو یہ حق حاصل ہے کہ تم اپنی تحقیق کرلو اپنے گھوڑے دوڑالو بالآخر تمہارے سامنے یہی آئے گا جو کہ طے کر دیا گیا جو کہ قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف کچھ بھی ہونا یا سامنے آنا ناممکن ہے یعنی تمہیں سننے کے لیے کان دیئے گئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو تم ان صلاحیتوں کا جس مقصد کے لیے دی گئیں کیوں نہیں استعمال کرتے؟ تمہیں یہ صلاحیتیں اسی مقصد کے لیے دیں کہ تم سنو دیکھو اور جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو کہ اصل حقیقت کیا ہے اس لیے جب تم ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو گے جس مقصد کے لیے تمہیں یہ صلاحیتیں دی گئیں یعنی آسمانوں وزمین میں اور خود اپنی ہی ذات میں غور وفکر کرو گے تو تم پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی جو کہ طے شدہ ہے جو قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف ہونا ناممکن ہے اور کیا تمہارے سامنے آئے گا خَلَقْنٰكُمْ خلق کیا ہم نے تمہیں یعنی ایک بات تو یہ تمہارے سامنے آئے گی کہ جس نے تمہیں خلق کیا ہے وہی ہم ہیں یعنی وہ اللہ ہے اور دوسری بات تمہیں خلق کیا ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ پھر ہم نے تمہیں صور کیا، صور کہتے ہیں مادے کو کسی صورت میں ڈھالنا یعنی اس سے کوئی وجود بنا دینا یعنی مثال کے طور پر عمارت ایک صورۃ ہے اسے پہلے خلق کیا جائے گا مطلب یہ کہ پہلے وہ سارا مواد بنایا جائے گا جس سے صورۃ جو کہ عمارت ہے بنائی جائے گی بالکل ایسے ہی پہلے تمہیں خلق کیا پھر اس کے بعد تمہیں صور کیا اور جب تم غور وفکر کرو گے اپنی خلق میں تو نہ صرف تم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ تمہیں خلق کیسے کیا بلکہ تمہارا خالق بھی سامنے آجائے گا اور پھر خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا یعنی تمہیں باقاعدہ ایک وجود بنایا ثُمَّ قُلْنَا لِ پھر کہا ہم نے کے لیے۔ اب کس کے لیے کہا یہ آیت میں بالکل واضح نہیں ہے آج تک یہ سمجھا جاتا رہا کے ملائکہ کے لیے کہا لیکن آیت میں ایسا نہیں ہے آگے چل کر واضح کریں گے کہ کس کے لیے کہا اور پھر کیا کہا گیا یہ آگے واضح ہے کہ دو فریق ہیں ان میں سے ایک سجدہ کر رہا ہے اور دوسرا سجدہ نہیں کر رہا جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو کہا وہ سجدہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

آیت کو مکمل طور پر آگے چل کر واضح کریں گے یہاں جو بات واضح کرنا لازم ہے وہ یہ کہ ایک تو اس آیت میں کہا جارہا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ یہ بات طے شدہ ہے یہ قدر میں ہے خلق کیا ہم نے تمہیں اور آگے صورۃ بنانے کا کہا گیا لیکن درمیان میں ''ثم'' کا لفظ ہے جیسا کہ آپ خود دیکھ رہے ہیں ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ''ثم'' کے معنی ہیں مابعد کے یعنی ایک کام پہلے کر لینا اس کے بعد دوسرا کام کرنا پہلے خلق کیا خلق کرنے کے بعد دوسرا کام ہے صورۃ بنائی اور آگے پھر ''ثم'' کا لفظ آیا ہے جیسا کہ آپ خود دیکھ رہے ہیں ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ صورۃ بنانے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے اور پھر دو فریق میں سے ایک فریق سجدہ کر رہا ہے اور ایک انکار کر رہا ہے سجدے کا حکم کسے دیا گیا؟ ملائکہ کو یا جان کو اگر ملائکہ کو دیا گیا تو ابلیس نے انکار کیوں کیا وغیرہ سمیت سب کچھ بعد میں واضح کیا جائے گا پہلے یہ جان لیں جس پر بار بار زور دیا جارہا ہے۔

سب سے پہلی بات کہ اس آیت میں مخاطب اس وقت آپ ہیں اس وقت دنیا میں جو جو بھی موجود ہے انہیں کہا جارہا ہے آپ کو کہا جارہا ہے آیت میں ''کم'' کا لفظ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ خلق کیا ہم نے تمہیں خلق کرنے کے بعد پھر صورۃ بنائی ہم نے تمہاری اس کے بعد سجدے کا حکم ہے۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ صورۃ کب بنائی؟ تو اس کا جواب بھی قرآن میں ہی دے دیا گیا جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. آل عمران ٦

هُـــوَ جوموجود ہے اپنا وجود رکھتا ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو جو وجود جو ذات سامنے آئے گی نہ صرف ایک ہی ذات ہے جو سامنے آئے گی اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ الَّذِیْ یہی ذات ہے یُصَوِّرُکُمْ جو صورکر رہی ہے تمہیں یعنی تمہیں مواد سے شکل میں ڈھال رہی ہے فِی الْاَرْحَامِ ارحام میں یعنی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں کَیْفَ یَشَآءُ جیسے کہ اس کا قانون ہے۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بات کھول کر واضح کر دی کہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں صور کیا جا رہا ہے۔ اب ذرا غور کریں سجدے کا حکم دیا گیا صور کرنے کے بعد اور صور کیا جا رہا ہے ماؤں کے پیٹوں میں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ نہ صرف آدم تمام جاندار حرکت کرنے والی مخلوقات میں سے اس بشر جنس کو کہا گیا بلکہ سجدہ کرنے کا حکم بھی انہی کو دیا جا رہا ہے نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کو۔ اور پھر دیکھیں اسی آیت میں ماؤں کے پیٹوں میں صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا جا رہا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ نہیں الٰہ مگر وہ اور وہ اور وہ وغیرہ جب تک کہ حد نہیں آ جاتی جو العزیز الحکیم ہے یعنی جو ہر کام انتہائی باریکی کیساتھ کر رہا ہے جو بھی بات کر رہا ہے جو بھی راہنمائی کر رہا ہے ایسے کر رہا ہے کہ اس میں رائی برابر بھی لاپرواہی نہیں کرتا بلکہ انتہائی باریکی کیساتھ ہر کام کو اپنے وقت پر کر رہا ہے۔

الٰہ آپ جان چکے ہیں الٰہ کے معنی ہیں کہ جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا اس کا کب کہاں کیسے کیوں اور کتنا وغیرہ استعمال کرنا ہے جس کی بات مان کر اس کا استعمال کیا جائے گا وہ الٰہ کہلائے گا اور آپ جو اس کی بات مان کر آپ کو دی گئی صلاحیتوں یا جو کچھ بھی دیا گیا استعمال کریں گے آپ اس کی عبادۃ کر رہے ہوں گے جس کے بھی پیچھے آپ ان میں سے کسی کا بھی استعمال کریں گے جو کچھ آپ کو دیا گیا تو وہ آپ کا الٰہ کہلائے گا اور آپ اس کی عبادۃ کر رہے ہوں گے۔

اب آئیں واپس پچھلی آیت کی طرف اور دیکھیں اس میں کیا کہا گیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ. الاعراف ۱۱

وَلَ اور تم کو سننے والا کیا تو آخر کیوں سننے والا کیا؟ تمہیں سننے کی صلاحیت کیوں دی؟ تم کو دیکھنے والا کیا تو کیوں کیا؟ آخر تمہیں دیکھنے کی صلاحیت کیوں دی؟ اور پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو آخر کیوں دی؟ یہ دماغ تمہیں کیوں دیا؟ ظاہر ہے اسی لیے کیونکہ تمہارے لیے سننا دیکھنا اور جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنا ناگزیر تھا تاکہ تم سنو دیکھو اور سمجھو۔ تو تم کیوں نہیں ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے؟ تم ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو تو تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ قَدْ طے شدہ ہے جو طے کر دیا گیا یعنی جو قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا جس کے خلاف یا برعکس تمہارے سامنے کچھ آ ہی نہیں سکتا۔ جس کے خلاف یا برعکس کچھ حق ثابت ہو ہی نہیں سکتا خَلَقْنٰکُمْ خلق کیا ہم نے تمہیں یعنی جب تم غور و فکر کرو گے سمجھو گے تو تم پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا تمہارے سامنے یہی آئے گا کہ خلق کیا ہم نے تمہیں، تمہیں جس نے خلق کیا وہی ہم ہیں نہ کہ ہم یعنی اللہ وہ ہے جو تمہارے آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کا نام ہے اور دوسری بات کہ تمہیں کیسے خلق کیا جا رہا ہے وہ بھی حق بالکل کھل کر تمہارے سامنے آ جائے گا ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ خلق کرنے کے بعد پھر صور کیا ہم نے ''تمہیں'' یعنی جو مواد پہلے وجود میں لایا اس مواد سے بنایا ''تمہیں'' تو اے عقل کے اندھو غور کرو سجدے کا حکم کسے دیا جائے گا؟ جب صور کیا ''تمہیں'' یعنی تمہیں ایسا وجود بنایا کہ تم کو سننے، دیکھنے، سمجھنے اور آسمانوں و زمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں دیں تو سجدے کا حکم کسی اور کو دیا جائے گا؟ جب تمہیں خلق کرنے کا کہا جا رہا ہے کہ خلق کیا ہم نے تمہیں اور پھر اس کے بعد تمہیں صور کرنے کا کہا جا رہا ہے کہ صور کیا ہم نے تمہیں تو سجدے کا حکم کسی اور کو دیا جائے گا؟ نہیں بالکل نہیں جب خلق تمہیں کیا جا رہا ہے اور پھر اس کے بعد صور تمہیں کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے سجدے کا حکم بھی تو تمہی کو دیا جائے گا نا کہ کسی اور

کو۔

اسی لیے تمہیں کہا کہ شکر کرو یعنی تمہیں جو سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہوا سے سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جس مقصد کے لیے تمہیں یہ دی گئیں اور تمہیں یہ اسی مقصد کے لیے دی گئیں کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو جب تک تم اسے سمجھو گے نہیں تم پر حق کیسے واضح ہوگا؟ تم پر کیسے واضح ہوگا کہ سجدے کا حکم کسے دیا جا رہا ہے؟ اسی لیے تمہیں کہا کہ تحقیق کرلو وہی تمہارے سامنے آئے گا جو طے کر دیا گیا جو قدر میں کر دیا گیا جس کے علاوہ کچھ ہونا ناممکن ہے اور جب تم اپنی ہی تخلیق میں غور وفکر کرو گے آسمانوں وزمین کی خلق میں غور کرو گے تو تم پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ تم تین طرح کی مخلوقات کا مرکب ہو ان میں سے ایک نار یعنی آگ سے وجود میں آنے والی مخلوقات دوسری نور سے یعنی ٹھنڈی قوت سے جو کہ الملائکہ ہیں اور تیسرا مادہ جسے چھوا جا سکتا ہے محسوس کیا جا سکتا۔ تمہارا یہ مادی وجود محض ایک روبوٹ ہے اس میں دو طرح کی قوتیں ہیں ایک گرم اور دوسری ٹھنڈی یعنی ایک الملائکہ ہیں اور دوسرے جان۔ گرم قوتوں کو جان کہا گیا ان میں سے ایک قوت ایسی ہے جو ہر شئے کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے اسے بکھیر کر رکھ دیتی ہے اور دوسری ٹھنڈی جو کہ الملائکہ ہیں اب ان میں سے جو قوت غالب آئے گی جسم وہی کرے گا اگر الملائکہ غالب آتے ہیں تو جسم ہر عمل ایسا کرے گا کہ اس میں حمد ہوگی اس میں عاجزی وانکساری ہوگی اور اگر گرم قوت جو کہ جن ہے وہ غالب آئے گی تو ایسا بشر جن کہلائے گا جو کہ سرکش ہوگا اور یہی آگے کہا گیا ثُمَّ قُلۡنَا لِ تمہیں خلق کرنے کے بعد پھر صور کیا اور صور کرنے کے بعد پھر کہا ہم نے سجدہ کرو آدم کے لیے یہ جو تراب سے طین اور طین سے وجود میں لایا گیا ہے یعنی اس مادی وجود کے آگے خود کو مکمل طور پر سرنڈر کر دو تو اس بشر کے اندر جو کہ دو قوتیں ہیں ان میں سے ایک جو کہ الملائکہ ہیں لۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ لَمۡ يَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ وہ سجدہ کر رہے ہیں یعنی وہ خود کو اس مادی وجود کے لیے مکمل طور پر جھکا رہے ہیں اور دوسری قوت جو کہ جن ہے آگ والی قوت وہ خود کو اس مادی بشری وجود کے لیے جھکانے سے، خود کو اس کی ماتحتی میں دینے سے انکار کر رہی ہے، وہ قوت بات نہیں مانتی وہ قوت سمجھتی ہے کہ وہ خیر ہے یعنی وہ جو بھی کرتی ہے بہتر ہی کرتی ہے کوئی نقصان کرتی ہی نہیں اس لیے گرم قوت جو کہ جن ہے جب وہ مشتعل ہو جاتی ہے جب اس کی بات نہیں مانی جاتی جب اس کی توقع کے برعکس کچھ ہوتا ہے جس سے وہ بھڑک اٹھتی ہے تو وہ سجدہ کرنے والوں سے نہیں ہوتی۔

اٰدم کے معنی کیا ہیں اسے عربوں کی زبان سے لفظی معنی کے حساب سے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ اٰدم جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ا اور دم'' کا مجموعہ ہے الف جب کسی بھی جملے کے شروع میں استعمال ہو تو نہ صرف اسے سوالیہ بنا دیتا ہے بلکہ آگے اس سوال کا جواب بھی موجود ہوتا ہے۔ یہاں بھی شروع میں الف کا استعمال کیا گیا جو کہ سوالیہ بنا دیتا ہے کیا اور آگے اسی سوال کا جواب بھی موجود ہے ''دم'' دم کہتے ہیں کسی بھی وجود میں پائے جانے والے مختلف عناصر کے مرکب سے وجود میں آنے والے محلول کو جیسے آپ کے جسم میں ایسا محلول جو پایا جاتا ہے آپ اسے خون کہتے ہیں اسی وجہ سے عربوں کی زبان کے لفظ دم کا جب ترجمہ کیا جاتا ہے تو اس کا ترجمہ خون کر دیا جاتا ہے حالانکہ اس کا معنی خون نہیں ہے کیونکہ اگر آپ اس کا ترجمہ یا معنی خون کر دیں گے تو یہ بالکل محدود ہو جائے گا۔ دم کے معنی ہیں کسی بھی وجود میں پایا جانے والا مختلف عناصر کے مرکب پر مشتمل محلول جیسے زمین میں موجود کالے رنگ کا کیچڑ جسے عربی میں دم کہا جائے گا۔

اب دونوں الفاظ کو جمع کیا جائے تو جملہ وجود میں آئے گا آدم جس کے معنی ہیں کسی شئے کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا ہے اور پھر آگے جواب بھی دیا جا رہا ہے کہ یہ دم ہے۔ اب دیکھا جائے گا کہ کس کو اٰدم کہا جا رہا ہے جس سے یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ کس دم کی بات ہو رہی ہے اور سب پر واضح ہے کہ اٰدم بشر کو کہا گیا اور بشر کو زمین کے عناصر سے وجود میں لایا گیا وہ عناصر جو زیر زمین کالے رنگ کے کیچڑ یعنی محلول کی صورت میں موجود ہیں جسے زمین کا دم کہا جائے گا جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے یہ بشر اصل میں زمین کا دم یعنی زمین کا خون ہے جسے آپ آج خام تیل کا نام دیتے ہیں۔

آدم: کیا ہے یہ بشر؟ آگے جواب ہے کہ یہ بشر اصل میں زمین کا خون ہے یعنی زمین کے عناصر جو کہ زمین میں محلول کی صورت میں موجود ہیں جو کہ دم ہے اسی سے اس بشر کو بنایا گیا جس وجہ سے اسے ادم یا بنی ادم کہا جائے گا، بنی کہتے ہیں جس سے بنایا گیا اور ادم کے معنی کیا ہے دم یعنی کیا ہے زمین کا خون جو زمین کا خون ہے اس سے جسے بنایا گیا اسے عربی میں بنی آدم کہا جائے گا اور پھر دیکھیں اسی کو اللہ نے قرآن میں بھی واضح کر دیا۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا. طٰہٰ ۱۱۵

وَلَقَدْ اور تحقیق کہ یعنی یہ بات طے شدہ ہے یہ قدر میں کر دیا گیا تم اپنی تحقیق کر لو بالآخر یہی تمہارے سامنے آئے گا جو قدر میں کر دیا گیا اور آگے واضح کیا جا رہا ہے کہ کیا قدر میں کیا گیا عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ عہد ہمارا آدم کی طرف مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے بھی یعنی موجودہ دور کی بات کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ جیسے آج وہ جو آدم ہیں یعنی جو اصل میں بنیادی طور پر زمین کا خون ہیں ان کی طرف ہمارا عہد ہے اور عہد کیا ہے یہ بھی قرآن میں واضح کر دیا گیا ایسے ہی اس سے پہلے بھی آدم کی طرف ہمارا عہد تھا لیکن پہلے کیا ہوا؟ اس سے پہلے آدم نے کیا کیا؟ آگے اسی کا جواب دیا گیا فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا پس عہد کرنے کے بعد بھلا دیا اور نہیں پایا ہم نے اس کو ایسا کہ عہد کرنے کے بعد اسے پورا کرتا یعنی بالکل واضح کہا جا رہا ہے کہ جیسے آج آدم کی طرف ہمارا عہد ہے اور آج آدم وہ عہد بھول چکا ہے اور اس کے بالکل برعکس کر رہا ہے بالکل ایسے ہی اس سے پہلے بھی کئی بار آدم نے عہد کیا لیکن ہر بار یہی کیا کہ عہد کرنے کے بعد بھول گئے اور اس کے بالکل برعکس کیا اپنے عہد کو پورا نہیں کیا۔

اب سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ کہا جا رہا ہے اس وقت عہد ہے ہمارا آدم کی طرف اور پھر ساتھ ہی کہا جا رہا ہے اس سے پہلے بھی کئی بار آدم نے عہد کیا لیکن ایک بار بھی عہد پر پورا نہیں اترا بلکہ ہر بار عہد توڑ دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آدم ایک ایسا بشر تھا جو کہ سب سے پہلا بشر تھا اور وہ صدیوں قبل وفات پا چکا تو پھر آج اس وقت کس آدم کی طرف عہد کی بات کی جا رہی ہے جو عہد کو پورا نہیں کر رہا جو عہد کو بھول چکا ہے؟ اور اس بار سے پہلے بھی کئی بار عہد کر کے ایک بار بھی عہد پر قائم نہ رہا بلکہ عہد کی خلاف ورزی کی؟

اب دیکھیں اس آیت میں آدم کہا گیا اور ایک دوسری آیت میں یہی بات کرتے ہوئے آدم کی بجائے بنی آدم کے الفاظ کا استعمال کیا گیا یعنی آدم اور بنی آدم دونوں کو ایک ہی قرار دیا گیا۔ ایک مقام پر اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کے لیے آدم کے الفاظ کا استعمال کیا اور دوسرے مقام پر اسی کا ذکر کرتے ہوئے بنی آدم کے الفاظ کا استعمال کیا گیا۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. یٰس ۶۰

کیا نہیں عہد تمہاری طرف اے بنی آدم یعنی اے وہ جو آدم سے بنائے گئے ہو، اے وہ جو آدم جو کہ زمین کا خون ہے اس سے بنائے گئے ہو؟ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ کہ نہ کرو جو بھی تم کر رہے ہو شیطان تھا جس کی تم غلامی کر رہے ہو یعنی تمہیں جو سننے، دیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دیں تمہیں جو ذہانت دی مال اولاد دیا کچھ بھی دیا تو تم ان سب کا یا ان میں سے کسی کا بھی کس کے پیچھے استعمال کر رہے ہو؟ یہ جن کے پیچھے تم ہماری دی گئی صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہو جو کہ دنیاوی مال و متاع ہے یہ شیطان ہے یعنی یہ تمام کی تمام وہ اشیاء ہیں جو تمہیں تمہارے اصل مقصد سے روک رہے ہیں تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ان کا اصل مقصد کے لیے استعمال کرنے سے روک رہی ہیں یہ جو تم ان کے پیچھے ان سب کا استعمال کر رہے ہو جو تمہیں دیا گیا تو یہ تم شیطان کی یعنی ان اشیاء کی غلامی کر رہے ہو جو تمہیں تمہارے اصل مقصد سے روک رہی ہیں لہٰذا ان کے پیچھے اس میں سے کسی کا بھی استعمال مت کرو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اس میں کچھ شک نہیں یہ جو کچھ بھی کھلم کھلا ہر طرف موجود ہے جن کے پیچھے تمہیں جو دیا گیا اس کا استعمال کر رہے ہو یہ سب کا سب دشمن ہے تمہارا۔ یعنی اگر تم نے جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اس کا یا اس میں سے کسی کا بھی ان میں سے کسی کے پیچھے استعمال کیا یعنی دنیاوی مال و متاع کے حصول کے لیے استعمال کیا تو

جان لو یہ سب کا سب تو تمہارا دشمن ہے جو کچھ بھی کھلم کھلا موجود ہے جس کے پیچھے تم بھاگ رہے ہو۔

وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ۔ یٰس ٦١

اور اگر میری غلامی کررہے ہو یعنی جس نے تمہیں یہ صلاحیتیں دیں تمہیں وجود میں لایا جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اللہ تو ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ یہ ہے صراط مستقیم یعنی یہ ہے وہ لائن جس پر قائم ہونا ہے قائم کرنے والی لائن، راہ راست۔

ایسے ہی پورے قرآن میں اس سے پہلے بھی جب جب آدم سے یعنی یہ جو بشر ہیں ان سے عہد لیا گیا اور انہوں نے ہر بار اس عہد کو توڑ ڈالا اس کی تفاصیل قرآن میں موجود ہیں۔ مثلاً قوم نوح کی صورت میں جب یہ موجود تھے تب بھی ان سے عہد لیا گیا تھا لیکن یہ اپنے عہد کو بھول گئے اور انہوں نے وہی کیا جس سے انہیں روکا گیا تھا تو پھر انہیں انتہائی بھیانک انجام کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد پھر ان سے عہد لیا گیا جب ان میں انہی سے رسول بھیج کر حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا لیکن انہوں نے پھر وہی کیا کہ عہد کو بھول گئے اور آسمانوں وزمین میں فساد کیا جب جب انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے آگے سے استکبار کیا اور پھر آج بھی انہوں نے بالکل وہی کیا کہ یہ آپ اپنا وہ عہد بھول چکے اور آج بھی انہوں نے آسمانوں وزمین کو فساد سے بھر دیا اور آج بھی جب انہیں سجدہ کرنے کا کہا جارہا ہے تو یہ آگے سے استکبار کررہے ہیں یعنی بڑے بنے ہوئے ہیں بات ماننے کی بجائے الٹا یہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری مانی جائے گی ہم قوت میں بہت بڑھ کر ہیں، کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت میں نہ صرف آدم کی جگہ بنی آدم کے الفاظ کا استعمال کیا گیا بلکہ جو عہد ہے وہ بھی کھول کر واضح کر دیا گیا یوں یہ آیت بھی کھول کر واضح کر دیتی ہے کہ نہ صرف آدم و بنی آدم ایک ہی ہیں بلکہ یہی بشر ہیں جو زمین پر آباد ہیں یعنی کہ آپ اور اس سے پہلے آپ کے آباؤ اجداد۔ اور قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو آدم ہیں ان کی تاریخ اتاری گئی الاولین کی مثلوں سے۔

پھر ایک اور پہلو سے بھی آپ پر یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ آپ نے جان لیا کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے صور کرنے کے بعد اور صور کیا جا رہا ہے ماؤں کے پیٹوں میں اور آیت میں کسی خیالی وتصورات آدم کے نام پر کسی بشر کا ذکر نہیں کیا جارہا بلکہ اس وقت جو بشر دنیا میں موجود ہیں ان سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کہا جارہا ہے کہ خلق کیا ہم نے تمہیں پھر صور کیا ہم نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں اس کے بعد تمہیں حکم دیا جارہا ہے سجدے کا لیکن آگے سے جواب کیا آتا ہے انتہائی قلیل ہیں جو سجدہ کررہے ہیں اور اکثریت سجدہ کرنے کی بجائے استکبار کررہی ہے یعنی آپ اگر دیکھیں تو ایک جگہ پر کہا جارہا ہے کہ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا ابلیس سجدہ کرنے سے انکار کررہا ہے اور دوسری طرف اسی قرآن میں گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے استکبار کیا اور قرآن ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ابلیس کون ہوا؟ ابلیس دراصل ایک کیفیت کا نام ہے جو آگ کے اشتعال سے بنتی ہے مثلاً اگر آپ جب انتہائی غصے میں ہوں تو اس وقت آپ کوئی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں ایسے ہی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص جب اسے قوت حاصل ہوتی ہے تو وہ استکبار کرتا ہے یعنی وہ کسی کی بات نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ میری بات مانی جائے گی لیکن اسی کے برعکس ایک دوسرا شخص اسے بھی قوت حاصل ہوتی ہے تو وہ استکبار نہیں کرتا بلکہ اس میں اتنی ہی عاجزی آجاتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نظر آنے میں تو دونوں ہی مادے سے وجود میں آئے دونوں ہی آدم ہیں لیکن آخر وہ کیا شئے ہے کہ جس وجہ سے ایک استکبار کررہا ہے اور دوسرا عاجزی وانکساری اختیار کیے ہوئے ہے دوسرے نے خود کو جھکایا ہوا ہے؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ایک کے اندر آگ بھری ہوئی ہے اور دوسرے میں الملائکہ، ایک کے جسم کو بغیر دھویں کے آگ چلا رہی ہے ڈرائیو کررہی ہے اور دوسرے کے جسم کو الملائکہ چلا رہے ہیں۔ آگ میں اشتعال ہے، بھڑکیلا پن ہے، آگ جلاتی ہے، تباہ کرتی ہے، بکھیرتی ہے

لیکن اس کے برعکس الملائکہ میں عاجزی وانکساری ہے، الملائکہ سجدہ کررہے ہیں، الملائکہ صل کرتے ہیں یعنی جوڑتے ہیں۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ. الزمر ٦

قرآن کی یہ ایک ایسی آیت ہے جس میں پوری کی پوری تاریخ بشر موجود ہے یعنی اگر اس آیت کو کھول کر واضح کیا جائے تو پوری تاریخ بشر کھل کر سامنے آجائے گی۔ اس آیت پر بات کرنے سے پہلے اس آیت کے تراجم کے نام پر جو شیاطین کا کلام ہے اسے آپ پر واضح کرنا بہت ضروری ہے جس سے نہ صرف ان دین کے ٹھیکیداروں شیاطین مجرمین کا دجل چاک ہو جائے گا ان لوگوں کی حقیقت آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ آپ اس آیت کو آسانی کیساتھ سمجھ سکیں گے۔

'' اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے چار پایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔ یہی خدا تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟۔ فتح محمد جالندھری

اس نے تمہیں ایک جان سے بنایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے تھے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، پھر کہیں پھیرے جاتے ہو۔ احمد رضا خان بریلوی

اُسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اُس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟۔ ابوالاعلیٰ مودودی ''

سب سے پہلی بات تو یہ ہے جیسا کہ آپ جان چکے ہیں قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اور کوئی بھی آیت اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ ہو نہیں جاتا جس کی تاریخ پر مبنی وہ آیت ہے یوں جیسے ہی کوئی واقعہ رونما ہو گا تو اس کی تاریخ پر مبنی جو آیت ہے یا آیات ہیں قرآن ان کے ذریعے خود یاد دلا دے گا کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے قبل ہی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ اب یہ آیت بھی کسی کی تاریخ پر مبنی ہے اور ہر کسی پر واضح ہے کہ اس آیت میں اللہ انسانوں سے کلام کرتے ہوئے ان پر ان کو خلق کیے جانے سے متعلق حقائق بیان کر رہا ہے اور انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ جب انسانوں سے کلام کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ انہی میں سے کسی بشر کے ذریعے ان سے کلام کرتا

ہے جو کہ اللہ کا رسول ہوتا ہے یعنی اللہ اپنا رسول بعث کرتا ہے جس کے ذریعے اللہ انسانوں سے کلام کرتا ہے انسانوں پر حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے اس لیے یہ آیت اللہ کے کسی رسول کی تاریخ ہے یعنی اللہ کے رسول نے انسانوں پر ان کی تخلیق سے متعلق حقائق کھول کھول کر بیان کیے تو اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل اس قرآن میں اس آیت سمیت باقی ایسی ہی تمام آیات میں اس کی تاریخ اتار دی تھی اور پھر اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کر دی تھی کہ تمہارے آخرین میں بھی ایک رسول بعث کیا جائے گا جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دے گا جسے قرآن میں احمد عیسیٰ کہا گیا۔
اب جب یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ یہ آیت اور اس جیسی باقی جتنی بھی آیات ہیں وہ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں جسے ان کے آخرین میں بعث کیا جانا تھا اور جب تک اسے بعث نہیں کیا جاتا اور وہ آ کر ان موضوعات سے متعلق حق کھول کھول کر واضح نہیں کر دیتا ان آیات کو دنیا کی کوئی بھی طاقت کھول کر واضح نہیں کر سکتی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان شیاطین مجرمین نے قرآن کی ان آیات اور ایسی ہی باقی آیات کے تراجم و تفاسیر کس بنیاد پر کر لیے؟ کیا یہ اللہ کے رسول تھے؟ حالانکہ یہ لوگ تو خود اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور الٹا ان لوگوں نے تو دروازہ ہی بند کیا ہوا ہے تو پھر انہیں کس نے یہ حق دیا کہ یہ لوگ قرآن کو کھولنے کے دعویدار بن بیٹھیں؟ انہیں کس نے انسانوں کی راہنمائی کرنے کا حق دیا حالانکہ یہ حق صرف اور صرف اللہ کا ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی انسانوں کی یا کسی بھی مخلوق کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔
تراجم کے نام پر شیاطین کے کلام میں پہلی بات تو یہ قرآن سے منسوب کی گئی کہ تمہیں ایک شخص یا ایک جان سے پیدا کیا یا بنایا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا یا پیدا کیا یعنی ان کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے ایک مرد بشر بنایا گیا پھر اسی سے اسکا جوڑا ایک عورت بنائی گئی یعنی وہی بائبل سے اخذ کردہ عقیدہ و نظریہ جو یہودیوں سے عیسائیوں میں منتقل ہوا اور پھر عیسائیوں سے مسلمانوں میں نسل در نسل منتقل ہوا کہ سب سے پہلے ایک آدم نامی بشر بنایا گیا اس کے بعد اس کی پسلی نکال کر اس سے ایک عورت بنائی گئی جس کا نام حوا تھا لیکن دیکھیں قرآن میں اللہ کا کیا کہنا ہے اور جب حق آپ کے سامنے آئے گا تو آپ چونک جائیں گے کہ ان دین کے ٹھیکیداروں شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کیساتھ کھلواڑ کیا ان لوگوں نے قرآن کو ہی بدل ڈالا۔
اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں کہیں پر بھی ایسا ایک لفظ تک نہیں کہا گیا جو ان لوگوں نے تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا۔ آج اس وقت اللہ اپنے رسول کے ذریعے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے ان پر ان کی تخلیق کو کھول کھول کر واضح کرتے ہوئے کہہ رہا ہے خَلَقَكُمْ خلق کیا تمہیں۔ ان لوگوں نے خلق کے معنی پیدا کرنے کے کر دیئے حالانکہ خلق کے معنی ہیں بنانا جیسے کہ کوئی عمارت بنائی جاتی ہے جس کے لیے پہلے وہ سارا مواد درکار ہوتا ہے پھر اس مواد سے عمارت بنائی جاتی ہے بالکل ایسے ہی تمہیں بنایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس سے خلق کیا؟ تو آگے اسی کا جواب دے دیا گیا مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ نفسِ واحدةٍ سے یعنی جیسے اینٹوں سے عمارت بنائی جاتی ہے ایسے ہی ''نفسٍ واحدةٍ'' سے تمہیں بنایا۔ اب نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کا ترجمہ و معنی ان شیاطین مجرمین نے ایک شخص یعنی ایک بشر کر دیا حالانکہ آیت میں کہیں پر بھی ایک بشر کا ذکر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا تصور تک بھی موجود نہیں ہے۔ اور اس کے باوجود اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے کہ آیت میں ایک بشر کا ذکر ہے تو پھر آیت میں نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کی بجائے بشرًا کا لفظ استعمال کیا جاتا جو کہ نہیں ہوا اور اگر اس کے باوجود یہ کہا جائے کہ نفس کا معنی بشر ہے تو پھر بھی نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کسی بھی صورت استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ اس کے برعکس نَفْسًا کا لفظ استعمال کیا جاتا جس کا معنی ہے ایک نفس، جو کہ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں نہیں استعمال کیا گیا بلکہ الٹا اس کے بالکل برعکس اس کی ضد نَّفْسٍ کا استعمال کیا گیا جس کا معنی ہے زیادہ سے زیادہ جتنے بھی نفس ہو سکتے ہیں یعنی کسی بھی صورت ایک نفس نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ نفس اور پھر آگے وَّاحِدَةٍ کا استعمال کیا گیا جس کا معنی انہوں نے ایک کر دیا حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں ایک ہی بشر یا ایک ہی نفس کی بات ہوتی تو صرف اور صرف '' بشراً '' یا '' نفساً '' کا ستعمال کیا جاتا نہ کہ ساتھ واحد کا استعمال کسی بھی صورت کیا جا سکتا ہے اور دوسری بات کہ آیت میں

استعمال ہونے والے لفظ وَّاحِدَةٍ کا معنی کسی بھی صورت ایک نہیں ہے بلکہ اس کا معنی بھی ہے ''اور ایک'' زیادہ سے زیادہ جتنے بھی ہو سکتے ہیں یعنی اور ایک، اور ایک، اور ایک، اور ایک یہاں تک کہ جتنے بھی اور ایک ہو سکتے ہیں۔

اب سب سے پہلے ان الفاظ کو الگ الگ سمجھ لیں اس کے بعد خود بخود ہی آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آیت میں کیا کہا گیا۔

خَلَقَكُمْ: خلق کیا تمہیں یعنی جیسے اینٹوں سے عمارت بنائی جاتی ہے، جیسے پرزوں سے کوئی مشین بنائی جاتی ہے ایسے ہی بنایا تمہیں۔

نَّفْسٍ: نفس کا معنی ہے جاندار وجود اور وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے چھوٹے سے چھوٹے جاندار وجود سے لیکر بڑے سے بڑے جاندار وجود تک اور پھر لفظ نفس کی س کے نیچے دو زیریں ہیں۔ زیر جر کو کہتے ہیں اور جر کے معنی ہیں آگے کو بہنا یعنی آگے جو جانا یعنی اگر زیر کا استعمال کیا جائے تو زیر آگے کو لے کر جاتی ہے اور اگر دو زیروں کا استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب بنتا ہے جتنا آگے سے آگے جایا جا سکتا ہے اور اس کے برعکس زبر پیچھے کو لیکر جاتی ہے اور دو زبریں پیچھے سے پیچھے جتنا پیچھے سے پیچھے جایا جا سکتا ہے مثلاً آپ رسول کو ہی لے لیں اگر بات کرنی ہے ایک ہی رسول کی تو اس کے لیے لفظ رسول کی ل پر دو زبریں استعمال کی جائیں گی اور اس سے پہلے اس میں بہاؤ کو روکنا ہوگا یعنی یہاں روک کر یہاں سے پیچھے سے پیچھے جانا ہے جس کے لیے آخر میں الف کا استعمال کیا جائے گا جس کا معنی بنے گا یہاں تک یہاں سے پیچھے اور اوپر دو زبروں سے معنی بنے گا پیچھے سے پیچھے یعنی ایک ہی رسول جسے یوں لکھا جائے گا ''رسولاً'' اور اس کے برعکس اگر زیادہ سے زیادہ رسولوں کی بات کرنی ہو یعنی جتنے بھی رسول ہو سکتے ہیں تو اس کے لیے رسول کی ل کے نیچے دو زیریں ڈالی جائیں گی جو کہ یوں لکھا جائے گا ''رسولٍ'' جس کا معنی بنے گا جتنے بھی رسول ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

اب آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آیت میں نہ تو ایک بشر یعنی بشراً کا استعمال کیا گیا اور نہ ہی نَفْساً کا استعمال کیا گیا کہ ایک نفس بلکہ اس کے بالکل برعکس جو کہ اس کی ضد ہے نَّفْسٍ کا استعمال کیا گیا جس کا معنی ہیں زیادہ سے زیادہ نفس جتنے بھی نفس ہو سکتے ہیں۔

وَّاحِدَةٍ: یہ ایک جملہ ہے جو کہ تین الفاظ ''و، احد، ۃ'' کا مجموعہ ہے ''وَ'' کا معنی ہے اور، ''احد'' کا معنی ہے ایک ہی یعنی ایسا ایک کہ اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں اور ''ۃ'' اس کا اظہار کر رہی ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کی بات کی جا رہی ہے یعنی نفس کے لیے ''ۃ'' کا استعمال کیا گیا ''ۃ'' نفس کے لیے استعمال کی گئی۔ واحد کا معنی ہے اور ایک، آیت میں وَّاحِدَةٍ ہے یعنی ''ۃ'' کے نیچے دو زیروں کا استعمال کیا گیا جس کا معنی بنتا ہے ''اور ایک'' جتنے بھی ہو سکتے ہیں یعنی زیادہ سے زیادہ اور ایک۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آج جب اہل الکتاب یعنی وہ جو خود کو مسلمان کہلوانے والے ہیں ان کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے ایک آدم نامی مرد بشر بنایا گیا اور اس کی پسلی سے اس کا جوڑا ایک حوا نامی عورت بنائی گئی تو ان کے جواب میں ان کے اس بے بنیاد و باطل عقیدے و نظریے کا رد کرتے ہوئے اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ان پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ تمہیں خلق کیا یعنی تمہیں بنایا ایک بہت بڑی تعداد میں اور ایک، اور ایک جتنے بھی اور ایک جاندار وجود ہو سکتے ہیں ان سے ثُمَّ جَعَلَ پھر کر دیا پھر کر دیا پھر کر دیا یعنی اسی طرح پھر کر دیا پھر کر دیا ہوتا چلا جا رہا ہے مِنۡهَا اس اور ایک نفس یعنی جاندار وجود سے جو کہ مؤنث ہے زَوۡجَهَا اس کا جوڑا جو کہ مؤنث ہے۔

اب ان لوگوں نے ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا کا ترجمہ کر دیا اس کا یعنی آدم کا اسی سے جوڑا بنا دیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آدم مؤنث تھا؟ کیونکہ آیت میں جس سے جوڑا بنانے کا کہا جا رہا ہے اور جو آگے جوڑا بن رہا ہے دونوں ہی مؤنث ہیں ان میں ایک بھی مذکر نہیں ہے مِنۡهَا زَوۡجَهَا دونوں کے لیے ''ھا'' کا استعمال کیا گیا جو کہ مؤنث کے لیے استعمال کیا جاتا ہے نہ کہ مذکر کے لیے اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ آیت میں کسی آدم نامی پہلے بشر کا ذکر کیا جا رہا ہے تو پھر اس کا مطلب وہ مؤنث تھا اور اس کا جوڑا بھی مؤنث؟ یوں یہاں تک آپ پر ان شیاطین مجرمین کا جرم عظیم کھل کر واضح ہو چکا کہ ان فاسقین نے

کس طرح فسق کیا یعنی قرآن کو بدل ڈالا، اللہ کے کلمات کو ہی بدل ڈالا، قرآن میں تحریف کر دی۔

اور دوسری بات جو ان شیاطین مجرمین نے کی وہ یہ ہے ”تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔
فتح محمد جالندھری

تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں۔ احمد رضا خان بریلوی

وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی “

یعنی ان کا کہنا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تین مراحل سے گزار کر تمہیں بناتا ہے حالانکہ آیت میں ایسی کوئی بات سرے سے نہیں کہی گئی اس کے بالکل برعکس کہا گیا لیکن اس کے باوجود اگر یہ بات سچ مان لی جائے کہ ماں کے پیٹ میں تین مراحل میں بنایا جاتا ہے تو پھر اس کا مطلب کہ قرآن میں اختلافات موجود ہیں کیونکہ یہاں تین مراحل کہے جا رہے ہیں اور دوسرے مقام پر انہیں لوگوں کے تراجم کے مطابق باقائدہ پانچ مراحل گنوائے گئے جیسا کہ آپ سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۱۴ کے تراجم کے نام پر شیاطین کے کلام میں دیکھ سکتے ہیں۔

” پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا۔ پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا۔
فتح محمد جالندھری

پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا، پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ احمد رضا خان بریلوی

پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔
ابوالاعلیٰ مودودی “

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ المومنون کی آیت ۱۴ کے تراجم کے نام پر ان کے اپنے ہی کلام میں تین کی بجائے پانچ مراحل موجود ہیں اب اگر ان کی بات کو قرآن ہی کی بات مان لیا جائے تو قرآن میں اختلاف ثابت ہو کر غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے حالانکہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے اور جس میں اختلاف ہے وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ شیاطین مجرمین کا کلام ہے۔

اب آپ پر واضح کرتے ہیں کہ آیت میں ایسی کوئی بات کہی ہی نہیں گئی جو خرافات ان لوگوں نے قرآن کے تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیں۔

يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ.

يَـخۡلُقُكُمۡ تمہیں خلق کیا جا رہا ہے ایسے گویا کہ خود ہی خلق ہو رہے ہو تم فِـىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں خَلۡقًا تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں جو تمہیں خلق کیا جا رہا ہے یعنی مکمل خلق کیا گیا جو کہ صور کرنا ہے مِّنۡ بَـعۡدِ خَلۡقٍ یہ ان خلقوں کے بعد خلق کیا گیا فِـىۡ ظُـلُمٰتٍ ثَلٰثٍ جو تین خلقیں ہیں تمہاری ظلمات میں یعنی یہ جو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری خلق ہے یہ ان تین خلقوں کے بعد ہے جو اس سے پہلے تین ظلمات میں خلقیں ہیں، تمہاری ظلمات میں تین خلقات ہیں پہلے تمہیں ظلمات میں خلق کیا گیا پھر ظلمات میں خلق کیا گیا، پھر ظلمات میں خلق کیا گیا اس کے بعد تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں خلق کیا جا رہا ہے جو کہ یہ چوتھی خلق ہے جسمیں تم مکمل بشر بن گئے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں خلق کی ابتداء نطفے سے ہوتی ہے اور سورۃ المومنون

کی آیت ۱۴ بھی ثم سے شروع کی گئی یعنی تمہاری نطفے سے خلق سے پہلے بھی خلقیں ہیں اور وہ کون سی خلقیں ہیں ان پر بھی قرآن میں واضح کر دیا گیا۔
اب اگر خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ کو جان لیا جاتا ہے تو بشر کی مکمل تاریخ کھل کر سامنے آجائے گی جسے اب تفصیل کیساتھ کھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے آپ نے جان لیا کہ ان شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کیساتھ کھلواڑ کیا، ان شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کو بدل ڈالا؟

ماؤں کے پیٹوں میں جو آپ کی خلق ہے یہ آپ کی چوتھی خلق ہے نہ کہ پہلی لیکن شیاطین مجرمین نے اسے پہلی خلق سمجھ لیا اور اس کی وجہ ہی یہی ہے کہ یہ لوگ اندھے ہیں ان کو صرف وہی نظر آتا ہے جو سامنے نظر آرہا ہے جو چھپا ہوا ہے وہ انہیں نظر نہیں آتا کیونکہ ان کے دل اندھے ہیں۔ ماؤں کے پیٹوں سے پہلے کون سی تین خلقیں ہیں اس پر بھی قرآن میں آیات موجود ہیں جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں دیکھ رہے ہیں۔
هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا۔ غافر ٦٧
اس آیت میں ثُمَّ یُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا یہ وہ چوتھی خلق ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں ہوئی جو کہ پیچھے آیت میں واضح کر دیا گیا کہ ظلمات میں تین خلقوں کے بعد چوتھی خلق ہے اور وہ تین خلقیں کون سی ہیں ان کو بھی اس آیت میں واضح کر دیا گیا جن میں سب سے پہلی خلق ہے مِّنۡ تُرَابٍ پھر دوسری خلق جو ظلمات میں ہوئی ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ پھر تیسری خلق جو ظلمات میں ہوئی ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ اور اس کے بعد چوتھی خلق ہے جس میں بچہ بنا کر نکالا جاتا ہے ثُمَّ یُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا۔
ان تین خلقٍ کو سمجھنے کی بجائے جو نسل در نسل عقائد و نظریات چلے آرہے ہیں انہیں ان کی جگہ پر فٹ کر دیا گیا جس کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ تراب کے نیچے بھی دو زیریں ہیں، نطفہ کے نیچے بھی دو زیریں اور علقہ کے نیچے بھی دو زیریں ہیں لیکن طفل کے نیچے دو زیر نہیں بلکہ اس کے برعکس دو زبریں ہیں کیونکہ بطور طفل خلق صرف اور صرف ایک ہے لیکن تراب، نطفہ اور علقہ والی خلق ایک نہیں بلکہ اور بھی ہیں لیکن آج تک ان لوگوں نے تراب، نطفہ اور علقہ کو ایک ایک خلق ہی قرار دیا اور پھر اس کا بھی حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔
اب سب سے پہلے ان تین خلقٍ کو واضح کرتے ہوئے آخری خلق پر آئیں گے۔

آپ کو سننے کے لیے کان دیئے گئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں اور جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کو یہ صلاحیتیں کیوں دی گئیں؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں ان کا آپ کے لیے سننا لازم تھا اس لیے آپ کو سننے کی صلاحیت دی گئی، پھر جو بھی وجود رکھتا ہے آپ کے لیے اس کو دیکھنا لازم تھا اس لیے آپ کو دیکھنے کی صلاحیت بھی دی گئی اور پھر آپ جو سن اور دیکھ رہے ہیں یہ اصل میں ہے کیا اسے سمجھنا بھی آپ کے لیے لازم تھا اس لیے آپ کو سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی۔
اب اگر آپ کو کسی بھی سوال کا جواب چاہیے تو آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں تو ایک وقت آئے گا کہ آپ آگے بڑھتے بڑھتے اپنے سوال کا جواب پالیں گے اور اگر آپ نے ان صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال نہ کیا تو پھر ظاہر ہے آپ کو آپ کے سوال کا جواب نہیں ملے گا اور اس کے باوجود اگر آپ محض سن اور دیکھ کر بغیر اسے سمجھے ہی سچ مان لیتے ہیں تو یہ آپ خود اپنے آپ کو ہی دھوکہ دیں گے۔ اگر آپ کا سوال آپ کے اپنے بارے میں ہے آپ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کو خلق کیسے کیا گیا یعنی اس بشر کو کیسے خلق کیا گیا تو اس سوال کا جواب بہت آسان ہے آپ اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرنا شروع کر دیں تو آہستہ آہستہ آپ پر حق واضح ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ آپ کو آپ کے سوال کا مکمل جواب حاصل ہو جائے گا آپ کو

اطمینان حاصل ہو جائے گا۔

اب جب آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ آپ کا جسم تراب سے یعنی یہ جو زمین کی مٹی کی تہیں ہیں ان سے وجود میں لایا گیا۔ زمین پر جو مٹی پر مشتمل تہیں ہیں اس مٹی میں موجود عناصر کو کالے رنگ کے کیچڑ میں تبدیل کیا جسے عربی میں طین کہا جاتا ہے اور کسی بھی وجود کا نچوڑ نطفہ کہلاتا ہے اس لیے یہ طین جسے خام تیل کہا جاتا ہے یہ زمین پر مٹی پر مشتمل تہوں کا نچوڑ ہے اس لیے اسے ایک دوسرے پہلو سے نطفہ کہا جائے گا یوں پہلی تخلیق تراب یعنی یہ زمین پر مٹی کی تہوں پر مشتمل مواد ہے جسے انگلش میں ارتھ کرسٹ کہا جاتا ہے اس کے بعد اسی سے اگلی دوسری خلق نطفہ جو کہ خام تیل ہے پھر اس خام تیل سے تیسری خلق ایسے ہی آگے بڑھتے بڑھتے نباتات اور پھر چوتھی خلق ماؤں کے پیٹوں میں یعنی ارتقائی مراحل طے کرتے کرتے اس بشر کے وجود میں آنے تک کا سفر۔

ان چاروں خلق کو مزید تفصیل کیساتھ کھول کھول کر واضح کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ کو بطور تراب وجود میں لایا گیا یعنی زمین پر موجود مٹی کی تہیں۔ خلاء میں تیر رہے مختلف اقسام کے شہابیوں کی وقتاً فوقتاً بارشوں سے یہ زمین وجود میں آئی ان مختلف اقسام کے شہابیوں میں سے آخری چار اقسام کے شہابیوں کی بارشوں سے زمین پر یہ مٹی کی تہیں وجود میں آئیں جو کہ زمین پر موجود حیات کی موت ہے یعنی وہ مواد جس سے زمین پر موت وحیات کا نظام چل رہا ہے۔ یعنی آخری چار اقسام کے شہابیوں کی صورت میں زمین پر آنے والا مادہ جو زمین پر مٹی کی تہوں پر مشتمل ہے یہ وہ مواد ہے جس سے زمین پر تمام کی تمام حیات وجود میں لائی جا رہی ہے یوں زمین پر حیات کا پہلا مرحلہ یہ مٹی کی مختلف اقسام کا وجود میں آنا ہے جسے تراب کہا گیا۔

جب زمین پر شہابیوں کی بارشوں کا سلسلہ تھم گیا یعنی شہابیوں کی صورت میں صرر رصرر رکر کے مواد کے زمین پر زل ہونے کے مراحل مکمل ہو گئے تو زمین چونکہ گردش کر رہی ہے تو اس گردش کی وجہ سے زمین کی اوپر مٹی والی تہوں میں موجود عناصر حرکت کرتے کرتے زمین کے مختلف مقامات پر جمع ہوتے چلے گئے اور جہاں جہاں یہ عناصر اکٹھے ہوئے وہاں وہاں سے زمین کی یہ مٹی والی تہیں نرم ہو گئیں اور بالآخر زمین کی گردش کی وجہ سے دباؤ پڑنے کی وجہ سے زمین کی تہیں وہاں وہاں سے نہ صرف اوپر کو اٹھ گئیں بلکہ نیچے کو بھی دھنس گئیں جس سے پہاڑ وجود میں آ گئے یعنی پہاڑ بالکل ایسے ہی وجود میں آئے جیسے کہ اگر آپ کسی گاڑی پر سوار ہوں اور گاڑی جب آگے کو چلتی ہے تو آپ پیچھے کی جانب پھسلتے ہیں ایسے ہی زمین کی گردش کی وجہ سے جہاں جہاں سے زمین کی تہیں نرم تھیں دباؤ پڑنے کی وجہ سے وہاں وہاں سے زمین کی تہیں پریس ہو کر نہ صرف اوپر کو اٹھ گئیں بلکہ نیچے کو بھی دھنس گئیں جس سے نہ صرف وہاں وہاں موجود زمین کے عناصر پہاڑوں کی صورت میں زمین کے عناصر پر مشتمل گودام بن گئے بلکہ اس سے زمین کی تہیں ایسے ایک دوسرے سے اور نیچے بھی مضبوط و مربوط ہو گئیں کہ ان کا پھسلنا رک گیا۔ یوں آپ پر واضح ہو گیا کہ زمین پر پہاڑ اصل میں وہ گودام ہیں جن میں وہ خام مال ذخیرہ کیا ہوا ہے جس سے زمین پر حیات وجود میں آتی ہے۔ یعنی زمین پر حیات کو جن عناصر سے وجود میں لایا جاتا ہے ان عناصر کو پہاڑوں میں ذخیرہ کیا ہوا ہے یوں پہاڑ زمین پر وجود میں آنے والے حیات کے لیے درکار خام مال کے گودام ہیں اور چٹانیں گویا کہ وہ کارخانے ہیں جو پہاڑوں سے درکار عناصر حاصل کر کے انہیں نطفہ یعنی طین کی صورت میں ڈھالتی ہیں۔

چٹانوں کے نیچے لاوے کی صورت میں آگ ہے اور ان کے اوپر برف رہتی ہے، ان چٹانوں کا پہاڑوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے بالکل ایسے ہی جیسے کہ آپ کے جسم میں شریانوں کے ذریعے جسم کا ایک ایک خلیہ ایک دوسرے سے مربوط ہے پہاڑوں اور چٹانوں کے درمیان ایسے ہی شریانیں ہیں پہاڑوں سے مختلف عناصر چٹانوں میں جاتے ہیں اور چٹانوں کے نیچے لاوے کی صورت میں آگ اور اوپر برف کی صورت میں ٹھنڈک ہونے کی وجہ سے وہ عناصر اندر پگھلتے

رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ طین یعنی خام تیل کی شکل اختیار کر جاتے ہیں جسے ایک دوسرے پہلو سے نطفہ کہا جائے گا۔ پھر یہ خام تیل چٹانوں سے سفر کرتا ہوا زمین کی چٹانی تہہ میں زمین کے ایک خاص خطے میں اکٹھا ہوتا ہے جو کہ خطہ عرب ہے اور وہاں سے یہ طین، نطفہ یعنی خام تیل ایسے ہی پوری زمین میں جاتا ہے جیسے جسم میں خود گردش کرتے ہوئے جسم کی ایک ایک رگ میں پہنچتا ہے۔

زمین میں اس چٹانی تہہ کے نیچے لاوے کی وجہ سے اسے حرارت ملتی ہے جس سے خام تیل گیسوں کی صورت اختیار کر کے زمین کے باہر کی طرف سفر کرتا ہے اور جب جب جس جس گیس کا نقطہ انجماد آتا ہے تو زمین کی اس تہہ میں وہ گیسیں منجمد ہو کر واپس عناصر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں یوں طین، نطفہ یعنی خام تیل کئی ہزار میٹر گہرائی میں چٹانی تہہ سے اوپر مٹی کی ان تہوں میں آجاتا ہے جس سے نباتات نکلتی ہیں۔

جب زمین خلق ہو رہی تھی یعنی خلاء سے مختلف اقسام کے شہابیے بارشوں کی صورت میں صرر صرر کر کے آرہے تھے تو زمین پر آنے کے بعد وہ کیمیائی مراحل سے گزرتے جس کی وجہ سے ان سے گیسیں خارج ہوتیں یوں جب زمین پر شہابیوں کی بارشیں تھم گئیں تو ان سے خارج ہونے والے مختلف گیسوں کے مرکب پر مشتمل زمین کے گرد ایک حصار وجود میں آچکا تھا پھر اس کے بعد جب سورج وجود میں آیا تو سورج سے آنے والی شعائیں جب زمین کے گرد گیسوں کے مرکب میں داخل ہوئی تو اس سے ان میں کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوئے جس سے نہ صرف یہ گیسوں کا مرکب سات تہوں میں تقسیم ہو گیا بلکہ زمین پر آنے والے آکر چار اقسام کے شہابیوں سے خارج ہونے والی گیسوں سے آکسیجن و ہائیڈروجن گیسیں وجود میں آئیں اور زمین کے گرد گیسوں کا مرکب جب سات تہوں میں تقسیم ہو گیا تو آکسیجن و ہائیڈروجن کے ملاپ سے بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا یوں ایک لمبے عرصے تک بارشیں ہوتی رہیں پانی بلند جگہوں سے گہرائیوں کی طرف سفر کرتا رہا جس سے نہ صرف زمین کا کٹاؤ ہونے سے نہریں، نالیاں اور دریا وجود میں آگئے بلکہ گہرائیوں میں پانی اکٹھا ہوتا ہوتا سمندر وجود میں آگئے اور پھر بالآخر جب درجہ حرارت متوازن ہو گیا تو مزید گیسوں کا اختلاط رک گیا جس سے بارشیں تھم گئیں یعنی پانی اترنا تھم گیا۔

زمین کے عناصر اگر مٹی میں موجود ہوں اور انہیں پانی اور سورج سے انرجی ملے تو نباتات کی صورت میں حیات وجود میں آتی ہے اور اگر یہی عناصر مٹی کی بجائے پانی میں ہوں اور پھر اس پانی میں سورج سے آنے والی شعاؤں کے ذریعے انرجی ملے تو پانی میں جان وجود میں آتی ہے۔ یوں جب سمندر وجود میں آئے تو سمندروں میں زمین کے عناصر اور سورج کی انرجی کے اختلاط سے جان وجود میں آئی یعنی انتہائی چھوٹے چھوٹے جاندار جرثموں کی صورت میں زندگی کی ابتداء ہوئی۔

دوسری طرف سمندروں سے پانی بخارات بن کر اڑنے لگا اور بارشوں کے ہونے سے زمین میں جگہ جگہ نباتات کی صورت میں جان وجود میں آنا شروع ہو گئی۔ اب ایک طرف پانی میں جان وجود میں آئی اور دوسری طرف خشکی پر نباتات۔ ایک طرف پانی میں زندگی نے ارتقاء کرنا شروع کر دیا یعنی آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھنا شروع کر دیا تو دوسری طرف نباتات نے بھی ارتقاء کرنا شروع کر دیا یعنی آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ پانی میں پہلے تیرنے والی مخلوقات وجود میں آئیں ان سے رینگنے والی اور ان سے چلنے والی اور ان سے پھر آگے اڑنے والی ایسے ہی پانی سے باہر خشکی میں نباتات نے آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے زمین نے باغ کی صورت اختیار کر لی۔ ادھر زمین نے باغ کی صورت اختیار کی تو دوسری طرف ارتقاء کرتے ہوئے زمین کے سات مختلف خطوں میں یہ بشر وجود میں آگیا۔

زمین کے سات مختلف خطوں میں ارتقاء سے یہ بشر وجود میں آیا یعنی زمین پر پانی کے اترنے کے بعد پانیوں میں یعنی سمندروں میں بڑی تعداد میں ایک جان وجود میں آئی، بڑی تعداد میں چھوٹے چھوٹے جرثومے وجود میں آئے ان سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے پانی کی مخلوقات وجود میں آئیں جو صرف اور صرف پانی میں ہی زندہ رہ سکتی تھیں پھر انہی سے آگے بڑھتے بڑھتے ایسی پانی کی مخلوقات وجود میں آئیں جو کچھ دیر پانی سے باہر منہ نکال سکتی ہیں پھر ان سے

ایسی وجود میں آئیں جو پانی کے اندر اور پانی کے باہر بھی زندہ رہ سکتی ہیں پھر ان سے آہستہ آہستہ رینگنے والی اور چلنے والی اور پھر آہستہ آہستہ اڑنے والی مخلوقات وجود میں آئیں، چلنے والی مخلوقات سے آگے بڑھتے بڑھتے سب سے آخر پر زمین کے سات مقامات پر یہ بشر وجود میں آئے جو کہ ابتداء میں مکمل طور پر فطرت کے محتاج تھے نہ تو یہ کوئی لفظ بول سکتے تھے اور نہ ہی ان میں کوئی شعور تھا یہ بالکل ننگے رہتے اور درختوں کے پھلوں پر ان کا انحصار تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو جیسے بچہ مشاہدات سے سیکھتا ہے ایسے ہی انہوں نے مشاہدات سے سیکھنا شروع کر دیا، آپس میں اشاروں سے بات کرنے کی بجائے جیسے بچہ بولنا سیکھتا ہے ایسے ہی اشیاء کے لیے الفاظ کا انتخاب کیا جانے لگا یوں شروع میں ام، یم، اوں، آں، اُش، اَش وغیرہ سے بولنے کی ابتداء ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا مشاہدات سے سیکھتے ہوئے الفاظ کا بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اسی بشر کی وجہ سے حادثاتی طور پر پتھر کے گرکر رگڑ کھانے سے آگ لگی اور اس آگ سے جنگل کا کچھ حصہ جل گیا جس میں کچھ جانور بھی جل کر بھن گئے اور کھانے کے لیے مجبوراً ان بھنے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانا پڑا جو کہ مزیدار لگنے سے خوراک کا حصہ بن گیا یوں جانوروں اور مچھلیوں کا شکار کر کے گوشت حاصل کیا جاتا اور بھون کر کھایا جانے لگا جس نے بشر پر بہت بڑے پیمانے پر اثرات مرتب کیے، مختلف جانوروں کا گوشت کھانے سے انہی کی خصوصیات و خصلتیں آنا شروع ہو گئیں جس سے عقل میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک یہ بشر مشاہدات سے بہت کچھ سیکھ چکا تھا اب آہستہ آہستہ چھوٹے پیمانے پر اپنے پسند کے درختوں اور پودوں کو اپنی پسند کی جگہوں میں اگایا جانے لگا یوں پہلی بار اس بشر نے نہ صرف مشقت کی ابتداء کی بلکہ اس کا فطرت پر انحصار کم ہوتا چلا گیا اور یہ خود مختار ہوتا چلا گیا۔ جانوروں کا گوشت کھانے سے جسم میں آگ بھرتی چلی گئی یعنی درندوں وغیرہ کا گوشت کھانے سے وہی خصوصیات و خصلتیں آتی چلی گئیں جس سے لالچ، حسد، بغض، نفرت وغیرہ جیسی خصلتوں نے جنم لیا یوں تیرا میرا کی ابتداء ہوگئی۔ ان خصلتوں کی وجہ سے کوئی اس کی عورت پر نظر نہ ڈالے اور نہ عورت دوسرے مرد پر جس کے لیے درختوں کے پتوں سے اپنی شرم گاہوں کو چھپانا شروع کر دیا گیا اب آہستہ آہستہ باغات کو کاٹا جانے لگا اور رزق کے لیے باغات پر انحصار کرنے کی بجائے خود پر انحصار کیا جانے لگا یعنی جیسے کہ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر والدین کا محتاج ہوتا ہے انہی پر انحصار کرتا ہے لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا ہے تو وہ نہ صرف بڑھتا ہے بلکہ مشاہدات سے سیکھتے ہوئے اس کا والدین پر انحصار کم ہوتا چلا جاتا ہے اور خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے بالکل ایسے ہی ابتداء میں یہ بشر سو فیصد فطرت کا محتاج تھا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو اس کی عقل و شعور میں ارتقاء ہوتا چلا گیا اس نے مشاہدات سے سیکھتے ہوئے اسی طرح اعمال کرنا شروع کر دیئے جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ پھلوں پر انحصار کرنے کی بجائے گوشت بھی کھایا جانے لگا جس سے ان جانوروں کی سی خصلتیں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں اور انہیں خصلتوں کی وجہ سے درختوں کے پتوں سے اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپا جانے لگا اور پھر آہستہ آہستہ فطرت پر انحصار کم ہوتا چلا گیا اور خود انحصاری بڑھتی چلی گئی، بڑے پیمانے پر خود سے اگانا اور آگ پر سالن کی صورت میں پکا کر کھانا شروع کر دیا گیا جس سے مزید خصوصیات و خصلتوں کا اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس بشر نے باغات کو کاٹ کر میدانوں میں بدل کر کاشتکاری شروع کر دی۔ یہ وہ وقت تھا جب زبانیں وجود میں آچکی تھیں، زمین کے سات مقامات پر ایسے ہی ارتقاء کرتے ہوئے کچھ بشر اس مقام پر پہنچ گئے اور کچھ ابھی باغات میں ہی تھے اور جو باغات سے نکل کر میدانی علاقوں تک پہنچ چکے تھے ان میں زبانیں وجود میں آچکی تھی، اشیاء کو الفاظ پہنا دیئے جا چکے تھے آپس میں لین دین کی محتاجی کی وجہ سے آپس میں ہم کلام ہونے کے لیے ایک دوسرے کو اپنا غرض و غایت سمجھانے کے لیے الفاظ وجود میں آچکے تھے یوں زمین کے سات خطوں میں سات مختلف زبانیں وجود میں آچکی تھیں اور ساتوں میں سے ہر کسی کا یہی سمجھنا تھا کہ اس دنیا میں صرف اور صرف وہی ہیں لیکن جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی تو زمین پر پھیلتے چلے گئے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ یہ بات واضح ہوئی کہ زمین پر صرف وہ ہی نہیں بلکہ ایک اور قوم بھی موجود ہے جو ان کی زبان کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی یوں جب یہ بات واضح ہوئی کہ ان کے علاوہ اور قوم بھی موجود ہے تو ایک تو زبانیں ایک دوسرے سے مختلف ہونے اور خوراک کی وجہ سے حسد، بغض، لالچ وغیرہ کی وجہ سے لڑائیوں کی ابتداء ہوگئی۔

طاقت ورنے کمزور کو کچل دیا یوں یہ بشر آگے بڑھتے چلے گئے وقت گزرتا چلا گیا آبادی بڑھتی چلی گئی اور مشاہدات سے علم وعمل میں بھی ارتقاء ہوتا چلا گیا ایک وقت آیا جب فطرت میں چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو اللہ نے ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا اللہ نے اپنا سب سے پہلا ایک رسول بعث کیا جس نے آ کر کہا کہ کدھر اتر رہے ہو؟ یعنی تمہیں یہ زمین جنت بنا کر دی اور تم یہ جو اعمال کر رہے ہو ان اعمال کے سبب کدھر جا رہے ہو؟ تم جنت سے آگ کی طرف سفر کر رہے ہو تمہارے ان مفسد اعمال کی وجہ سے آج زمین جو جنت کا منظر پیش کر رہی ہے جہنم میں بدل جائے گی یوں تم جنت سے جہنم کی طرف اتر رہے ہو۔ اللہ کے رسول نے کھول کھول کر واضح کیا فطرت میں چھیڑ چھاڑ نہ کرو، جو کچھ بھی تم سے چھپا کر رکھ دیا گیا ان مخلوقات کے پیچھے نہ پڑو، فطرت پر ہی انحصار کرو فطرت میں چھیڑ چھاڑ مت کرو ورنہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک وقت آئے گا کہ اس مقام پر پہنچ جاؤ گے جہاں سے واپسی ناممکن ہے لیکن انسان نے استکبار کیا اور نہ مانا یعنی جب انہیں کہا گیا کہ سجدہ کرو آدم کے لیے تو انہوں نے سجدہ کرنے کی بجائے یعنی خود کو اس آدم بشر کے آگے جھکانے کی بجائے جو کہ اللہ کا رسول ہوتا ہے استکبار کرنا شروع کر دیا انہوں نے استکبار کیا اور پھر بالآخر وہی ہوا کہ جسے انسان ترقی کا نام دے رہا تھا جیسے کہ آج یہ مشینیں ہیں ان کی وجہ سے عظیم ہلاکت کا شکار ہوا، اس عظیم طوفان نے انسان کی صدیوں کی منصوبہ بندیوں کو پل بھر میں خاک میں ملا دیا یوں اس طوفان کے بعد یہ بشر پھر سے واپس فطرت پر آ گئے یعنی پھر سے فطرت پر انحصار کرنے لگے لیکن اس کے بعد پھر وہی ہوا کہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک بار پھر زمین جو کہ جنت تھی اسے جہنم میں بدل دیا اور ہلاکت کا شکار ہو گئے ایسا ہی اس سے پہلے چھ بار ہو چکا اور آج یہ ساتویں بار ہے کہ انسان نے جنت سے جہنم کی طرف سفر جاری رکھا ہوا ہے یہ زمین جنت تھی اور اسے اپنے مفسد اعمال سے جہنم بنا رہا ہے۔

یوں آپ نے جان لیا کہ پہلی خلق خلاء سے زمین پر شہابیوں کی صورت میں مواد آیا جو زمین میں مٹیوں کی صورت میں موجود ہے پھر دوسری خلق ان مٹیوں سے طین، نطفہ یعنی خام تیل اور پھر تیسری خلق اسی طین، نطفہ یعنی خام تیل سے حیاتات ونباتات یعنی جان وجود میں آ کر ارتقاء کرتے ہوئے آگے بڑھی اور چوتھی خلق ماؤں کے پیٹوں سے یعنی پانی میں زندگی وجود میں آئی جو آگے بڑھتے بڑھتے یہ بشر وجود میں آیا۔

یہی آج سے چودہ صدیاں قبل قرآن میں آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جسے آپ پر کھول کھول کر واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ قرآن میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن میں آدم و حوا نامی بائبلی کہانی مذکور ہے تو ایسا کہنے والے کا دعویٰ ہے کہ قرآن احسن الحدیثِ نہیں ہے یعنی قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ نہیں ہے بلکہ قرآن میں اساطیر الاولین ہیں۔ حالانکہ آپ یہ بات بار بار جان چکے کہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ ہے اس لیے قرآن میں کہیں پر بھی کسی آدم وحوا نامی بائبلی کہانی کا تصور تک بھی موجود نہیں ہے اور اس کے باوجود اگر ایسا کہا جائے کہ نہیں قرآن میں آدم وحوا نامی بائبلی کہانی موجود ہے تو پھر نہ تو قرآن احسن الحدیثِ ثابت ہوتا ہے نہ ہی اللہ کے ہاں سے بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے اور پھر نہ ہی قرآن متشابہاً ثابت ہوتا ہے اس لیے قرآن میں ایسی آیات پر بات کرنے سے پہلے اس بات کا ذہن میں ہونا لازم ہے کہ قرآن میں جو کچھ بھی ہے یہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے۔

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ‌ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ. البقرة ۲۸

كَيۡفَ جب بھی بات کیف سے شروع ہو تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے اسے جاننا بہت ضروری ہے اسے ایک مثال سے سمجھ لیں مثال کے طور پر آپ کو آنکھیں دی گئیں یعنی آپ کو دیکھنے کی صلاحیت دی گئی اور پھر جو آپ دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی اب اگر آپ کے سامنے آگ جل رہی ہو اور آپ

اسے آگ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہ ہوں اور اس میں چھلانگ لگا دیں جس سے آپ جل جائیں تو ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ یعنی آگ جل رہی تھی تو تمہیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں اور جو دیکھتے ہوا سے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی اس کے باوجود تم نے آگ کو پانی سمجھ لیا اور اس میں کود گئے آگ کو آگ سمجھا ہی نہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسے ہی اس آیت میں اللہ آج اپنے رسول کے ذریعے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کہہ رہا ہے یعنی اللہ کا رسول کہہ رہا ہے کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو جو اعمال بھی آج تم کر رہے ہو یہ تم کفر کر رہے ہو تم کس طرح یہ کفر کر رہے ہو؟ یعنی تمہیں سننے، دیکھنے اور جو سنتے اور دیکھتے ہوا سے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو اس کے باوجود یہ آج جو اعمال تم کر رہے ہو جو کہ فساد ہے تم آسمانوں وزمین میں تباہیاں کر رہے ہو ہر شئے میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ یعنی تمہیں سننے کی صلاحیت دی گئی تو آخر کیوں؟ ظاہر ہے بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں انہیں سننا تمہارے لیے لازم تھا اس لیے تمہیں سننے کی صلاحیت دی گئی پھر تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تو آخر کیوں؟ ظاہر ہے جو اپنا وجود رکھتا ہے اسے دیکھنا تمہارے لیے لازم تھا اس لیے تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تا کہ تم اسے دیکھو اور پھر تمہیں صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیت نہیں دی گئی بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہوا سے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو آخر تمہیں یہ سمجھنے کی صلاحیت کیوں دی گئی؟ ظاہر ہے تا کہ تم جو سن اور دیکھ رہے ہوا سے سمجھو اور پھر تمہیں آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی گئی یعنی اعمال کرنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے کہ پہلے ہر لحاظ سے مکمل طور پر سنو دیکھو اور پھر اسے سمجھو جب تک سمجھ نہیں لیتے تب تک تم نے عمل کے قریب بھی نہیں جانا اس لیے پہلے مکمل طور پر سمجھو جب سمجھ لو تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تب عمل کے قریب جاؤ لیکن ذرا تم اپنے اعمال کو دیکھو تم کیا کر رہے ہو؟ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم کفر کر رہے ہو اور پھر آگے واضح کر دیا کہ کس کیساتھ کفر کر رہے ہو بِاللّٰهِ اللہ سے کفر کر رہے ہو یعنی تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی تو اگر تم ان کا استعمال کرتے تو تم پر واضح ہو جاتا کہ یہ جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے یہ اللہ ہے اللہ کا ہی وجود تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے کوئی دوسرا ہے ہی نہیں اب اس کے باوجود تم اللہ سے کفر کر رہے ہو یہ جو کچھ بھی اعمال تم کر رہے ہو تو تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ آج تم پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے اور پھر ایسا نہیں کہ تم پر کوئی دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ تم ہر صورت ہماری بات مانو نہیں بلکہ جہاں آج تم پر کھول کھول کر یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ اللہ ہی کا وجود ہے جو تمہیں ہر طرف سنائی اور دکھائی دے رہا ہے تو وہیں دوسری طرف تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں بھی دیں اس کے باوجود تم ہو کہ اللہ سے کفر کر رہے ہو تو تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ اگر تو تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں نہ دی گئی ہوتیں تو پھر اگر تم کفر کرتے تو تمہارا کفر کرنا بنتا تھا لیکن جب تمہیں سننے دیکھنے اور جو سن اور دیکھ رہے ہوا سے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی تو پھر اس کے باوجود تم کیسے کفر کر سکتے ہو کہ آج تم سے اللہ کلام کر رہا ہے اپنے رسول کے ذریعے، تم کیسے کفر کر سکتے ہو اللہ سے، تم کیسے کفر کر سکتے ہو جو تم کفر کر رہے ہو حق سے؟ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا اور کیا تمہیں امواتاً، موت کہتے ہیں اس مواد کو جس مواد سے شئے کو وجود میں لایا جاتا ہے اور کیا تمہیں امواتاً یعنی جس مواد سے تمہیں خلق کیا گیا وہ مواد اس سے پہلے جس جس حالت میں موجود ہے پیچھے سے پیچھے جاؤ تو تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ تمہیں کیسے خلق کیا گیا جیسا کہ اگر آپ اپنی خلق میں غور کریں کہ جس مواد سے آپ وجود میں آئے یہ مواد اس سے پہلے کہاں تھا پھر اس سے پیچھے کہاں تھا اسی طرح پیچھے سے پیچھے جائیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جس مواد سے آپ وجود میں آئے اس سے پہلے یہ مواد جانداروں اور نباتات کی صورت میں موجود ہے اس سے پیچھے طین، نطفہ یعنی خام تیل کی صورت میں اس سے پیچھے یہ زمین میں مٹیوں کی صورت میں جو کہ خلاء سے چار اقسام کے شہابیوں کی صورت میں اس زمین پر صرر صرر کر کے آیا تھا فَاَحْيَاكُمْ پس کیسے حیا کیا تمہیں یعنی اس وقت جو تم اس بشری صورت میں موجود ہو ذرا غور تو کرو کس طرح اس مواد کو اس صورت میں ڈھالا گیا؟ کیا جو تمہارے آدم وحوا نامی مائی بابے والی بائبلی کہانی ہے اس صورت میں یا پھر اس کے بالکل برعکس سب سے پہلے خلاء سے چار اقسام کے شہابیے زمین پر آئے صرر صرر کر کے پھر اس کے بعد ان سے وجود میں آنے والے ذرات کی صورت میں اس مواد کو طین، نطفہ یعنی خام تیل میں ڈھالا گیا پھر اس کے بعد اس سے نباتات اور زندگی وجود میں لائی گئی جو آگے

بڑھتے بڑھتے یہ بشر وجود میں آیا؟ تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تو اب ذرا غور کرو کیا حق ہے؟ اس کے باوجود بھی تم کفر کرتے ہو تو تم کیسے کفر کر سکتے ہو حالانکہ اب تمہارے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ پیچھے نہیں رہا بلکہ تم پر حجت ہو چکی۔

پھر تمہارا کہنا ہے کہ تمہیں موت کے بعد حیات نہیں کیا جائے گا بلکہ تمہاری وفات کے بعد تم مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اور پھر آخرت میں تمہیں کھڑا کیا جائے گا حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے حق اس کے بالکل برعکس ہے ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر تم موت ہو رہے ہو پھر تم حیا ہو رہے ہو یعنی یہ موت وحیات کا تسلسل آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے ایسا نہیں ہے کہ تم ابھی صرف حیا کیے گئے اس کے بعد موت اور پھر صرف آخرۃ میں اٹھائے جاؤ گے نہیں بلکہ تم اگر غور وفکر کرو تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ موت حیات موت حیات موت حیات یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اور تمہارا اس وقت بطور بشر موجود ہونا یہ اس موت وحیات والے سلسلے میں صرف ایک کڑی ہے، اس وقت تم بطور بشر موجود ہو تو اس سے پہلے بھی یہ مواد جن جن جانداروں کی صورت میں موجود ہے اور اس بشری وجود کی موت کے بعد بھی یہ مواد جن جن جاندار مخلوقات میں بدل رہا ہے وہ تم ہی ہو یہاں تک کہ واپس پہلی حالت یعنی ذرات میں تحلیل نہیں ہو جاتے اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ پھر یعنی اسی طرح موت حیات موت حیات ہوتے ہوتے واپس اسی میں پلٹ رہے ہو جس سے وجود میں آئے اور جب غور وفکر کرو گے تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ تم اسی فطرت سے وجود میں آئے اور اسی میں واپس پلٹ رہے ہو۔

اس آیت میں بنیادی طور پر خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے موت وحیات کے بارے میں عقائد ونظریات کا رد کرتے ہوئے انہیں بے بنیاد و باطل ثابت کرتے ہوئے اس کے برعکس حق کھول کھول کر واضح کیا گیا ہے اس آیت میں آپ کی مکمل تاریخ بیان کر دی گئی ہے۔

خود کو مسلمان کہلوانے والے ہوں یا پھر ان کے علاوہ ہندو ہوں، پارسی ہوں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا پھر ان کے علاوہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے کسی کا بھی یہ کہنا نہیں ہے کہ آخرت نہیں ہے اور آخرت میں اٹھایا نہیں جائے گا بلکہ سب کے سب کا دعویٰ ہے کہ آخرت میں دوبارہ اٹھایا جائے گا ہر کوئی جنت و جہنم کو تسلیم کرتا ہے ہر کوئی سزا و جزا کو تسلیم کرتا ہے لیکن ان سب کے سب کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم یہی ہیں جو یہ بشری وجود اس وقت نظر آ رہا ہے کہ اس وقت ہم حیا ہیں یعنی ہم زندہ ہیں اور جیسے ہی ہماری وفات ہو جاتی ہے تو ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جاتے ہیں یعنی کہ ہم موت کے بعد مٹی اور ہڈیاں ہو جاتے ہیں ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جاتے جب تک کہ یوم الآخرہ نہیں آ جاتا لیکن اس آیت میں ان سب کے سب کے ان عقائد ونظریات کو بے بنیاد و باطل قرار دیا گیا اس کے علاوہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے آدم وحوا نامی بے بنیاد و باطل عقیدے کو بھی جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ اس وقت جو تم حیا ہو یعنی اس بشری وجود میں موجود ہو ہے اس سے پہلے بھی تم ہی تھے جو اس مقام پر تمہاری پیچھے سے پیچھے اموات ہیں اور پھر یہ جو اس وقت تم اس بشری صورت میں موجود ہو اس کے بعد تم مر کر مٹی اور ہڈیاں نہیں ہو جاتے بلکہ جیسے اس سے پیچھے موت حیات موت حیات سے ہوتے ہوتے اس بشری وجود تک کا سفر ہے ایسے ہی اس سے آگے موت حیات پھر موت حیات ہوتے ہوتے واپس اسی وجود فطرت میں پلٹ رہے ہو جس وجود سے وجود میں آئے اور پھر اسی آیت کی مزید وضاحت اگلی آیات میں کر دی گئی بلکہ قرآن میں جگہ جگہ اس کی وضاحت موجود ہے اس پر ہر پہلو سے بات کی گئی جیسا کہ آگے بڑھنے سے پہلے درج ذیل آیات آپ کے سامنے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ. وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ. وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ.

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ. الرعد ۳ تا ۶

وَهُوَ اور جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ حد نہیں آجاتی یعنی اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو جو وجود سامنے آئے گا نہ صرف ایک ہی وجود سامنے آئے گا اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ الَّذِیْ یہی ذات ہے مَدَّ الْاَرْضَ جس نے الارض کو یعنی زمین کو مد کیا، مد کہتے ہیں ہر شئے کا سرکل میں ہونا مثال کے طور پر جیسے گیسیں، گیسوں سے پانی، پانی سے برف، برف سے پھر پانی، پانی سے پھر گیسیں، گیسوں سے پانی، پانی سے برف، برف سے پانی یعنی آپ کو سرکل ہی ملے گا کوئی سرا نہیں آپ دائرے میں ہی گھومتے رہیں گے کوئی سرا نہیں آئے گا اسے ''مد'' کہتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ جب آپ زمین کی خلق میں غور کریں گے تو جو زمین کا خالق سامنے آئے گا وہ یہی وجود ہی سامنے آئے گا جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے جسے آپ کائنات کا نام دیتے ہیں اور دوسری بات آپ کے سامنے یہ آئے گی کہ زمین میں ہر شئے سرکل میں ہے آپ کو کہیں بھی کوئی بھی سرا نہیں ملے گا بلکہ آپ سرکل میں ہی گھومتے رہیں گے اور اسی کو آگے مزید کھول کر واضح کر دیا وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا اور اسی وجود نے ہی کر دیں زمین میں چوٹیاں اور انھار یعنی شریانیں جیسے کہ آپ کے جسم میں شریانیں ہیں جن میں خون گردش کرتا ہے وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور جتنے بھی ثمرات نکل رہے ہیں تمام کے تمام ثمرات اسی زمین سے جو رواسیاں ہیں یعنی چوٹیاں ہیں اور انھار یعنی شریانیں ہیں انہی سے نکالے جا رہے ہیں۔

آپ پر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے جو اتارا وہ مثانی ہے یعنی آیات کا، آیات میں الفاظ اور جملوں کا آپس میں ایسے ہی گہرا ربط ہے جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین، تین کے بعد چار آتا ہے، جیسے جسم میں ہر عضو دوسرے سے مربوط و مشروط ہے بالکل ایسے ہی اس قرآن میں تمام آیات اور ہر آیت میں الفاظ و جملوں کا آپس میں ربط ہے اس لیے اب ذرا غور کریں کہ رواسی کا انھار کیساتھ کیا اور کیسا ربط ہے؟ پھر رواسی اور انھار کیساتھ تمام کے تمام ثمرات کا کیا اور کیسے ربط ہے؟

جب آپ غور کریں گے تو آپ پر یہی بات کھل کر سامنے آئے گی کہ رَوَاسِيَ یعنی چوٹیاں جو کہ دو اقسام کی ہیں ایک مٹی و پتھروں وغیرہ کے پہاڑ ہیں اور دوسری چٹانیں اور پھر آپ پر یہ بھی واضح کیا جا چکا کہ پہاڑوں میں وہ عناصر موجود ہیں جن سے زمین پر حیات وجود میں لائی جا رہی ہے اور چٹانوں میں ان عناصر کو طین، نطفہ یعنی خام تیل میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پہاڑ وہ گودام ہیں جن میں خام مال ذخیرہ کیا ہوا ہے اور یہ خام مال خلاء میں اڑتے ہوئے چار طیر یعنی شہابیوں سے زمین پر صرر رصرر رکر کے آیا، پہاڑوں سے یہ خام مال چٹانوں میں جاتا ہے جن کے نیچے پگھلے ہوئے لاوے کی صورت میں آگ ہے اور اوپر برف اور ان کے درمیان زمین کے مختلف عناصر جو پہاڑوں سے چٹانوں میں آتے ہیں انہیں آگ مس کرتی ہے یعنی آگ اثر انداز ہوتی ہے جس سے یہ عناصر خام تیل میں بدل جاتے ہیں ان سے خام تیل جسے طین اور نطفہ کہا گیا خلق ہوتا ہے جو زمین کی انھار یعنی شریانیوں میں سفر کرتا ہوا زمین کے انگ انگ میں جاتا ہے اور پھر اس سے زمین اپنے ثمرات نکالتی ہے جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ان ثمرات میں دو دو جوڑے کر دیئے یعنی ایک طیب جوڑا اور دوسرا جوڑا خبیث يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانپ رہی ہے الیل النھار کو یعنی جیسے آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ لیل جو کہ اندھیرا ہے وہ روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے کہ اندھیرے سے روشنی برآمد ہوتی ہے بلکہ ایسے ہی جو ثمرات کے دو دو جوڑے ہیں ان میں سے ایک جوڑا دوسرے کو ڈھانپ لیتا ہے یعنی اگر ان میں سے ایک موجود ہو تو دوسرے کا وجود چھپ جاتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں کہا گیا؟ تو اس کا جواب بھی آگے دے دیا گیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اس میں کچھ شک نہیں اُس میں اس کی آیات ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کی آیات ہیں تو آگے اس کا جواب بھی دے دیا گیا لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ان

لوگوں کے لیےآیات ہیں جو خود ہی تفکر کر رہے ہیں یعنی انہیں جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں جو ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں جو اپنی ہی خلق میں اور آسمانوں وزمین کی خلق میں غوروفکر کر رہے ہیں ان کو علم ہے کہ اللہ کی آیات ہیں یہ جو بھی انہیں نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ اللہ کی آیات ہیں۔ان پر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ جیسے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور دن رات کو ایسے ہی ثمرات جو کہ دو طرح کے ہیں ایک وہ جو طیب ہیں اور دوسرے وہ جو خبیث اور ثمرات ہمارا رزق ہیں اگر طیب کو رزق بنایا جائے گا تو طیب کی اپنی خصوصیات وصفات ہیں یوں وہ صفات و خصوصیات حاصل ہو جائیں گی اور خامیاں دور ہو جائیں گی اور اگر طیب کی بجائے خبیث کو اپنا رزق بنایا گیا تو خبیث میں خامیاں ہی خامیاں ہیں اس میں بری بری خصلتیں ہیں یوں خبیث طین کی خصوصیات وصفات کو ڈھانپ لے گا۔ جو غوروفکر کر رہے ہیں ان پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کسی آدم وحوا نامی ایک مائی بابے کی اولاد نہیں ہیں بلکہ زمین میں ہر شئے سرکل میں ہے کوئی ایک بھی شئے دائرے سے باہر نہیں ہے اس لیے یہ بشر مائی بابے سے نہیں بلکہ ارتقاء سے آیا، ایک مخلوق جب اپنی مدت پوری کر لیتی ہے تو وہ آگے نئی مخلوقات میں چلی جاتی ہے ایسے ہی یہ سلسلہ آگے چلتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہاں نہ پہنچ جائے جہاں سے ابتداء ہوئی، دو طرح کا مواد ہے ایک طیب اور دوسرا خبیث۔ طیب سے آگے طیب مخلوقات وجود میں آتی ہیں اور خبیث سے آگے خبیث مخلوقات وجود میں آتی ہیں ایسے بہت سے راز کھل کر واضح ہو جاتے ہیں آیات کھل کر واضح ہو جاتی ہیں

وَفِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ' اور یہ بھی کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ زمین میں ٹکڑے ہیں مُّتَجٰوِرٰتٌ' زمین میں بعض جگہیں ایسی ہیں جو کھنڈرات ہیں، جنگل وبیابان ہیں، کانٹے دار جھاڑیاں ہیں جن میں سانپ، بچھو، چوہے اور اسی طرح کے گندے اور غلیظ جانور ہوتے ہیں اور اس کے برعکس وَّ جَنّٰتٌ' اور زمین میں کچھ ٹکڑے باغات ہیں مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّزَرۡعٌ' وَّنَخِیۡلٌ' صِنۡوَانٌ' وَّغَیۡرُ صِنۡوَانٍ جوس دار ثمرات سے اور کھیتیوں سے اور میوؤں سے کچھ تو ایک ہی لڑی سے ارتقاء کیے ہوئے ہیں اور کچھ کا سلسلہ ارتقاء پیچھے ان سے ہٹ کر ہے اور ان باغات میں سانپ بچھو سمیت اس طرح کہ غلیظ اور حقیر جانوروں کے برعکس سب رنگ برنگے پرندے ہوتے ہیں جو میوے وپھل کھاتے ہیں زمین میں آزاد گھومتے پھرتے ہیں یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ اور ایک ہی پانی سے سیراب ہو کر زمین کے دونوں ٹکڑے وجود میں آئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک ہی پانی سے دونوں طرح کے ٹکڑے سیراب ہو رہے ہیں تو پھر ان میں جاندار مخلوقات مختلف کیوں ہیں ایک میں سانپ، بچھو، کرلے وغیرہ جو کہ شدید اور سخت حالات کا سامنا کرتے ہیں ہر وقت ڈر اور خوف میں رہتے ہیں کہ کہیں ان کا کوئی سر نہ کچل دے، گرمی میں بھی بلوں میں رہنے پر مجبور ہوتے ہیں، سیلاب وغیرہ آئیں تو اس کا شکار ہوتے ہیں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرتے ہیں اور دوسرے ٹکڑوں میں جو کہ مختلف جوس دار پھلوں، اور کھیتیوں اور میوؤں والے باغات ہیں ان میں رنگ برنگے پرندے جو درختوں پر گھونسلے بنا کر رہتے ہیں پھل اور میوے کھاتے ہیں جہاں چاہے اڑتے پھرتے ہیں بالکل آزاد ہیں انہیں کوئی ڈر خوف لاحق نہیں ہوتا تو اسی سوال کا جواب آگے دے دیا وَ نُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُكُلِ اور ہم جو بعض کو بعض پر ترجیح دے رہے ہیں یہ ترجیح ہم نے جو رزق کا استعمال ہے اس میں رکھ دی اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ اس میں کچھ شک نہیں اُس میں اس کی آیات ہیں ان لوگوں کے لیے جو سن اور دیکھ ہی نہیں رہے بلکہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے اسے سن اور دیکھ کر سمجھ رہے ہیں۔

یعنی بالکل واضح ہے کہ اگر آپ شکر کرتے ہیں آپ کو جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی ہیں اگر ان کا استعمال کرتے ہیں اپنی ہی خلق میں غوروفکر کرتے ہیں اور اسے سمجھتے ہیں آسمانوں وزمین میں غوروفکر کر کے انہیں سمجھتے ہیں تو آپ پر سب کچھ کھل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ پہلی بات کہ نہ تو یہ کائنات الگ ہے اور نہ ہی اللہ اس کائنات سے الگ کہیں اوپر چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے بلکہ یہی وجود جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے یہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یہ اللہ کی آیات ہیں اسی وجود نے زمین کو خلق کیا زمین مختلف اقسام کے شہابیوں کی بارشوں سے وجود میں آئی آخری چار اقسام کے

شہابیے جو صرر صرر کر کے زمین پر آئے تھے ان سے وہ مواد وجود میں آیا جس سے زمین پر موت حیات کا نظام چل رہا ہے۔ زمین کو خلق کیا گیا تو زمین پر جو چوٹیاں ہیں یہ دو اقسام کی ہیں ایک مٹی و پتھروں وغیرہ کے پہاڑ ہیں اور دوسری چٹانیں ہیں پہاڑ زمین پر وہ گودام ہیں جن میں خام مال ذخیرہ کیا ہوا ہے جو کہ خلاء سے ان چار اقسام کے شہابیوں سے آیا جس سے زمین پر موت حیات کا نظام چلایا جا رہا ہے تو چٹانیں وہ کارخانے ہیں جو پہاڑوں سے عناصر حاصل کر کے انہیں طین، نطفہ یعنی خام تیل میں بدلتے ہیں ان سے خام تیل زمین کا خون خلق کرتے ہیں اور پھر زمین کا خون خام تیل ان چٹانوں سے منسلک زمین کی اسی چٹانی تہہ میں زمین کی شریانیوں میں گردش کرتا ہوا پوری زمین میں پھیلتا ہے اس چٹانی تہہ کے نیچے لاوے کی صورت میں آگ ہے جس سے حرارت ملنے کی وجہ سے خام تیل گرم ہونے سے گیسوں میں تحلیل ہو کر زمین کی اوپر والی مٹی کی تہوں کی طرف سفر کرتا ہے اور اپنے اپنے نقطہ انجماد پر وہ گیسیں منجمد ہو کر واپس عناصر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں پھر زمین کی مٹی والی تہہ میں پانی اور سورج سے آنے والی شعاعوں کی صورت میں انرجی کے اختلاط سے زمین سے ثمرات نکل رہے ہیں جو کہ دو طرح کے ہیں ایک طیب ہیں اور دوسرے خبیث۔ طیب سے طیب مخلوقات وجود میں آ رہی ہیں اور خبیث سے خبیث مخلوقات وجود میں آ رہی ہیں اور زمین پر دو اقسام کے ٹکڑے ہیں ایک وہ جو کہ جنگل بیابان ہیں، جھاڑیاں ہیں، کھنڈرات ہیں، صحرا ہیں ان میں خبیث مخلوقات ہیں سانپ، بچھو وغیرہ اور دوسرے باغات ہیں جن میں مختلف پھل، کھیتیاں اور میووں کے باغات ہیں جن میں رنگ برنگے پرندے رہتے ہیں۔

پھر زمین میں ہر شئے سرکل میں ہے یعنی دائرے میں ہے ایک مخلوق جب اپنی مدت پوری کر لیتی ہے تو وہ مر کر مٹی نہیں ہو جاتی بلکہ وہ نئی مخلوقات میں چلی جاتی ہے یوں نئی مخلوقات جب اپنی زندگی پوری کر لیتی ہیں تو وہ مر کر مٹی نہیں ہو جاتیں بلکہ ان سے نئی مخلوقات وجود میں آتی ہیں یوں ہر شئے سرکل میں ہے کچھ بھی سرکل سے باہر نہیں ہے زمین پر کسی بھی صورت میں کہیں بھی کوئی سرا نہیں ملے گا بلکہ سرکل ہی ملے گا دائرہ ہی ملے گا۔

جس سے یہ بات کھل کر واضح ہو گئی کہ اس وقت جو بشری وجود ہے یہ نہ ہی پہلا وجود ہے اور نہ ہی آخری بلکہ جس مواد سے آپ وجود میں آئے اس بشری صورت میں ڈھلنے سے پہلے وہ مواد جس صورت میں موجود تھا وہ آپ ہی ہیں لیکن اس وقت آپ کو اس کا شعور نہیں ہے ایسے ہی اس بشری وجود کو جب موت آئے گی تو یہ مر کر مٹی اور ہڈیاں نہیں ہو جائے گا بلکہ اگر یہ مٹی ہوتا ہے تو صرف اور صرف اس لیے کہ اس سے نئی مخلوقات بن جاتی ہیں جو کہ آپ ہی ہیں، اب اگر آپ آج طیب رزق کھاتے ہیں تو یہ رزق ہی ہے جس میں ہر لحاظ سے فضیلت رکھ دی گئی اگر طیب رزق کھائیں گے تو طیب جسم بنے گا اور موت کے بعد جب اس جسم سے نئی مخلوقات بنیں گی تو طیب مخلوقات بنیں گی طیب کو خبیث پر فضیلت یعنی ترجیح حاصل ہے طیب کھائیں گے تو موت کے بعد یہ جسم جب خلقِ جدید میں جائے گا یعنی اس سے نئی مخلوقات بنیں گی تو رنگ برنگے پرندے خلق ہوں گے جو کہ آپ ہی ہوں گے آج اس وقت تو آپ کو اس کا شعور نہیں ہے لیکن جب اس جسم کی موت ہو گی تب ایسے ہی آپ اس جسم سے بننے والی مخلوقات آپ ہوں گے جیسے اس وقت اس بشری وجود کو اپنا آپ سمجھتے ہیں اور اگر خبیث رزق کھائیں گے تو موت کے بعد اس جسم سے سانپ بچھو وغیرہ بنیں گے اور وہ آپ ہی ہوں گے۔ اب جب آج اللہ نے اپنا رسول بعث کیا اور اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے یہ حقائق کھول کھول کر بتا دیئے کہ یہ ہے قبر جو کہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ یا پھر جہنم کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے کہ تم مر کر مٹی اور ہڈیاں نہیں ہو جاتے بلکہ جب تمہیں موت دی جاتی ہے اور یہ جسم مٹی میں تحلیل ہوتا ہے تو اس لیے ہوتا ہے تا کہ اس کو نئی خلقِ میں لے جایا جائے اس سے نئی مخلوقات بنائی جائیں جو کہ تم ہو جسے تم قبر کہتے ہو تو آگے سے آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا جو جواب ہے اس کی بھی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی گئی تھی وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ اور اگر یہ نئی بات ہے کہ پہلے کبھی نہیں سنی پہلی بار سن رہے ہیں ان کا جو ردِ عمل ہے جو آگے سے کہہ رہے ہیں فَعَجَبٌ نئی بات یہ نہیں جو ہم کہہ رہے ہیں یعنی جو اللہ کا رسول کہہ رہا ہے بلکہ نئی بات تو وہ ہے جو ان لوگوں کی ہے جو اللہ نے کہی ہی نہیں جو اللہ کے کسی بھی رسول نے نہیں کہی قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ یہ جو اس وقت موجود ہیں جن سے اللہ اپنے رسول کے ذریعے کلام کر رہا ہے جب ان پر یہ

حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو ان کا کہنا ہے یہ کہہ رہے ہیں کہ کیا جب ہم ہو جائیں مٹی تو کیا ہم مٹی اس لیے ہوتے ہیں جو تُو کہہ رہا ہے؟ یعنی یہ لوگ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ جب مٹی ہوتے ہیں تو مٹی نہیں ہوتے بلکہ خلقٍ جدیدٍ میں چلے جاتے ہیں تو آگے سے اللہ کا رسول کہہ رہا ہے اِنَّـا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ اس میں کچھ شک نہیں جو تم مر کر مٹی ہوتے ہو تو مٹی نہیں ہوتے بلکہ تمہیں مٹی کیا جاتا ہے کہ تمہیں خلقٍ جدیدٍ میں لے جایا جاتا ہے تم نئی مخلوقات میں چلے جاتے ہو اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یہ وہ لوگ ہیں جو کفر کر رہے ہیں جو ان کا ربّ ہے اس سے یعنی بہت ہی آسان ہے کہ اس بشری وجود سے پہلے آپ کیا تھے اور موت کے بعد کہاں جائیں گے آیا مٹی ہو جائیں گے یا پھر خلقٍ جدیدٍ میں چلے جائیں گے اس کا فیصلہ تو وہی کر سکتا ہے جو ربّ ہے جس نے وجود میں لایا کیونکہ جس نے وجود میں لایا اور جو موت دے رہا ہے اسے ہی علم ہے کہ وہ موت کے بعد اس جسم کیساتھ کیا کر رہا ہے آیا مٹی ہی کر دیتا ہے یا پھر خلقٍ جدیدٍ میں لے جاتا ہے اس لیے ربّ سے پوچھا جائے گا اور ہر ایک پر کھل کر واضح ہو چکا کہ ربّ فطرت ہے اب آپ اپنے ربّ یعنی فطرت سے پوچھیں کہ موت کے بعد کہاں لے جایا جاتا ہے تو فطرت آپ کو بالکل کھول کھول کر جواب دے رہی ہے آپ کو بار بار کہا جا رہا ہے کہ آپ کو سننے کے لیے کان دیئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی تو کیوں نہیں غور و فکر کرتے اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ فطرت تمہارا ربّ تمہیں موت کے بعد کہاں لے جا رہا ہے؟ اب جب آپ غور کریں گے تو کھل کر واضح ہو جائے گا کہ مر کر مٹی نہیں ہوتے بلکہ نئی مخلوقات میں چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ واپس اسی ربّ میں پلٹ نہ جائیں۔ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک مخلوق کی جب موت ہوتی ہے تو اس سے نئی مخلوقات بن جاتی ہیں ایسے ہی کوئی ایک بھی خلق ایسی نہیں کہ جس کی موت ہو جانے سے وہ مٹی میں مل جاتی ہے بلکہ اس سے آگے نئی مخلوقات بن جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ دوبارہ واپس فطرت میں نہ مل جائے جیسے وہ اول حالت میں تھی۔ اب حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر کوئی کفر کرتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے کفر کر رہا ہے اور کفر کرنے والے کون لوگ ہیں یہ بھی کھول کر واضح کر دیا وَاُولٰٓئِکَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اور یہ جو کفر کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں پٹے پڑے ہوئے ہیں یعنی جیسے کسی کتے یا جانور کے گلے میں پٹہ ڈال کر اسے پکڑا ہوتا ہے تو جس کے ہاتھ میں اس کا پٹہ ہوتا ہے وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے وہ اپنی گردن کو اِدھر اُدھر نہیں موڑ سکتا بالکل ایسے ہی وہ لوگ جن لوگوں نے اپنے گردنوں میں اپنے بڑوں کے، اپنے ملاؤں کے پٹے ڈالے ہوئے ہیں جو اندھوں کی طرح بغیر سوچے سمجھے، جو بغیر غور و فکر کیے دوسروں کے پیچھے چل رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں۔ ظاہر ہے اگر تو شکر کریں گے یعنی انہیں جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی اگر یہ ان کا استعمال کریں گے تو حق ان پر کھل کر واضح ہو جائے گا جس کا کفر کیا ہی نہیں جا سکتا اور اگر غور و فکر کرنے کی بجائے اندھوں کی طرح اپنے آباؤ اجداد اور اپنے ملاؤں کے پیچھے چلیں گے تو پھر ان پر حق کیسے کھل کر واضح ہو گا بلکہ یہ تو اسی کو حق کہیں گے جسے ان کے آباؤ اجداد حق کہتے رہے جسے ان کے ملاں حق کہہ رہے ہیں جن کے پٹے ان لوگوں نے اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ان لوگوں میں نسل در نسل بشر کی خلق اور موت کے بعد قبر کے حوالے سے عقائد و نظریات پائے جاتے ہیں جن کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ یہی وہ لوگ ہیں جو اصحاب النار ہیں اور اس میں رہیں گے اس وقت تک جب تک کہ النار یعنی جہنم کی بھی اجل مسمیٰ نہیں آ جاتی۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ تو ہیں ہی جنتی لیکن خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان کے بارے میں قرآن کیا کہہ رہا ہے جو کہ آج کی تاریخ ہے اور آج اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے حق کھول کھول کر واضح کر دیا۔

یوں آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو چکی کہ یہ زمین میں جتنے بھی جاندار ہیں یہ آپ ہی ہیں جو کہ آپ کے مختلف مراحل ہیں اس وقت آپ کو اس کا شعور نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس بشری وجود کو اپنا آپ سمجھ رہے ہیں شعور اس میں ہے لیکن جب اس بشری وجود کی موت ہو جائے گی تو اس سے آگے جو مخلوقات بنیں گے آپ وہی ہوں گے کیونکہ تب یہ بشری مرحلہ ختم ہو چکا ہو گا اور آپ اگلے مرحلے میں جا چکے ہوں گے اگر طیب رزق کھایا تھا تو پرندوں کی

صورت میں آپ کا اگلا مرحلہ اور اگر خبیث تو پھر اگلا مرحلہ سانپ بچھو وغیرہ سمیت جو ایسی ہی مخلوقات ہیں وہ آپ ہی ہوں گے، اس وقت آپ کو جتنی بھی وہ جاندار مخلوقات نظر آ رہی ہیں جو اس بشر کے بعد کی خلق ہیں وہ سب کے سب کبھی بشر ہی تھے کیونکہ وہ اس مرحلے سے گزر چکے ہوئے ہیں اور اس مرحلے کے بعد آپ بھی ان میں ہی چلے جائیں گے اور آگے مراحل طے کرتے کرتے واپس پہلی حالت میں چلے جائیں گے اور پھر آخرہ میں دوبارہ آپ کو بشری صورت میں حیا کیا جائے گا اور اسی کا سورۃ البقرۃ کی اگلی آیت میں بھی ذکر کر دیا گیا هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا تو جو ذات سامنے آئے گی نہ صرف ایک ہی ذات سامنے آئے گی کہ اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یہی ذات ہے جس نے تمہیں خلق کیا جو بھی زمین میں ہے جمیعاً یعنی جیسے آج بشر ہو تو اس سے اگلا مرحلہ بھی تم ہو اس سے اگلا مرحلہ بھی تم ہو اس سے اگلا مرحلہ بھی ایسے ہی شروع سے لیکر آخر تک تمہیں زمین میں جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ تم ہی موجود ہو کسی نہ کسی صورت میں ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ زمین میں تمہیں خلق کیا جو تمہاری ترابِ والی خلق ہے پھر یہی ذات جو تمہیں نظر آ رہی ہے اس نے جو آسمان تھا اس کو کرنا شروع کیا تو پس سات آسمان کر دیئے یعنی جب زمین پر شہابیوں کی صورت میں بارشیں ہوتی رہیں اور زمین مکمل ہو گئی اس میں پہاڑ وغیرہ وجود میں آ گئے تو زمین کے گرد گیسوں کا ایک مرکب حصار کی صورت میں اکٹھا ہو چکا تھا پھر سورج وجود میں آیا جس سے زمین کے گرد گیسوں کے مرکب پر مشتمل ایک تہہ سات تہوں میں تقسیم ہو گئی جس سے نہ صرف ہائیڈروجن و آکسیجن گیسیں وجود میں آئیں بلکہ ان کے اختلاط سے ایک لمبی مدت تک بارشیں ہوتی رہی، پانی اونچی جگہوں سے گہرائیوں کی طرف بہتا رہا جس سے زمین کا کٹاؤ ہو کر نالیاں، چشمے، نہریں اور دریا وجود میں آئے اور گہرائیوں میں پانی اکٹھا ہوتے ہوتے سمندر وجود میں آ گئے پھر جب ہائیڈروجن و آکسیجن کا اختلاط تھم گیا تو موسم وجود میں آ گئے۔ جس کے بعد پانی میں یعنی سمندروں میں زمین کے عناصر اور سورج کی توانائی سے پانی میں زندگی کا آغاز ہو کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا تو وہیں دوسری طرف زمین میں نباتات کی صورت میں حیات کا آغاز ہوا جو آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے زمین نے جنت کی طرف کا سفر یعنی باغات میں بدلنے کا سفر شروع کر دیا یوں جب ارتقاء کرتے کرتے یہ بشر وجود میں آ گیا تب تک زمین میں نباتات ارتقاء کرتے کرتے زمین باغ بن چکی تھی اور اس میں اس بشر کی تمام ضروریات وجود میں آ چکی تھیں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اور تب کہا تھا تیرے ربّ نے ملائکہ کے لیے یعنی جب زمین کی خلق مکمل ہو گئی اور زمین کی گرد گیسوں کے مرکب کی ایک تہہ سات تہوں پر تقسیم ہو گئی جس کے بعد زمین پر پانی آیا اور زندگی کی ابتداء ہوئی اور جب زندگی ارتقاء کر رہی تھی وَاِذْ قَالَ تب کہا تھا اب آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ کیا کہا تھا اِنِّیْ جَاعِلٌ اس میں کچھ شک نہیں یہ جو میں کر رہا ہوں یعنی یہ جو زمین کی خلق سے لیکر آگے بڑھتے بڑھتے زندگی کو وجود میں لایا گیا اور یہ جو زندگی ارتقاء کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہے یہ جو میں کر رہا ہوں یہ کیا کر رہا ہوں؟ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً زمین میں ایک نائب کر رہا ہوں قَالُوْۤا تب ملائکہ آگے سے جواب دے رہے تھے اَتَجْعَلُ فِیْهَا کیا تُو اسے زمین میں نائب کر رہا ہے مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ جو فساد کر رہا ہے یعنی زمین کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہا ہے اور اس کا خون بہا رہا ہے وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ اور ہم تو سبح کر رہے ہیں یعنی ہمیں جو بھی حکم دیا جاتا ہے فوری اسے دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہے ہیں تیری حمد کیساتھ یعنی پھر جو کام کرتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں کہ اس میں رائی برابر بھی خامی وخرابی نہیں ہوتی اس میں ہر لحاظ سے خوبیاں ہی خوبیاں ہوتی ہیں اور ہم جو کر رہے ہیں اس سے تجھ کو قدس ہے یعنی تُو ہر طرح کی خامی وخرابی سے پاک ہے لیکن جو یہ کر رہا ہے پہلی بات کہ نہ تو یہ سبح کر رہا ہے یعنی تیری بات مان کر فوری اس پر عمل کرنے کی بجائے اپنی مرضی کر رہا ہے اور پھر جو کام کر رہا ہے اس سے تیری حمد نہیں بلکہ خامیاں وخرابیاں ہوتی ہے اور تُو پاک نہیں بلکہ خامیوں خرابیوں والا نظر آتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں آج تک ان لوگوں نے یہی مراد لیا کہ گویا ایک دربار لگا ہوا ہے تخت پر اللہ نامی کوئی بیٹھا ہوا ہے اور سامنے ملائکہ کے نام پر فرشتے موجود

ہیں اور اللہ انہیں کہہ رہا ہے کہ میں زمین میں اپنا نائب بشر بنانے جا رہا ہوں اور پھر آگے کہتے ہیں کہ فرشتوں نے آگے سے اعتراض اٹھایا اور اپنی تعریف کی جو کہ ایک دیو مالائی کہانی ہے جس کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ربّ کہہ رہا ہے اور ربّ کون ہے یہ واضح ہونا لازم ہے اور دوسری بات کہ ربّ الملائکہ کو کہہ رہا ہے تو الملائکہ کا علم ہونا بھی لازم ہے پھر تیسری بات کہ جب کہا جا رہا ہے تب یہ بشر موجود نہیں تھا بلکہ تب جو کیا جا رہا تھا اس بشر کو وجود میں لایا جا رہا تھا یہ بشر اپنی تخلیق کے مراحل میں تھا ابھی یہ بشر وجود میں نہیں آیا تھا۔

ربّ آپ جان چکے کہ یہی وجود ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے جو کہ فطرت ہے اور الملائکہ کو سمجھنا ہے تو پہلے یہ جان لیں کہ الملائکہ کی ضد جان ہیں الملائکہ اور جان دونوں ایک دوسرے کی متضاد قوتیں ہیں الملائکہ نور سے وجود میں آنے والی قوت ہے اور جان آگ سے وجود میں آنے والی قوت ہے۔

جب ربّ بشر کو خلق کر رہا تھا اور ربّ آپ جان چکے کہ یہ فطرت ہے فطرت جب بشر کو وجود میں لا رہی تھی تو ظاہر ہے فطرت کوئی مٹی کا بت تو نہیں بنائے گی نہ ہی فطرت نے مٹی کا بت بنایا بلکہ فطرت جسے بھی وجود میں لاتی ہے تو اسے آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھاتے بڑھاتے وجود میں لاتی ہے مثلاً ایک درخت کو ربّ نے خلق کیا تو ذرا غور کریں کہ کیسے ربّ نے درخت کو خلق کیا؟ سب سے پہلے ایک بیج تیار کیا جو کہ غور وفکر کرنے پر واضح ہو گا کہ ایک لمبی مدت میں بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد بیج وجود میں آیا یعنی جب زمین پر پانی آیا تھا تو بارشوں کے برسنے سے جب پہلی بار زمین میں زمین کے عناصر سورج کی انرجی اور پانی کا اختلاط ہوا تو طرح طرح کی انتہائی چھوٹی چھوٹی نباتات وجود میں آئیں ان نباتات سے ارتقاء کرتے کرتے ایک لمبی مدت کے بعد مختلف درخت وجود میں آئے یوں اس طرح جب درخت وجود میں آئے تو بیج کے بعد وہ سورج کی انرجی اور پانی کے اختلاط سے پھٹتا ہے پھر ننھا سا پودا بنتا ہے پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے درخت بنتا ہے ایسے ہی آپ جب غور وفکر کریں گے تو آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ یہ بشر بائبلی عقیدے ونظریے کے مطابق وجود میں نہیں لایا گیا بلکہ اسے ربّ نے وجود میں لایا جو کہ فطرت ہے اور فطرت تو ارتقاء سے کچھ بھی وجود میں لاتی ہے اس لیے اس بشر کو ارتقائی مراحل سے گزارتے ہوئے وجود میں لایا گیا تو جب زمین پر پانی آیا اور پانی آنے کے بعد زمین پر زندگی کی ابتداء ہوئی اور زندگی نے ارتقاء کرنا شروع کیا تو دو طرح کی مخلوقات تھیں ایک وہ جو انتہائی شریف، مالک کی وفادار جو اپنی من مانی نہیں کرتیں اپنی مرضی نہیں کرتیں اور دوسری وہ جن میں غرور تکبر اور طاقت کا نشہ جو شریف اور مالک کی وفادار مخلوقات کو چیر پھاڑ کرتی انہیں نقصان پہنچاتی ہیں تو یہ جو مراحل طے ہو رہے تھے تو اس دوران وہ جو شریف اور مالک کی وفادار مخلوقات تھیں جن کو ڈرائیو کرنے والی قوت ملائکہ تھے انہیں کہا گیا اور انہیں اسی لیے کہا گیا کیونکہ جب درندے و چیر پھاڑ کرنے والے جانور انہیں چیرتے پھاڑتے انہیں قتل کرتے مخلوقات کو بظاہر نقصان پہنچاتے تو جیسے آج آپ کو اگر کوئی تکلیف پہنچے تو آپ دل ہی دل میں یہی کہتے ہیں یا سوچتے ہیں اپنے ربّ سے شکوہ کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا ایسا نہ ہوتا تو بہتر تھا ایسا کیوں کیا جا رہا ہے ایسے ہی جب ان مخلوقات کے دل میں یہ کیفیت پیدا ہوتی تو وہ اپنے ربّ کو یہی کہتیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے اے ربّ تُو یہ کیا کر رہا ہے؟ تو آگے سے ربّ نے یہی کہا تھا کہ یہ جو میں کر رہا ہوں یہ میں ایک نائب لا رہا ہوں اور یہ کوئی زبان سے ایسا نہیں کہا تھا بلکہ فطرت نے ان مراحل کو نہ روک کر انہی مراحل کو آگے ہی بڑھانے کی صورت میں جواب دیا جب تک کہ یہ بشر نہیں آ گیا۔

جیسے عمارت بنانے کے لیے پہلے سارا مواد اکٹھا کیا جاتا ہے پھر اس مواد کو اپنی اپنی جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے ایسے ہی یہی بشر چونکہ اس زمین کا نچوڑ ہے تو اس نچوڑ کو نکالنے کے لیے ہی اس سے پیچھے ارتقائی مراحل تھے جن کو طے کیا گیا یعنی جیسے اگر آپ جو کھائیں گے وہی بنیں گے ایسے ہی جب ابتداء میں پانی آنے سے زندگی وجود میں آئی تو وہ بالکل ایسے ہی تھی جیسے سوہندے ہوں اور الگ الگ ہوں اب ان سب کو ایک کرنا ہے یعنی تو ان کو جمع کیا جائے گا ایک کیساتھ دوسرے کو جوڑتے چلیں جائیں گے یہاں تک کہ سو مکمل ہو جائے گا۔ زمین کے جتنے بھی عناصر ہیں ابتداء میں ہر عنصر سے الگ الگ جان وجود میں آئی پھر ان

کوایک دوسرے سے جوڑا گیا یہاں تک کہ جوڑتے جوڑتے یعنی ایک دوسرے میں ضم کرتے کرتے یہ بشر زمین کے تمام عناصر کا نچوڑ سامنے لایا گیا تو اس کے لیے لازم تھا کہ پیچھے جو جو مخلوقات بھی وجود میں آتی رہیں ان کو جوڑتے جوڑتے ایک دوسرے میں ضم کرتے ہوئے ایک ہی نقطہ بنا دیا جائے جو کہ یہ بشر تھا۔ اسے ایک اور مثال سے سمجھیں لیں مثال کے طور پر جن عناصر سے شیر وجود میں لایا گیا اور جن سے ہرن اگر دونوں کے جمع کیا جائے تو نتیجہ نکلے گا بشر۔ اب ظاہر ہے جب تک شیر اور ہرن کو جمع نہیں کیا جاتا تب تک بشر نہیں بن سکتا، شیر میں درندگی ہے استکبار ہے طاقت کا گھمنڈ ہے اور اس کے برعکس ہرن میں عاجزی ہے انکساری ہے مالک سے وفاداری ہے رائی برابر بھی مالک سے بغاوت نہیں کرتا اب اگر ہرن کہتا ہے کہ اے ربّ کیوں مجھے شیر کھا رہا ہے؟ تو ربّ کہتا ہے اس لیے کیوں کہ میں بشر بنا رہا ہوں اب ہرن پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر میرے اور شیر کے مجموعے سے بشر بنایا جائے گا تو ہمارے مجموعے سے وجود میں آنے والے مخلوق میں دونوں والی خصوصیات و خصلتیں موجود ہوں گی جسے نہ صرف دونوں پر اختیار حاصل ہوگا بلکہ لامحالہ شیر والی خصوصیات و خصلتیں اس پر غالب رہیں گی جس سے وہ تباہی ہی مچائے گا۔

آپ پر بار بار یہ بات کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے۔ الاولین کو سلفاً کر دیا گیا یعنی وہ جو اس قرآن سے قبل دنیا میں آئے ان تمام کے تمام کو ایک ایک کو نہ صرف گزرا ہوا کر دیا گیا بلکہ انہیں مثل کر دیا گیا الآخرین کے لیے یعنی قرآن کے نزول کے بعد والوں کے لیے یوں اس قرآن میں الاولین جو کہ سلف کیے جا چکے ان کی مثلوں سے الآخرین یعنی قرآن کے نزول سے بعد والوں کی تاریخ ہے۔ اور پھر یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ قرآن متشابہاً ہے یعنی سامنے تو ہر ایک کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے یہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اللہ کے علاوہ کسی کے پاس اس کا علم نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی کوئی بھی کھول کر واضح کر نہیں سکتا۔ اور پھر آپ پر یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ کیا ہے یعنی یہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود آپ کو نظر آ رہا ہے فطرت اللہ کی ذات ہے اور جو کچھ بھی فطرت کی ضد ہے وہ اللہ کا شریک ہے جسے اللہ برداشت نہیں کرتا اللہ اپنے شریک کو مٹا دیتا ہے۔ اور اللہ چونکہ العزیز الحکیم ہے اس لیے اللہ اس قرآن میں ہر آیت کو اس کے وقت پر ہی بیّن کرتا ہے یعنی کھول کر واضح کرتا ہے جب تک کسی آیت کے بیّن ہونے کا وقت نہیں آ جاتا تب تک اللہ اس کا علم ظاہر نہیں کرتا یعنی وہی بات کہ اس قرآن کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی جب تک کہ فطرت یہ وجود اسے بیّن نہ کر دے جب تک کہ وہ حدثہ ہو نہیں جاتا جس کی وہ تاریخ ہے اور یوں جیسے جیسے حدثات ہو رہے ہیں ویسے ویسے ان حدثات کی تاریخ پر مبنی قرآن کی آیات بیّن ہوتی چلی جا رہی ہیں جو یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا وہ حدثہ وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب جب آپ پر یہ بات ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھل کر واضح ہو چکی کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے تو پھر آدم کی تاریخ پر مبنی جتنی بھی آیات ہیں ان کے حوالے سے جو کچھ بھی کہا جاتا رہا ان کے جو جو بھی تراجم و تفاسیر کیے گئے جیسا کہ آدم و حوا نامی بائبل سے اخذ کردہ دیو مالائی کہانی ہے اگر تو یہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران کی تاریخ ثابت ہوتے ہیں تو بلا شک و شبہ یہی حق ہے اور اگر ان کا قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ کیساتھ کوئی تعلق نہیں تو پھر یہ حق نہیں بلکہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں صرف اور صرف گمراہیاں ہیں گمراہیوں کے سوا کچھ نہیں۔

اب جب ہم ان آیات کو آپ پر کھول کر واضح کریں گے تو نہ صرف آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اتنے عظیم راز تھے جو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اسی قرآن میں آیات کی صورت میں سامنے لا رکھے تھے بلکہ یہ قرآن خود ان آیات کی صورت میں یاد دلا دے گا کہ یہی تھا اللہ کا وہ رسول احمد عیسیٰ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جس کے بعد کسی ایک کے لیے بھی چاہ کر بھی میرا اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کفر و کذب نہیں کر سکے گا بالآخر حق ہر کسی کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کفر کرنے کا رستہ بند ہو جائے گا حجت ہو جائے گی اس کے باوجود بھی اگر کوئی میرا کفر و کذب ہی کرے گا تو پھر وہ جان لے کہ یہ پہلی بار نہیں ہو رہا بلکہ اس سے قبل بھی ہمارے رسولوں کا کذب کیا جا چکا تو پھر ان کذب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا تھا؟ بالکل ویسا ہی انجام آج تمہارا ہو گا جو کہ تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِکَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ۔ البقرۃ ۳۴

یہ ایک ایسی آیت ہے جس کو لیکر آج تک جو بھی تراجم و تفاسیر کیے گئے ان تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر اٹھنے والے سوالات کے آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا اور نہ ہی ان اعتراضات کو دور کر سکا جو بھی اعتراضات اس آیت کے تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر اٹھائے جاتے ہیں۔ ان اٹھنے والے سوالات و اعتراضات کی وجہ ہی یہی ہے کہ یہ آیات ان لوگوں کی تاریخ ہی نہیں تھیں اس لیے یہ لوگ ان آیات کو کیسے بیّن کر سکتے تھے؟ جب اس قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بیّن کر ہی نہیں سکتا تو پھر ظاہر ہے کوئی بھی انسان قرآن کی کسی ایک بھی آیت کو اگر بیّن کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ جرم کرے گا ایسا کرنے والا خود اپنے تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر

پھنس جائے گا۔

مثال کے طور پر ان کے تراجم وتفاسیر کی بنیاد پر سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حکم ملائکہ کو دیا جار ہا ہے تو پھر ابلیس نے انکار کیوں کیا؟ کیونکہ ابلیس ملائکہ میں سے تو تھا ہی نہیں اس لیے جب اسے حکم ہی نہیں دیا گیا تو پھر اس نے انکار کیوں کیا؟ اس کے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب اس سوال کا جواب دینے کے لیے طرح طرح کے پاپڑ بیلے گئے لیکن شیاطین مجرمین اپنی پوری کوشش کے باوجود اس میں ناکام رہے مثلاً ان لوگوں نے اس سوال کا ایک جواب یہ دینے کی کوشش کی کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا لیکن جب قرآن میں اللہ نے خود اس بات کی گواہی دے دی کہ ابلیس الجان میں سے ہے تو ان لوگوں نے اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے الٹا اپنی غلطی کا دفاع کرنا شروع کر دیا کہ پہلے ابلیس ملائکہ میں سے تھا اور نہ صرف ملائکہ میں سے تھا بلکہ ملائکہ کا سردار تھا لیکن بعد میں الجان میں سے ہوگیا۔ اب ایسا کیسے ممکن ہے کہ جو پہلے ملائکہ میں سے تھا وہ بعد میں جن بن گیا؟ کیونکہ ملائکہ اور جان دونوں ہی دو متضاد قوتیں ہیں ایک ٹھنڈی قوت ہے جو اس کائنات میں اپنا وجود رکھتی ہے اور دوسری گرم قوت ہے جو اس کائنات میں وجود رکھتی ہے اس لیے یہ کہنا کہ ابلیس پہلے ملائکہ میں سے تھا یہ بات بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتی ہے۔

پھر اس کے علاوہ ان لوگوں میں سے کچھ کو اس بات کا احساس ہوگیا کہ اگر اپنی اسی غلطی پر ڈٹے رہیں گے تو کبھی بھی اس اعتراض کا تسلی بخش جواب نہیں دے پائیں گے تو ان لوگوں نے اپنی اس غلطی کو سدھارنے کی بجائے یعنی اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے کہ اے اللہ اس قرآن کو تیرے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا ایسا کرنے کی بجائے الٹا ان لوگوں نے مزید استکبار کیا انہوں نے غلطی پر غلطی کر ڈالی۔ ان لوگوں نے کہا کہ جیسے کوئی کلاس روم ہو اس کلاس روم میں اکثریت لڑکوں کی ہو اور ایک لڑکی ہو تو جب استاد کلاس میں آئے گا تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ لڑکے اور لڑکی کھڑے ہو جاؤ بلکہ وہ اکثریت کو مخاطب کرے گا جب اکثریت کی بات کی جائے تو اقلیت خود بخود اس میں شمار ہو جاتی ہے اسی طرح جب اللہ نے حکم دیا تو اس وقت اکثریت ملائکہ کی تھی اور ان میں سے ایک ہی جن تھا اس لیے اس کو نہیں پکارا گیا بلکہ اکثریت کا نام لیکر حکم دیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ابلیس کو بھی حکم دیا جار ہا ہے کیونکہ وہ بھی انہی میں موجود تھا اور اس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

اب ان لوگوں کی اس آیت کو لیکر ایسی جتنی بھی توجیہات اور تاویلات کیں اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی سچ مان لیا جائے تو پہلی بات کہ قرآن احسن الحدیثِ ہی ثابت نہیں ہوتا یعنی قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہی ثابت نہیں ہوتا یوں قرآن کے احسن الحدیثِ ہونے کا کفر ہو جائے گا جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جو احسن الحدیثِ ہی نہیں وہ اللہ کا اتارا ہوا نہیں کیونکہ اللہ نے جو اتارا وہ احسن الحدیثِ ہے اور پھر دوسری بات کہ قرآن متشابہاً بھی ثابت نہیں ہوتا یعنی ان لوگوں کا اپنے عمل سے یہ دعویٰ ہے کہ قرآن متشابہاً نہیں ہے یعنی یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ سامنے تو سب کے ہے لیکن اس کا علم اللہ نے چھپا دیا اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کے بھی پاس نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ اسے کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا بلکہ یہ قرآن متشابہاً نہیں ہے اسے اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن کر سکتا ہے یعنی انسان بھی بیّن کر سکتا ہے جو انہوں نے بیّن کر کے اللہ کو جھوٹا ثابت کر دیا قرآن کے متشابہاً ہونے کا رد کر دیا۔ اس لیے اگر ان کے تراجم وتفاسیر کو سچ مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن متشابہاً ہی نہیں اور پھر ظاہر ہے جو متشابہاً ہی نہیں وہ اللہ کا اتارا ہوا ہی نہیں کیونکہ اللہ نے تو خود کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے جو اتارا تھا وہ متشابہاً ہے یعنی سامنے تو ہر ایک کے ہے لیکن جو سامنے نظر آر ہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا۔

پھر اس کے علاوہ بھی ان کے تراجم وتفاسیر نہ ہی کتاباً ثابت ہوتے ہیں اور نہ ہی مثانی جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ قرآن کے نام پر اس کے تمام کے تمام تراجم وتفاسیر اللہ کا کلام نہیں اللہ کا اتارا ہوا نہیں بلکہ یہ سب کا سب شیاطین کا کلام ہے اور جو بھی شیاطین کے کلام کی طرف اپنا رخ کرے گا تو اس کو دنیا کی کوئی طاقت ہدایت نہیں دے سکتی اور نہ ہی دنیا کی کوئی بھی طاقت گمراہیوں سے بچا سکتی ہے اس لیے قرآن کے تراجم وتفاسیر کو ہدایت کا ذریعہ سمجھنے والا صرف اور صرف گمراہ ہی ہوگا۔

اب آئیں حق کی طرف کہ حق کیا ہے۔ قرآن میں ایسی جتنی بھی آیات ہیں یہ تمام کی تمام آیات تو آج کی تاریخ ہیں یعنی یہ آیات اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں جنہیں آج سے قبل بیّن ہونا ہی نہیں تھا یعنی جب قرآن متشابہاً ہے قرآن کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ

نہیں ہورہا ہوتا یا ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے تو پھر ظاہر ہے ان تمام آیات میں سے کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن ہو ہی نہیں سکتی تھی جب تک کہ یہ حدثہ نہ ہورہا ہوتا یا ہو جاتا جس کی تاریخ پر یہ آیات مبنی ہیں اور یہ آیات اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں جسے اس امت اس قوم کے آخرین میں اس وقت بعث کیا جانا تھا جب انہوں نے ضلالٍ مبینٍ میں ہورہے ہونا تھا جو کہ آج نہ صرف یہ ضلالٍ مبینٍ میں ہورہے ہیں بلکہ آج اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جس نے یعنی میں نے آ کر آدم کے حوالے سے بھی حق کھول کھول کر واضح کر دیا۔ اب آپ پر بالکل آسانی کیساتھ یہ تمام آیات بالکل کھل کر واضح ہو جائیں گی۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. البقرة ۳۴

سب سے پہلے اس آیت کے جو آج تک تراجم کیے گئے ان کی حقیقت آپ کے سامنے چاک کرتے ہیں تا کہ آپ حق کو آسانی کیساتھ سمجھ سکیں اور حق کو سمجھنے میں کسی بھی قسم کی کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

" اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔ فتح محمد جالندھری

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ احمد رضا خان بریلوی

پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے آگے جھک جاؤ، تو سب جھک گئے، مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ ابوالاعلیٰ مودودی "

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شیاطین مجرمین نے تراجم میں سب سے پہلی بات کہ اسے دیو مالائی کہانی بنا دیا گیا اور دوسری بات یہ کہا گیا کہ حکم دیا گیا فرشتوں کو اور انکار کر دیا ابلیس نے۔ اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حکم ملائکہ کے لیے تھا تو حکم ماننا یا ماننے سے انکار کرنا یہ تو صرف ملائکہ ہی کر سکتے تھے اور ابلیس جو کہ جن ہے جب اس کے لیے حکم تھا ہی نہیں تو اس نے حکم ماننے سے انکار کس بنیاد پر کر دیا؟ اس کے اقرار یا انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب اس کے لیے حکم تھا ہی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ بھی تراجم میں موجود ہے اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اوپر آیت میں ایسا کچھ موجود ہے جو کچھ ان لوگوں نے تراجم کے نام پر اللہ سے یا قرآن سے منسوب کر دیا۔ جب قرآن میں آیات ہیں قرآن متشابہاً ہے تو پھر ظاہر ہے یہ لوگ کیسے قرآن کو بیّن کر سکتے ہیں؟ قرآن کو یہ لوگ بیّن کر ہی نہیں سکتے اس کے باوجود ان لوگوں نے یہ جرأت کی تو یہ ان لوگوں نے جرم کیا۔

اب پہلے تو ایک ایک لفظ الگ الگ کر کے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ آیت میں کیا کہا گیا اس کے بعد تفصیل کیساتھ بالکل کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔

وَ اور اِذ جب یا تب قُلْنَا کہا ہم نے لِ کے لیے لِ کو، کا، کی وغیرہ مَلٰٓئِكَةِ آگے جو ملائکہ ہیں ا کیا سُجُدُوْ سجدہ کر رہے ہو ا جیسے سجدہ کیا گیا یعنی اس سے پہلے لِ کے لیے اٰدَمَ آدم تھا فَسَجَدُوْٓا پس سجدہ کر رہے ہیں اِلَّا کون نہیں کر رہا اِبْلِيْسَ ابلیس تھا اَبٰى انکار کیا وَاسْتَكْبَرَ اور استکبار کیا یعنی خود کو بڑا کہا کہ میری بات مانی جائے گی وہ ہو گا جو میں چاہوں گا میں ہی صحیح ہوں اس لیے میری ہی بات مانی جائیگی میرے علاوہ کسی کی نہیں مانی جائے گی وَكَانَ اور قانون میں ہو چکا یعنی ایسا ہونا ہی طے ہے اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا بس اس کا وقت آنے کی دیر ہے مطلب وہ کام جو قانون میں ہو چکا بس اس کا وقت آنے کی دیر ہے مِنَ الْكٰفِرِيْنَ الکافرین سے یعنی جو بات کو مکمل طور پر نہیں مان رہے انہیں جو بھی کہا جاتا ہے نہیں ماننے والے۔

اب جب آپ لفظ بہ لفظ معنی دیکھیں تو اس میں بہت سے سوالات موجود ہیں سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب کہا گیا؟ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ ملائکہ کو کہا گیا بلکہ جسے کہا گیا اس کا بالکل واضح ذکر موجود نہیں ہے اس سے آگے بات کی گئی کہ ملائکہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ سجدہ کر رہے ہیں اور ابلیس انکار کر رہا ہے اور ابلیس کے انکار کرنے کی وجہ کیا ہے وہ بھی واضح کر دی کہ اللہ نے یہ قدر میں کر دیا یہ اللہ کے قانون میں ہے کہ ابلیس انکار ہی کرے گا یعنی ابلیس کے لیے انکار تو اللہ نے قدر میں کر دیا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِ اور تب کہا ہم نے کے لیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کے لیے کہا یعنی کسے کہا؟ کس کو کہا؟ کیونکہ آگے کہا جا رہا ہے لِـمَلٰٓئِكَةِ ملائکہ کا

معاملہ یہ ہے اور آگے واضح کر دیا کہ ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور یہ حال کا صیغہ ہے نہ کہ ماضی کی کوئی بات ہو رہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر سجدہ کرنے کا حکم کسے دیا جا رہا ہے کیونکہ آیت میں تو کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہوا کہ ملائکہ کو کہا جا رہا ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں یہ کہا ہی نہیں گیا بلکہ جس کے لیے حکم ہے اس کا واضح ذکر موجود نہیں ہے اسے چھپا دیا گیا جس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور دوسری بات بالفرض اگر یہ بات مان لی جائے کہ ملائکہ کے لیے حکم ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حکم ملائکہ کے لیے ہے تو پھر یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ ابلیس انکار کر رہا ہے؟ اور پھر جب یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ ابلیس کرے گا ہی انکار کیوں کہ اللہ نے ابلیس کے لیے انکار ہی قدر میں کیا وہ ہر صورت انکار ہی کرے گا تو پھر آخر ایسا کیوں کہا گیا؟ جس سے یہ بات آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ نے آیت میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ ملائکہ کے لیے حکم تھا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم اس کے لیے ہے جسے خلق کیا گیا اس بشر کو یعنی آپ کو۔

سجدہ کرنے کا حکم آپ کو دیا جا رہا ہے اور پھر ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور ابلیس انکار کر رہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے اسے بعد میں آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں پہلے اس بات کو آپ پر واضح کرتے ہیں کہ سجدہ کرنے کا حکم آپ کو دیا جا رہا ہے جس کے لیے سب سے پہلے اس سوال کا جواب لازم ہے کہ سجدے کا حکم کب دیا جا رہا ہے یا دیا گیا؟ کیونکہ آج تک جو کچھ گھڑ کر پھیلا دیا گیا اس میں اسے ماضی کی ایک دیو مالائی کہانی بنا دیا گیا لیکن حقیقت کیا ہے اسے آپ اپنی آنکھوں سے اسی قرآن میں دیکھیں کہ سجدہ کرنے کے لیے کب اور کسے کہا جا رہا ہے۔

جب اللہ سے ہی سوال کیا جائے کہ کب سجدے کا حکم دیا تو دیکھیں اس سوال کا جواب بھی اسی قرآن میں رکھ دیا

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ. الاعراف ۱۱

وَلَ اور تم کو سننے کے لیے کان دیئے تو کیوں دیئے؟ ظاہر ہے اسی لیے تا کہ تم سن سکو تمہارے لیے سننا ناگزیر تھا سننا لازم تھا اسی طرح تم کو دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کیوں دیں؟ ظاہر ہے اسی لیے تا کہ تم دیکھ سکو تمہارے لیے دیکھنا لازم تھا اور پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو کیوں دی؟ ظاہر ہے اسی لیے دی تا کہ تم اسے سمجھو اس کے بعد ہی کوئی بھی عمل کرو اور جب تم جو بھی تمہیں سنایا اور دکھایا جا رہا ہے اسے سمجھو گے تو بالآخر وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ قدر میں کر دیا گیا یعنی جو طے شدہ ہے جس کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا خَلَقْنٰكُمْ خلق کیا ہم نے تمہیں یعنی ذرا غور کرو تم کیسے وجود میں آئے اور پھر تمہیں خلق کرنے والی ذات کون سی ہے جس نے تمہیں خلق کیا وہ ہم ہیں اور پھر اپنی ہی ذاتوں میں غور و فکر کرو کہ تمہیں کیسے خلق کیا تو تم پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آسمانوں و زمین میں جو بھی مخلوقات تمہیں نظر آ رہی ہیں یہ تم ہی ہو تمہیں سب سے پہلے ترابٍ کی صورت میں خلق کیا یعنی خلاء سے شہابیوں کی صورت میں مواد زمین پر لائے اسے مختلف عناصر میں زمین میں پہاڑوں میں محفوظ کیا پھر ان عناصر کو طین، نطفہ یعنی خام تیل میں تبدیل کیا جاتا ہے یوں جیسے جیسے تم غور و فکر کرتے جاؤ گے تو تم پر نہ صرف تمہاری خلق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ تم پر واضح ہو جائے گا کہ تمہارا خالق میں ہوں یعنی یہی وجود جو تمہیں ہر طرف نظر آ رہا ہے فطرت ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ پھر صور کیا ہم نے تمہیں یعنی پہلے تمہیں خلق کیا خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا ثُمَّ قُلْنَا لِ پھر کہا ہم نے کے لیے اور آگے واضح کر دیا کہ سجدہ کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے کس کے لیے کہا جا رہا ہے اب یہ آپ پر کھل کر واضح ہو چکا ظاہر ہے جسے خلق کیا پھر صور کیا اور صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور جب سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو لُمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ملائکہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب کہا جا رہا ہے سجدہ کرو تو پس ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور کون نہیں سجدہ کر رہا ہے ابلیس تھا جو سجدہ نہیں کر رہا۔

یعنی اللہ نے بالکل کھل کر یہ بات واضح کر دی کہ تمہیں خلق کیا خلق کرنے کے بعد صور کیا اور پھر صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا کہا جا رہا ہے اور پھر دیکھیں صور کب اور کہاں کیا گیا اس کا جواب بھی اسی قرآن میں دے دیا جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ کے سامنے ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. آل عمران ٦

هُوَ تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی تو کیوں دی؟ تا کہ تم دیکھ سکو تو دیکھو کیا ہے جو دکھائی دے رہا ہے؟ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ حد نہیں آ جاتی اور جب حد آ جائے یعنی اور ماضی میں چلا جائے تو جو بھی ذات سامنے آئے گی ایک ہی ذات سامنے آئے گی اس کے

علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں الَّذِیْ یہی ذات ہے یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ گویا کہ جو خود ہی تم صور ہو رہے ہو صور کر رہی ہے تمہیں ماؤں کے پیٹوں میں جیسے کہ اس کا قانون ہے۔

اب سورۃ آل عمران کی اس آیت میں اللہ نے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ تمہیں ماؤں کے پیٹوں میں صور کیا جارہا ہے اور پچھلی آیت میں یہ بات واضح کر دی کہ سجدے کا حکم صور کرنے کے بعد دیا جارہا ہے اور پھر کہیں بھی یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ سجدے کا حکم کہیں ماضی میں کوئی دیو مالائی مخلوقات کو دیا گیا بلکہ تمہیں خلق کیا خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا جارہا ہے اور صور کیا جارہا ہے ماؤں کے پیٹوں میں اور صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے یعنی سجدے کا حکم تمہیں دیا جارہا ہے نہ کہ کسی اور کو۔ اور پھر دیکھیں سورۃ آل عمران میں جہاں صور کرنے کا بتایا گیا تو صور کرنے کے بعد سجدے کا حکم بھی دیا جارہا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ نہیں الٰہ مگر وہی الٰہ ہے جو العزیز الحکیم ہے جو العزیز الحکیم نہیں ہے اسے تم نے الٰہ نہیں بنانا یعنی خود کو اس کے آگے نہیں جھکانا اس کی کوئی بھی بات نہیں ماننی، تمہیں جو بھی دیا گیا اس میں سے کسی کا بھی اس میں سے کچھ بھی اس کے لیے اسکے پیچھے یا اس کے کہے کے مطابق استعمال نہیں کرنا جو العزیز الحکیم نہیں ہے۔

پھر اسی کو ایک اور پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ سجدے کے لیے آپ کو کہا جارہا ہے یہ جو بشر ہے جسے آدم کہا گیا کیونکہ یہ دم ہے یعنی زمین کا خون ہے یہ زمین کے خون طین جو کہ خام تیل ہے اس سے وجود میں آیا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِ اور تب کہا ہم نے کے لیے۔ اب یہاں یہ واضح نہیں کیا گیا کہ کس کے لیے کہا گیا تو اس کا جواب آگے دے دیا گیا لِاٰدَمَ آدم تھا جس کے لیے کہا گیا اور کیا کہا گیا وہ پہلے ہی واضح کر دیا اسْجُدُوْا کیا سجدہ کر رہے ہو؟ یعنی سجدہ کرنے کے لیے کہا گیا آدم تھا جسے کہا گیا اور آدم کیا ہے یہ بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آدم اس بشر جنس کو کہا گیا۔ یوں اس پہلو سے بھی آپ پر واضح ہو گیا کہ سجدہ کرنے کے لیے آدم کو کہا گیا آدم یہ جو بشر پوری جنس ہے۔

یہاں تک آپ پر واضح ہو گیا کہ سجدے کرنے کے لیے کس کو اور کب کہا جارہا ہے۔ آپ کو خلق کیا خلق کرنے کے بعد صور کیا اور صور کیا ماؤں کے پیٹوں میں اور ماؤں کے پیٹوں میں صور کرنے کے بعد آپ کو کہا جارہا ہے سجدہ کرو جس سے آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ آج تک جو دیو مالائی کہانی گھڑ کر پھیلا دی گئی تھی اس کا تو قرآن میں سرے سے کوئی ذکر نہیں اس کا تو اس قرآن میں نام و نشان تک موجود نہیں وہ یہودیوں اور عیسائیوں کا بائبل سے اخذ شدہ بے بنیاد و باطل عقیدہ و نظریہ ہے جو آج تک چلا آرہا ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سجدہ کرنے کے لیے اس بشر کو کہا جارہا ہے تو پھر یہ کیوں کہا جارہا ہے کہ ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں مگر ابلیس نہیں کر رہا ابلیس انکار کر رہا ہے؟ آخر اس کا جواب کیا ہے؟

تو اس کا جواب بھی بالکل آسان ہے لیکن اس کے لیے آپ کو اپنی خلق کو سمجھنا ہوگا جو کہ پیچھے کہا گیا وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ اس میں کہا گیا کہ خلق کیا ہم نے تمہیں پھر صور کیا ہم نے تمہیں اور اس کے پیچھے بات کے آغاز میں وَلَقَدْ کا استعمال کیا گیا جس کا معنی ہے کہ تم کو سننے دیکھنے اور جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو کیوں دی؟ اسی لیے دی تا کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو، خلق کیا ہم نے تمہیں تو اسے سمجھو، سمجھو کہ کیسے خلق کیا ہم نے تمہیں اور جیسا کہ پیچھے بھی یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ جو تم ماؤں کے پیٹوں میں خلق ہو رہے ہو ماؤں کے پیٹوں میں تمہیں صور کیا جارہا ہے یہ تمہاری چوتھی خلق ہے اس سے پیچھے تمہاری تین خلقات ہیں جو کہ ظلمات ہیں یعنی اندھیروں میں ہیں جب تم ان تین خلقات کو سمجھو گے تو خود بخود تم پر یہ کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ملائکہ کیا ہیں، جان کیا ہیں اور پھر ملائکہ کا سجدہ کر رہے ہونا اور ان کے برعکس ابلیس جو کہ جان میں سے ہے اس کا سجدے سے انکار کر رہے ہونا کیا ہے۔

یعنی اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے آپ کو اپنی خلق میں غور و فکر کرنا پڑے گا جب تک آپ اپنی خلق میں غور و فکر نہیں کرتے تب تک آپ اس سوال کا جواب نہیں سمجھ سکیں گے اور یہی وجہ ہے کہ سورۃ البقرۃ میں جب اس موضوع پر بات کا آغاز ہوتا ہے تو آپ کی خلق سے ہی اس کا آغاز ہوتا ہے جب تک آپ اپنی خلق کو نہیں سمجھیں گے آپ پر یہ راز کھل کر واضح نہیں ہوں گے جس کے لیے آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنی خلق میں غور و فکر کریں اور اسے سمجھیں۔

اب یہاں ہم اسی کو مختصراً بیان کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اس بشر سمیت جتنی بھی مخلوقات ہیں ان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ اسے جو صلاحیتیں دی گئیں یعنی اسے جو سننے دیکھنے پھر جو سن اور دیکھ رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی تو یہ ان کا اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کرتا جس مقصد کے لیے یہ صلاحیتیں اسے دی گئیں۔ اسے یہ صلاحیتیں دینے کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہ ان صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے وہ سب خود جان لے خود سن دیکھ لے سمجھ لے جو ہم اس پر بار بار کھول کھول کر واضح کرتے ہیں لیکن جب انسان شکر کی بجائے کفر کرتا ہے یعنی ان صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی اتباع میں ہی استعمال کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو وہی نظر آتا ہے جو ظاہر ہے۔ اب اگر اس کے ساتھ باطن کے بارے میں بات کی جائے تو علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ باطن کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں گھڑ لے گا اس کی طرح طرح کی تاویلات گھڑ لے گا اور یہی انسان نے کیا کہ جب بات کی گئی ملائکہ اور جان کی جو کہ ظاہر نہیں بلکہ باطن ہے تو انسان نے باطن کے بارے میں طرح طرح کی من گھڑت دیومالائی کہانیاں گھڑ لیں جن کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جب آپ اپنی خلق میں غور و فکر کریں گے تو آپ پیچھے سے پیچھے جانے پر مجبور ہو جائیں گے مثلاً آپ غور کریں کہ آپ کیسے وجود میں آئے تو آپ کے سامنے یہ بات آئے گی کہ آپ کو آج سے چند سال قبل آپ کے والدین نے جنم دیا۔ لیکن تب آپ نہ صرف بہت چھوٹے تھے آپ کا وزن بہت کم تھا بلکہ ہر لحاظ سے آپ بہت پیچھے تھے اس سے جہاں آج آپ ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش سے لیکر آج تک آپ میں جو جو بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں جیسے کہ آپ کا قد بڑھا آپ کا وزن بڑھا آپ کی ذہانت سمیت آپ کی تمام تر صلاحیتیں بڑھیں تو آخر یہ سب کیسے ہوا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اگر آپ رزق استعمال نہ کرتے تو آج آپ اس مقام پر نہ ہوتے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اصل میں اس سے پیچھے رزق کی صورت میں موجود ہیں۔ اب آپ کو یہ جاننا ہوگا کہ آپ کا رزق کیا ہے اور وہ کہاں سے وجود میں آیا جب آپ اس کے پیچھے جائیں گے یعنی اپنی خلق میں پیچھے سے پیچھے جائیں گے تو زمین کے تخلیقی مراحل آئیں گے پھر آپ ان سے بھی پیچھے جائیں گے جو کہ گیسیں ہیں پھر گیسوں سے بھی پیچھے جائیں گے تو آپ کے سامنے نور یعنی انرجی آئے گی اس سے پیچھے آپ نہیں جا سکتے۔

یوں غور و فکر کرتے کرتے آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اس کائنات میں بنیادی طور پر نور اپنا وجود رکھتا ہے جو کہ اپنے آپ میں ہر لحاظ سے ایک کامل وجود ہے مثال کے طور پر کائنات میں جو کچھ بھی ہے اور ان میں جو جو بھی صلاحیتیں وخصوصیات وغیرہ ہیں اگر ان سب کے سب کو پیچھے سے پیچھے لے جایا جائے تو پیچھے سے پیچھے وہ نور بن جائے گا جو کہ اصل میں اپنا وجود رکھتا ہے یہی نور جب اگلے مراحل طے کرتا ہے تو پھیلتا جاتا ہے جو اس کائنات کی صورت میں مخلوقات کی صورت میں نظر آرہا ہے یوں یہ سلسلہ آگے بڑھتے بڑھتے مخلوقات واپس نور میں بدل جاتی ہیں یعنی آپ کو جو کچھ بھی نظر آرہا ہے یہ واپس نور میں بدل رہا ہے آپ کے سامنے ایک سرکل آئے گا نور سے مادہ، مادے سے نور، نور سے مادہ، مادے سے نور۔

اب نور سے مادے اور مادے سے واپس نور کا جو سفر ہے ہر طرف وہی آپ کو نظر آرہا ہے طرح طرح کی مخلوقات اور ان میں خصوصیات وصفات وغیرہ یہ سب کا سب اصل میں نور ہی ہے جو جب مادے کی طرف سفر کرتا ہے تو مخلوقات کی صورت میں اپنا اظہار کر رہا ہے کہ میں کیا ہوں۔ اسے آپ ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر آپ اپنی آنکھوں سے ایک شئے کو دیکھتے ہیں نظر آنے میں وہ سبز، کالے یا سرخ رنگ کا مادہ ہے لیکن جیسے ہی وہ مادہ کیمیائی عوامل سے گزرتا ہے یعنی اگلے مراحل کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ اپنا آپ ظاہر کرتا ہے کہ میں کیا ہوں جو کہ اصل میں نور ہے جو مادے کی صورت میں ظاہر ہے۔ ہم بات کر رہے ہیں جسے آپ مرچ کہتے ہیں جب مرچیں جب تک پڑی ہوئی ہیں تو وہ بظاہر صرف مادہ ہے لیکن جب وہ اگلے مراحل میں جاتی ہیں یعنی آپ انہیں کھاتے ہیں تو وہ مرچیں اصل میں کیا ہیں اپنا آپ ظاہر کرتی ہیں۔ ایسے ہی مثال کے طور پر آپ اگر زہر کھاتے ہیں تو آپ کا جسم آپ کے اختیار میں نہیں رہتا تو ذرا غور کریں آخر زہر جسم میں جانے سے آپ کا جسم آپ کے اختیار میں کیوں نہ رہا؟ جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں وہ بھی تو مادہ ہے جو پیچھے سے پیچھے جائیں تو اس کی حقیقت بھی نور ہے آپ نے اسے زہر کا نام اسی لیے دیا کیوں کہ آپ اس کی حقیقت سے واقف ہو گئے۔ جب زہر نامی مادہ اگلے مراحل میں داخل ہوا یعنی کیمیائی عوامل سے گزرا، نور تھا جو کہ مادہ بنا جو واپس نور کی طرف سفر کر رہا ہے جب اس نے اپنا سفر آگے بڑھایا تو اس سے اس کی حقیقت ظاہر ہوئی جو وہ ہے۔

ایسے ہی آپ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی دیکھ رہے ہیں جتنی بھی مخلوقات ہیں رنگ ہیں، ذائقے ہیں، غصہ، پیار، محبت، جو کچھ بھی آپ کو کسی بھی صورت میں

دکھائی اور سنائی دے رہا ہے، محسوس ہو رہا ہے وغیرہ سب کا سب نور ہی ہے جو اپنا آپ ظاہر کرتے ہوئے واپس نور میں بدل رہا ہے اور یہ سرکل مسلسل چل رہا ہے۔

اب اس نور کا معاملہ یہ ہے کہ اگر یہ اپنے آپ میں رہے یعنی کوئی بھی اس کیساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرے اس میں مداخلت نہ کرے تو یہ ہر لحاظ سے احسن ہی نظر آئے گا آپ کو کہیں بھی کوئی خامی نظر نہیں آئے گی یہاں تک کہ خامی کا کوئی تصور تک بھی نہیں ہوگا اور اگر اس میں مداخلت کی جائے گی تو اس کا نتیجہ انتہائی بھیانک سامنے آئے گا۔ بالکل ایسے ہی جیسے مثال کے طور پر دو جمع دو ہو تو اس کا نتیجہ چار آئے گا اب اگر آپ اس میں کہیں بھی رائی برابر بھی تبدیلی کریں گے تو اس کا نتیجہ کسی بھی صورت چار نہیں آئے گا بلکہ اس کے برعکس چار سے کم یا چار سے زیادہ آئے گا اور جو ہونا چاہیے تھا وہ نہ ہونا یہی منفیت ہے جسے آپ خرابی یا تباہی کا نام دیتے ہیں۔

اسے ایک اور پہلو سے سمجھ لیجئے۔ آپ کو آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی سنائی، دکھائی دے رہا ہے، جو کچھ بھی محسوس ہو رہا ہے یعنی جو کچھ بھی کسی بھی صورت میں اپنا وجود رکھتا ہے یہ اصل میں نور ہے جو ظاہر ہے نور ہے جو بتا رہا ہے کہ میں کیا ہوں نور اپنے آپ کو ظاہر کیے ہوئے ہے جسے آپ اللہ کہتے ہیں۔ یہ نور جب ظاہر ہوتا ہے اپنا آپ ظاہر کرتا ہے تو اس کے لیے اسے آگے کو سفر کرنا پڑتا ہے یہ آگے کو سفر کرتا ہے نور کا آگے کو سفر کرنا یہ ہے جیسے برف اگلے مرحلے پر پانی بن جاتا ہے پانی اگلے مرحلے پر گیسیں جو کہ آگے کو ہی واپسی کا سفر ہے ایسے ہی یہ نور جب سفر کرتا ہے تو پھیلتا جاتا ہے یعنی تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے جیسے مثال کے طور پر ایک ہندسہ ہے سو جب اسے تقسیم کیا جائے گا تو اگلے مرحلے پر پچاس پچاس کی صورت میں دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا ایسے ہی آپ اسے تقسیم کرتے جائیں تو جہاں تک بھی آپ نے اسے تقسیم کر لیا وہاں تک اس کے جتنے حصے ہو چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی دو یا دو سے زائد حصوں کو جمع کریں گے تو ایک ہندسہ بن جائے گا جس میں ان تینوں کی قدر و قیمت موجود ہوگی۔ اب مثال کے طور پر اگر آپ کو کوئی مخصوص ہندسہ چاہیے تو اس کے لیے آپ کو کوئی سے بھی دو یا دو زائد ہندسے نہیں جوڑنا ہوں گے بلکہ آپ کو پہلے علم ہونا چاہیے کہ ان میں سے کون سے دو یا دو سے زائد ہندسے جوڑے جائیں تو مطلوبہ ہندسہ بنے گا ورنہ غلط ہندسہ وجود میں آ جائے گا جس سے آپ کا مقصد پورا نہیں ہوگا آپ کا کام مکمل نہیں ہوگا بلکہ بگاڑ ہو جائے گا بالکل ایسے ہی یہ نور ہے جب آگے کو سفر کرتا ہے تو نہ صرف تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے بلکہ اسے ہی علم ہے کہ اس نے واپسی کا سفر کیسے طے کرنا اور اس کی واپسی کا سفر یہ ہے جو یہ مختلف صلاحیتوں، خصوصیات و صفات وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے یہ اصل میں مادہ واپس نور میں بدل رہا ہوتا ہے جس کے لیے اگر یہ اپنے آپ میں رہے گا تو اسے علم ہے کہ کن کن عناصر کا اختلاط ہونے سے ہی ہر لحاظ سے فائدہ ہوگا سب کا سب ٹھیک رہے گا کوئی منفیت کا اظہار نہیں ہوگا اور اگر کوئی اس میں مداخلت کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ انتہائی تباہ کن سامنے آئے گا۔

آپ کو خلق کیا گیا زمین کے عناصر سے جو کہ آپ پر واضح کر دیا گیا کہ پیچھے سے پیچھے جائیں تو ایک ہی نور کی صورت میں سامنے آئے گا وہی نور اگلے مراحل طے کرتے کرتے آگے بڑھتے بڑھتے یعنی تقسیم در تقسیم ہوتے ہوتے زمین کے عناصر کی صورت میں ظاہر ہے زمین کے ہر عنصر میں الگ الگ صلاحیتیں ہیں اب اگر یہ عناصر اپنے اپنے مقام پر رہتے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اگلے مراحل میں جاتے ہیں تو جہاں نہ صرف یہ مادہ مزید اگلے مراحل میں جائے گا مزید تقسیم ہوگا اور اس میں سے کچھ مادہ صلاحیتوں، خصوصیات وصفات کے اظہار کی صورت میں واپس نور میں بدل جائے گا بلکہ کہیں بھی کوئی نقص، خرابی یا خامی وغیرہ کا کوئی اظہار نہیں ہوگا کوئی خرابی، خامی، کجی و کوتاہی سامنے نہیں آئے گی اور اگر اس کے سفر میں مداخلت کی گئی اس میں چھیڑ چھاڑ کی گئی خود سے زمین کے عناصر کا آپس میں اختلاط کروانے کی کوشش کی گئی جو کہ انسان کے پاس اس کا علم نہیں تو پھر اس کے نتائج انتہائی بھیانک سامنے آئیں گے۔

اسے ایک مثال سے سمجھ لیجیے جسے ایک کیمسٹری کا طالب علم آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ ہر عنصر میں الگ الگ صلاحیتیں ہوتی ہیں جب مختلف عناصر کو کیمیائی عوامل سے گزارا جاتا ہے اب اگر تو ہر عنصر کی مقدار اور معیار بالکل صحیح ہو اور ہر عنصر کو اس کے صحیح وقت پر استعمال کیا جائے تو ردعمل نہ صرف کنٹرولڈ ہوتا ہے بلکہ ہر لحاظ سے فائدے مند ہوتا ہے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اور اگر کسی بھی عنصر کی کوئی کمی یا زیادتی ہو جائے کوئی بھی عنصر اپنے وقت سے پہلے یا بعد میں استعمال کیا جائے تو اسکا نتیجہ یہ نکلے گا یا تو ردعمل آوٹ آف کنٹرول ہو جائے گا جسے زبردستی کنٹرول کرنے کے لیے اسے ضائع کرنا پڑے گا یعنی اسے ٹھنڈا کرنا پڑے گا جس سے نہ صرف ساری محنت ضائع جائے گی بلکہ جو کچھ بھی استعمال کیا اور جو کچھ بھی کیا وہ سب کا سب ضائع ہو جائے گا اور اگر کنٹرول نہ کیا گیا تو دھماکہ ہوگا سب کچھ تباہ

ہوگا اور اگر ردعمل آوٹ آف کنٹرول نہ بھی ہو تو بھی ساری محنت اور سارا سامان سب ضائع ہو جائے گا۔

ایسے ہی زمین کے عناصر سے اگر تو فطرت کچھ وجود میں لاتی ہے تو فطرت کو مکمل علم ہے اس لیے اس سے جو بھی وجود میں آئے گا اس میں ہر لحاظ سے فائدے ہی فائدے ہوں گے اور اگر اس میں مداخلت کی جائے گی تو اس کے نتائج تباہ کن ہوں گے۔ اسے آپ ایک گھریلو مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں آپ نے اگر کوئی کھانا بنانا ہے تو اس کے لیے نہ صرف مختلف اشیاء کی ضرورت ہے بلکہ ان کی مقدار اور معیار بھی وہی ہونا چاہیے جو درکار ہے اور پھر جب ان اشیاء کو استعمال کیا جائے تو جب ہر شئے کو اس کے صحیح وقت پر استعمال کیا جائے گا اور اسی طرح استعمال کیا جائے گا جیسے بہتر سے بہتر اس کا استعمال ہے تو بہترین کھانا تیار ہوگا اور اگر ایسا ہو کہ اشیاء مکمل نہ ہوں ان کی مقدار اوپر نیچے ہو ان کا معیار ٹھیک نہ ہو یا پھر جب انہیں استعمال کیا جائے کھانا بنانے کے لیے تو ترتیب کا خیال نہ رکھا جائے اشیاء کو ان کے وقت سے آگے پیچھے کر دیا جائے تو نہ صرف کھانا خراب بنے گا بے کار بنے گا بلکہ آپ کا سارا سامان بھی ضائع ہو جائے گا اور آپ کی ساری محنت بھی بالکل ضائع ہو جائے گی یعنی ہر لحاظ سے نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔

بالکل ایسے ہی زمین کے عناصر کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں یہ جنہیں آپ پیار محبت، غصہ، جذبات، فرمانبرداری و نافرمانی، پسند، ناپسند وغیرہ کہتے ہیں یہ سب کا سب کیا ہے؟ زمین کے عناصر جب آپس میں ملتے ہیں کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو ان کا جو ردعمل ہوتا ہے اسے آپ ان چیزوں کا نام دیتے ہیں یہ سب زمین کے عناصر کا کیمیائی عوامل سے گزرنے پر ظاہر ہونے والے نتائج ہیں یعنی زمین کے عناصر کے کیمیائی عوامل یا مراحل سے گزرنے پر نور اپنا آپ ظاہر کرتا ہے یہ عناصر اپنا آپ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کیا ہیں۔

نور جو کہ اصل قوت ہے جب وہ تقسیم ہوتی ہے تو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے ایک گرم انرجی اور دوسری ٹھنڈی انرجی، گرم انرجی کو جان کہا گیا اور ٹھنڈی انرجی کو ملائکہ، گرم انرجی میں بھڑکیلا پن ہے اشتعال ہے اور ٹھنڈی انرجی میں سنبھل پن، سکونیت۔ کسی بھی خلق میں ان دونوں قوتوں کا ہونا ناگزیر ہے لیکن اگر ان دونوں کی مقدار متوازن رہتی ہے تو ایسی شئے ایسی خلق ہر لحاظ سے بہترین ہوگی اور اگر ان قوتوں کا توازن بگڑ جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا یا تو ایسی خلق بالکل بے کار ہوتی ہے کسی کام کی نہیں ہوتی بالکل ٹھنڈی یا پھر تباہ کن ہوتی ہے جو ہر طرف تباہی مچاتی ہے۔ یعنی اگر آگ کی کمی ہوگی تو شئے بالکل ٹھنڈی اور اگر نور یعنی ٹھنڈی انرجی کی کمی ہوگی تو شئے بہت بھڑکیلی ہوگی جو ہر طرف تباہی مچا دے گی وہ شئے آوٹ آف کنٹرول ہوگی اپنی من مانی کرے گی یعنی اس میں بغاوت ہوگی وہ قدم قدم پر بغاوت ہی کرے گی لیکن اگر دونوں قوتیں متوازن ہوں تو ایسی خلق ہر لحاظ سے بہترین ہوگی جس سے فائدہ ہی فائدہ ہوگا رائی برابر بھی نقصان نہیں ہوگا۔

یہی بات آیت میں کہی کہ ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور ابلیس سجدہ نہیں کر رہا اور پھر یہ بھی واضح کر دیا ابلیس سجدہ اس لیے نہیں کر رہا ہے کیوں کہ اس کے لیے اللہ نے قانون میں رکھا ہی انکار ہے کیونکہ واضح کر دیا گیا کہ ابلیس کیا ہے؟ ابلیس الجان میں سے ہے اور الجان تو گرم انرجی ہے یعنی آگ اور آگ کا تو کام ہی جلانا ہے آگ میں تو ہے ہی اشتعال اور اس کے برعکس ملائکہ ٹھنڈی انرجی ہے۔ ملائکہ اور جان دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ دونوں قوتیں زمین کے عناصر کی صورت میں موجود ہیں جب زمین کے عناصر جو کہ نور مادے کی صورت میں موجود ہے اگلے مراحل طے کرتا ہے یعنی زمین کے عناصر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو یہ دونوں قوتیں وجود میں آتی ہیں اور جب یہ دونوں قوتیں وجود میں آتی ہیں تو دونوں جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اپنا اپنا کام کرتی ہیں ان دونوں قوتوں کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے جس سے ظاہر ہونے والے ردِ اعمال کو آپ پیار، محبت، غصہ، جذبات، پسند ناپسند وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ یہ ہے وہ راز جس کا ایسی آیات میں ذکر کیا گیا اور یہی الملا کا آپس کا جھگڑا ہے جس کا سورۃ ص میں بھی ذکر ہے جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ. اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ. مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ. اِنْ يُّوْحٰى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ. اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ. فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ. فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ. اِلَّا اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. ص ۶۷ تا ۷۴

قُلْ آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کو کہہ رہا ہے کہ انہیں کہہ یعنی انہیں بتا دے هُوَ یہ جو کچھ بھی نَبَؤٌا میں تمہیں علم دے رہا ہوں یہ وہ علم ہے جو اللہ کے علاوہ کسی

کے پاس نہیں عَظِیْم'' یہ جو کچھ بھی علم میں تمہیں دے رہا ہے اس کی علم میں اہمیت وحیثیت ایسی ہی ہے جیسے جسم میں ہڈی کی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے، جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے پیچھے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے بالکل ایسے ہی اگر اس علم کو جو میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں جو اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا اسے علم میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے جتنا بھی علم ہے اس کی اہمیت وحیثیت رہ جائے گی یعنی اگر اس علم کو علم سے نکال دیا جائے تو پیچھے جتنا بھی علم ہے اس کی علم میں اہمیت وحیثیت بالکل ایسی ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔

اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ تم لوگ ہو کہ اس علم سے اعراض کر رہے ہو یعنی اسے کوئی اہمیت وحیثیت دے ہی نہیں رہے یعنی جتنا یہ علم اہمیت وحیثیت کا حامل ہے تم لوگ اتنا ہی اس سے اعراض کر رہے ہو اسے کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے اسے بالکل نظر انداز کر رہے ہو۔

مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ یہ جو آج میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں یہ جو علم میں آج تمہیں دے رہا ہوں اس علم سے وہی علم جس کیساتھ الملا الاعلیٰ جب گویا کہ خود ہی جھگڑ رہے ہیں آپس میں کشمکش میں مبتلا ہیں میں تمہیں یہ علم نہیں دے سکتا تھا اگر دے رہا ہوں تو تبھی دے رہا ہوں کیوں کہ اللہ نے میرے لیے یہ قانون میں کر دیا ہوا تھا اللہ کے قانون میں یہ ہونا ہو چکا تھا بس اس کے ہونے کا وقت آنے کی دیر تھی اور آج جب وہ وقت آ گیا تو پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ جو اللہ کے قانون میں ہو چکا وہ نہ ہو؟ یا اسے کوئی ہونے سے روک سکے؟ ہر اس شئے پر اللہ ہے جو اس نے ہونا طے کر دیا یعنی جو قدر میں کیا جا چکا اس لیے آج جو میں علم تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں ان سب سے اوپر والی دو طرح کی قوتوں کے بارے میں جو مادے میں ان کی کشمکش جاری ہے یہ علم اللہ نے میرے لیے قدر میں کر دیا تھا میرے ذریعے آج تم پر کھول کھول کر واضح کرنا قدر میں کر دیا ہوا تھا اس لیے اسے ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں روک سکتی تھی۔

اب اس آیت میں جو الْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ہے یہ کس کا ذکر کیا گیا؟ یہ وہی جو دو قوتیں ہیں جن کی آپس میں کشمکش جاری ہے جب بھی مادہ کیمیائی عوامل سے گزرتا ہے تو دو طرح کی قوتیں وجود میں آتی ہیں ایک گرم اور دوسری ٹھنڈی جو کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب یہ دونوں قوتیں وجود میں آتی ہیں تو دونوں وہی کرتی ہیں جو ان کے لیے ہے یعنی جو وہ ہیں دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں تو یوں دونوں کی آپس میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے ان دونوں قوتوں کی کشمکش ہی کو آپ آسمانوں وزمین میں مختلف صورتوں میں دیکھ رہے ہیں جیسے آپ پیار محبت، غصے، جذبات، چیخنے، چلانے، پسند ناپسند، ڈر، خوف، کشش، نفرت، حسد، بغض، دشمنی، حقارت وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے سب سے زیادہ زور رزق پر دیا گیا، یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے بار بار مختلف پہلوؤں سے یہ بات کہی گئی کہ آپ وہ ہو جو آپ کھاتے ہو، آپ وہ ہو جو آپ کا رزق ہے۔

اِنْ یُّوْحٰۤی اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ'' نہیں وحی کیا جا رہا میری طرف مگر صرف اور صرف اس لیے میری طرف وحی کیا جا رہا ہے کہ میں کھول کھول کر متنبہ کروں اس لیے میری جو ذمہ داری ہے جو مجھ پر ہے میں اس کو پورا کر رہا ہوں میں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہوں یعنی جان لو میری ذمہ داری صرف اور صرف یہ ہے کہ میں کھول کھول کر متنبہ کر دوں باقی اگر کوئی سنتا ہے یا نہیں سنتا اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا نہ ہی مجھ سے کل کو پوچھا جائے گا کہ فلاں نے نہیں سنا تو کیوں نہیں سنا؟ فلاں نے نہیں مانا تو کیوں نہیں مانا؟ اس لیے کوئی مانتا ہے تو اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور اگر کوئی نہیں مانتا تو نقصان بھی اس کا اپنا ہی ہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ' بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ تب کہا ربّ نے تیرے تو تب جو جو موجود ہے اور وہ جو جو شکوہ وشکایت کر رہا ہے جو سوال کر رہا ہے تو اس کے جواب میں ملائکہ کو کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں خلق کر رہا ہوں میں ایک بشر طین سے۔ یعنی ایک ایک بشر کی خلق ہونے سے پیچھے جو جو بھی مراحل موجود ہیں تو ان مراحل کے دوران مادے میں جو دونوں قوتوں کی کشمکش ہیں اس کشمکش کے دوران جیسے جیسے مراحل آگے بڑھتے جا رہے ہیں بشر کی خلق قریب آتی جا رہی ہے تو جو مادہ وجود میں آ رہا ہے اس میں منفی قوت یعنی الجان کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے تو تب ملائکہ کہہ رہے ہیں کہ اے ربّ یہ تُو کیا کر رہا ہے یعنی یہ جس طرف معاملہ جا رہا ہے جو خلق آ رہی ہے یہ تو تباہی مچا دے گی کیوں کہ گرم قوت کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے تو تب کہا ربّ نے تیرے اس میں کچھ شک نہیں میں خلق کر رہا ہوں بشر طین سے، خلق کر رہا ہوں بشر طین سے جس سے یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کہا جا رہا ہے میں طین خلق کر رہا ہوں اس طین سے بشر خلق کرنا

ہے یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ یہ جو بات ہو رہی ہے یہ طین سے پیچھے والے مراحل کی بات ہو رہی ہے اور طین بھی کھول کھول کر واضح کر دیا کہ زمین میں موجود کالے رنگ کا کیچڑ جسے آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں جسے ایک دوسرے پہلو سے آدم، اور نطفہ بھی کہا گیا جو کہ زمین کے عناصر کا مرکب ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ پس جب اس کو یعنی بشر کو مکمل کرلوں اور نفخ کر رہا ہوں اس میں اپنی روح سے یعنی اسے مکمل کر لینے کے بعد جب اس کو جسد سے جسم اور اس میں میری روح ہو تو پس تم کیا کر رہے ہو تم اس کو جھکا رہے ہو کہ یہ سجدہ کرنے والوں کیساتھ سجدہ کر رہا ہے۔ اب یہاں اس آیت میں بھی جان لیں کہ اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ملائکہ نے اس کے لیے سجدہ کرنا ہے بلکہ اس آیت میں یہ کہا گیا کہ جب بشر کو مکمل کر لیا جاتا ہے اور جو بشر سجدہ کرنے والوں میں سے ہوتا ہے سجدہ کرنے کا مطلب ہوتا ہے خود کو اپنے مالک کے آگے مکمل طور پر جھکا دینا تو ایسے بشر کو کون جھکا رہا ہے؟ ملائکہ ہیں جو اس کو جھکا رہے ہیں کیونکہ ملائکہ فرمانبردار انرجی ہے قوت ہے اور اس کے برعکس جو جان ہیں جو جن ہے اس میں جھکاؤ نہیں بلکہ اکڑ ہے اس میں استکبار ہے اس لیے جن بشر کو جھکنے نہیں دیتا بلکہ اس میں اکڑ لاتا ہے اس سے استکبار کراتا ہے۔ یہ فیصلہ اس بشر نے خود کرنا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ملائکہ کی صف میں کھڑا کرتا ہے یا پھر جنوں کی صف میں۔ اگر طیب رزق استعمال کیا جائے گا تو اس سے بشر طیب بنے گا اس میں ملائکہ ہوں گے جو اس کو چلا رہے ہوں گے اسے ڈرائیو کر رہے ہوں گے اور اگر رزق خبیث ہوگا وہ رزق ہوگا جس کی اجازت نہیں دی بلکہ الٹا اس سے روکا تو ایسے جسم میں گرم انرجی یعنی جن کا غلبہ ہو جائے گا اس کی کثرت ہو جائے گی اور ایسا جسم وہی کرے گا جو اس کے اندر ہے یعنی ایسا بشر جن کہلائے گا۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا الملائکہ تمام کے تمام جو ہیں جو اس وقت موجود ہیں کیسے سجدہ کر رہے ہیں؟ جیسے ایک وجود ہوتا ہے یعنی سب کے سب اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے خود کو اپنے ربّ کے لیے مکمل طور پر جھکائے ہوئے ہیں وہی کر رہے ہیں جو ان کا ربّ انہیں کہہ رہا ہے اور یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں جو اللہ کے غلام بشر ہیں انہیں الملائکہ کہا جا رہا ہے کیونکہ سب سے اوپر دو ہی قوتیں ہیں ایک الملائکہ اور دوسری الجان۔ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اِسْتَكْبَرَ مگر جو نہیں خود کو جھکا رہا جو سجدہ نہیں کر رہا ابلیس تھا، کیا کر رہا ہے جو ابلیس تھا؟ خود کو بڑا کہہ رہا ہے یعنی جو اس کا ربّ اللہ کہہ رہا ہے اس بات کو نہیں مان رہا خود کو اللہ کے آگے یعنی فطرت کے آگے نہیں جھکا رہا جس کے آگے جھکنے کے لیے ربّ کہہ رہا ہے اس کے آگے خود کو نہیں جھکا رہا بلکہ الٹا اکڑا ہوا ہے کہ نہیں میری بات مانی جائے گی میں وہی کروں گا جو مجھے بہتر لگتا ہے۔ اور ایسا کیوں ہے یہ بھی واضح کر دیا کیونکہ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ اور اللہ کے قانون میں ہو چکا الکافرین سے یعنی ظاہر ہے جس میں گرم انرجی ہوگی جس جسم پر گرم انرجی یعنی جن کا قبضہ ہوگا تو وہ بشر کیسے خود کو اپنے ربّ کے لیے جھکائے گا؟ کیونکہ جن کا کام ہے اکڑنا، غرور کرنا، تکبر کرنا، خود کو ہر لحاظ سے بہتر سمجھنا تو وہ تو وہی کرے گا جو اس میں ڈرائیور موجود ہے اور جب ڈرائیور ہی ہے انکار کرنے والا تو ظاہر ہے ایسا بشر انکار ہی کرے گا نا اور کیا کرے گا؟ آپ کو قدم قدم پر رزق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا جا رہا ہے کہ رزق کی کیا اہمیت وحیثیت ہے۔ جو بھی آپ کھاتے ہیں یہ کیا ہے؟ یہ زمین کے عناصر ہیں آپ کے رزق کی صورت میں جب یہ عناصر جسم میں جا کر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو ان سے دو طرح کی قوت وجود میں آتی ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اب اگر تو آپ طیب رزق کھائیں گے تو آپ کے جسم میں دونوں قوتوں کا توازن برقرار رہے گا اور آپ کے جسم پر ملائکہ کا غلبہ ہوگا آپ کے جسم کو چلانے والے ملائکہ ہوں گے اور اگر آپ کا رزق غیر متوازن یعنی خبیث ہوگا تو آپ کے جسم میں منفی قوت یعنی جن کا غلبہ ہو جائے گا جس وجہ سے آپ وہی کریں گے جو آپ میں موجود ہے یعنی ایسے بشر کو جن کہا جائے گا جو کہ استکبار ہی کرے گا، نہ صرف غلطیاں کرے گا بلکہ غلطیوں کو مان کر ان کی اصلاح کرنے کی بجائے کہے گا کہ میں تو غلط ہو ہی نہیں سکتا میں کچھ غلط کر ہی نہیں سکتا یوں الٹا اپنی غلطیوں پر ڈٹ جائے گا کوئی بات نہیں مانے گا سوائے اس کے جس میں اسے اپنا فائدہ نظر آئے اس کے علاوہ ہر لحاظ سے اپنی مرضیاں اپنی من مانیاں کرے گا کفر ہی کرے گا ہر طرف فساد ہی کرے گا۔

اب جب اس بشر کو ارتقاء سے لے آیا گیا یعنی جب یہ بشر وجود میں آ گیا اسے زمین پر بسایا تو اسے یہ کہا

وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ البقرة ۳۵

وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اور کہا ہم نے اے آدم اور یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ آدم کی ''مُ'' پر پیش ہے جس سے یہ حال کا صیغہ بن جاتا ہے یعنی اس وقت جو آدم

موجود ہیں ان کی بات ہو رہی ہے اور پیچھے یہ بات تفصیل کیساتھ واضح کی جا چکی کہ آدم کسی ایک مخصوص بشر کا نام نہیں ہے بلکہ آدم اس پوری بشر جنس کو کہا گیا جیسے آپ کہتے ہیں بکری تو اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہوتا کہ کسی ایک مخصوص بکری کا ذکر کیا جا رہا ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ایک پوری جنس جس میں مؤنث بھی ہیں اور مذکر بھی۔ وَقُلْنَا يَآدَمُ اور کہا ہم نے اے وہ جو آدم ہو یعنی جب بشر کو ارتقاء سے زمین پر لایا گیا تب اس بشر کو کہا ہم نے یعنی فطرت نے کہا اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ کیا کرنا ہے تجھے؟ رہائش اختیار کر تُو اور تیرا جو زوج ہے یعنی جو تیرا جوڑا ہے۔ اب اس آیت میں اس کا مطلب یہ لے لیا گیا کہ آدم ایک سب سے پہلا بشر مخصوص شخص تھا جس کا نام آدم تھا اور اس کا زوج اس کی بیوی حوا نامی عورت تھی لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے اور نہ ہی زوج کا معنی بیوی ہے بلکہ زوج تو کہتے ہیں جوڑے کو۔ اللہ نے ہر شئے سے اس کا زوج یعنی جوڑا خلق کیا ہے اور یہاں کس زوج کی بات ہو رہی ہے اسے تو پہلے ہی واضح کر دیا گیا کہ آدم تم ہو، تمہیں خلق کیا ہم نے خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا ہم نے اور صور کیا ہم نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں میں اور پھر صور کرنے کے بعد تمہیں کہا جا رہا ہے کہ سجدہ کرو یعنی خود کو مکمل طور پر جھکا دو۔ سجدہ کرنا کیا ہے اسے بھی کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ تمہیں کیسے خلق کیا آسمانوں و زمین کو کیسے خلق کیا ان میں کیسا پیچیدہ ترین المیزان قائم ہے ان میں کہیں بھی رائی برابر بھی عمل اپنی مرضی سے مت کرنا ورنہ آسمانوں و زمین میں فساد ہو جائے گا اس لیے تم نے صرف اور صرف وہی کرنا ہے جو ہم کہیں اس لیے خود کو مکمل طور پر جھکا دو اور اللہ کیسے سجدہ کرنے کا کہتا ہے یہ بھی پورے قرآن میں کھول کھول کر واضح کر دیا کہ تم انسان چونکہ بشر ہو تو اللہ تم میں تمہی سے اپنا ایک رسول بعث کرتا ہے جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے تو تم نے خود کو اس کے لیے مکمل طور پر جھکا دینا ہے لیکن ہوتا کیا ہے؟ ہوتا یہ ہے کہ اکثریت خود کو اس کے لیے جھکانے سے انکار کر دیتی ہے۔

یہ جو بشر ہیں ان کا انہی سے جوڑا بنا دیا گیا یعنی ایک وہ جو سجدہ کر رہے ہیں اور ان کا زوج یعنی جوڑا وہ جو سجدہ کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ تو جب اس بشر کو جو کہ بنیادی طور پر حصوں میں تقسیم ہیں انہیں وجود میں لایا گیا تو انہیں کہا تھا کہ رہو اس میں اور جب اس بشر کو یعنی آدم کو وجود میں لایا تھا تب یہ زمین کیسی تھی؟ آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ زمین جہنم کا منظر پیش کر رہی ہے طرح طرح کی تباہیاں و ہلاکتیں آ رہی ہیں، کہیں موسم سرد سے سرد تر ہے تو کہیں گرم سے گرم تر سورج آگ برسا رہا ہے، زمین کا وسیع حصہ تپتے صحراؤں پر مشتمل ہے، زلزلے آ رہے ہیں، طوفان آ رہے ہیں، آندھیاں آ رہی ہیں، موسموں کا نظام درہم برہم ہے، زمین جگہ جگہ سے دھنس رہی ہے، پہاڑ ٹل رہے ہیں، رزق کی قلت ہے، پانی کی قلت ہے دنیا میں بڑی مقدار میں پانی اور خوراک کی قلت ہے جو خوراک ہے وہ بھی ناقص ہے جسے کھانے والے طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہیں یعنی ہر طرح کی ہلاکتیں و تباہیاں آپ کو نظر آ رہی ہیں تو کیا یہ زمین تب بھی ایسی ہی تھی جب آدم کو یعنی اس بشر کو وجود میں لایا گیا تھا؟ نہیں تب ایسی نہیں تھی بلکہ تب اس کے بالکل برعکس الْجَنَّةَ مخصوص جنت تھی۔

آج اس وقت جو انسان دنیا میں موجود ہیں انہیں اللہ اپنے رسول کے ذریعے کہہ رہا ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی کہ اے آدم یعنی اے وہ جو بشر ہو جو اس وقت زمین پر آباد ہو جب تمہیں وجود میں لایا گیا تھا تو تب زمین ایسی نہیں تھی جو حالت اس کی آج تم لوگوں نے کر دی بلکہ تب زمین الجنت تھی یعنی یہ زمین مکمل طور پر باغ تھی، اس میں طرح طرح کے ثمرات تھے، چشمے تھے، جن میں صاف ستھرا پانی تھا ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی موسم بھی ایسے نہیں تھے کہ سرد سے سرد تر اور گرم سے گرم تر بلکہ بہترین موسم تھے نہ تو سردی تھی اور نہ ہی گرمی، نہ تو پانی کی قلت تھی اور نہ ہی رزق کی کمی، اور پھر نہ ہی تمہیں رائی برابر بھی مشقت کرنا پڑتی تھی بلکہ ہر لحاظ سے موجیں ہی موجیں تھیں، تم نے کیا کرنا تھا تم نے صرف اور صرف یہی کرنا تھا کہ اس زمین پر جو کہ جنت تھی رہنا تھا کھانا پینا تھا موجیں کرنا تھی اور دیکھیں اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا اور تب کہا تھا کھاؤ استعمال کرو اس سے جو بھی تم کھانا چاہتے ہو استعمال کرنا چاہتے ہو جہاں سے بھی یہ سب اشیاء تمہارے لیے ہیں وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور ساتھ میں یہ بھی کہا تھا اور یہ جو تمہیں اس سے جہاں سے جو چاہے استعمال کرنے کا کہا ہے اس میں قریب بھی نہ جانا اس مخصوص سلسلے کے اور اگر تم اس سلسلے کے قریب بھی گئے تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟ پس تم ہو رہے ہو ظالمین سے یعنی ظلم کرنے والوں سے۔ ظلم کہتے ہیں کمی کو اور کس میں کمی یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تھا جب آپ الشجر ۃ کو سمجھیں گے تو حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی۔

جب اس بشر کو وجود میں لایا گیا اس زمین پر بسایا گیا تب یہی زمین مکمل طور پر جنت تھی یعنی سرسبز و شاداب باغ تھی اس میں صرف اور صرف طیب رزق تھا اس میں اس بشر کو رائی برابر بھی مشقت کا سامنا نہیں تھا جیسے بچہ جب پیدا ہوتا ہے دنیا میں آتا ہے تو وہ مکمل طور پر اسے وجود میں لانے والے یعنی والدین کا محتاج ہوتا

ہے اسے خود سے رائی برابر بھی کچھ نہیں کرنا پڑتا بالکل ایسے ہی جب اس بشر کو فطرت نے وجود میں لایا تو یہ مکمل طور پر فطرت کا محتاج تھا اسے رائی برابر بھی محنت و مشقت نہیں کرنا پڑتی تھی اس کی تمام تر ضروریات فطرت ہی اسے مہیا کرتی تھی اور پھر اسے رائی برابر بھی کسی تکلیف کا سامنا نہیں تھا ہر لحاظ سے یہ موجوں میں تھا لیکن جب اس نے ارتقاء کرتے کرتے یعنی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے مشاہدات سے سیکھ کر مشقت کرنا شروع کر دی یعنی فطرت میں مداخلت کرنا شروع کر دی تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کیا یعنی فطرت نے ان میں انہی سے اپنا ایک نمائندہ کھڑا کیا جس نے ان پر آسمانوں وزمین کی خلق کو کھول کھول کر واضح کیا، خود ان کی اپنی خلق کو بھی کھول کھول کر واضح کیا ان پر واضح کیا کہ جو کچھ تمہیں ظاہر دکھائی دے رہا ہے یہ کُل کا کُل نہیں ہے بلکہ لاتعداد مخلوقات ایسی ہیں جو تمہیں سنائی اور دکھائی نہیں دے رہیں یعنی تم سے چھپا دی گئیں جنہیں عربوں کی زبان میں غیب کہا گیا اور پھر جو تمہیں ظاہر نظر آ رہی ہیں یہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک تو وہ ہیں جن کا استعمال کیا ہے یعنی مقصد تخلیق کیا ہے تم پر بالکل واضح ہے اور ان کے برعکس دوسری قسم ان مخلوقات کی ہے جو سامنے تو ہیں لیکن ان کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کا علم تمہیں نہیں دیا گیا اب اگر تم ان میں سے کسی کے بھی پیچھے پڑتے ہو جن کے بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں وزمین میں المیز ان وضع ہے اگر تم رائی برابر بھی عمل بغیر مکمل علم کے کرو گے یا کسی بھی ایسی مخلوق کے پیچھے پڑو گے تو آسمانوں وزمین میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا یہ زمین جنت نہیں رہے گی بلکہ یہ زمین جہنم بن جائے گی۔ یہ جو مخلوقات تم سے چھپا دی گئیں یا وہ جو سامنے تو ہیں لیکن ان کا تمہیں واضح علم نہیں دیا گیا کہ ان کا مقصد تخلیق کیا ہے یہ ایک ایسا سلسلہ ہے اگر تم ان میں سے کسی ایک کے بھی پیچھے پڑے تو جیسے ایک دھاگے میں دانے پروئے ہوئے ہوتے ہیں دھاگہ ٹوٹنے پر وہ دھاگے سے نکلتے چلے جاتے ہیں یا جیسے درخت ہوتا ہے جیسے جیسے آگے بڑھتو اس کی شاخیں پھیلتی چلی جاتی ہیں بالکل ایسے ہی ان مخصوص مخلوقات کا سلسلہ سامنے آنا شروع ہو جائے گا اور پھر تمہارے ان اعمال کے رد اعمال کے ظاہر ہونے کا بھی ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا جو تمہارے اختیار میں نہیں ہوگا جس پر تم قابو نہیں پا سکو گے اور یہ زمین جہنم بن جائے گی تم زمین میں ہر شئے میں کمیاں کر دو گے اس لیے جان لو یہ جو سلسلہ ہے یعنی وہ مخلوقات جو تم سے چھپا دی گئیں اور ان کے علاوہ وہ جو سامنے تو ہیں لیکن ان کے بارے میں تمہیں واضح علم نہیں دیا گیا ان کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کا علم نہیں دیا گیا ان کے پیچھے مت پڑنا۔ یعنی تم نے صرف اور صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہے اور تمہارا کام کیا ہے وہ تم پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ وَيٰٓاٰدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَـنَّةَ فَكُلَا مِنۡ حَيۡثُ شِئۡتُمَا اے آدم یعنی اے وہ جو بشر ہو رہو اس زمین میں، جب تمہیں اس زمین پر لایا گیا تھا تب یہ زمین ایسی نہیں تھی بلکہ الجنت تھی مخصوص باغ تھی اور کہا تھا کہ اس میں سے جہاں سے جو شئے چاہے کھاؤ یہ تھا تمہارا کام اور تم نے یہی کرنا تھا اور کہا تھا کہ اگر تم نے اپنے کام سے کام نہ رکھا اور جو تمہارا کام نہیں ہے اس میں مداخلت کی فطرت میں چھیڑ چھاڑ کی یعنی اگر خود سے مشقت کرنا شروع کر دی اپنی ضروریات کو وجود میں لانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تو پھر اس کا نتیجہ انتہائی بھیانک سامنے آئے گا یہ زمین جنت نہیں رہے گی بلکہ تمہارے ان اعمال سے یہ زمین جہنم بن جائے گی۔ اسی کا ایک اور پہلو سے بھی درج ذیل آیات میں ذکر کیا گیا۔

فَقُلۡنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوۡجِكَ فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَـنَّةِ فَتَشۡقٰى‏. اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِيۡهَا وَ لَا تَعۡرٰى‏. وَاَنَّكَ لَا تَظۡمَؤُا فِيۡهَا وَلَا تَضۡحٰى‏. طٰہٰ ۱۱۷ تا ۱۱۹

فَقُلۡنَا يٰٓاٰدَمُ پس کہا ہم نے اے آدم جو اس وقت موجود ہو اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوۡجِكَ اس میں کچھ شک نہیں یہ تھا جو دشمن ہے تیرا اور جو تیرا جوڑا ہے اس کا فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَـنَّةِ پس نہ گویا کہ خود ہی تم دونوں کو نکلوا دے الجنت سے یعنی یہ زمین جنت ہے سرسبز و شاداب باغ ہے جس میں تمہارے لیے بغیر مشقت کے تمام کی تمام ضروریات موجود ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں نکلوا دے اس حالت سے جس میں تم ہو اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ کیسے تم الجنت سے نکلو گے فَتَشۡقٰى‏ پس جو بھی تمہاری ضروریات ہیں ان کے حصول کے لیے تم مشقت کرتے ہو تو تم الجنت سے نکل جاؤ گے یعنی پھر یہ زمین جنت نہیں رہے گی بلکہ تم اس زمین کو جہنم میں بدل دو گے جنت سے جہنم کی طرف سفر شروع کر دو گے اس لیے کسی بھی صورت تم نے مشقت نہیں کرنی یعنی اپنی ضروریات کے حصول کے نام پر خود سے انہیں وجود میں لانے انہیں خلق کرنے کے پیچھے نہیں پڑنا بلکہ ہر لحاظ سے اپنے ربّ فطرت پر ہی انحصار کرنا ہے اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِيۡهَا وَ لَا تَعۡرٰى‏ اس میں کچھ شک نہیں تجھ کو یہاں کیا حاصل ہے؟ تجھ کو یہاں وہ سب کا سب حاصل ہے جو بھی تیری ضروریات ہیں تو

جب تک تُو مشقت نہیں کرے گا یعنی جو تیرا دشمن ہے اس کے جھانسے کا شکار ہو کر مشقت میں پڑنے کی بجائے مشقت سے بچا رہے گا تو نہ ہی تجھے اس میں یعنی زمین جو کہ الجنت ہے میں کسی بھی لحاظ سے بھوک افلاس کا سامنا کرنا پڑے گا کہ رزق کی قلت ہو جائے گی رزق کی تقسیم کا توازن ہی بگڑ کر بھوک افلاس کا سامنا کرنا پڑے اور نہ ہی تجھے لباس کی کوئی فکر ہوگی وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی اور اس میں کچھ شک نہیں تجھ کو نہ ہی پیاس کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ پانی کی قلت کی وجہ سے تجھے پیاسے مرنے کی فکر لاحق ہو جائے پانی کی قلت سے زمین پر رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے اس میں اور نہ ہی تجھے دھوپ کا یعنی گرمی کا سامنا کرنا پڑے گا کہ گرمی نے تیرا جینا محال کر دیا۔

ان آیات میں بھی وہی بات کی پہلی بات کہ کوئی ماضی کا قصہ نہیں سنایا جا رہا آدم کی ''م'' پر پیش کا استعمال ہے جس سے یہ حال کا صیغہ بن جاتا ہے اور آپ پر پیچھے واضح کر دیا گیا کہ آدم اس پوری جنس کو کہا گیا نہ کہ کسی مخصوص ایک بشر کو اور دوسری بات کہ کہا یہ تیرا اور جو تیرا زوج ہے یعنی جوڑا ہے اس کا دشمن ہے۔ یہ کیا ہے اس کی بھی پیچھے کھل کر وضاحت ہو چکی کہ آسمانوں وزمین میں دو طرح کی مخلوقات ہیں ایک وہ جو بالکل کھلم کھلا سامنے ہیں اور دوسری وہ جو چھپی ہوئی ہیں پھر جو سامنے ہیں وہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جن کا مقصد تخلیق اس بشر پر بالکل واضح ہے کہ کیا ہے جیسے کہ اس کے استعمال کی اشیاء ہیں مثلاً جو بھی اس کا رزق ہے اور ان کے علاوہ بہت سی ایسی ہیں جو ہیں تو سامنے لیکن ان کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کا واضح علم نہیں دیا گیا جنہیں عربوں کی زبان میں متشابہات کہا جائے گا یوں آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جن کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کا اس بشر کو واضح علم دیا گیا اور ان کے علاوہ باقی جتنی بھی ہیں خواہ وہ جو چھپا دی گئیں یا پھر وہ جو ہیں تو سامنے لیکن ان کے بارے واضح علم نہیں دیا گیا ان کا علم چھپا دیا گیا۔ ان دونوں میں سے جو پہلا حصہ ہے یعنی وہ مخلوقات جو نہ صرف بالکل کھلم کھلا سامنے ہیں بلکہ ان کے بارے میں واضح علم دے دیا گیا جو کہ محکمات ہیں یعنی فیصلہ کن ہیں کہ ان کا مقصد تخلیق کیا ہے صرف اور صرف ان کے ہی پیچھے پڑنا ان ہی کو استعمال کرنا اور ان کے علاوہ جتنی بھی ہیں یعنی دوسرا حصہ اس کے قریب بھی نہیں جانا کیونکہ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں وزمین ایک وجود کی مانند ہیں آسمانوں وزمین بالکل ایسے ہی ہیں جیسے کہ تمہارا جسم ہے جیسے تمہارے جسم میں تمام اعضاء کا آپس میں ربط ہے ہر ایک دوسرے سے مربوط و مشروط ہے بالکل اسی طرح آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب آپس میں مربوط و مشروط ہے اس لیے ان میں سے کسی ایک بھی مخلوق کے پیچھے نہ پڑنا کیونکہ یہ ایک الشجر ۃ ہے یعنی ایک مخصوص سلسلہ ہے اگر کسی ایک بھی مخلوق کے پیچھے پڑا تو آگے بڑھتے بڑھتے ایک وقت ایسا آئے گا کہ واپسی کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اور دنیا و آخرت میں ہلاکت تیرا مقدر بن جائے گی یوں جان لے کہ جو کچھ بھی غیب ہے یا متشابہات میں سے ہے یہ ایک الشجر ۃ یعنی مخصوص سلسلہ ہے اس کے قریب بھی نہیں جانا یہ تیرا دشمن ہے اگر تُو اس کے پیچھے پڑا تو پھر تیرا انجام کیا ہے یہ بھی تجھ پر کھول کر واضح کر دیا گیا۔

پھر کہا تُو اور تیرا زوج تو یہ بھی پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آدم جو کہ یہ بشر پوری جنس ہے ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو سجدہ کر رہے ہیں یعنی خود کو اپنے خالق و مالک کے آگے جھکائے ہوئے ہیں ایک وہ اور اس کا زوج یعنی جوڑا وہ جو سجدہ نہیں کر رہے جو اکڑے ہوئے ہیں استکبار کر رہے ہیں اپنی من مانیاں کر رہے ہیں۔ بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ یہ الشجر ۃ تم دونوں کا ہی دشمن ہے اور دشمن کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ مخصوص سلسلہ جان بوجھ کر تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہے یا تمہیں دشمنی پر اکسا رہا ہے بلکہ یہ اختیار تمہارے پاس ہے اگر تم اس سلسلہ کے پیچھے پڑو گے اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرو گے تو پھر تم اس کے مقابلے پر کامیاب نہیں ہو پاؤ گے بلکہ اس کے دجل یعنی دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے یہ سلسلہ تمہیں بہت پرکشش نظر آئے گا تمہیں اس میں اپنی بقا اور ہر لحاظ سے فائدہ نظر آئے گا لیکن حقیقت یہ نہیں ہوگی بلکہ تم اس کے دھوکے کا شکار ہو کر اس زمین کو جو کہ الجنت ہے اسے جہنم میں بدل دو گے اپنے ہاتھوں سے اسے جہنم بنا دو گے اس لیے اس مخصوص سلسلے کے قریب بھی مت جانا اور پھر یہ بات بھی بالکل کھول کھول کر واضح کر دی تھی کہ جب تک تم اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہونے سے بچے رہو گے اس کے پیچھے نہیں پڑو گے اس کے قریب بھی نہیں جاؤ گے تو تب تک یہ زمین الجنت رہے گی اس میں تمہاری تمام تر ضروریات تمہیں میسر ہوں گی نہ تو تمہیں رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا کسی بھی لحاظ سے تم بھوکے نہیں مرو گے تم میں سے کوئی ایک بھی بھوکا نہیں مرے گا کوئی قحط نہیں پڑے گا اور نہ ہی تمہیں لباس کی کوئی فکر ہوگی یعنی تم بھوک، مفلسی ولباس کے حوالے سے مکمل طور پر بے فکر ہو گے تمہیں اس کی کوئی فکر نہیں ہوگی بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو

وہ مکمل طور پر والدین کا محتاج ہوتا ہے اسے کسی بھی قسم کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ وہ بھوکا مر جائے گا یا پیاسا بالکل ایسے ہی تمہیں نہ تو بھوک اور مفلسی کی کوئی فکر ہوگی نہ ہی لباس کی اور پھر جب تک تم اس مخصوص سلسلے کے قریب بھی نہیں جاؤ گے تو تب تک نہ ہی اس زمین میں جو کہ جنت ہو گی تمہیں پیاس کی کوئی فکر ہو گی کہ تمہیں پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے پانی کی قلت یا ختم ہونے کی وجہ سے یا پانی گندا ہو جانے کی وجہ سے تمہیں اِدھر اُدھر بھاگنا پڑے ہجرت کرنی پڑے اور نہ ہی تمہیں سورج سے گرمی کی شدت کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی کہ دھوپ تمہیں ستانے لگے گرمی کی صورت میں لیکن اگر تم اس الشجر ۃ کے قریب بھی گئے یعنی اگر تم کسی ایک بھی ایسی مخلوق کے قریب بھی گئے جو محکمات میں سے نہیں ہے جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا جس کے بارے میں علم تم سے چھپا دیا گیا تو پھر جان لو آہستہ آہستہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ صرف تم رات دن مشقت میں پڑ جاؤ گے بغیر مشقت کے زندہ نہیں رہ سکو گے تمہیں رزق کی فکر لاحق ہو جائے گی رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا، قحط پڑیں گے، رزق کم سے کم ہوتا چلا جائے گا، تمہیں فکر معاش ستائے گی تمہارا جینا حرام ہو جائے گا، بھوک افلاس کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر اس کی وجہ سے ہی تمہیں لباس کی فکر بھی لاحق ہو جائے گی یعنی جب تم مشقت میں پڑو گے تو مشقت سے حاصل ہونے والے رزق کے استعمال سے تمہارے اجسام میں وہ آگ بھر جائے گی جو آگ تمہاری دشمن ہے جس پر پیچھے وضاحت کیساتھ بات ہو چکی کہ جب بھی تم کچھ کھاتے ہو تو اس سے دو طرح کی انرجی وجود میں آتی ہے ایک ٹھنڈی جو کہ ملائکہ ہیں اور دوسری گرم جو کہ جان ہیں، دونوں آپس میں کشمکش میں مبتلا ہو جاتی ہیں جس کا نتیجہ تمہارے اعمال کی صورت میں نکلتا ہے اب اگر تم اپنے ربّ یعنی فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے مشقت سے رزق حاصل کرو گے تو اس رزق میں گرم انرجی جو کہ جن ہے وہ پوشیدہ ہے تمہارے اجسام میں گرم انرجی کی مقدار بڑھ جائے گی جس سے جسم میں ویسی ہی خصلتیں پیدا ہوں گی جسے تم غصہ، حسد، بغض، تکبر، نفرت، جیلیسی اور دھوکا دہی وغیرہ کا نام دیتے ہو جس وجہ سے تمہیں لباس کی فکر لاحق ہو جائے گی اور ان خصلتوں کی وجہ سے بہت سی خرابیوں و خامیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر ایسے ہی تم کو نہ صرف پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا تم پیاس سے مارے جاؤ گے پانی کی قلت بڑھتی چلی جائے گی بلکہ پھر تمہیں دھوپ بھی ستائے گی گرمی کی شدت بڑھتی چلی جائے گی یوں آہستہ آہستہ یہ زمین جہنم بن جائے گی۔

اب اتنا کچھ کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی انسان نے کیا کیا؟ کیا یہ اس الشجر ۃ کے قریب بھی نہ گیا یا پھر اس نے وہی کیا جس سے اسے منع کیا تھا؟ اور اگر اس الشجر ۃ کے قریب گیا تو اس کا نتیجہ بالآخر کیا نکلا؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں ماضی کی مثلوں سے آج کی تاریخ اتار دی گئی تھی جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ. وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ. فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. الاعراف ٢٠ تا ٢٣

جب اس بشر کو اس زمین پر وجود میں لایا گیا تو یہ بات بالکل کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ ارتقاء سے لایا گیا تو اس کے بعد اس بشر پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب کی مثال تمہارے جسم کی سی ہے یہ ایک ہی وجود ہے اس میں تمام کی تمام مخلوقات اعضاء کی مانند ہیں۔ جو کچھ بھی تمہیں کھلم کھلا نظر آ رہا ہے صرف اور صرف یہی کُل کا کُل نہیں ہے بلکہ لاتعداد مخلوقات ایسی ہیں جو تم سے چھپا دی گئیں اور پھر جو نظر آ رہی ہیں یہ بھی دو قسم کی ہیں دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جن کا علم تم پر کھول کر واضح کر دیا گیا یعنی جو محکمات ہیں فیصلہ کن تمہیں ان کا علم ہے کہ ان کا مقصد تخلیق کیا ہے اور ان کے برعکس دوسری وہ جن کا علم تمہیں نہیں دیا گیا جن کا علم چھپا دیا گیا جو کہ متشابہات ہیں تو جو بھی متشابہات ہیں یہ تمام کی تمام مخلوقات ایک سلسلہ ہے تم نے اس مخصوص سلسلے کے قریب بھی نہیں جانا ورنہ یہ زمین جو کہ الجنت ہے یہ جنت نہیں رہے گی تم جنت سے جہنم کی طرف سفر کرنا شروع ہو جاؤ گے اب اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود آدم نے یعنی اس بشر نے کیا کیا آگے اسے بھی واضح کر دیا گیا فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پس وسوسہ کیا دونوں کو جس نے وسوسہ کیا الشیطان ہے۔

اب سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ وسوسہ کسے کہتے ہیں؟ مثال کے طور پر آپ کے سامنے کوئی ایسی شیئ موجود ہو جس کے بارے میں آپ کے پاس کوئی علم نہ

ہولیکن وہ شئے آپ کو بار بار اپنی طرف متوجہ کرے اور آپ میں اس کو لیکر تجسس پیدا ہو جائے کہ آخر یہ ہے کیا تو اس طرح تجسس پیدا ہونے کو وسوسہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شئے جو سامنے موجود ہو وہ اپنی طرف متوجہ کرے اپنی طرف کھینچے اور اسے جاننے کے لیے دل و دماغ میں تجسس پیدا ہو تو یہ وسوسہ کہلاتا ہے جو وہ شئے آپ میں داخل کر رہی ہے۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو یہ بشر جنس مشاہدات سے سیکھتی چلی گئی بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ مشاہدات سے سیکھتا چلا جاتا ہے ایک وقت آیا جب آدم یعنی اس بشر جنس کا دماغ بالکل ایسے ہو چکا تھا جیسے ایک بچہ مشاہدات سے سیکھتے سیکھتے باشعور ہو جاتا ہے تو جب یہ بشر مشاہدات سے سیکھتے سیکھتے اس قدر باشعور ہو گیا کہ یہ جو کچھ بھی سن اور دیکھ رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت آ گئی تب اس پر نہ صرف یہ حق بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ آسمانوں و زمین بالکل اس کے جسم کی مثل ہیں اس میں صرف اور صرف وہی نہیں ہے جو کچھ بھی ظاہر نظر آ رہا ہے بلکہ لاتعداد مخلوقات ایسی ہیں جو اس سے چھپی ہوئی ہیں اور پھر جو سامنے نظر آ رہی ہیں وہ بھی دو طرح کی ہیں ایک تو وہ جن کے بارے میں اسے واضح علم ہے اور دوسری وہ جن کے بارے میں اسے علم نہیں دیا گیا ابھی بھی ان مخلوقات کا علم اس سے پوشیدہ ہے اور یہ بھی واضح ہو چکا تھا کہ اگر ان میں سے کسی کے بھی پیچھے پڑا گیا تو اس کا نتیجہ فساد اور بالآخر تباہیوں کی صورت میں نکلے گا لیکن وقت کیساتھ ساتھ اس بشر میں ان مخلوقات کو لیکر تجسس بڑھتا چلا گیا جو ہیں تو بالکل کھلم کھلا سامنے لیکن ان کے بارے میں علم اس سے چھپا ہوا ہے یوں یہ مخلوقات آدم کو یعنی اس بشر کو وسوسہ کرتی رہیں یعنی بشر میں ان مخلوقات کو جاننے کے لیے ان کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لیے تجسس بڑھتا گیا اور بالآخر آدم نے یعنی اس بشر نے ان میں چھیڑ چھاڑ کرنا شروع کر دی اس الشجر ۃ کے قریب جانا شروع کر دیا اس کے پیچھے پڑ گیا جس کا نتیجہ ایک تو یہ نکلا کہ یہ الشجر ۃ اس کے لیے الشیطان ثابت ہوا۔ شیطان دو الفاظ ''شئ اور طان'' کا مجموعہ ہے۔ ''شئ'' کہتے ہیں جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اس میں سے کسی کو بھی اور ''طان'' کے معنی ہیں کسی کو اس کے مقصد کی طرف جانے سے روک دینا جو کہ پیار سے بھی روکا جا سکتا ہے، اپنی طرف مائل کر کے بھی، اپنی طرف متوجہ کر کے، زور زبردستی یا پھر دھوکے وغیرہ سے بھی روکا جا سکتا ہے۔ شیطان کا معنی ہیں ہر وہ شئے جو آپ کو آپ کے اصل مقصد سے روک دے آپ کو آپ کی منزل کی طرف جانے سے روک دے رکاوٹ بن جائے۔

یوں یہ الشجر ۃ یعنی متشابہات مخلوقات کا مخصوص سلسلہ آدم کے لیے یعنی اس بشر کے لیے الشیطان ثابت ہو گیا۔ جب یہ بشر اس کے پیچھے پڑا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک تو ان مخلوقات نے اس بشر کو اس کے دنیا میں بھیجے جانے کے مقصد سے ہی غافل کر دیا اس مقصد کو پورا کرنے میں رکاوٹ بن گیا ہر انسان کا اسی سلسلے کی عبادۃ کرنا ہی مقصد و مشن بن گیا اور دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا جو کچھ بھی ان دونوں سے چھپا کر رکھا تھا وہ سب کا سب سامنے آنا شروع ہو گیا جس سے پہلے ہی متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اگر تم اس الشجر ۃ کے قریب بھی جاؤ گے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ بہر حال شروع شروع میں تو جو کچھ سامنے آنا شروع ہوا اسے تو اس بشر نے اپنے لیے فائدہ ہی تصور کیا اسے ترقی کا نام دیا خوشحالی کا نام دیا جس سے اس بشر نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ اصل میں یہی وجہ تھی ہم سے ان مخلوقات کا علم چھپانے کی کہ کہیں ہم مالک نہ بن بیٹھیں یعنی آسمانوں و زمین کے مالک نہ بن جائیں اور ہم ہمیشہ رہنے والے نہ بن جائیں یعنی اگر ہم اس الشجر ۃ کے قریب نہیں جاتے تو ایک تو یہ کہ ہم آسمانوں و زمین کے مالک نہیں اور دوسرا ہمیں موت آئے گی اور اگر ہم اس الشجر ۃ کے قریب جاتے ہیں اس کے پیچھے پڑتے ہیں تو آہستہ آہستہ نہ صرف ہم مالک بن بیٹھیں گے آسمانوں و زمین پر مکمل دسترس پا لیں گے بلکہ ہم موت کا علاج دریافت کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے کا بھی راز پا لیں گے اور اسی کا آیت میں آگے ذکر کیا گیا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ اور کہا تھا نہیں منع کیا تمہیں تمہارے ربّ نے اس الشجر ۃ سے مگر اس وجہ سے کہ اگر تم اس الشجر ۃ کے قریب جاتے ہو اس کے پیچھے پڑتے ہو تو تم ہو رہے ہو مالک یعنی تم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے ترقی کرتے کرتے آسمانوں و زمین پر مکمل دسترس پا لو گے اور اس کے علاوہ تم آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے موت کو بھی شکست دے دو گے موت کا علاج دریافت کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جاؤ گے۔

اب یہاں یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ ایسا کسی نے زبان سے نہیں کہا بلکہ یہ سب کا سب وسوسہ کیا اسی الشجر ۃ نے یعنی جب یہ بشر اس الشجر ۃ کے قریب گیا اس کے پیچھے پڑا تو شروع شروع میں اسے جو ظاہری فائدے حاصل ہوئے تو اس نے سمجھنا شروع کر دیا کہ اگر میں ان مخلوقات کے قریب نہیں جاتا تو پھر میں ایسے ہی اس زمین پر بے بس و بے کس رہوں گا اور بالآخر موت کا شکار ہو جاؤں گا لیکن اگر میں ان مخلوقات کے پیچھے پڑ کر انہیں اپنی مرضی کی تاویلات پہناتا

ہوں آسمانوں وزمین میں وہ مخلوقات جن کا علم مجھ سے چھپا ہوا ہے ان کے پیچھے پڑتے ہوئے آگے ہی بڑھتا ہوں تو ترقی کرتے کرتے ایک وقت آئے گا کہ میں یعنی ہم بشر آسمانوں وزمین پر مکمل دسترس حاصل کرلیں گے ہم مالک بن جائیں گے آسمانوں وزمین پر مکمل کنٹرول حاصل کرلیں گے اور پھر ایسے ہی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے ترقی کرتے کرتے ایک وقت آئے گا موت کا علاج بھی دریافت کرلیں گے یوں جب ہم پر واضح ہوجائے گا کہ موت کیا ہے اور کیسے آتی ہے تو ہم موت کو ختم کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے ہوجائیں گے اور اگر ہم آسمانوں وزمین میں ترقی کے نام پر چھیڑ چھاڑ کو ترک کردیتے ہیں یا ہمیں اس ترقی کے نام پر جو کچھ ہم کررہے ہیں اس سے روکا جاتا ہے تو روکنے والے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہم آسمانوں وزمین کے مالک بن بیٹھیں اور ہم موت کا علاج دریافت کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں اس لیے جو بھی ہمیں اس ترقی سے روکتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے ہم اسے برداشت نہیں کریں گے یوں اسی الشجر ۃالملعو نہ نے یہ جو بشر ہیں انہیں دوگروہوں میں تقسیم کردیا ایک وہ جو اس کے دجل یعنی دھوکے کا شکار ہوگیا یعنی اسے اپنے لیے فائدہ مند سمجھتے ہوئے ترقی وخوشحالی سمجھتے ہوئے اس کے پیچھے پڑ گیا جو بھی صلاحیتیں دیں اسی کے پیچھے استعمال کرنا شروع کردیا اور دوسرا وہ جو اس کے دھوکے کا شکار نہ ہوا بلکہ جو ربّ نے کہا وہی کیا کہ خود کو جھکائے رکھا جو کہ سجدہ کرنے والے ہیں اور اسی کا اگلی آیت میں بھی ذکر کردیا گیا۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔

وَقَاسَمَهُمَآ اور انہیں دوگروہوں میں تقسیم کردیا یعنی یوں یہ جو بشر ہیں انہیں الشجر ۃالملعو نہ نے دوگروہوں میں تقسیم کردیا ایک وہ جو سجدہ نہیں کررہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ یہ ترقی ہے اور دوسرے وہ جو سجدہ کررہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ اگر ہم سے ان مخلوقات کا علم چھپادیا گیا تو اسی لیے کہ ہمیں ان کے پیچھے نہیں پڑنا ورنہ آسمانوں وزمین میں فساد ہوجائے گا یوں یہ گروہ جو سجدہ کررہے ہیں اپنی ذمہ داری کو پورا کررہے ہیں ان کا کہنا ہے اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ اس میں کچھ شک نہیں ہم جو بھی تمہیں کہہ رہے ہیں ہم جو بھی چاہ رہے ہیں یعنی یہ جو ہم تمہیں ترقی کے نام پر الشجر ۃالملعو نہ کے قریب جانے سے روک رہے ہیں اس کے پیچھے پڑنے سے روک رہے ہیں تو ایسا نہیں ہے کہ ہم تمہیں ترقی سے روک رہے ہیں بلکہ جان لو یہ ترقی نہیں ہے بلکہ یہ فساد ہے اس سے تم آسمانوں وزمین کے مالک نہیں بن سکو گے اس سے تم موت کا علاج دریافت نہیں کرپاؤ گے بلکہ یہ جو تم اپنے ہی ہاتھوں سے مفسد اعمال کررہے ہو انہی اعمال کے سبب آسمانوں و زمین میں قائم المیز ان میں خسارہ ہوکر بالآخر تباہیاں آئیں گی اور تمہارا صفحہ ہستی سے نام ونشان تک مٹ جائے گا اس لیے ہم جو بھی تم کو کہہ رہے ہیں ہم تم کو نصیحت کرنے والوں سے ہیں یعنی تمہارا فائدہ تمہاری بھلائی چاہنے والوں سے ہیں نہ کہ ہم تمہارا نقصان چاہنے والوں سے ہیں۔

وہ جو سجدہ نہیں کررہے جو اس الشجر ۃ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یعنی متشابہات مخلوقات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ لوگ وقتی اور ظاہری فوائد کو دیکھ کر یہ کہہ اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم لوگ ترقی کررہے ہیں یہ جو آسمانوں وزمین میں ان مخلوقات میں پنگے لے رہے ہیں جن کا علم نہیں دیا گیا تھا اور پھر ان کو اپنی من چاہی تاویلات پہنا رہے ہیں یعنی اپنی مرضی کے مقاصد میں استعمال کررہے ہیں یہ ہم لوگ ترقی کررہے ہیں اور ہم ترقی کرتے کرتے ایک وقت آئے گا کہ آسمانوں وزمین پر مکمل دسترس پالیں گے ان پر مکمل طور پر کنٹرول پالیں گے اور ایسے ہی موت کا علاج بھی دریافت کرلیں گے ان وجوہات کو جان لیں گے کہ موت کیسے آتی ہے یوں موت پر بھی دسترس پاکر ہمیشہ زندہ رہنے کا راز حاصل کر کے ہمیشہ زندہ رہیں گے اور جو مرچکے انہیں بھی واپس زندہ کرلیں گے اور ان کے برعکس وہ جو سجدہ کررہے ہیں یعنی جو خود کو اپنے ربّ فطرت کے آگے مکمل طور پر جھکائے ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ تم لوگ ان مخلوقات کے دھوکے کا شکار ہوچکے ہو نتائج وہ نہیں نکلیں گے جو تمہاری چاہت ہے بلکہ جسے تم ترقی کا نام دے رہے ہو یہ ترقی نہیں فساد عظیم ہیں آج تم ظاہری اور وقتی فوائد تو حاصل کررہے ہو لیکن کل کو جب ان کے رد اعمال ظاہر ہوں گے تو تم ان کا شکار ہوجاؤ گے تم صفحہ ہستی سے مٹ جاؤ گے اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ باز آجاؤ یہ فساد ہے آسمانوں وزمین میں فساد سے باز آجاؤ ان مفسد اعمال کو ترک کردو اور واپس فطرت پر قائم ہوجاؤ ہر لحاظ سے فطرت پر انحصار کرو اسی میں نہ صرف تمہارے لیے ہر لحاظ سے فائدے ہیں بلکہ اسی میں تمہاری بقاء ہے لیکن جو سجدہ نہیں کررہے جو استکبار کررہے ہیں وہ نہیں مانتے وہ اپنے ہی ناصحین کو اپنے دشمن سمجھ کر ان کیساتھ دشمنی کرتے ہیں ان کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں نہیں مانتے کیونکہ یہ لوگ اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہوچکے ہیں اس الشجر ۃ نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ ظاہری اور وقتی فوائد کی وجہ سے دھوکے کا شکار ہوچکے ہیں یہ لوگ صرف اور صرف ظاہر کو ہی دیکھتے ہیں ایک ہی پہلو کو دیکھتے ہیں جو باطن ہے جو دوسرا پہلو ہے اسے یکسر نظر انداز کردیتے ہیں اور کرتے رہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو سجدہ کررہے ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ اپنی ذمہ داری کو بھول جاتے ہیں وہ

بھی اس دجل کا شکار ہو کر وہی کرنا شروع ہو جاتے ہیں جو دوسرا گروہ کر رہا ہوتا ہے یعنی یوں ایک وقت آتا ہے کہ دونوں گروہ ہی اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں اور اسی کا اگلی آیت میں ذکر کر دیا گیا

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ پس دونوں گروہوں کی راہنمائی کرتا گیا ہر لحاظ سے دھوکے کیساتھ یعنی یہ الشجر ۃ الملعو نہ جب ایک گروہ اس کے پیچھے پڑا تو شروع شروع میں تو ایک گروہ نے اس کی مخالفت کی یوں جب تک مخالفت کی جاتی رہی سجدہ نہ کرنے والوں کو اس الشجر ۃ یعنی مخصوص سلسلے کے قریب جانے سے روکا جاتا رہا تب تک تو رکے رہے لیکن جب ناصح گروہ نے اپنی ذمہ داری میں لاپرواہی برتنا شروع کی تو سجدہ نہ کرنے والوں کو موقع مل گیا یوں وہ اس مخصوص سلسلے کے پیچھے پڑ گئے جس سے ظاہری اور وقتی فوائد نے لوگوں کو اپنے سحر میں جکڑ لیا تو جو گروہ ناصح تھا ایک تو وہ پہلے ہی اپنی ذمہ داری کو بھول چکا تھا دوسرا وہ اس مخصوص سلسلے کے پیچھے پڑنے سے ظاہری اور وقتی فوائد سے متاثر ہو کر وہی کرنا شروع ہو گیا یعنی یہ گروہ بھی اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو گیا یوں دونوں گروہوں کو ہی اس الشجر ۃ نے دھوکے میں ڈال دیا دونوں اس کے دھوکے کا شکار ہو گئے تو اس کا جو ابتداء میں سب سے پہلے نتیجہ سامنے آیا اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پس جو کہ اس الشجر ۃ کے پیچھے پڑنے کا نتیجہ تھا یعنی جیسے کسی کام سے روکا جائے اور رکنے کی بجائے الٹا وہی کرنے سے جو نتیجہ نکلتا ہے جسے کہتے ہیں مزہ چکھ لیا ایسے ہی جب انہیں اس الشجر ۃ کے قریب بھی جانے سے منع کیا تھا لیکن جب یہ باز نہ آئے اور اس کے قریب گئے تو اس کا نتیجہ جو انہوں نے چکھا وہ یہ تھا کہ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا جو کچھ بھی ان سے چھپا دیا گیا تھا جس کا انہیں شعور نہیں تھا وہ کھلنا وہ سامنے آنا شروع ہو گیا انہیں وہ لاحق ہونا شروع ہو گیا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ اور الجنت کے ورق یعنی پتوں کو توڑ توڑ کر اپنی شرم گاہوں کو چھپانا شروع کر دیا۔ یعنی جیسا کہ پیچھے تفصیل کیساتھ یہ بات کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ جب اس بشر کو وجود میں لایا گیا تھا تب یہ بشر بالکل ایسے ہی تھا جیسے کہ بچہ ہوتا ہے جیسے بچے اگر ننگا ہو تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ ایسے ہی جب اس بشر کو وجود میں لایا گیا تو یہ بشر بالکل ننگے رہتے تھے جیسے آج بھی باقی جتنے بھی دابہ میں سے ہیں وہ ننگے رہتے ہیں انہیں کوئی بھی فکر نہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ مکمل طور پر فطرت پر رہیں گے تو آپ میں آپ کی دشمن آگ جو کہ الجن ہے وہ نہیں ہو گا اس کا غلبہ نہیں ہو گا جس کی وجہ سے ہی بلا وجہ غصہ، حسد، بغض، نفرت، لالچ، تکبر، بدگمانی، دشمنی وغیرہ جیسی خصلتیں ہوتی ہیں۔ جب اس بشر کو وجود میں لایا گیا تھا تب اس میں ان میں سے کوئی ایک بھی خصلت موجود نہیں تھی جب یہ خصلتیں تھیں ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اگر کوئی ننگا رہتا ہے تو اس کا معاملہ بالکل بچوں کے جیسا ہی ہو گا اسے کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہو گی کوئی ندامت نہیں ہو گی۔ یوں الشجر ۃ الملعو نہ جس کے معنی ہیں وہ مخصوص سلسلہ جسے کرنا ہی نظر انداز تھا جس کے قریب بھی نہیں جانا تھا جب اسے نظر انداز کرنے کی بجائے اس کی طرف توجہ کی گئی اس کے قریب گئے اس کے پیچھے پڑے تو سب سے پہلے جو لاحق ہوا وہ تھا اجسام میں نار سموم کی مقدار بڑھنے سے آگ والی تمام خصلتیں بیدار ہو گئیں۔

اور یہ کیسے ہوا اس کی پیچھے تفصیل کیساتھ وضاحت ہو چکی اس کے باوجود یہاں ایک بار پھر مختصراً واضح کر دیتے ہیں۔ جب اس بشر کو ربّ نے یعنی فطرت نے وجود میں لایا یعنی سب سے پہلے خلاء سے شہابیوں کی صورت میں زمین پر زمین کے عناصر اور پانی آیا پھر اس پانی، زمین کے عناصر اور سورج سے آنے والے توانائی کے اختلاط سے پانی میں اور خشکی میں حیات یعنی زندگی وجود میں آئی۔ پانی میں جاندار مخلوقات کی اور ایک اور ایک اور ایک جہاں تک اور ایک ہو سکتا ہے ایک ہی خلیے پر مشتمل جاندار مخلوق وجود میں آئی جس سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے یعنی ارتقاء ہوتے ہوتے تیرنے والی، رینگنے والی، چلنے والے اور اڑنے والی مخلوقات وجود میں آئیں اور اس ارتقاء کا نتیجہ اس بشر کے وجود میں آنے کی صورت میں نکلا جیسے درخت کا نتیجہ پھل ہوتا ہے اور اس کیساتھ ساتھ خشکی پر بھی ارتقاء ہوتے ہوتے زمین مکمل طور پر سرسبز و شاداب باغ کی صورت اختیار کر گئی۔

زمین کے سات مختلف خطوں پر الگ الگ یہ بشر ارتقاء سے وجود میں آئے یوں ابتداء میں یہ بالکل ننگے رہتے تھے انہیں کسی بھی قسم کا کوئی شعور نہیں تھا جیسے ایک پیدا ہونے والا بچہ سو فیصد اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے بالکل ایسے ہی ابتداء میں یہ بشر مکمل طور پر اپنے ربّ یعنی فطرت کے محتاج تھے۔ یہ بالکل ننگے رہتے تھے، ان میں کسی بھی قسم کا کوئی حسد، بغض، نفرت، دشمنی، لالچ، بلا وجہ غصہ کچھ بھی نہیں تھا، انہیں کوئی زبان نہیں آتی تھی لیکن پھر جیسے بچہ وقت کیساتھ ساتھ جو کچھ بھی اپنے اردگرد ہوتا ہے مشاہدات سے سیکھتا چلا جاتا ہے بالکل ایسے ہی اس بشر نے بھی مشاہدات سے سیکھنا شروع کر دیا یوں اس کی عقل و شعور نے ارتقاء کرنا شروع کر دیا۔ جیسا بچہ سب سے پہلے دانت نکالتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کھانے پینے کے حوالے سے بچہ والدین پر مکمل طور پر انحصار کرنے کی بجائے

اپنی مرضی کرنا بھی شروع کر دیتا ہے کہ اگر وہ والدین کو کچھ کھاتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے یعنی ضد کرتا ہے پھر بچہ بیٹھنا شروع کرتا ہے اس کے بعد مزید ارتقاء کرتا ہے تو رینگنا شروع کر دیتا ہے پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے شروع شروع میں گرتا ہے لیکن آہستہ آہستہ سنبھل جاتا ہے یہاں تک کہ چلنا پھرنا شروع کر دیتا ہے اور پھر اس کی عقل بھی مشاہدات کی بنیاد پر ارتقاء کرتے کرتے وہ مکمل طور پر باشعور ہو جاتا ہے بالکل ایسے ہی اس بشر نے بھی ارتقائی مراحل طے کیے، ابتداء میں یہ مکمل طور پر فطرت کا محتاج تھا یہ صرف اور صرف درختوں سے پھل اور میوے کھاتا تھا اس میں کسی بھی قسم کا کوئی لالچ، حسد، بغض، دشمنی، بلاوجہ غصہ وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا کوئی ایک بھی خصلت نہیں تھی یہ بالکل ننگا رہتا تھا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا چلا گیا تو اس نے مشاہدات سے سیکھنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے شکار کر کے گوشت کھانا شروع کر دیا جس سے ایک تو اس کی عقل نے تیزی سے ارتقاء کرنا شروع کر دیا اور اس کیساتھ ساتھ اس میں خصلتیں بھی پیدا ہونا شروع ہو گئیں اس میں غصہ، حسد، بغض، نفرت، لالچ وغیرہ جیسی خصلتیں بیدار ہونا شروع ہو گئیں یہی وہ وقت تھا جب اس نے پہلی بار اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپنا شروع کر دیا جس کی وجہ یہی خصلت تھی جسے استکبار کہتے ہیں جسے ''میں میں'' کہتے ہیں آگ جو کہ گوشت میں چھپی تھی اس کے کھانے سے اس میں آگ آئی تو آگ کیا ہوتی ہے اس نے خصلتوں کی صورت میں اپنا آپ ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ یوں آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے اس کی عقل اس حد تک بڑھ گئی یعنی یہ باشعور ہو گیا کہ جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت اسے حاصل ہو گئی اس نے اشیاء کو مخلوقات کو آوازیں پہنانا شروع کر دیں یعنی آہستہ آہستہ زبانیں وجود میں آئیں اور ساتھ ساتھ اس نے خود سے اگانا یعنی مشقت کرنا شروع کر دی اب جب اس نے خود سے اگانا شروع کر دیا یعنی مشقت شروع کر دی جو کہ اس نے مشاہدات سے سیکھا تھا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس میں آگ مزید بڑھتی چلی گئی جو مشقت سے وجود میں لائے جانے والے رزق کی صورت میں ان کے اجسام کا حصہ بنی یوں اس بشر نے ترقی کے نام پر آسمانوں وزمین میں فساد کرنا شروع کر دیا یعنی دن بہ دن آگے بڑھنا شروع کر دیا لیکن جب عقل وشعور اس حد تک ارتقاء کر گئی کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت حاصل ہو گئی اور اس الشجر ۃ کے قریب جانا شروع کیا تب فطرت نے اپنا نمائندہ یعنی رسول بھیجا ان میں انہی سے ایک بشر کو کھڑا کیا جس نے ان پر حق کھول کھول کر واضح کیا کہ اس الشجر ۃ کے قریب بھی مت جانا ورنہ اس کا انجام کیا نکلے گا اسے بھی کھول کھول کر واضح کر دیا یوں جنہوں نے سجدہ کیا یعنی اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا کیونکہ فطرت کہہ رہی تھی کہ آدم کے لیے سجدہ کرو یعنی تم میں تمہی سے ایک بشر کو کھڑا کیا ہے یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے دیکھو کیا میں تمہارا ربّ یعنی فطرت اس کی تصدیق نہیں کر رہا؟ جب فطرت اس کی ایک ایک بات کی تصدیق کر رہی ہے تو پھر کیوں نہیں سجدہ کر رہے آدم کے لیے یعنی اس بشر کے آگے خود کو مکمل طور پر کیوں نہیں جھکا رہے جو بھی یہ کہہ رہا ہے کیوں نہیں خود کو اس کے لیے مکمل طور پر جھکا رہے تو یہ وہ وقت تھا جب وہ جن کو ملائکہ ڈرائیو کر رہے تھے تو ملائکہ نے انہیں جھکا دیا اور جن کو آگ ڈرائیو کر رہی تھی یعنی جن ڈرائیو کر رہا تھا تو وہ مایوس ہو گئے ان کے اندر کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے خود کو اللہ کے رسول کے آگے جھکانے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ہم خیر ہیں یعنی ہم جو چاہتے ہیں وہی ہونا چاہیے اور ہم وہی کریں گے ہم کچھ غلط کر ہی نہیں سکتے ہم غلط سوچ ہی نہیں سکتے یوں انہوں نے استکبار کیا تو یہاں سے ایک نئی جنگ کا آغاز ہو گیا ایک گروہ نے کہا کہ ہم تو نصیحت کرنے والے ہیں ہم تمہاری بھلائی چاہتے ہیں آسمانوں وزمین میں فساد کرنے سے باز آ جاؤ یہ جو الشجر ۃ ہے اسے نظر انداز کرنا ہے اس لیے اس کے پیچھے مت پڑو ورنہ آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا پھر جب وہ فساد ظاہر ہو گا تو تم تمہارے انہی مفسد اعمال کے سبب صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جاؤ گے اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ اس الشجر ۃ کے قریب بھی مت جاؤ تو دوسرے گروہ نے جو کہ اکثریت میں ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں یہ فساد نہیں ہے بلکہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں یہ تو ترقی ہے یوں جب تک پہلے گروہ نے اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کیا اپنے ربّ کیساتھ کیے گئے اپنے عہد پر ڈٹے رہے تو سجدہ نہ کرنے والے یعنی انسان الشجر ۃ الملعونہ کے قریب نہ جا پائے اور آسمانوں وزمین میں فساد نہ ہوا زمین جنت ہی رہی لیکن جیسے ہی اپنے ربّ کیساتھ کیے ہوئے عہد کو بھلا دیا اسے بھول گئے اس پر ڈٹنے کی بجائے اس سے ہٹ گئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوسرا گروہ جو کہ ہیں ہی انسان آزاد ہو گئے تو انہوں نے الشجر ۃ الملعونہ کے پیچھے پڑتے ہوئے اپنی مرضی کی تاویلات پہنانا شروع کر دیں یوں جب ابتداء میں وقتی اور ظاہری فوائد حاصل ہونا شروع ہوئے تو پہلا گروہ جو اپنی ذمہ داری کو بھول چکا تھا وہ بھی الشجر ۃ یعنی متشابہات مخلوقات کے دھوکے کا شکار ہو گئے یوں جب دونوں نے مل کر اس الشجر ۃ کی عبادہ کرنا شروع کر دی یعنی متشابہات مخلوقات کے پیچھے ان کو دی گئی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے ان کو اپنی مرضی کی تاویلات پہنانا شروع کر دیں یعنی اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا تو آہستہ آہستہ ایک وقت آیا کہ

جب انہیں ندامت ہوئی یعنی وہی ہوا جوان سے کہا تھا ان کے ترقی کے نام پر سارے خواب چکنا چور ہو گئے ان پر واضح ہو گیا کہ ہاں آج تک ہم اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو چکے ہوئے تھے یعنی ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر مفسد اعمال کے رد اعمال طرح طرح کی ہلاکتوں وتباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوئے تب انہیں ندامت ہوئی کہ کاش ہم ایسا نہ کرتے ہم اس الشجر ۃ کے دجل کا شکار ہو چکے تھے ہم اس کے دھوکے کا شکار ہو چکے تھے جو ہمیں لگ رہا تھا کہ ہم نہ صرف آگے بڑھتے بڑھتے آسمانوں وزمین پر مکمل اختیار حاصل کر لیں گے بلکہ موت کی وجوہات کا علم حاصل کر کے موت کا علاج دریافت کر لیں گے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے یہ ہم اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو کر سمجھ رہے تھے یوں جب نادم ہوئے تب ربّ نے کہا اور جو کہا اسی کی آگے تاریخ اتاردی گئی مثلوں سے وَنَادٰىهُمَا اور نادم ہوئے یوں جب نادم ہوئے یعنی اپنے کیے پر پچھتانے لگے کہ کاش ہم ایسا نہ کرتے رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ تب انہیں ربّ نے کہا کیا نہیں منع کیا تھا اس الشجر ۃ سے؟ یہ تھا وہ الشجر ۃ جس سے تمہیں منع کیا گیا تھا یعنی دیکھو کہ کیسے آج تم اس مقام پر پہنچ چکے ہو کہ اب نہ تو واپسی کا کوئی رستہ ہے اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہو آگے تمہارے لیے عظیم ہلاکت ہے؟ تو ہر کسی پر واضح ہے کہ آسمانوں وزمین میں وہ مخلوقات جو ہیں تو سامنے لیکن ان کا علم نہیں دیا گیا تھا ان کا علم چھپا دیا گیا تھا جو کہ متشابہات ہیں جب ان مخلوقات کے پیچھے پڑے تو یہ مخلوقات کوئی چند ایک مخلوقات نہیں تھیں بلکہ یہ تو پورا ایک سلسلہ تھا جس میں وہ مخلوقات بھی ہیں جو مکمل طور پر چھپا دی گئی تھیں یوں جب متشابہات کے پیچھے پڑے تو ان مخلوقات کے پیچھے پڑنے سے حاصل ہونے والے وقتی اور ظاہری فوائد کی وجہ سے ان کے دھوکے کا شکار ہو کر ترقی کے نام پر دن بہ دن آگے بڑھنے لگے یوں مزید متشابہات اور غیب سے سامنے آتا چلا گیا اور انہیں اپنی مرضی کی تاویلات پہناتے ہوئے فتنے کھڑے کرتے چلے گئے یعنی اصل ربّ فطرت کے مقابلے پر اس کی ضد اس کا شریک مصنوعی مخلوقات وجود میں لاتے چلے گئے یوں اس الشجر ۃ جس کے لیے فیصلہ کیا گیا تھا الملعونہ یعنی اسے کرنا ہی نظر انداز ہے اسے نظر انداز کرنے کے بجائے اس کے پیچھے پڑے اور آگے بڑھتے چلے گئے اس کے دھوکے کا شکار ہو کر ترقی کے نام پر آگے بڑھتے چلے گئے کہ ہم اسی طرح آگے بڑھتے بڑھتے نہ صرف مکمل طور پر آسمانوں وزمین کے مالک بن جائیں گے بلکہ موت کا علاج دریافت کر کے موت سے نجات حاصل کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے آج اس مقام پر پہنچ چکے کہ اب ہر طرف سے ہلاکتیں آرہی ہیں ہم اپنی منصوبہ بندی کو پورا نہیں کر سکتے یہ محض ایک دھوکہ تھا جس کا شکار ہو کر یہاں تک آپہنچے یوں جب ایسا وقت آگیا کہ عذاب عظیم سر پر آگیا تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کیا اور اس رسول کے ذریعے انہی کی زبان میں انہیں کہا کہ کیا تمہیں منع نہیں کیا تھا؟ یہ تھا وہ الشجر ۃ جس کے قریب بھی جانے سے تمہیں منع کیا تھا اور یہ تھیں وہ وجوہات جن کی بنا پر تمہیں منع کیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو جانا وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اور کیا نہیں کہا تھا تم کو کہ اس میں کچھ شک نہیں یہ الشجر ۃ الشیطان تھا تم کو اس سے بچنا ہے دشمن ہے تمہارا یہ جو کچھ بھی تمہیں ہر طرف کھلم کھلا نظر آرہا ہے؟ یعنی تم پر یہ سب کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تھا تم کو کہا تھا کہ اس الشجر ۃ کے قریب بھی مت جانا تم کو کہا تھا کہ یہ جو کچھ بھی تمہیں کھلم کھلا نظر آرہا ہے جس کے بھی بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا تم سے علم چھپا دیا گیا یہ سب کا سب دشمن ہے تمہارا اگر اس کے قریب بھی گئے تو تم اس کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اور مارے جاؤ گے تو آج وہی ہوا یا نہیں؟ یوں جب یہ بشر اس مقام پر پہنچ گیا کہ جب نادم ہوا تب اس نے اپنے اعمال سے جو کہا اور پھر اس کے جواب میں کیا ہوا اس کا بھی آگے ذکر کر دیا گیا قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ کہا ہمارے ربّ ظلم کیا ہم نے خود ہی یعنی یہ جو ہر شئے میں کمیاں کر دیں آسمانوں وزمین میں فساد کر کے آج اس مقام پر پہنچ چکے کہ ہر طرف سے ہلاکتیں آرہی ہیں اور ہم بے بس ولاچار ہو چکے ہیں یہ سب ہمارا اپنا ہی کیا دھرا ہے یہ ہمارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے مفسد اعمال کا نتیجہ ہے اور اگر تُو نے نہیں غفر کیا ہم کو اور ہم کو ان ہلاکتوں سے آج جن کا ہم شکار ہیں نہیں محفوظ کیا تو اس میں کچھ شک نہیں ہم کو خسارے سے کوئی نہیں بچا سکتا ہم خسارے والوں سے ہو رہے ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ جب یہ بشر اس الشجر ۃ کے پیچھے پڑ کر مفسد اعمال میں آگے بڑھتا بڑھتا اس مقام پر پہنچ گیا کہ اس پر واضح ہو گیا کہ یہ اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو چکا تھا اب اسے اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے گئے ترقی کے نام پر مفسد اعمال کے سبب ہلاکتوں سے کوئی نہیں بچا سکتا تو اس نے اپنی زبان سے ایسا کہا نہیں بلکہ یہ اس کے اعمال کی زبان ہے کہ جب یہ اس مقام پر پہنچ گیا کہ اس پر واضح ہو گیا کہ یہ ترقی وخوشحالی کے نام پر دھوکے کا شکار تھا آج اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کے سبب طرح طرح کی ہلاکتوں نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا ہوا ہے اور یہ انہیں قدرتی آفات کا نام دیکر ان کے سامنے بے بس ہے تو اسے اب صرف اور صرف اس کا ربّ یعنی فطرت ہی بچا سکتی ہے یوں اس وقت انسانوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے

ہوئے مفسد اعمال کے سبب آنے والی ہلاکتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے اور پھر ان کا شکار ہونے سے بچنے کے لیے نادم ہوتے ہوئے فطرت سے کہا کہ ہمیں غفر کردے یعنی ان ہلاکتوں کو اس فساد کو خرابیوں کو ہم سے دور کردے ہمیں ان سے محفوظ کردے ایک تُو ہی ہے جو ہمیں ان سے محفوظ کرسکتا ہے ہم تو بے بس ہو چکے یوں یہ انسان اپنے اعمال سے فطرت کا سہارا لیکر ان ہلاکتوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جس کی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتاری گئی اور جب ایسا وقت آجاتا ہے تو تب نہ صرف اللہ کا رسول جو کہ النذیر ہوتا ہے موجود ہوتا ہے وہ کھول کھول کر متنبہ کرتا ہے بلکہ اس کی موجودگی میں انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عظیم عذاب سے دوچار کیا جاتا ہے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے اور جو اس کے ذمہ دار نہیں ہوتے انہیں اور جو رسول کی دعوت کو تسلیم کرتے ہیں انہیں اس عظیم عذاب سے رسول کیساتھ بچالیا جاتا ہے اور بعد میں زمین کا وارث بنا دیا جاتا ہے۔ یوں پہلی بار جب ایسا ہوا تھا تو آخرین میں رسول بعث کر کے یعنی جب عذاب لاکر مفسدین کو ظالمین کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور جو اس کے ذمہ دار نہیں تھے انہیں بچالیا گیا رسول اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو بچالیا گیا تو یہ وقت تھا کہ وہی عہد پھر لیا گیا جو اس سے پہلے لیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس عہد کو ایسے بھلا دیا تھا کہ جیسے کبھی کوئی عہد کیا ہی نہیں تھا اور وہ عہد کیا ہے پیچھے بھی اسے کھول کر واضح کر دیا گیا اور اب بھی واضح کیا جا چکا کہ کھول کھول کر واضح کر دیا جاتا ہے کہ آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کی حقیقت کیا ہے حق کیا ہے تم نے ہر لحاظ سے فطرت پر ہی قائم ہونا ہے یہی دین ہے اور یہ جو الشجر ۃ الملعو نہ ہے اس کے قریب بھی نہیں جانا لیکن پھر وہی ہوتا ہے کہ بعد میں اس عہد کو بھلا دیا جاتا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آج بھی وہی کیا گیا کہ آج سے چودہ صدیاں قبل جو عہد کیا گیا اسے نہ صرف بھلا دیا گیا بلکہ وہی کیا گیا جو اس سے پہلے ہوتا چلا آیا۔

پہلی بار جب یہ بشر اس الشجر ۃ کے قریب گیا اسکے پیچھے پڑا تو اس کے دھوکے کا شکار ہو کر یعنی آسمانوں وزمین کا مالک بننے اور ہمیشہ زندہ رہنے کے نام پر اس الشجر ۃ کے دھوکے میں مبتلا ہو کر اس کی عبادہ کرتا رہا تو اس کا نتیجہ اس کی خواہشات کے بالکل برعکس نکلا یہ اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے فساد کے سبب ہلاکت میں پڑا یوں اللہ نے یعنی فطرت نے اس کا نام ونشان تک مٹا دیا اور صرف وہی بچے جو اس الشجر ۃ کی عبادۃ کرنے سے بچے رہے جن کا اس فساد میں کوئی کردار نہیں تھا تو نہ صرف انہیں بچالیا گیا بلکہ ان پر ایک بار پھر حق کھل کر واضح ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود کچھ عرصہ گزرنے پر انہوں نے اللہ کیساتھ اپنے عہد کو بھلا دیا اور ایک بار پھر اس الشجر ۃ کے قریب جانا شروع ہو گئے تو تب اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کیا جس نے آکر حق کھول کھول کر واضح کر دیا اور انہیں منع کیا کہ یہ الشجر ۃ الملعو نہ ہے یعنی اس کے لیے اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اسے ہر صورت نظر انداز کرنا ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دینی اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جب تک تم اسے اس کے حال پر چھوڑے ہوئے رہو گے تب تک یہ زمین تمہارے لیے جنت ہے تمہیں نہ تو رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا نہ ہی پانی کی قلت کا اور ایسے ہی نہ ہی تمہیں گرمی کی شدت کا سامنا کرنا پڑے گا کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف کا تمہیں سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن اگر تم اس الشجر ۃ کے پیچھے پڑے اس کے قریب بھی گئے تو تم یہ زمین جو کہ جنت ہے سرسبز باغ ہے تم اس سے نکل جاؤ گے تم جنت سے جہنم کی طرف سفر کرنا شروع کر دو گے، جیسے جیسے تم آگے بڑھو گے تو نہ صرف ویسے ویسے یہ سلسلہ مزید وسعت اختیار کرتا چلا جائے گا بلکہ ویسے ویسے یہ زمین جہنم بننے کی طرف بڑھتی چلی جائے گی تمہیں رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا، قحط پڑیں گے، پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا، موسموں کی شدت کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی آہستہ آہستہ تمہیں طرح طرح کی سختیوں، تکالیف اور بالآخر بڑی بڑی ہلاکتوں وتباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا یوں جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو انہیں کسی بھی قسم کی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا نہ ہی انہیں مشقت کرنا پڑی لیکن پھر وہی ہوا کہ جن سے عہد لیا گیا وہ عہد بھول گئے اور جو پہلے ہی سجدہ نہیں کر رہے جو کہ انسان ہیں وہ آزاد ہو گئے یوں وہ اس الشجر ۃ کے قریب گئے اس کے پیچھے پڑ گئے یعنی آسمانوں وزمین میں متشابہات مخلوقات کے پیچھے پڑ گئے تو ان پر حق واضح کرنے کے لیے انہیں اس سے روکنے کے لیے اللہ النبیّن کو بھیجتا رہا یوں جو بھی نبی آتا رہا تو اس نے آکر جو کہا اس کی اگلی آیات کی صورت میں تاریخ اتاری گئی جو کہ مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ. قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ.

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ. يٰبَنِيْٓ

اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ. الاعراف ۲۴ تا ۲۷

قَالَ اهْبِطُوْا اللہ نے ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کیا تو اللہ کے رسول نے آ کر کہا کدھر اتر رہے ہو؟ یعنی تمہیں جب زمین پر لایا تھا تو کیا یہ زمین ایسی ہی تھی جیسی کہ آج تم لوگوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے بنادی؟ نہیں بلکہ تب یہ زمین الجنت تھی یعنی سرسبز وشاداب باغ تھی اس میں تمہارے لیے تمہاری تمام تر ضروریات موجود تھیں تو یہ جو آج تم اس الشجر ۃ کے پیچھے پڑے ہوئے ہو یعنی فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو ترقی وجدیدیت کے نام پر جو بھی اعمال تم کر رہے ہو یہ ترقی نہیں ہے بلکہ یہ تم جنت سے جہنم کی طرف اتر رہے ہو۔

ذرا غور کریں آج اس زمین کی حالت کیا ہو چکی؟ مثال کے طور پر جس جگہ پر آپ آباد ہیں اسی کی مثال لے لیں کہ کیا یہ خطہ یہ جگہ شروع سے ہی ایسی تھی؟ یا پھر اگر پیچھے سے پیچھے جائیں تو یہ خطہ مکمل طور پر فطرت پر تھا یہ سرسبز وشاداب تھا؟ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خطہ ہمیشہ سے ایسا نہیں تھا بلکہ ماضی میں یہ خطہ الجنت تھا یعنی سرسبز وشاداب باغ تھا۔ تو اب غور کریں الجنت سے آج اس مقام پر کیسے آ گئے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آہستہ آہستہ انسانوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال سے اسے ایسا بنا دیا اور اگر یہ سلسلہ ایسے ہی جاری رہتا ہے تو اس کا نتیجہ جہنم کی صورت میں ہی نکلے گا۔ بالکل ایسے ہی جب جب بھی اس بشر نے یعنی انسانوں نے اس الشجر ۃ کے قریب جانا شروع کیا تو اس سے پہلے کہ یہ لوگ لاعلمی میں اس کے دھوکے کا شکار ہو جائیں تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کیا اور پھر جب تک کہ دوبارہ ضلالٍ مبینٍ میں نہیں چلے گئے تب تک اس رسول کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن نے بھی آ کر یہی کہا قَالَ اهْبِطُوْا کہا کدھر اتر رہے ہو؟ تمہیں یہ زمین الجنت بنا کر دی تھی اور تم اسے جہنم بنا رہے ہو تم جنت سے جہنم کی طرف جا رہے ہو جہنم میں اتر رہے ہو۔ اب یہاں مختصراً سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیسے ہوتا ہے تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے جسے آج بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ انسان جو کہ بشر ہیں یہ بشر یعنی آدم دو گروہوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جو قیادت کر رہے ہیں جو راہنمائی کے دعویدار ہیں جن کا کہنا ہے کہ یہ ترقی ہے جنہیں آپ سائنسدان، ٹیچرز، پروفیسرز، ڈاکٹر سمیت طرح طرح کے راہنماؤں کے نام پر جانتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو ان لوگوں کی بات مانتے ہوئے وہی کر رہے ہیں جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اس طبقے کا کہنا ہے کہ یہ ترقی ہے اس الشجر ۃ کی عبادہ کرنے سے یعنی تمہیں جو بھی صلاحیتیں دی گئیں ان کا ان متشابہات مخلوقات کے پیچھے استعمال کرو فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرو ایجادات کرو یہ ترقی ہے یہ آسائشیں، سہولتیں وآسانیاں ہیں یہی زندگی کا مقصد ہے اور دوسرا گروہ جو کہ عام عوام پر مشتمل ہے وہ ان کی باتوں کو مان رہے ہیں ترقی کے نام پر ان کا ساتھ دے رہے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے یہ آج بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جسے صنعتی انقلاب کا نام دیا جاتا ہے جسے جدیدیت کا نام دیا جا رہا ہے یہ سب کا سب اصل میں کیا ہے؟ یہ سب کا سب عظیم دھوکہ ہے اور ہر کوئی اس دھوکے کا شکار ہو چکا ہے لوگ جنہیں اپنا خیر خواہ سمجھ رہے ہیں وہ اصل میں ان کے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ ان کیساتھ دشمنی کر رہے ہیں یہ اس زمین کو جنت سے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں یہ جنت سے جہنم کی طرف اتر رہے ہیں۔ یہ ترقی، جدیدیت وانسانیت کی خدمت کے نام پر آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کیا جا رہا ہے جس سے یہ زمین دن بہ دن جہنم بننے کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے یہی کہا کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تم میں سے بعض جو ہیں بعض کے لیے دشمن ہیں دشمنی کر رہے ہیں یعنی یہ جنہیں تم اپنے خیر خواہ سمجھ رہے ہو جن کا تم اپنے استاد، پروفیسرز، سائنسدان، انجینئرز، ڈاکٹرز، موجد وغیرہ کا نام دیکر انہیں انسانیت کے محسن سمجھ رہے ہو یہ محسن نہیں ہیں یہ کوئی اصلاح نہیں کر رہے بلکہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں یہ لوگ تمہارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی اور تم لوگ بھی ان کے پیچھے اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو چکے ہوئے ہو یعنی یہ جو تم لوگ ان لوگوں کی مان کر متشابہات آیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہو ان کو اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال کر رہے ہو جس سے تمہیں وقتی اور ظاہری فائدے حاصل ہو رہے ہیں جسے تم ترقی وانسانیت کی خدمت کا نام دے رہے ہو اصلاح کا نام دے رہے ہو یہ ترقی نہیں ہے یہ انسانیت کی خدمت نہیں ہے بلکہ یہ تو آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کیا جا رہا ہے۔ ذرا غور کرو جب یہ انسانی تعلیم نہیں تھی یہ تعلیمی نظام نہیں تھا تب اس زمین کی حالت یہی تھی؟ کیا تب بھی زمین میں ایسے ہی تفرقہ تھا جیسا کہ آج اس تعلیمی نظام کے باوجود ہے اور نہ صرف تفرقہ ہے بلکہ جیسے جیسے تم تعلیمی نظام میں اصلاحات اور ترقی کا دعویٰ کر رہے ہو ویسے ویسے تفرقہ بھی بڑھتا جا رہا ہے، دنیا میں انسان

تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں، ایک دوسرے کے دشمن بنتے چلے جا رہے ہیں، نفرتیں، حسد، بغض، دوریاں، رشتوں میں کمزوری وغیرہ یہ سب کا سب بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، یہ زمین دن بہ دن تباہ و برباد ہوتی چلی جا رہی ہے تو کیا یہ ترقی ہے؟ کیا یہ انسانیت کی خدمت ہے؟ کیا یہ انسانی تعلیم ترقی وخوشحالی کا ذریعہ وسبب ہے یا پھر جیسے جیسے تم تعلیم کے نام پر آگے بڑھتے جا رہے ہو فساد بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ جیسے جیسے ہسپتال اور ادویات کی صورت میں انسانیت کی خدمت اور اصلاح کے نام پر آگے بڑھتے چلے جا رہے ہو تو ویسے ویسے دن بہ دن بیماریاں اور اموات بھی بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں تو کیا یہ ترقی ہے یا پھر محض دھوکہ ہے جس کا تم لوگ شکار ہو چکے ہوئے ہو؟ کیا اس ترقی کے نام پر فساد سے قبل یہ زمین ایسی ہی تھی؟ کیا تب بھی ایسے ہی زلزلے آ رہے تھے جو کہ دن بہ دن بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں؟ کیا تب زمین ایسے ہی جگہ جگہ سے دھنس رہی تھی؟ کیا تب بھی ایسے ہی سیلاب، طوفان، آندھیاں اور سونامی آ رہے تھے جیسے آج آ رہے ہیں؟ کیا تب بھی ایسے ہی بیماریاں تھیں جیسے آج بیماریوں کا سیلاب آ چکا ہے؟ کیا تب بھی موسم ایسے ہی بگڑ چکے ہوئے تھے جیسے آج جسے تم ترقی کہہ رہے ہو اس کے سبب بگڑ چکے ہیں؟ کیا تب بھی گرمی اتنی ہی تھی جتنی آج تمہارے ترقی کے دعوؤں کے باوجود بڑھ چکی ہے اور بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے؟ کیا تب بھی دنیا میں بھوک افلاس تھی جیسے کہ آج ہے؟ کیا تب بھی پانی کی قلت تھی لوگ پیاسے مر رہے تھے زمین پانی کی قلت سے بنجر تھی جیسے آج ہو رہا ہے اس کے باوجود کہ تم ترقی کے دعوے کر رہے ہو؟ یعنی اے عقل کے اندھو ذرا غور تو کرو کیا تب یہ زمین ایسی تھی جیسے آج ہے؟ نہیں بلکہ تب تو یہ زمین ہر لحاظ سے الجنت تھی نہ کوئی جنگ وجدل تھا، نہ فرقہ پرستی، نہ رشتوں ناطوں میں کوئی دراڑیں تھیں، نہ نفرتیں، حسد اور بغض تھا نہ ہی کوئی لالچ، تب ہر کوئی ایک دوسرے پر احسان کرتا تھا، رزق کی فراوانی تھی، پانی کی فراوانی، زمین گند سے خبائث سے پاک تھی، کوئی زلزلے نہ تھے، کوئی طوفان یا ناگہانی آفتیں نہ تھیں، کوئی بیماریاں نہ تھیں اور نہ ہی غیر فطرتی اموات تب یہ زمین ہر لحاظ سے الجنت تھی۔

اس لیے جان لو تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ تم میں سے بعض جو آج قیادت کر رہے ہیں جن کو تم انسانیت کے خیر خواہ کا نام دیتے ہو یہ تمام کے تمام جو آج اس موجودہ نظام کو سہارا دیئے ہوئے ہیں جو اس فساد عظیم کو ترقی وانسانیت کی خدمت اور اصلاح کا نام دے رہے ہیں جنہیں تم بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہو یہ تمہارے محسن نہیں ہیں بلکہ یہ تو مفسدین شیاطین مجرمین ہیں جو تمہارے دشمن ہیں۔ ذرا غور کرو کیا یہ صنعتی انقلاب یہ فطرت سے ہٹنا اصلاح ہے یا فساد؟ حقیقت تم پر بالکل کھول کر واضح کی جا چکی یہ فساد ہے اس لیے تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ اور واپس اپنے ربّ فطرت کی طرف پلٹ آؤ ورنہ جان لو نہ صرف دنیا میں صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جاؤ گے بلکہ آخرت میں بھی تمہارے لیے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ یوں آخرین میں رسول اللہ پر بعث کیے جانے سے قبل یعنی جس کی موجودگی میں صفحۂ ہستی سے نام ونشان مٹا کر رکھ دیا جاتا ہے اس سے قبل جو بھی رسول آیا اس نے آ کر یہی کہا وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ تم پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اس الشجرۃ کو ترک کر دو واپس فطرت کی طرف پلٹ آؤ ورنہ جان لو تم جس مقصد کے حصول کے لیے اس الشجرۃ کے پیچھے پڑے ہوئے ہو وہ کبھی بھی پورا نہیں ہو سکے گا یعنی تمہیں یہ لگ رہا ہے کہ جیسے آج ہم ان متشابہات مخلوقات کے پیچھے پڑ کر فطرت کے بڑے بڑے راز حاصل کر چکے ہیں اور دن بہ دن ترقی میں جدیدیت میں بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں تو ایک وقت آئے گا جب ہم آسمانوں وزمین کے مکمل طور پر مالک بن بیٹھیں گے اور موت کا علاج بھی دریافت کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے تو تمہارا یہ خواب خواب ہی رہے گا تم کبھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ جان لو تم کو اس زمین میں ایک محدود ومتعین مدت تک کے لیے ٹھہرایا گیا ہے اور یہ جو متاع ہے یعنی تمہاری ضروریات اور جو کچھ بھی تمہیں حاصل ہے یہ سب بھی اپنی اپنی محدود ومتعین مدت تک کے لیے ہے جس سے آگے تم چاہ کر بھی نہیں بڑھ سکتے اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس دجل کو اس دھوکے کو پہچان کر اس سے باز آ جاؤ فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے کی بجائے واپس فطرت کی طرف پلٹ آؤ ورنہ تم جو بھی کر رہے ہو تم اپنا ہی نقصان کر رہے ہو یہ تم لوگ خود اپنے ساتھ ہی دشمنی کر رہے ہو قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ کہا اسی میں تم حیا کیے جا رہے ہو اور اسی میں واپس موت ہو رہی ہے ہو اور اسی سے نکل رہے ہو یعنی اگر تم باز نہیں آتے اور زمین میں فساد ہی کرتے ہو تو پھر جان لو اسی زمین سے تمہیں وجود میں لایا جا رہا ہے یعنی اسی مواد سے انہی عناصر سے تمہیں بنایا جا رہا ہے جن میں تم چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو اگر تم باز نہیں آتے تو تمہارے ان کرتوتوں کی وجہ سے ان عناصر میں وضع کردہ توازن بگڑ جائے گا تو اس کا خمیازہ تمہی کو بھگتنا پڑے گا تم اسی سے بنائے جا رہے ہو تو تم میں خرابیاں ہوں گی یعنی ظاہر ہے جس مواد میں تم پنگے لے رہے ہو جس میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو اسی سے جب تمہیں بنایا جا رہا ہے تو ظاہر ہے اگر مواد کو خراب کر دو گے تو جیسا مواد بنا دو گے جو اس میں خرابیاں کر دو گے اسی سے

تمہیں بنایا جارہا ہے تو تم ویسے ہی خامیوں، خرابیوں ونقائص والے بنو گے اس لیے تمہارے لیے ہر لحاظ سے خیر اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ ورنہ ہر لحاظ سے نقصان تمہارا اپنا ہی ہے تم خود ہی خسارے میں رہو گے۔ جب تم زمین میں خرابیاں کر کے زمین کے عناصر میں فساد کر دو گے زمین میں فساد کر دو گے تو اسی زمین سے تم بنائے جارہے ہو پھر مٹائے جارہے ہو پھر اسی سے نکالے جارہے ہو یہ آسمانوں وزمین میں تمام مخلوقات کی صورت میں تم ہی ہو تو جیسا مواد تم بنا دو گے اسی مواد سے ویسے ہی تم بنائے جارہے ہو اس کا خمیازہ خود تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا اس لیے ہر لحاظ سے تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ اس الشجر ۃ کو ترک کر دو اور واپس فطرت کی طرف پلٹ آؤ۔

آپ نے جان لیا کہ ان آیات میں یا قرآن میں کہیں بھی کسی بابے آدم و مائی حوا نامی دیو مالائی تصوراتی کرداروں کے نام پر کسی کہانی کا کوئی وجود موجود نہیں ہے یہاں تک کہ کوئی نام ونشان تک نہیں نہ ہی اس کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق ہے۔ قرآن میں مجموعی طور پر سات مقامات پر اس پر اس پہلو سے بات کی گئی ان میں سے چھ مقامات پر تو تفصیل کو آیات میں سامنے رکھا گیا اور ایک مقام ایسا ہے جہاں صرف ایک ہی آیت ہے جس کا اس موضوع کیساتھ تعلق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج سے قبل چھ بار یہ تاریخ بار بار دہرائی جا چکی یعنی چھ بار یہ بشر ایسا کر چکے اور آج یہ ساتویں اور آخری بار تھی جب یہی کیا جانا تھا یوں ماضی میں جو چھ بار کیا گیا اس کی مثلوں سے آج ساتویں بار کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی گئی تھی اور اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ ہاں واقعتاً یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور آج قرآن نے ان آیات کی صورت میں نہ صرف آپ کو یاد دلا دیا جو ہونا تھا کہ یہ تھا الشجر ۃ الملعونہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ یہ بھی یاد دلا دیا کہ آج جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے یہ احمد عیسیٰ اللہ کا وہی رسول ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یوں یہ قرآن جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے میری یعنی اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے میری ایک ایک بات کی تصدیق اس قرآن میں موجود ہے میری آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب مزید آگے کچھ آیات کو کھول کر واضح کرتے ہیں جس سے آپ پر مزید ہر بات ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھل کر واضح ہو جائے گی۔

يٰبَنِىٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ. يٰبَنِىٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ. الاعراف ۲۶، ۲۷

آج سے چودہ صدیاں قبل جب اللہ نے محمد رسول اللہ کو بعث کیا یعنی فطرت نے اپنا نمائندہ محمد کی صورت میں بعث کیا تو نہ صرف محمد نے ماضی کی مثلوں سے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا بلکہ انسانوں کو جو کہ بشر ہیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا يٰبَنِىٓ اٰدَمَ اے جو آدم سے یعنی زمین کے خون سے بنائے گئے ہو یعنی یہ جو بشر ہیں انہیں کہا کہ تمہیں زمین کے خون سے بنایا گیا ہے جسے ایک مقام پر آدم یعنی زمین کا خون، دوسرے مقام پر ایک دوسرے پہلو سے ذکر کرتے ہوئے طین کہا، تیسرے مقام پر ایک تیسرے پہلو سے ذکر کرتے ہوئے نطفہ کہا کہ تم اس سے بنائے گئے ہو۔ تو ذرا غور کریں کیا آپ کو اسی سے نہیں بنایا گیا جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں؟ اور ایسا اس لیے کہا تھا کیونکہ کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ آسمانوں وزمین میں بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو ہیں تو تمہارے سامنے لیکن ان کے بارے میں علم تم سے چھپا دیا گیا ان کا علم تمہیں نہیں دیا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے پیچھے پڑ جاؤ جان لو ان کے پیچھے نہیں پڑنا وہ صرف ایک دو یا چند مخلوقات نہیں ہیں بلکہ مخلوقات کا ایک سلسلہ ہے اگر تم ان کے پیچھے پڑو گے تو یہ ایک سلسلہ ہے جو تمہارے سامنے آنا شروع ہو جائے گا اور پھر ان کے پیچھے پڑنے کی وجہ سے جو فساد ہو گا جب وہ فساد ظاہر ہو گا یعنی ہلاکتیں و تباہیاں آئیں گی تو وہ بھی ایک سلسلہ ہو گا جو تمہاری دسترس سے باہر ہو گا تم اس کے سامنے بے بس ولاچار ہو جاؤ گے تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا اس لیے اگر تم خیر چاہتے ہو تو اس کے قریب بھی مت جانا اور اس کے باوجود اگر تم باز نہیں آؤ گے اور اس الشجر ۃ یعنی مخصوص مخلوقات کے سلسلے کے پیچھے پڑو گے تو پھر بالکل کھل کر تمہارے سامنے آ جائے گا کہ تمہیں زمین کے خون یعنی خام تیل سے بنایا گیا

ہے تم زمین کا خون ہو، زمین کا خون تمہاری صورت میں موجود ہے۔ جب تم بنی آدم ہو یعنی زمین کے خون سے بنائے گئے ہو تو آدم کی اپنی خصوصیات و صلاحیتیں ہیں یعنی زمین کے خون کی اپنی صلاحیتیں ہیں اور وہ صلاحیتیں یہ ہیں کہ سنائی دینا دکھائی دینا پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا تو اس لیے تم میں نہ صرف سننے کی صلاحیت ہے بلکہ دیکھنے اور جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت ہے اس لیے جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو جب تم سمجھو گے تو تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ قدر میں کر دیا گیا جو طے شدہ ہے جس کے علاوہ کچھ بھی سامنے نہیں آسکتا قَدْ یعنی جب تم اسے سمجھو گے جو تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے تو وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ قدر میں کر دیا گیا جو ہم کہہ رہے ہیں جو آج تمہیں کھول کھول کر سنایا جا رہا ہے اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ کیا اتارا ہم نے تم پر؟ اتارا ہم نے تم پر ایک لباس جس نے تم سے تمہارا وہ کچھ چھپا رکھا تھا یا چھپا دیتا ہے جو آج تم پر کھل چکا ہے جس کا آج تمہیں شعور ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کون سا لباس ہے؟ کس لباس کا ذکر کیا جا رہا ہے؟ تو اس کا جواب بہت ہی آسان ہے جس پر پیچھے تفصیل کیساتھ بات ہو چکی کہ دیکھیں وہ کیا کچھ ہے آپ میں جو تب آپ سے بالکل چھپا ہوا تھا آپ میں ظاہر نہیں ہوا تھا جب آپ کو وجود میں لایا گیا تھا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ تب آپ کو ایک تو ننگے وجود میں لایا گیا آپ ننگے رہتے تھے اس کے باوجود آپ کو کوئی فکر یا پریشانی نہیں ہوتی تھی، تب کوئی حسد، بغض، نفرت، دشمنی، چالاکی، مکاری، بلاوجہ غصہ، تیری میری یعنی میں جو کہ تکبر ہے وغیرہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تھا بالکل ایسے ہی تھے جیسے کہ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ آج آپ کو لاحق ہے تو آخر تب اس میں سے کسی کا بھی شعور کیوں نہیں تھا؟ وہ کون سا لباس ہے جس نے اس سب کو آپ سے چھپا رکھا تھا اور پھر آخر وہ کون سی وجہ بنی کہ اس لباس کے ہٹنے سے یہ سب کچھ آپ کا آپ پر کھل کر واضح ہو گیا یہ سب ننگا ہو گیا؟ تو اس کا جواب بھی پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جب آپ اپنی خلق میں غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ پیچھے سے پیچھے آپ کی حقیقت اور جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے اس کی حقیقت نور یعنی انرجی ہے۔ نور مادے میں تبدیل ہوتا ہے اور مادے کی صورت میں اس وقت تک آگے سفر کرتا ہے جب تک کہ آہستہ آہستہ مکمل طور پر واپس نور میں نہیں بدل جاتا یوں آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یہ سب کا سب حقیقت میں نور ہے جو ہر لمحے ظاہر ہے اور یہ سرکل چل رہا ہے نور سے مادہ، مادے سے نور۔

نور جب مادے میں بدلتا ہے تو واپس نور میں بدلنے کے لیے مادہ آگے کو سفر کرتا ہے جوں جوں مادہ آگے کو سفر کرتا ہے تو اس میں سے کچھ مادہ تو واپس نور میں بدلتا جاتا ہے اور باقی آگے کو بڑھتا چلا جاتا ہے جب تک کہ مکمل طور پر واپس نور میں نہیں بدل جاتا اس کو ایک آسان سی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ کے پاس ایک سو سکے ہوں وہ سکے آپ آگے کسی کو دیتے ہیں لیکن ان میں سے ایک سکہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور باقی ننانوے اگلے کو دے دیتے ہیں وہ ان میں سے ایک رکھ لیتا ہے اور باقی اگلے کو دے دیتا ہے یوں جیسے جیسے وہ سکے آگے بڑھتے ہیں تو ان میں سے ایک ایک سکہ ہر مرحلے پر نکلتا جائے گا یعنی کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک وقت آئے گا کہ جب آخری سکہ رہ جائے گا تو اگلے مرحلے پر وہ بھی ختم ہو جائے گا بالکل ایسے ہی نور جب ظاہر ہوتا ہے تو وہ جب تک اپنے آپ کو مکمل طور پر ظاہر نہیں کر لیتا تب تک وہ واپس اپنی اصل حالت نور میں نہیں جاتا۔

آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے یعنی کُل کا کُل یہ اصل میں نور ہے جو ظاہر ہوا ہوا ہے نور کیا ہے وہ اپنا آپ ظاہر کر رہا ہے کہ میں کیا ہوں یوں پہلے وہ گیسوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے گیسوں سے مائع، مائع سے ٹھوس اور پھر ٹھوس سے آگے جوں جوں مختلف مراحل طے کرتا جاتا ہے تو ان مراحل کے دوران جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ سب کا سب نور اپنی حقیقت کو عیاں کر رہا ہوتا ہے بتا رہا ہوتا ہے کہ میں یہ ہوں۔ مثلاً آپ اپنی ہی مثال لے لیں کہ آپ جب بھی کچھ کھاتے ہیں تو اس سے نہ صرف آپ کا جسم بنتا ہے وہ آپ کے جسم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بلکہ اسے کھانے سے وہ ذائقے کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے، پھر وہ اعمال کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے مثلاً سننا، دیکھنا، جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنا، احساسات، جذبات، محبت، نفرت، دوستی، دشمنی، غصہ، چڑچڑا پن وغیرہ یہ سب کا سب نور ہی ہے جو اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے کہ میں کیا ہوں۔

جب بھی آپ کچھ کھاتے ہیں تو واضح ہونا چاہیے کہ جو آپ کھا رہے ہیں وہ کیا ہے؟ وہ اصل میں تو نور ہے جو مختلف مراحل طے کرتے ہوئے اس وقت آپ کے رزق کی صورت میں موجود ہے اور واپس اپنی اصل حالت یعنی نور میں بدلنے سے پہلے پہلے اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر ظاہر کرنا ہے کہ وہ کیا ہے اب وہ اگر رزق کی صورت میں موجود ہے تو وہ رزق کی حد تک تو اپنے آپ کو ظاہر کر چکا لیکن اس سے اگلے مراحل ابھی باقی ہیں یوں جب آپ رزق کھاتے ہیں تو وہ رزق

جب اگلے مراحل سے گزرتا ہے تو وہ اصل میں واپس نور میں بدلنے کے مراحل طے کر رہا ہوتا ہے یوں اس رزق سے ایک تو آپ کا وجود بنتا ہے اور دوسرا اس سے دوطرح کی انرجی وجود میں آتی ہے یعنی جو رزق آپ نے کھایا اس سے نہ صرف آپ کا جسم بنتا ہے بلکہ آپ کے جسم میں دوطرح کی انرجی وجود میں آتی ہے ایک ٹھنڈی انرجی جسے عربوں کی زبان میں ملائکہ کہا گیا جس کی اپنی صلاحیتیں ہیں اور دوسری گرم انرجی جس کی اپنی صلاحیتیں ہیں تو جب جسم میں یہ دونوں اقسام کی انرجی وجود میں آتی ہے تو ان دونوں انرجی نے واپس اصل نور یعنی انرجی میں جانا ہے جس کے لیے یہ دونوں آپس میں ضم ہوتی ہیں یعنی ان کا آپس میں اختلاط ہوتا ہے یوں ان دونوں میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے ٹھنڈی انرجی اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرتی ہے اس میں جھکاؤ ہے اور گرم انرجی اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرتی ہے ان دونوں کی کشمکش کو آپ خیالات، تصورات، احساسات، جذبات، حسد، بغض، نفرت، دوستی، دشمنی، لالچ، غصہ، چڑچڑا پن وغیرہ سمیت ایسی ہی باقی کیفیات کا نام دیتے ہیں۔ جیسے اگر کھانا بنانا ہو تو بہترین کھانا ایک ہی صورت میں بنتا ہے اگر اس میں نہ صرف تمام کے تمام عناصر کا معیار اور ان کی مقدار بالکل ٹھیک ہو بلکہ ان کا بالکل صحیح استعمال کیا جائے ورنہ اگر کہیں بھی کوئی اونچ نیچ، کمی یا زیادتی ہوتی ہے تو دونوں صورتوں میں نہ صرف سارا سامان ضائع ہو جائے گا آپ کی ساری محنت پر پانی پھر جائے گا بلکہ جو شئے بنے گی وہ بھی کسی کام کی نہیں ہوگی بلکہ الٹا نقصان کا ہی باعث بنے گی۔

ایسے ہی آپ اگر ایک کیمیاء دان ہیں تو کیمسٹری کی ایک مثال کو سامنے رکھ لیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جتنے بھی عناصر ہیں ہر عنصر کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں اور جب بھی دو یا دو سے زائد عناصر ملتے ہیں تو اس کو فارمولہ کہتے ہیں جس سے ان دونوں کے اختلاط سے نہ صرف ایک نیا وجود نئی شئے سامنے آتی ہے بلکہ دونوں کے اختلاط سے دونوں میں موجود صلاحیتوں کا بھی اختلاط ہوتا ہے جس سے وہ اگلے مرحلے پر جاتی ہیں یعنی نئی صلاحیتیں بھی وجود میں آتی ہیں۔ اب اگر آپ کسی فارمولے کو عملی جامہ پہناتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو اس کے مطابق مختلف عناصر کی ضرورت ہوگی جن کا ایک تو معیار بہترین ہونا لازم ہے اور دوسرا ان کی مقدار کا بھی بالکل متوازن ہونا لازم ہے۔ پھر اس کے بعد ہر عنصر کو کب کہاں کیسے اور کتنا استعمال کرنا ہے یہ بھی مکمل علم ہونا لازم ہے اب جب آپ عمل کرتے ہیں ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھتے ہیں تو ایک بہترین شئے وجود میں آئے گی بہترین نتیجہ سامنے آئے گا لیکن اگر عناصر میں اونچ نیچ ہو جائے ان کی مقدار میں کوئی فرق آ جائے یا معیار میں فرق آ جائے یا پھر اس کے استعمال میں جو ترتیب ہے اس میں کچھ آگے پیچھے ہو جائے تو مطلوبہ نتیجہ سامنے نہیں آتا بلکہ اس کے بالکل برعکس یا تو وہ آوٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہے تباہی ہوتی ہے دھماکہ ہوتا ہے اس سے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے یا پھر وہ بالکل ہی ٹھنڈا یعنی بے کار ہو جاتا ہے۔

اگر آپ گھر میں کھانا پکا رہے ہیں تو وہ کیا ہے؟ وہ بھی کیمسٹری ہے۔ ایک عورت جو کھانا بناتی ہے وہ اصل میں ایک کیمیاء دان ہوتی ہے جیسے کوئی بھی کیمسٹری کا فارمولہ ہے بالکل ایسے ہی آپ یہ جو بشر ہے یہ بھی کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہے۔ یہ زمین کے عناصر سے وجود میں آتا ہے اور اسے برقرار رہنے کے لیے ان عناصر کی مسلسل ضرورت ہوتی ہے۔ اب اگر تو وہ تمام کے تمام عناصر متوازن ہوں ان کا بالکل صحیح استعمال کیا جائے تو اس کے نتیجے میں ایک بہترین بشر وجود میں آئے گا اس میں ہر شئے یعنی تمام کی تمام صلاحیتیں، خصوصیات و خصلتیں اتنی ہی ہوں گی جتنی کہ اس میں ضرورت ہیں اور اگر اس میں ان عناصر کے معیار یا مقدار میں کوئی اونچ نیچ ہوتی ہے کوئی ہیر پھیر ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا یہ بھی اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جانا چاہیے کہ یا تو ایک بالکل ٹھنڈا بے پرواقسم کا بشر وجود میں آئے گا یا پھر اگر اس میں گرم انرجی ضرورت سے زائد ہوگئی تو یہ انتہائی بھڑکیلا قسم کا ہوگا اس میں ہر لمحے اشتعال ہوگا، تکبر ہوگا یعنی تمام کی تمام آگ والی خصلتیں ہوں گی یہ تباہی ہی مچائے گا۔ آپ پر واضح کر دیا گیا کہ پیار، محبت، احساسات، جذبات، غصہ، حسد، نفرت، بغض، لالچ وغیرہ سمیت جتنی بھی کیفیات ہیں یہ سب کا سب زمین کے عناصر جن سے آپ کو وجود میں لایا گیا ان عناصر میں پائی جانے والی صلاحیتوں کا اظہار ہے جو کہ دو قسم کی کیفیات ہیں۔

جن عناصر سے آپ کو وجود میں لایا گیا اگر تو وہ عناصر بالکل متوازن ہوں گے تو آپ میں کسی بھی قسم کی کوئی خامی نہیں ہوگی کوئی خصلت نہیں ہوگی آپ میں بلاوجہ غصہ، حسد، بغض، نفرت، لالچ وغیرہ سمیت کسی بھی منفی کیفیت کا کوئی تصور تک بھی نہیں ہوگا بلکہ الٹا ان کے بالکل برعکس آپ میں ہر لحاظ سے خوبیاں ہی خوبیاں ہوں گی اور اگر وہ عناصر جن سے آپ کو وجود میں لایا جا رہا ہے وہ متوازن نہیں ہوں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان غیر متوازن عناصر سے نہ صرف غیر متوازن جسم وجود میں آئے گا بلکہ غیر متوازن صلاحیت، خصوصیات و خصلتیں ہوں گی ایسا بشر یا تو بالکل لاپرواہ قسم کا ہوگا جیسے کہ اس کا دنیا میں کوئی وجود ہے ہی نہیں یا پھر

دوسری صورت جس کے زیادہ امکانات ہیں وہ ابلیس ہوگا یعنی اس میں بلاوجہ غصہ، حسد، بغض، لالچ، تکبر وغیرہ جیسی تمام کی تمام خصلتیں موجود ہوں گی وہ صرف اور صرف اپنا فائدہ سوچے گا وہ جھوٹا بھی ہوگا، لالچی، کمینہ، لاپرواہ، بے وقوف، ظالم، جابر، مفسد وغیرہ ہوگا کوئی ایسی خامی نہیں جو اس میں نہ ہو وہ ہر لحاظ سے خامیوں سے بھرپور ہوگا اس سے نفع کی امید رکھنا ایسے ہی ہوگا جیسے آگ سے نہ جلانے کی امید رکھنا۔

اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ وہ کون سا لباس تھا یا ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ کہ جب اس بشر کو وجود میں لایا گیا تھا تو جب تک اس میں وہ عناصر متوازن تھے جن سے یہ وجود میں لایا گیا اور جو اس کے لیے لازم ہیں جنہیں رزق کی صورت میں اس کو مہیا کیا جاتا ہے تب تک اس میں کسی بھی قسم کی کوئی خامی نہیں تھی یہ بالکل ننگے ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کی عورت کی طرف نہیں دیکھتے تھے کیونکہ ان میں حوس نام کی کوئی شئے تھی ہی نہیں ان میں کوئی حسد، بغض، لالچ، نفرت، بلاوجہ غصہ وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا یہاں تک کہ ان میں سے کسی کا بھی تصور تک نہیں تھا اور واضح کر دیا تھا کہ جب تک وہ عناصر متوازن رہیں گے جن سے تمہیں وجود میں لایا جا رہا ہے تب تک تم میں کوئی خصلت کوئی خامی نہیں ہوگی اور اگر تم نے انہیں متوازن نہیں رہنے دیا تو پھر جو لباس ہم نے تمہیں پہنایا ہے جو کہ شعوری لباس ہے یہ لباس اتر جائے گا۔ اور واضح کر دیا کہ دیکھو کون ہے جسے علم ہے کہ جن عناصر سے تمہیں وجود میں لایا گیا ان کا معیار اور مقدار کیا ہونی چاہیے؟ اس کا علم صرف اور صرف تمہارے خالق کو ہے اور تمہارا خالق کون ہے؟ ذرا غور کرو کیا تمہارا خالق یہی فطرت نہیں؟ کیا تمہارا ربّ فطرت نہیں ہے؟ ظاہر ہے خالق تو فطرت ہے ربّ تو فطرت ہے اس لیے جب تک تم فطرت پر قائم رہتے ہو فطرت پر توکل یعنی انحصار کرتے ہو تب تک تم میں کسی بھی قسم کی کوئی خصلت ننگی نہیں ہوگی تب تک تم ننگے نہیں ہو گے یعنی تمہارا لباس نہیں اترے گا اور اگر تم نے اللہ یعنی فطرت جو کہ تمہارا ربّ ہے اس پر توکل کرنے کی بجائے خود سے اپنے رزق کی ذمہ داری اٹھا لی اس ذمہ داری کو اپنے سر لے لیا تو تمہارا یہ لباس اتر جائے گا یعنی پھر تم ننگے ہو جاؤ گے تم میں جو کچھ بھی چھپا دیا گیا وہ سب کا سب کھل کر واضح ہو جائے گا یعنی تم میں بلاوجہ غصہ، حسد، بغض، لالچ، دشمنی، نفرت، مقابلہ بازی، مکاری، چالاکی، تکبر اور جنسی حوس وغیرہ سمیت تمام کی تمام خصلتیں نہ صرف ظاہر ہو جائیں گی بلکہ آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہو جائیں گی یوں اگر تم نے واپسی کا رستہ اختیار نہ کیا یعنی فطرت جو کہ تمہارا ربّ ہے اس کی طرف نہ پلٹے تو پھر تم نہ صرف ان تمام خصلتوں میں دن بہ دن آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ گے ان میں ارتقاء ہوتا چلا جائے گا بلکہ ان خصلتوں کی وجہ سے جو کچھ تم کرو گے وہ فساد ہوگا یعنی آسمانوں و زمین میں فساد میں بھی آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ گے یہاں تک کہ تمہیں ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور تمہارے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ہلاکت کے کچھ نہ رہے۔

آج تک یہاں لباس سے مراد یہ لیا جاتا رہا کہ یہ اس لباس کا ذکر ہے جس سے جسم کو ڈھانپا جاتا ہے یعنی کپڑے کا لباس لیکن حقیقت یہ نہیں ہے حقیقت کیا ہے اسے بالکل کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا اور پھر اس لباس کا بھی ذکر کیا گیا لیکن اس کے بعد اس لباس کا ذکر کیا گیا کیوں کہ جب پہلا لباس جس کو بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا وہ اتر گیا اور کیسے اترا وہ بھی بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ جب اس بشر نے مشقت کرنا شروع کر دی اپنے رزق کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کے جن عناصر سے اسے وجود میں لایا جاتا ہے ان میں توازن بگڑ گیا جس سے ان کا لباس اتر گیا ان میں خصلتیں ظاہر ہو گئیں جب پہلا لباس اترا تو اسکی وجہ سے اب جسم ڈھانپنے کی ضرورت بھی پیش آ گئی بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ جب تک باشعور نہیں ہوتا تب تک اگر وہ ننگا بھی رہتا ہے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ اسے شرم، بے عزتی وغیرہ جیسی کسی بھی شئے کا کوئی شعور نہیں ہوتا لیکن جیسے ہی اسے یہ شعور آ جاتا ہے تو پھر وہ اپنے جسم کو ڈھانپتا ہے جس کے لیے اسے ریش یعنی کپڑے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے جب پہلا لباس اترا تو پھر ریش یعنی کپڑے کی ضرورت پیش آئی جس کا آگے ہی ذکر کر دیا گیا وَرِیْشًا اور ریشا یعنی جسم ڈھانپنے کے لیے جس شئے کی ضرورت ہوتی ہے جسے آپ کپڑا کہتے ہیں وہ اتارا۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریشا یعنی جسم ڈھانپنے کے لیے جس کی ضرورت پیش آئی جیسے کہ کپڑا اسے کیسے اتارا؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ اگر آپ شکر کرتے ہیں یعنی آپ کو نہ صرف سننے اور دیکھنے بلکہ جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی اگر ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کیسے ریشا اتارا۔ یعنی جیسے ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں جانتا اور پھر وہ آہستہ آہستہ مشاہدات سے سیکھتا ہے جو بھی وہ ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اسے سمجھتا اس سے سیکھتا ہے بالکل ایسے ہی ابتداء میں اس بشر نے جب مشاہدات سے سیکھا کہ کیسے بیج زمین میں گرتا ہے تو وہ پھٹ کر ننھا سا پودا نکلتا ہے جو آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہے تو اس نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ تھا مشقت یعنی خود سے اگانا اس نے ان اشیاء

کو اپنی مرضی سے اگانا شروع کر دیا جو اسے زیادہ پسند تھیں اور وہ تھا جنہیں آپ دالوں وغیرہ کا نام دیتے ہیں جن کے ذائقے میٹھے نہیں ہوتے یوں جب اس نے فطرت پر بالکل شاذ و نادر ہی اگنے والی اشیاء کو زیادہ مقدار میں اگا کر کھانا شروع کیا تو اس میں اس کے اثرات نے ظاہر ہونا شروع کر دیا یوں آہستہ آہستہ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو نہ صرف یہ اگانے میں یعنی مشقت میں آگے بڑھتا گیا بلکہ اس کا شعوری لباس اتر گیا یہ شعوری طور پر ننگا ہو گیا یعنی اس میں خصلتوں نے جنم لے کر ارتقاء کرنا شروع کر دیا یوں جب اس میں خصلتوں نے جنم لیا یعنی خصلتیں ظاہر ہوئیں تو یہ اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپنے کی ضرورت محسوس کرنے لگا جس کے لیے اس نے کیلے کے پتوں کا استعمال کرنا شروع کر دیا یوں جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو نہ صرف یہ مشقت میں ارتقاء کرتا گیا بلکہ اس میں خصلتیں بھی ارتقاء کرتی چلی گئیں تو کیلے کے پتوں کو جب اپنے ستر ڈھانپنے کے لیے استعمال کرتا تو وہ چر جاتے جیسے کہ دھاگہ بن جاتا ہے اس طرح اس نے مشاہدہ کیا کہ یہ پتے اصل میں دھاگے ہیں جو آپس میں جڑے ہوئے ہیں یوں سب سے پہلی دریافت کپڑا تھی جو اس بشر نے کی جو زیادہ ذہین بشر تھا اس نے ابتداء میں مشاہدات سے سیکھتے ہوئے پودوں کے دھاگوں نما تنوں سے کپڑا بنانا متعارف کرایا یوں پھر کپڑے نے ارتقاء کرنا شروع کر دیا کہ اس سے اگلا مرحلہ یہ آیا کہ اگر دھاگہ خود بنا لیا جائے تو اس سے مضبوط کپڑا بنایا جا سکتا ہے جس کے لیے اس نے مختلف درختوں کی چھال اتار کر اسے دھاگوں کی طرح الگ الگ تقسیم کر کے اس سے کپڑا بنانا شروع کر دیا جو کہ انتہائی موٹا اور وزنی کپڑا ہوتا یوں جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے تو مشاہدات سے سیکھتے سیکھتے فطرت پر شاذ و نادر ہی نظر آنے والی کپاس کی روئی سے دھاگہ بنایا جانے لگا جس کے لیے پھر کپاس کی کاشت بھی کی جانے لگی یوں آہستہ آہستہ ایک لمبی مدت میں ریشا اتارا گیا یعنی فطرت نے ہی مشاہدات سے سکھاتے سکھاتے کپڑا دیا۔

جب تک کپڑا وجود میں آیا تب تک یہ بشر بھی مشقت میں بہت آگے بڑھ چکا ہوا تھا جس وجہ سے اس میں خصلتیں بہت حد تک بڑھ چکی ہوئی تھیں جس وجہ سے اس نے اپنے مکمل جسم کو ڈھانپنے کی ضرورت محسوس کرنا شروع کر دی تھی یوں یہ ہزاروں سال کی لمبی مدت تھی۔ اب یہاں تک آپ پر واضح ہو چکا کہ دو لباس اتارنے کا ذکر کیا گیا لیکن ان میں سے کون سا لباس خیر ہے یعنی جس میں ہر لحاظ سے فائدے ہی فائدے ہیں کہ جس لباس کی طرف تمہیں توجہ دینی چاہیے اس کا آگے ذکر کر دیا گیا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ'' اور وہ جو لباس التقویٰ ہے وہ خیر ہے یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ جو لباس ریشا ہے یہ خیر ہے کہ تم اگر اپنے اجسام کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے ہو تو یہ احسن عمل ہے اس میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے نہیں بلکہ خیر اس لباس میں نہیں ہے یہ لباس خیر نہیں ہے بلکہ وہ جو پہلا لباس ہے لباس التقویٰ وہ خیر ہے اس میں ہر لحاظ سے تمہارے لیے فائدہ ہی فائدہ ہے لیکن اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہے کہ لباس ریشا کو ترک کر دیا جائے نہیں بلکہ اسے مقصد نہیں بنانا بلکہ یہ وقتی ضرورت ہے اس لیے مقصد اس لباس کو بنانا ہے جس کے اترنے سے اس لباس کی ضرورت پیش آئی یوں جب دوبارہ وہی لباس واپس حاصل کر لو گے تو تمہیں اس لباس کی تو ویسے بھی کوئی ضرورت رہے گی ہی نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لباس التقویٰ کا معنی کیا ہے؟ حالانکہ پیچھے پہلے لباس پر جو تفصیل کیساتھ بات کی گئی وہ لباس التقویٰ ہے لیکن اس کے باوجود یہ واضح کر دیتے ہیں کہ آخر اسے لباس التقویٰ کیوں کہا گیا۔

لباس التقویٰ کو سمجھنے کے لیے لازم ہے کہ تقویٰ کو سمجھا جائے یوں جیسے ہی التقویٰ کی سمجھ آ گئی تقویٰ کو جان لیا تو لباس التقویٰ کی خود بخود سمجھ آ جائے گی۔ تقویٰ کیا ہے اس پر پیچھے کتاب میں تفاصیل موجود ہیں اس کے باوجود یہاں مختصراً ایک پہلو سے سامنے رکھتے ہیں تا کہ بات کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ تقویٰ کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر ایک مشین ہو اور اس میں ایک پرزہ خراب ہو گیا اب اس پرزے کو دوبارہ واپس اس کے مقام پر لانا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے لیے کیا کیا جانا لازم ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جیسا پرزہ اس مشین میں درکار ہے بالکل ویسا پرزہ ہونا لازم ہے کیونکہ اگر بالکل ویسا پرزہ نہیں ہو گا تو مشین اس پرزے کو قبول نہیں کرے گی۔ مثلاً اگر آپ پرزہ لاتے ہیں اور وہ پرزہ مشین میں درکار پرزے کے ڈیزائن پر پورا نہیں اترتا موٹا، لمبا، چوڑا ہے یا اس کا معیار ٹھیک نہیں ہے تو اس کے لیے اس کی تراش خراش کر کے اس کو بالکل ویسا بنایا جائے گا جیسا مشین میں درکار ہے یوں جب پرزہ بالکل ویسا بن جائے گا تو نہ صرف مشین اسے قبول کر لے گی وہ مشین میں اپنے مقام پر قائم ہو جائے گا بلکہ اس کے بعد اس کو کوئی فکر نہیں رہے گی کہ اس نے کیا کرنا ہے اس کی کیا ذمہ داری ہے کیونکہ اس کے بعد تمام تر ذمہ داری مشین پر عائد ہو جاتی ہے مشین ہی اسے چلائے گی جب اسے چلانا ہے اور کتنا چلانا ہے وغیرہ۔ یہ جو پرزے کو تراش خراش کر بالکل ویسا بنایا جیسا مشین میں پہلے تھا یا جیسا مشین میں درکار ہے اسے عربوں کی زبان میں تقویٰ کہتے ہیں۔ یعنی تقویٰ کا معنی ہے کہ

اس بشر کو بالکل ویسا بننا ہے جیسا اسے وجود میں لایا گیا تھا۔ اب سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ جب وجود میں لایا گیا تب کیسا تھا اور آج کیسا ہے اس میں کیا فرق آچکا ہے جب فرق واضح ہو جائے گا تو اس فرق کو دور کیا جائے گا یعنی اپنی تراش خراش کی جائے گی یوں جب تراش خراش کر کے بالکل ویسے بن جائیں گے جیسے فطرت کو درکار ہیں تو نہ صرف فطرت قبول کر لے گی بلکہ اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائیں گے اس کے بعد فطرت یہ آسمانوں وزمین خود آپ کو چلائیں گے بالکل ایسے ہی جیسے مشین جب پرزے کو قبول کر لیتی ہے تو اس کے بعد پرزہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے ساری ذمہ داری مشین پر آ جاتی ہے اور مشین اسے چلاتی ہے۔

یوں آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ لباس التقویٰ کا معنی ہے وہی لباس جو فطرت نے آپ کو پہنایا تھا جب فطرت جو کہ آپ کا ربّ ہے آپ کو وجود میں لایا تھا۔ اب وہ لباس دوبارہ واپس کیسے پہنا جائے گا اسے آپ اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ یہ نہ جان لیں کہ وہ لباس اترا کیسے۔ اور وہ لباس کیسے اترا اس پر تفصیل کیساتھ بات کی جا چکی کہ جب یہ بشر فطرت سے ہٹ گیا اس نے اپنے رزق کے لیے اپنی ضروریات کے لیے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے خود انحصاری سے کام لیا جب اس نے خود سے اپنا رزق خلق کرنا شروع کر دیا یعنی اس نے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے مشقت کرنا شروع کر دی تو جن عناصر سے اسے خلق کیا گیا ان عناصر میں توازن بگڑنے کی وجہ سے اس کا لباس اتر گیا یہ ننگا ہو گیا یعنی اس میں وہ تمام کی تمام خصلتیں بیدار ہو گئیں ظاہر ہو گئیں جو آج اسے لاحق ہیں اور آج تو وہ تمام کی تمام خصلتیں اپنی انتہاء کو پہنچ چکی ہیں۔

یوں آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ لباس التقویٰ طیب رزق سے واپس دوبارہ پہنا جا سکتا ہے جس کے لیے فطرت پر قائم ہونا لازم ہے اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے بار بار یہ کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ہر طرف سے کٹ کر بالکل یکسو ہو کر فطرت پر قائم ہو جاؤ فطرت پر قائم ہونا ہی اصل دین ہے۔ فطرت پر قائم ہونے سے ہی تم میں سلم آئے گا تم مسلم بنو گے یعنی بالکل ویسے بن جاؤ گے جیسا تمہیں اول وجود میں لایا گیا تمام تر خامیوں ونقائص سے پاک خالص

ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ

وہ اللہ کی آیات سے ہے کیوں اس کو آج ان پر جو اس وقت موجود ہیں پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے؟ اس لیے کیوں کہ جو یہ بھول چکے اس کا یاد کرنا اس پر ہے جب تک کہ لباس التقویٰ واپس حاصل نہیں کرتے تب تک انہیں وہ یاد نہیں آسکتا جو بھول چکے۔ یہی بات قرآن میں جگہ جگہ مختلف پہلوؤں سے سامنے لا رکھی گئی کہ اس وقت تک آپ کے لیے الکتاب میں ہدایت ہے ہی نہیں جب تک کہ آپ میں تقویٰ نہیں آجاتا یوں جب آپ میں تقویٰ آجائے گا تو الکتاب آپ کی ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے کہ کسی اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے جیسے پرزہ مشین میں فٹ ہو جانے کے بعد اس کی راہنمائی مشین کرتی ہے یوں جیسے ہی تقویٰ آجاتا ہے تو پھر جیسے جیسے جس جس کا وقت آتا ہے سب کچھ کھل کر واضح ہو جاتا ہے وہ سب کا سب یاد آجاتا ہے جو بھول چکے اور وہ کیا ہے اس پر بھی پیچھے تفصیل کیساتھ بات ہو چکی کہ آپ کی اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے۔ اور یہاں بھی یہی کہا گیا یہی بات سامنے لا رکھی گئی کہ اس وقت تک آپ کو کچھ بھی یاد نہیں آئے گا جب تک کہ آپ لباس التقویٰ دوبارہ واپس نہیں پہن لیتے اور لباس التقویٰ واپس حاصل ہوگا فطرت پر قائم ہونے سے جس کے لیے الصیام کرنا ہوں گے۔

یہ جو حق آج ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا یہی آج سے چودہ صدیاں قبل بھی کھول کھول کر واضح کیا تھا یعنی جیسے آج اللہ نے تم میں تمہی سے اپنا ایک رسول احمد عیسیٰ بعث کیا ہے جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے بالکل ایسے ہی آج سے چودہ صدیاں قبل بھی اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول محمد بعث کیا جس نے یہی سب کھول کھول کر واضح کیا تھا اور پھر اس کے بعد کہا کہ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ اے بنی آدم یعنی یہ جو بشر ہیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہیں زمین کے خون سے بنایا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی تم فتنے میں پڑ جاؤ تم اسی فتنے کا شکار ہو جاؤ جو کہ الشیطان ہے یعنی تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جو کچھ بھی کھلم کھلا نظر آرہا ہے لیکن جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا علم تم سے چھپا دیا گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسی فتنے کا شکار ہو جاؤ تمہیں جو صلاحیتیں دیں تو ان صلاحیتوں کا اسی کے پیچھے استعمال کرنا شروع کر دو جو کہ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ یہ ایک مخصوص سلسلہ ہے اگر اس کے پیچھے پڑو گے تو اس کے دھوکے کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سودا کرو گے جیسے نکلے تمہارے آباء الجنت سے۔ یعنی تمہارے آباء وہ قومیں جو تم سے قبل اس زمین پر آباد تھیں جیسے کہ قوم نوح، قوم عاد،

قوم ثمود، قوم مدین، قوم لوط اور آل فرعون وہ سب کے سب بھی بالکل ایسے ہی الجنت سے نکلے تھے وہ اسی الدجّال کے فتنے کا شکار ہو کر الجنت سے نکلے۔ یعنی تمہارے آباء میں سے قوم نوح ان پر بھی حق کھول کھول کر واضح کر دیا تھا اور انہیں کہا تھا کہ دیکھو آسمانوں وزمین میں تمہیں جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ سب کا سب اللہ کی آیات ہیں ان میں سے کچھ تو محکمات ہیں یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا گیا تمہیں علم دے دیا گیا کہ ان کا مقصد کیا ہے لیکن ان کے علاوہ جتنی بھی ہیں جن کا علم تمہیں نہیں دیا گیا جن کا علم تم سے چھپا دیا گیا جو کہ متشابہات آیات ہیں ان کے پیچھے مت پڑنا۔ یہ ایک مخصوص سلسلہ ہے یعنی متشابہات آیات کا ایک ایسا سلسلہ ہے جسے تم نے ہر صورت نظر انداز کرنا ہے ورنہ اگر تم نے اس کی طرف نظر کی اس کے قریب بھی گئے تو جان لو آسمانوں وزمین میں ظلم ہوگا یعنی کمیاں ہوں گی جس سے آسمانوں وزمین میں فساد ہو کر بالآخر تباہیاں آئیں گی۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے اگر تم اس کے پیچھے پڑو گے تو تمہیں ایسے وقتی اور ظاہری فائدے حاصل ہوں گے کہ تم ان کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اس دجل کا شکار ہو جاؤ گے اور تمہیں یہ لگنے لگے گا کہ ہم اگر ایسے ہی آگے بڑھتے رہے تو نہ صرف ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہم آسمانوں وزمین کے مالک بن بیٹھیں گے بلکہ ہم موت کا علاج بھی دریافت کر لیں گے یوں ہم ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جائیں گے یوں تم اس دھوکے کا شکار ہو کر دن بہ دن فساد میں آگے بڑھتے جاؤ گے لیکن پھر نتیجہ وہ نہیں نکلے گا جو تمہاری چاہت ہوگی بلکہ نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلے گا یوں پھر ایک وقت آئے گا کہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب کیا جانے والا فساد ظاہر ہونا شروع ہو جائے گا جو کہ ایسا سلسلہ ہوگا کہ تم ان ہلاکتوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے تم نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہوگا تمہارے اسباب و وسائل میں سے کچھ بھی تمہیں نفع نہیں دے گا تم ان ہلاکتوں کا سد باب نہیں کر سکو گے یوں تم اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی ہلاکتوں کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جاؤ گے لیکن قوم نوح نہ مانی۔ جب انہوں نے وہی کیا تو ان میں ہم نے بار بار النبیّن کو بھیجا تا کہ انہیں اس الشجرۃ الملعونہ کے پیچھے پڑ کر ہلاکت سے بچایا جائے لیکن انہوں نے پہلے پہل تو ان کا کذب کیا پھر ان کا قتل کرنا شروع کر دیا انہوں نے اپنے عمل سے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں یعنی ہمیں ہدایت کی کوئی حاجت نہیں ہم تو ہیں ہی ہدایت یافتہ، انہیں جب جب بھی کہا کہ آدم کے لیے سجدہ کرو یعنی جب جب بھی ان کی راہنمائی کے لیے ہم نے ان میں انہی سے اپنے نبی بھیجے کہ ان کے آگے خود کو مکمل طور پر جھکا دو یعنی وہ جو بھی تمہیں کہہ رہے ہیں ان کی بات کو مانو خود کو مکمل طور پر جھکا دو تو بہت ہی کم تھے جو سجدہ کرنے والے تھے اکثریت نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اکثریت نے استکبار کیا تو پھر بالآخر نتیجہ کیا نکلا؟ کیا وہ اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو گئے وہ سچے ثابت ہوئے یا پھر وہی ہوا جو ہم نے کہا تھا کہ وہ اس اعظم فتنے کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ گئے؟ حق آج تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جب انہیں زمین پر بسایا گیا تھا انہیں زمین کا وارث بنایا گیا تھا تو یہ زمین الجنت تھی انہیں اس میں کسی بھی قسم کی کسی بھی تکلیف کا سامنا نہیں تھا نہ ہی رزق کی قلت تھی کہ قحط پڑ رہے ہوں لوگ بھوکے مر رہے ہوں نہ پانی کی قلت اور نہ ہی انہیں کسی بھی قسم کی مشقت کرنے کی ضرورت تھی ان کی تمام تر ضروریات ان کا ربّ یعنی فطرت مہیا کر رہی تھی یہ زمین ہر لحاظ سے طیب ثمرات سے بھرپور سرسبز وشاداب باغ تھی نہ ہی گرمی کی شدت اور نہ ہی موسموں کا اتار چڑھاؤ لیکن جب انہوں نے ہماری بات نہ مانی استکبار ہی کیا اور الشجرۃ الملعونہ کو نظر انداز کرنے کی بجائے اس کے پیچھے پڑے اس کے قریب گئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے گئے الجنت سے نکلتے چلے گئے یعنی زمین کو انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے ترقی کے نام پر مفسد اعمال سے جہنم میں بدلنا شروع کر دیا انہیں رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑا پانی کی قلت کا یوں انہیں طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا جو دن بہ دن بڑھتی ہی چلی گئیں یہاں تک کہ ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ایک عظیم طوفان نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا انہیں نشان عبرت بنا دیا گیا تا کہ بعد والے ان سے عبرت حاصل کریں لیکن ان کے بعد پھر وہی ہوا۔ قوم نوح کے بعد تمہارے آباء میں سے قوم عاد بھی بالکل ایسے ہی اسی فتنے کا شکار ہو گئے جب جب ان میں انہی سے ہم نے النبیّن بھیجے تو انہوں نے ان کا کذب کیا ان کو قتل کیا یوں وہ بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے انہوں نے بھی الجنت سے جہنم کا سفر کرنا شروع کیا تو بالآخر وہ بھی اسی فتنے کا شکار ہو کر اس دھوکے کا شکار ہو کر ہلاکت کے دہانے پر پہنچ گئے تب ہم نے وہی کیا جو ہم نے قدر میں کر دیا کہ ان میں انہی سے اپنا ایک رسول ھود بعث کیا جس نے انہیں کھول کھول کر متنبہ کیا کہ اب بھی تمہارے پاس وقت ہے یہ آخری موقع ہے میری بات مان بچ جاؤ گے ورنہ عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی بجائے استکبار ہی کیا انہوں نے ہمارے رسول کا کذب ہی کیا تو پھر ان کو بھی ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا انہیں بھی نشان عبرت بنا دیا گیا رسول اور اس کی دعوت کو ماننے والوں اور جن

کا اس فسادِ عظیم میں حصہ نہیں تھا انہیں بچا لیا گیا اور بعد زمین کا وارث بنا دیا گیا زمین کی ایک بار پھر اصلاح کر کے اسے الجنت یعنی باغ میں بدل دیا گیا لیکن ایک وقت آیا کہ تمہارے آباء نے ماضی میں جو دو بار ان کیساتھ ہوا تھا اسے بھلا دیا اور پھر وہی کیا تو ہم نے بھی پھر وہی کیا یوں بالکل وہی تاریخ تیسری بار دہرائی گئی اور جب عذاب عظیم سر پر آ کھڑا ہوا تو ہم نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول صالح کو بعث کیا جس نے انہیں کھول کھول کر متنبہ کیا لیکن انہوں نے بھی وہی کیا جو ان کے آباء نے کیا تو پھر ان کیساتھ بھی وہی ہوا یوں ایسے ہی اس سے پہلے چھ بار ایسا ہو چکا یعنی وہ جو تمہارے آباء تھے جو تم سے قبل اس زمین پر آباد تھے انہوں نے الجنت سے الجھنم کی طرف سفر کیا ان کو منع کیا تھا کہ اس الشجر ۃ کے قریب بھی مت جانا ورنہ اس کے دھوکے کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سودا کر بیٹھو گے یہ زمین الجنت ہے الجنت سے نکل جاؤ گے اس زمین کو اپنے ہی ہاتھوں سے جہنم بنا بیٹھو گے لیکن کیا ہوا؟ آج سے چودہ صدیاں قبل جب یہ سب کھول کھول کر واضح کیا تھا تو کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی بالکل اپنے آباء کی طرح الجنت سے نکل جاؤ تو تب کسی نے بھی اس دعوت کو تسلیم نہیں کیا تھا اس حق کو تسلیم نہیں کیا تھا ان کو جب تک ڈنڈے سے الشجر ۃ الملعو نہ سے دور رکھا تب تک یہ باز رہے لیکن جب خود کو امت محمد کہلوانے والوں نے ہم سے کیا ہوا عہد بھلا دیا تو یہ بھی اس الشجر ۃ کے دھوکے کا شکار ہو گئے اور پھر جب جب ان میں انہی سے النبیّن کو بھیجا جاتا رہا تو یہ ان کا کذب اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ نے محمد پر ہدایت کا دروازہ ہی بند کر دیا محمد کے بعد کوئی بشیر اور نذیر نہیں آنے والا یوں انہوں نے بھی انسانوں کیساتھ وہ جو سجدہ کرنے سے انکار کرنے والے ہیں ان کے کندھے سے کندھا ملا کر اس الشجر ۃ کی عبادہ شروع کر دی تو جس کا نتیجہ کیا نکلا آج تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور جب ایسا ہونا تھا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ کہو کہ محمد نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کہا تھا محمد نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جو کہ آج تم نے دین کے نام پر محمد سے منسوب کر کے خرافات گھڑ رکھی ہیں تو اسی وجہ سے ہم نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی یہ سب کا سب اس قرآن کی صورت میں محفوظ کر دیا تھا تا کہ تب تم پر ایک بار پھر کھول کھول کر واضح کریں گے یعنی جیسے تم میں تمہی سے محمد کو بعث کیا اور محمد کی صورت میں تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا بالکل اسی طرح جب تم نہیں مانو گے اور اس فتنہ الدجّال کا شکار ہو کر ہلاکت کے دہانے پر پہنچ جاؤ گے تو تب تم میں تمہی سے ہم اپنا ایک رسول احمد عیسیٰ بعث کریں گے جس کی صورت میں ایک بار پھر سب کچھ کھول کھول کر تم پر واضح کر دیں گے کہ یہ تھا دین یہ تھا جو آج سے چودہ صدیاں قبل تم پر کھول کھول کر واضح کیا تھا نہ کہ وہ تھا دین جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا جس کو بھی تم محمد سے منسوب کر رہے ہو حالانکہ وہ سب کا سب تمہارا اپنا خود ساختہ ہے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر بہتان باندھ رہے ہو یوں آج جب وہ وقت آ گیا تو آج نہ صرف تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا بلکہ ایک بار پھر وہی سب کا سب کھول کھول کر تم پر واضح کر دیا جو اس سے قبل محمد کی صورت میں کھول کھول کر واضح کر دیا تھا جسے ماننے سے تمہارے آباؤ اجداد نے انکار کر دیا تھا اور اسی پر ڈٹے رہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

پھر آگے کہا یَـنۡـزِ عُ عَـنۡـهُـمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَاسَوۡاٰتِهِمَا اِنَّـهٗ يَـرٰٮكُمۡ هُوَ وَقَبِيۡلُهٗ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡ اِنَّـا جَـعَلۡنَا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ لِلَّذِيۡنَ لَايُـؤۡمِنُوۡنَ جو تمہارے آباء تھے وہ جب اس الشجر ۃ کے قریب گئے تو اس الشجر ۃ نے ان کا لباس اتر وا دیا اس لیے کہ جو کچھ بھی ان سے چھپا دیا گیا تھا اسے دیکھ لیں اس میں کچھ شک نہیں کہ گویا کہ خود ہی تمہیں دیکھ رہا ہے وہ جو کچھ بھی ہے اور اس وقت جو موجود ہے اس کا قبیلہ وہاں سے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کر دیا ہم نے الشیاطین کو ان لوگوں کے مقصد و مشن میں ان کا معاونت کار جو ہماری اس دعوت کو جو حق ہم کھول کھول کر واضح کر رہے ہیں اسے دل سے تسلیم کرتے ہوئے بالکل اسی طرح اس پر عمل نہیں کر رہے۔

یعنی وہی بات جو پیچھے کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ جب اس بشر کو وجود میں لایا گیا تھا تو اس کا معاملہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے کہ ایک پیدا ہونے والا بچہ ہوتا ہے جو نہ صرف مکمل طور پر اپنے ربّ جو کہ اس کے والدین اس کے ربّ ہوتے ہیں ان کا محتاج ہوتا ہے بلکہ وہ ننگا بھی ہو تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا اس میں کوئی بلا وجہ غصہ نہیں ہوتا اس میں کوئی حسد، بغض، نفرت، لالچ، تکبر وغیرہ کچھ نہیں ہوتا بالکل یہی معاملہ تھا اس بشر کا جب اسے وجود میں لایا گیا اور اس کی وجہ بھی پیچھے کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ جن عناصر سے اسے وجود میں لایا گیا جب تک وہ عناصر متوازن رہیں گے تب تک اس میں رائی برابر بھی کوئی خامی، نقص یا عیب نہیں ہو گا اس میں کوئی بھی منفی کیفیت نہیں ہو گی کیونکہ جتنا بھی منفی پن ہے یہ سب کا سب عناصر کے غیر متوازن ہونے سے پیدا ہوتا ہے جیسے ہی زمین کے عناصر غیر متوازن ہوتے ہیں تو ان سے وجود میں آنے والے جسم میں منفی انرجی یعنی گرم انرجی جو کہ الجن ہے وہ بڑھ جاتی ہے یوں اس کا جسم پر غلبہ ہو جاتا ہے جسم میں

آگ کی تمام خصلتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور یہ خصلتیں آپ کو اس مقصد کو پورا کرنے سے روک دیتی ہیں جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا اور آپ استکبار کرتے ہیں یعنی ظاہر ہے جسم جو کہ ایک مشین ہے یہ مشین تو وہی کرے گی جو اس میں موجود ڈرائیور اسے احکامات دے گا اب جب ڈرائیور آگ ہے انجن تو ظاہر ہے یہ جسم وہی کرے گا جو اسے اس میں موجود اس کا ڈرائیور آگ جو کہ انجن ہے وہ حکم دے رہا ہو گا یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جانی چاہیے کہ آپ اس منفی قوت کو نہیں دیکھ سکتے لیکن یہ قوت آپ کو ہر لحاظ سے کھلم کھلا دیکھ رہے ہیں یہ قوت آپ کے جسم کے ایک ایک خلیے میں موجود آپ کو دیکھ رہی ہے کہ آپ کو کیسے اپنے کنٹرول میں کرنا ہے اس لیے اگر آپ استکبار سے بچنا چاہتے ہیں سجدہ کرنے والوں میں ہونا چاہتے ہیں الشجر ۃ الملعو نہ کے قریب بھی جانے سے بچنا چاہتے ہیں مجرم بننے سے بچنا چاہتے ہیں اپنے ربّ کے غضب سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ایک ہی رستہ ہے اور وہ ہے کہ آپ فطرت پر آجائیں اپنے جسم کو اپنے ربّ فطرت کے حوالے کر دیں جو فطرت آپ کو مہیا کرے وہی جسم کو فراہم کریں اسی سے جسم بنائیں جس سے وہ عناصر جن سے آپ کو وجود میں لایا جا رہا ہے وہ متوازن ہو کر آپ واپس اپنا کھویا ہوا لباس التقویٰ حاصل کر لیں گے ورنہ آپ کا بھی انجام وہی ہے جو اس سے قبل آپ کے آباء گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کا ہو چکا اور آج یہ آپ کے پاس آخری موقع ہے۔

اور اگر آپ اس دعوت کو نہیں مانتے تو پھر یہ بھی جان لیں کہ آپ کا جو مقصد و مشن ہے یہ قوتیں جس صورت میں بھی موجود ہیں آپ کو ادھر ہی لے جانے میں معاونت کریں گے اور آپ کا مقصد و مشن ہے دنیاوی حیات آپ اس الشجر ۃ کے دجل کا شکار ہو چکے ہیں جس کا نتیجہ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو یہ قوتیں آپ کو اسی طرف ہی لیکر جائیں گی آپ چاہ کر بھی مومن نہیں بن سکتے خواہ آپ کچھ ہی کیوں نہ کر لیں کیونکہ آپ کے اختیار میں صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ نے کس سے اپنا جسم بنانا ہے اس کے بعد اعمال آپ کے اختیار میں نہیں ہیں اعمال تو اسی کا اظہار ہے جس سے آپ اپنا جسم بنائیں گے یوں آج ایک بار پھر حق ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔

پھر یہاں ایک اور پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ اس بشر کی تخلیق کے بارے میں جو کچھ آج تک پھیلا دیا گیا جو کہ یہودیوں وعیسائیوں کے بابے آدم و مائی حوا کے نام پر من گھڑت دیومالائی قصے و کہانیاں ہیں وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔
ذرا غور کریں اگر یہ بشر ایک ہی شخص اور اس کی بیوی ایک عورت سے وجود میں آئے ہوتے تو کیا ان کی زبانیں مختلف ہوتیں یا پھر ایک ہی زبان ہوتی؟ اگر یہ ایک ہی مرد وعورت کی اولاد ہوتے تو ان میں الگ الگ زبانیں نہ ہوتیں بلکہ ایک ہی زبان ہوتی، زبانوں کا الگ الگ ہونا بھی آپ پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ زمین کے مختلف خطوں میں ارتقاء سے بشر وجود میں آئے تو ان خطوں میں انہوں نے اشیاء کو الفاظ پہنائے جو آہستہ آہستہ زبانیں بن گئیں۔
ایسے ہی اگر ایک ہی مرد وعورت کی اولاد ہوتے تو ان کا رنگ اور نسل ایک ہی ہوتی نہ کہ مختلف رنگ اور مختلف نسلیں ہوتیں جیسے کہ آپ دیکھتے ہیں ہندی الگ ہیں، چینی الگ ہیں، روسی الگ ہیں، یورپی الگ ہیں، لاطین امریکی جو کہ وہاں کے اصل باشندے ہیں وہ الگ ہیں اور افریقی الگ ہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کسی ایک ہی مائی بابے کی نسل نہیں ہیں نہ ایک ہی مرد وعورت سے وجود میں آ کر پھیلے بلکہ یہ الگ الگ خطوں میں الگ الگ رنگ اور نسلوں میں ارتقاء سے وجود میں آئے۔

پھر اگر ایک ہی مرد وعورت سے وجود میں آ کر پھیلتے تو دنیا کے کسی مخصوص خطے سے زمین پر پھیلتے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پہلے پہل افریقہ کے لوگوں کو یہ علم نہیں تھا کہ زمین پر ان کے علاوہ اور بھی بشر ہیں ایسے ہی باقی جتنے بھی بنیادی رنگ اور نسلوں کے لوگ ہیں انہیں آپس میں کسی کے بارے میں علم نہیں تھا اور نہ ہی جنگیں ہوتی تھیں لیکن بعد میں آہستہ آہستہ جب زمین پر پھیلتے گئے تو واضح ہوا کہ زمین پر ان کے علاوہ اور بھی بشر موجود ہیں یوں جب یہ اپنے اپنے خطوں میں پھیلتے گئے تو نہ صرف ان پر واضح ہوا کہ ان کے علاوہ بھی بشر موجود ہیں بلکہ زبان، رنگ اور نسل مختلف ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے خطرہ محسوس کرنے پر آپس کی لڑائیاں شروع ہوئیں اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو جنگوں میں بھی وسعت آتی گئی جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی یہ بشر کسی ایک مخصوص مرد وعورت سے وجود میں آ کر نہیں پھیلے بلکہ زمین کے مختلف خطوں میں وہاں کے زمین کے عناصر میں موجود صلاحیتوں کے مطابق ارتقاء سے وجود میں آئے۔
ہند کی زمین سے ویسے ہی بشر وجود میں آئے جو وہاں کی زمین کے عناصر میں صلاحیتیں پائی جاتی ہیں ایسے ہی ہر خطے کی جیسی مٹی ہے وہاں ویسے ہی بشر وجود میں

آئے نہ کہ کسی ایک مخصوص باپ اور مائی کی نسل ہیں۔ یوں اس بنیاد پر بھی نہ صرف حق ہر لحاظ سے آپ پر کھل کر واضح ہو گیا بلکہ اس بنیاد پر بھی آج تک جو نسل در نسل چلا آ رہا تھا وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ثابت ہو گیا اور آج حق ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔

قتل الخنزیر

قتل الخنزیر کا مطلب کیا ہے یہ اس وقت تک واضح نہیں ہو گا جب تک کہ آپ الخنزیر کو نہیں سمجھ لیتے جس کے لیے آپ کو خنزیر کو سمجھنا ہو گا جب آپ پر کھل کر واضح ہو گیا کہ خنزیر کیا ہے تو پھر نہ صرف الخنزیر کیا ہے اسے جاننا پہچاننا آسان ہو جائے گا بلکہ خود بخود یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ الخنزیر کا قتل کیا ہے۔

عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ خنزیر وہ جانور ہے جسے اردو میں سؤر اور انگلش میں پگ، پورک یا سوائن کہا جاتا ہے جیسا کہ آپ درج ذیل تصویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

حقیقت یہ نہیں ہے یعنی خنزیر اس جانور کو نہیں کہتے بلکہ خنزیر ان خصلتوں کا نام ہے جن کی وجہ سے اس جانور کو خنزیر کہا جاتا ہے جسے سمجھنے کے لیے ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں مثلاً اگر عربی میں لفظ ید کا استعمال کیا جائے تو اس کا ترجمہ و معنی ہاتھ کر دیا جاتا ہے اور پھر اس سے مراد یہ ہاتھ لیا جاتا ہے جو اس بشر کا ہاتھ ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ عربی میں ید ان خصوصیات و صفات کو کہا جاتا ہے جو آپ کے جسم کے اس عضو میں پائی جاتی ہیں جسے آپ ہاتھ کہتے ہیں اگر وہ خصوصیات و صفات کسی بھی شئے میں پائی جائیں تو اسے عربی میں ید کہا جائے گا ایسے ہی آپ راس کی مثال لے لیں جس کا ترجمہ و معنی سر کر دیا جاتا ہے لیکن اگر یہ لفظ اونٹ کے لیے بولا جائے تو وہاں اس کا ترجمہ و معنی سر نہیں لیا جاتا بلکہ وہاں اس کا معنی اونٹ کی کوہان کیا جاتا ہے اور اگر کسی سے سوال کر لیا جائے کہ راس کا ترجمہ و معنی تو سر کیا جاتا ہے اگر اس کا ترجمہ و معنی سر ہے تو پھر اونٹ کے لیے جب یہ لفظ استعمال کیا گیا تو یہاں اس کا ترجمہ و معنی وہی کیوں نہیں لیا گیا تو آپ کو آپ کے سوال کا جواب نہیں ملے گا سوائے اس کے کہ ہم نے کتابوں میں یہی پڑھا ہے یا پھر ہمارے بڑوں نے یہی لکھا اور کہا ہے کہ اگر یہ لفظ اونٹ کے لیے استعمال ہو تو وہاں اس کا ترجمہ و معنی سر نہیں بلکہ اس کی کوہان لی جائے گی۔

اب اگر اس کا ترجمہ و معنی سر ہوتا تو پھر کسی بھی صورت اس کا ترجمہ و معنی نہیں بدل سکتا تھا اس کا ترجمہ و معنی سر ہے ہی نہیں بلکہ راس کہتے ہیں کسی بھی شئے یا وجود کی چوٹی کو اس کے بلند ترین مقام کو اگر یہ لفظ کسی بشر کے لیے استعمال کیا جائے گا تو بشر کے وجود میں اس کی چوٹی اس کا سر ہے اور اس کے برعکس اگر یہ لفظ اونٹ کے لیے استعمال کیا جائے گا تو اونٹ کی چوٹی اس کا سر نہیں بلکہ اس کی کوہان ہے اس لیے کوہان کو راس کہا جائے گا۔

عربی عرب سے ہے اور عرب دو الفاظ کا مجموعہ ہے ''ع اور ربّ'' ربّ آپ پر کھول کر واضح کیا جا چکا کہ ربّ فطرت ہے اور اس سے پہلے ''ع'' کا معنی ہے اپنے آپ میں ہونا یوں عرب کا معنی بنتا ہے جو اصل ذات ہے جو اصل وجود ہے اس وجود کا اپنے آپ میں ہونا اور آگے 'ی'' کا استعمال خودی کا اظہار کرتا ہے یوں عربی کا معنی ہے شئے یا وجود کا اپنے آپ میں ہونا، جو بھی وجود ہے جو کہ ربّ ہے اس کا خود اپنی ذات میں کلام کرنا۔ اور جیسا کہ ہر شئے کا اس سے جوڑا

خلق کیا گیا تو عربی کا بھی اسی سے جوڑا ہے جو کہ عجمی ہے اور عجمی کیا ہے اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔

مثال کے طور پر آپ کے پاس صابن ہے جو کہ ڈبے میں یا پیکٹ میں بند ہے اور اس کے باہر بھی لکھا ہوا ہے صابن۔ اب اس ڈبے کے اندر جو صابن ہے یعنی صابن اپنی ذات میں اپنے آپ میں وہ عربی ہے اور جو اسے نام یا لقب دیا گیا جو ڈبے یا پیکٹ پر لکھا ہوا ہے یا جو آپ زبان سے بولتے ہیں مثلاً وہ لفظ صابن ہی کیوں نہ ہو وہ اسی سے اس کا جوڑا عجمی ہے۔ مثلاً سیب کی مثال لے لیں جس شئے کو سیب کہا جا رہا ہے وہ شئے اپنے آپ میں عربی ہے اور اس کے لیے جو لفظ استعمال کیا جا رہا ہے جو اسے لقب دیا گیا وہ اسی سے اس کا جوڑا عجمی ہے۔

اب اگر خنزیر کو آپ نے جاننا ہے تو آپ اس شئے میں غور کریں جسے خنزیر کہا جاتا ہے جب آپ اس میں غور و فکر کر کے اس میں موجود خصلتوں و خامیوں کو جان لیں گے تو وہ ہے خنزیر اگر وہ خصلتیں کسی اور میں بھی پائی جائیں تو جس میں بھی وہ خصلتیں موجود ہوں گی وہ اپنی ذات میں خنزیر ہو گا اور پھر جو بھی خنزیر سامنے آئے ان میں جو ال یعنی مخصوص ثابت ہو جائے وہ الخنزیر ہے جسے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے قتل کرنا ہے۔

جب خنزیر میں غور و فکر کیا جائے تو آپ پر دو باتیں کھل کر واضح ہوں گی پہلی یہ کہ خنزیر خبیث ہے خبائث کا منبع ہے اور دوسری اس کی گردن نہیں مڑتی وہ بالکل سیدھا آگے کو ہی دیکھتا ہے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا اگر وہ بھاگ رہا ہو تو وہ پیچھے کو مڑ کر نہیں دیکھ سکتا اس لیے پیچھے کیا ہو رہا ہے اس پر اس کی کوئی نظر نہیں ہوتی وہ محض آگے کو ہی بھاگتا چلا جاتا ہے جسے کہتے ہیں تدبر کا نہ ہونا۔

تدبر دبر سے ہے، جس کا معنی پچھلی طرف کے ہیں اور تدبر کے معنی ہیں آپ جو بھی کر رہے ہیں ہر لمحے پیچھے مڑ کر دیکھ رہے ہیں کہ کہیں پیچھے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی، پیچھے کچھ غلط تو نہیں ہوا اور اگر کوئی غلطی سامنے آتی ہے تو آئندہ اس پر ڈٹا نہیں جائے گا بلکہ اس کی اصلاح کی جائے گی ورنہ اگر پیچھے کی جانے والی غلطیوں، خامیوں یا خرابیوں کی اصلاح نہ کی گئی تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ غلطیاں، خامیاں وخرابیاں اس قدر بڑھ جائیں گی کہ وہ آپ کو اچانک سے پیچھے سے پکڑ لیں گی آپ آگے نہیں جا سکیں گے آپ ان کا شکار ہو جائیں گے اس لیے ہر لمحے پیچھے مڑ کر دیکھتے رہنا کہ کہیں پیچھے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی، پیچھے کوئی خامی وخرابی تو نہیں ہوئی اگر کوئی غلطی سامنے آتی ہے کوئی خامی وخرابی سامنے آتی ہے تو فوراً اس کی اصلاح کی جائے جب اس طرح آگے بڑھا جائے گا تو نہ ہی آگے کوئی مشکل آئے گی اور نہ ہی پیچھے سے کسی بھی قسم کی پکڑ کا کوئی خوف ہو گا، تدبر کا نہ ہونا یہ ہے خنزیر۔

یعنی خنزیر دو خصلتوں کا مرکب ہے ایک خبیث ہونا اور دوسرا تدبر کا نہ ہونا صرف اندھوں کی طرح آگے ہی آگے بھاگتے چلے جانا، پیچھے کیا ہوا کیا کیا ہوا اس پر کسی بھی قسم کی کوئی نظر نہ ہونا بلکہ آگے ہی آگے بھاگتے رہنا جس کا انجام بالآخر یہ نکلتا ہے کہ پیچھے کی جانے والی غلطیاں، خامیاں وخرابیاں بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ وہ پیچھے سے اچانک آ پکڑتی ہیں جن سے بچاؤ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اب جب جتنے بھی خنزیر سامنے آئیں ان میں سے مخصوص خنزیر خبیث رزق اور اس سے وجود میں آنے والے ایسے بشر ثابت ہوتے ہیں جن میں ایسی خصلتیں موجود ہوں۔

اب خبائث یا خبیث کا قتل یہ نہیں ہے کہ تلوار کیساتھ اس کا قتل کیا جائے گا بلکہ خبائث کا خبیث کا قتل ہوتا ہے اس کی حقیقت چاک کی جائے اس کے برعکس طیب کیا ہے وہ کھول کھول کر واضح کر دیا جائے یعنی علم کی بنیاد پر خبیث کی حقیقت چاک کر دی جائے یوں خبیث کا قتل ہو جائے گا اور دوسرا تدبر کا نہ ہونا جس وجہ سے وہ لوگ جو خنزیر بن چکے ہیں اور انسانیت کو گمراہ کر رہے ہیں ان کی راہنمائی کے نام پر حالانکہ وہ خنزیر ہیں ان میں تدبر نام کی کوئی شئے نہیں وہ اپنے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بجائے ان پر اگر ان کی غلطیاں کھول کھول کر واضح بھی کر دی جائیں تو وہ اپنی اصلاح کی بجائے الٹا ان غلطیوں پر ڈٹ جائیں ایسے لوگوں کی حقیقت کھول کھول کر چاک کر دینا ہے یہ ہے قتل الخنزیر۔

آج سے چودہ صدیاں قبل جب قتل الخنزیر کی بات کی گئی تو اس سے پہلے یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ طیبات کو خبائث سے بدل دیا جائے گا جس وجہ سے دنیا میں خبائث کی کثرت ہو جائے گی اور خبائث کو اپنا رزق بنانے والے نہ صرف خبیث بن جائیں گے بلکہ ان میں وہ تمام تر خصلتیں آ جائیں گی جو خبائث میں ہوتی ہے جن میں سب سے بڑی خصلت تدبر کا نہ ہونا یوں نہ صرف خبیث رزق کی صورت میں خنزیر پوری دنیا میں دھندناتا پھرے گا بلکہ انسانوں

کی اکثریت خنزیر بن چکی ہوگی بالخصوص ان کے امام یعنی ان کے راہنما خنزیر بن چکے ہوں گے جیسا کہ درج ذیل روایت میں بھی آپ اس بات کو دیکھ سکتے ہیں جو آج سے چودہ صدیاں قبل محمد رسول اللہ نے کہی تھی۔

رسول الله ﷺ قال: تكون في أمتي قذعة فيصير الناس الى علمائهم فاذا هم قردة وخنازير. الحكيم

رسول اللہ ﷺ نے کہا ہوں گے میری امت میں قذعۃ ''قذعۃ کہتے ہیں لعنت کے قابل لوگوں کو، بے شرم، بے حیا، بے غیرت، بدنام، فحش گو یعنی گالیاں دینے والے بات بات پر فحش گوئی کرنے والے، فاحش لوگ، گندے، بیہودہ ترین، برا سلوک کرنے والے، غلط کام کو جرأت مندانہ طریقے سے کرنے والے، غیر اخلاق، بداخلاق، شرمناک، پرتشدد، ہنسی مذاق کرنے والے، تمسخر اڑانے والے، بے ادب، گھٹیا ترین لوگ، تشدد کرنے والے، ظلم کرنے والے وغیرہ'' رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے پس لوگ آئیں گے اپنے علماء کی طرف تب وہ ہوں گے قردۃ یعنی عقل کی بجائے نقل سے کام لینے والے اور خنازیر۔

اس روایت میں بھی آپ پر واضح کر دیا گیا کہ خنزیر کیا ہے خنزیر ان لوگوں کو کہا گیا جو خود کو علماء کہلواتے ہیں جو خود کو دین کے ٹھیکیدار کہلواتے ہیں لیکن وہ اصل میں علماء نہیں ہیں بلکہ خنزیر ہیں اور خنزیر کا قتل یہ ہے کہ ان لوگوں کی حقیقت کو علم کی روشنی میں کھول کھول کر واضح کر دینا تا کہ ان کی اصلیت کھل کر لوگوں کے سامنے آ جائے اور اس کے علاوہ جیسا کہ آپ پر کھول کر واضح کیا جا چکا کہ خنزیر تو خبائث کا منبع ہے اس کے باوجود کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہوگا اور خنزیر یعنی خبائث ہی پوری دنیا میں رزق کی صورت میں دھندناتے پھر رہے ہوں گے اور اس خبیث رزق کو کھانے والے تمام کے تمام انسان بھی خبیث یعنی خنزیر ہی بن چکے ہوں گے یوں ایسی صورت میں خبیث یعنی خنزیر کو کھول کھول کر واضح کر دینا اس کا پردہ چاک کر دینا خنزیر کا قتل ہوگا یوں ہر کسی پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ جسے وہ اپنا رزق سمجھ کر استعمال کر رہے ہیں وہ اصل میں خنزیر ہے اور اس رزق کے استعمال سے ان میں بھی وہی خصلتیں آ چکی ہیں۔

ویسے تو جگہ جگہ رزق کی اہمیت کو مختلف پہلوؤں سے کھول کھول کر واضح کیا گیا اس کے باوجود یہاں مزید کھول کر اس پر بات کرتے ہیں تا کہ حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے اور ہر کسی پر حجت ہو جائے کل کو چاہ کر بھی کسی کے پاس کوئی بہانہ نہ رہے۔

آپ قرآن میں دیکھتے ہیں کہ جگہ جگہ یہ بات کی گئی کہ تمہارے لیے طیبات کو حلال کیا گیا۔ حلال کہتے ہیں جس کی اجازت دی گئی اور اس کی ضد حرام ہے جس کا معنی ہے جس کی اجازت نہیں دی گئی یعنی جس کے استعمال سے روک دیا گیا۔ اور پھر قرآن میں نہ صرف یہ کہا گیا کہ تمہارے لیے طیبات کو حلال کیا گیا جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں دیکھ رہے ہیں۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ . الاعراف ۱۵۷

بلکہ پورے قرآن میں الاولین کی مثلوں سے ہر پہلو سے یہ بات سامنے لا رکھی کہ گزشتہ اقوام کی ہلاکت کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب طیبات کو حرام کر لینا اور خبائث کو حلال کر لینا تھا یعنی جب ان قوموں نے طیبات کو خبائث سے بدل ڈالا ان لوگوں نے خبائث کو اپنا رزق بنا لیا تو وہ دن بہ دن گمراہیوں کی طرف بڑھنے لگے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا اور اسی وجہ سے بنی اسرائیل ذلت و رسوائی اور عذاب مھین کا شکار ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے بھی طیبات کو خبائث سے بدل ڈالا اور خبائث کو اپنا رزق بنا لیا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا وجہ ہے کہ سب سے زیادہ زور حلال طیب رزق پر دیا گیا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کا انجام انتہائی بھیانک ہوا؟ تو اس کا جواب آپ اس وقت تک بالکل کھل کر نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ بنیاد کو نہ سمجھ لیا جائے۔ آپ کا رزق جو بھی ہو وہ اصل میں کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے جب تک اسے پیچھے سے پیچھے جا کر اس کی حقیقت کو نہیں جان لیا جاتا تب تک آپ حق کو نہیں پا سکتے اور اسی حق کو پانے کے لیے آپ کو سننے دیکھنے کی صلاحیتیں اور پھر جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تا کہ آپ کو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں یا پھر جو بھی سوال پیدا ہوتا تو اس کے بارے میں پہلے مکمل طور پر سنیں دیکھیں اور پھر اسے سمجھیں۔

آپ کا رزق جس سے آپ کا جسم بنتا ہے وہ اصل میں مادہ ہے اور مادہ کیا ہے اسے اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو شکر کرنا ہوگا یعنی جو سننے دیکھنے

اور سمجھنے کی صلاحیتیں آپ کو دیں ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا ہوگا۔

مثال کے طور پر آپ مختلف جانوروں کو دیکھتے ہیں مثلاً کتے اور بکری کی ہی مثال لے لیجیے کہ دونوں ہی مادے سے وجود میں آئے ہیں لیکن دونوں میں صلاحیتیں الگ الگ ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ایسے ہی آپ جنگل میں شیر اور ہرن کو دیکھ لیں دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں آخر ایسا کیوں ہے؟ یعنی دونوں ہی مادے سے وجود میں آئے ہیں اس کے باوجود دونوں میں صلاحیتیں الگ الگ ہیں تو آخر ایسا کیوں ہے؟ کیوں دونوں میں صلاحیتیں الگ الگ ہیں؟ شیر میں تکبر ہے تو اس کے برعکس ہرن میں عاجزی وانکساری ہے جھکاؤ ہے۔

اب جب آپ غور وفکر کریں تو آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ شیر اور ہرن کی صورت میں یا پھر جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک وہ جن میں تکبر ہے دہشت ہے اور دوسری وہ جن میں جھکاؤ ہے عاجزی وانکساری ہے فرمانبرداری ہے ان کی صورت میں مادہ اپنا آپ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ کیا ہے۔

ایسے ہی اگر آپ اس سے اپنا جسم بناتے ہیں جس مادے سے شیر، کتا یا تکبر والی مخلوقات وجود میں آتی ہیں تو آپ میں بھی وہی خصلتیں آجائیں گی اور اگر آپ ان کے برعکس دوسری قسم کی مخلوقات جس مادے سے وجود میں آئیں اس سے اپنا وجود بناتے ہیں تو آپ میں ویسی ہی خصوصیات آجائیں گی اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے طیبات کو حلال کیا گیا اور خبائث کو حرام کیا گیا۔

اسی کو مزید کھول کر واضح کرتے ہیں جس کے لیے مادے کو جاننے کے لیے پیچھے سے پیچھے جانا ہوگا جس کے لیے یہ جاننا ہوگا کہ مادہ کیا ہے؟ اب جب آپ مادے میں غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ مادہ کیا ہے۔

جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے اس کی اصل حقیقت نور یعنی انرجی ہے جو کہ اپنے اصل میں اس کا نہ ہونا ہے اور اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہے یہ اسی انرجی کا ظہور ہے یعنی ہر طرف وہی نور ظاہر ہے۔ سب سے پہلے اس نور کو سمجھنا بہت ضروری ہے جس کے لیے سوال یہ ہے کہ وہ نور کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نور ہی اصل حقیقت ہے اور پیچھے سے پیچھے وہ نور اپنے اصل مقام پر ایسے ہی ہے گویا کہ کچھ ہے ہی نہیں یعنی اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے اور پھر وہ کیا ہے اسی کو ظاہر کرنے کے لیے یعنی اپنا آپ ظاہر کرنے کے لیے وہ نور ظاہر ہوتا ہے اور پھر واپس نور میں پلٹ جاتا ہے۔ مثلاً اسے بالکل آسان الفاظ میں سمجھ لیں کہ جو کچھ بھی ہے کُل کائنات اس کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہے بلکہ کُل کائنات کی صورت میں وہی نور ظاہر ہے۔ گیسوں، مائع اور ٹھوس حالت میں مادہ ہو یا پھر گرم اور ٹھنڈی انرجی یعنی جان اور ملائکہ ہوں اور پھر جو کچھ بھی آپ ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں یہ سب کا سب وہی نور ہے جو ان صورتوں میں اپنے آپ کو ظاہر کیے ہوئے ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ نور اپنے آپ میں ایک مکمل وجود ہے اسی کا اصل وجود ہے وہی نور ہر طرف ظاہر ہے اور پھر نہ صرف وہی نور ہر طرف ظاہر ہے بلکہ ہر لمحے نور مخلوقات اور ان کے اعمال کی صورت میں اپنا اظہار بھی کر رہا ہے اور واپس نور میں بھی بدل رہا ہے یوں یہ ایک سرکل چل رہا ہے نور سے مادہ اور مادے سے واپس نور، نور سے مادہ اور مادے سے واپس نور، نور سے مادہ اور مادے سے واپس نور۔ یہ سرکل ہمیشہ سے ہے تھا اور رہے گا۔

اب نور سے مادہ اور مادے سے واپس نور کا جو سرکل ہے اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں جس سے نہ صرف بہت بڑا عظیم راز آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ اس نور کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا کیا ہے یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا۔

اسے سب سے پہلے اس مثال سے سمجھ لیجیے جیسے صفر سے ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات بالکل ایسے ہی آگے بڑھتے بڑھتے واپس صفر کی طرف چلے جانا یعنی سات آگے واپس چھ میں چھ سے پانچ، پانچ سے چار، چار سے تین، تین سے دو، دو سے ایک اور ایک سے واپس صفر۔

اب اصل میں صفر ہے جو ظاہر ہوا اور جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا تو پھیلتا ہی گیا اور جب وہ مکمل طور پر ظاہر ہو گیا آگے بڑھتے بڑھتے واپس اپنی اصلی حالت میں چلا گیا جیسے کہ درج ذیل میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

0.1.2.3.4.5.6.7.6.5.4.3.2.1.0

بالکل ایسے ہی جیسے آپ ایک پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو جب آپ مکمل پہاڑ پر چڑھ جائیں گے تو اس کی چوٹی آجائے گی اور پھر آگے ہی بڑھیں گے تو آگے کو واپس

نیچے اسی سطح پر آ جائیں گے۔ جیسے آپ چاند کی منازل کو دیکھتے ہیں کہ چاند پہلے بڑھتا مکمل ہو جاتا ہے اور پھر وہ واپس نہیں پلٹتا بلکہ آگے کو ہی بڑھتا ہے لیکن اس کی منازل کم ہوتی ہوتی پھر اپنی اسی غائب حالت میں چلا جاتا ہے۔ آپ زمین پر ہیں تو جب زمین پر چاند غائب حالت میں چلا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ چاند غائب ہو گیا چاند کا وجود مٹ گیا بلکہ چاند کا وجود موجود ہوتا ہے لیکن جہاں آپ موجود ہیں وہاں سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور جہاں چاند موجود ہے وہاں اگر کوئی موجود ہے تو وہ ادراک کر رہا ہے کہ چاند اپنے آپ میں موجود ہے۔ بالکل ایسے ہی نور جب اپنا آپ ظاہر کرتا ہے تو اس وقت تک آگے بڑھتا ہے جب تک کہ وہ مکمل طور پر خود کو ظاہر نہ کر دے یوں جیسے جیسے وہ خود کو مکمل طور پر ظاہر کرتا چلا جاتا ہے تو واپس اپنی اصل حالت میں چلا جاتا ہے اور اس حالت کا اس کے ظاہر والے مقام پر رہتے ہوئے ادراک نہیں کر سکتے اور اس کی غائب حالت اس ظاہر مقام پر اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے یعنی نور موجود تو ہے لیکن وہ کیا ہے صرف اسی کو ادراک ہے اسی کو علم ہے، کُل کائنات یا جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے یہاں سے آپ اس نور کی اصل حالت کا ادراک کر ہی نہیں سکتے یہاں سے اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے کیونکہ ظاہر ہے جب وہی نور ظاہر ہے تو پھر اگر وہ نور واپس اپنی اصل حالت میں چلا جاتا ہے تو ظاہر ختم ہو جائے گا اب جب ظاہر ختم ہو گیا تو پیچھے کیا رہ جائے گا اس کا جواب صفر ہے کہ پیچھے صفر رہ جائے گا۔ کچھ بھی نہیں لیکن وہی ہے اور وہ کیا ہے اس کا اسی کو علم ہے جب صرف اور صرف وہی ہے کوئی اور ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔

اب نور اپنی اصل حالت جو کہ اس کا نہ ہونا ہے سے اپنے ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ میں ہوں اور میں کیا ہوں۔ یوں وہ کُل کائنات اور جو کچھ بھی اس میں ہو رہا ہے کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کیے ہوئے ہے کہ میں کیا ہوں۔

جب یہ نور ظاہر ہوتا ہے تو سب سے پہلے یہ دو طرح کی انرجی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ایک گرم انرجی اور دوسری ٹھنڈی انرجی۔ یوں یہ نور کیا ہے یہ دو طرح کی انرجی کی صورت میں تقسیم ہو جاتا ہے اب یہ دونوں انرجی جیسے جیسے آگے بڑھتی چلی جاتی ہیں تو تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جاتی ہیں اور جیسے جیسے یہ انرجیز تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جاتی ہیں تو گیس مائع اور ٹھوس حالت میں مادے کی صورت میں ظاہر ہوتی چلی جاتی ہیں یعنی نور جب دو میں تقسیم ہوتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے یہ اس کی ظہور کی پہلی سٹیج ہے پہلا مرحلہ ہے اس کے بعد جیسے جیسے آگے تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے تو گیسوں، گیسوں سے مائع اور مائع سے ٹھوس حالت میں ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے جسے آپ کُل کائنات کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ اب صرف اور صرف یہی اس کا ظہور نہیں ہے یعنی یہی اس نور کی اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ اب مادے سے ہی آگے کی منازل طے کرنا شروع کرتا ہے اور آگے کو بڑھتا بڑھتا واپس اپنی اصل حالت نور میں بدلتا چلا جاتا ہے یوں یہ ہر لمحے الظاہر بھی ہو رہا ہے اور ہر لمحے الباطن بھی ہو رہا ہے جب ظاہر ہو رہا ہے تو کسی نہ کسی خلق کی صورت میں نظر آتا ہے اور باطن ہو رہا ہے تو اسکا مطلب ہے کہ ہر لمحے کسی نہ کسی مخلوق کا آخر ہو رہا ہے جسے قرآن میں ھوالاول والآخر والظاہر والباطن کہا گیا یعنی یہ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے ہر لمحے اول بھی ہے عین اسی وقت ہر لمحے آخر بھی ہر لمحے ظاہر بھی اور ہر لمحے باطن بھی ہو رہا ہے یہ ایک سرکل چل رہا ہے۔

اسے مزید ایک اور مثال سے بھی آپ سمجھ سکتے ہیں مثال کے طور پر آپ اگر خلاء میں ہوں اور خلاء سے زمین کو دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ زمین گیند کی مانند گول ہے اس کے ایک طرف اندھیرا ہے اور دوسری طرف روشنی ہے زمین ان کے درمیان اپنے ہی محور پر گھوم رہی ہے جس سے زمین ایک طرف سے ہر لمحے اندھیرے سے روشنی میں بھی داخل ہو رہی ہے اور عین اسی وقت ہر لمحے دوسری طرف سے روشنی سے واپس اندھیرے میں بھی جا رہی ہے۔ جب ہر لمحے اندھیرے سے روشنی میں داخل ہو رہی ہے تو روشنی میں داخل ہو کر رک نہیں جاتی بلکہ ہر لمحے روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ مکمل روشن ہو جاتی ہے پھر اسی طرح آگے کو ہی بڑھتے ہوئے روشنی کم ہوتی ہوتی واپس اندھیرے میں جا رہی ہے یوں یہ ہر لمحے ظاہر و باطن کا سرکل چل رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی نور ہر لمحے ظاہر ہو رہا ہے اور ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے جب تک کہ مکمل ظاہر نہیں ہو جاتا پھر وہ آگے کو ہی منزلیں طے کرتا ہوا واپس اپنی اصل حالت کی طرف جاتا جاتا پھر اپنی اصل حالت نور میں جا رہا ہے جس سے ہر لمحے کسی نہ کسی خلق کی صورت میں الاول بھی ہے ہر لمحے کسی نہ کسی مخلوق کے مٹنے کی صورت میں الآخر بھی ہر لمحے الظاہر بھی اور ہر لمحے الباطن بھی یوں یہ سرکل چل رہا ہے چلتا رہا اور چلتا رہے گا اس کا کوئی سرا یا کنارا نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ کبھی یہ ابتداء ہوئی اور پھر بالآخر ایک اختتام آ جائے گا جو کہ بگ بینگ نامی ایک جھوٹ پھیلا دیا گیا نہیں بلکہ اس کا کوئی سرا ہے ہی نہیں آپ کو ہر لحاظ سے سرکل ہی ملے گا اور یہ جو نور ہے جو کہ اصل حقیقت ہے اور وہی ظاہر ہے یہی ہے جسے آپ اللہ، ایشور، گاڈ، ایل یا دی اوس وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔

مثلاً اب آپ اپنے ہی جسم کی مثال لے لیں یہ مادے سے وجود میں آیا اور مادہ کیا ہے یہ پہلے ہی واضح کیا جا چکا کہ یہ مادہ اپنے اصل میں نور یعنی انرجی ہے جو اس وقت مادی صورت میں ظاہر ہے اور یہ مادہ جو کہ اپنے اصل میں نور یعنی انرجی ہے یہ واپس اپنی اصل حالت میں کیسے جاتا ہے اس کو جاننے کے لیے اپنے وجود میں غور کریں۔ آپ کچھ بھی کھاتے ہیں تو وہ آپ کے معدے میں جاتا ہے معدے کا کام ہوتا ہے اس میں سے جو اس جسم کی ضرورت ہے اسے نکال لے اور باقی کو آگے کو واپس باہر نکال دے۔ یوں جو جسم کی ضرورت ہوتی ہے وہ مادہ مختلف عناصر کی صورت میں جسم کے ہر خلیے میں جاتا ہے اور ہر خلیے میں وہ عناصر کیمیائی مراحل سے گزرتے ہیں جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ اس سے گوشت بنتا ہے یعنی وہ عناصر مزید آگے مادے میں بدل جاتے ہیں اور دوسرا انہی عناصر کے کیمیائی عوامل سے دوطرح کی انرجی وجود میں آتی ہے یعنی مادہ واپس دوطرح کی انرجی میں تبدیل ہو جاتا ہے ایک گرم انرجی اور دوسری ٹھنڈی انرجی جو کہ نور ہے اب یہ نور کا وہی مرحلہ ہے جو وہ دوطرح کی انرجی میں ظاہر ہوا تھا لیکن وہ ابتداء کا مرحلہ تھا اور یہ آگے بڑھتے بڑھتے واپسی کی طرف آخری مرحلہ ہے اس مرحلے کے بعد یہ دوطرح کا نور واپس ایک بن کر اپنی اصل حالت میں چلا جائے گا۔ جب جسم میں یہ دوطرح کا نور وجود میں آتا ہے تو اب اس دوطرح کے نور نے آگے بڑھتے ہوئے واپس ایک اپنی اصل حالت میں جانا ہوتا ہے جس کے لیے گرم اور ٹھنڈا نور یعنی یہ دونوں اقسام کی انرجی آپس میں ایک دوسرے میں ضم ہوتی ہے جب آپس میں ضم ہوتی ہے تو دونوں ایک دوسرے کی متضاد ہونے کی وجہ سے آپس میں متصادم ہوتی ہے یعنی ان کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے اور یہی کشمکش ہی نہ صرف اس نور یعنی انرجی کا ظہور ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے بلکہ یوں یہ اس کے ظہور کا آخری مرحلہ ہوتا ہے اس کے بعد واپس اپنی اصل حالت میں چلی جاتی ہے۔

گرم انرجی کی اپنی صلاحیتیں ہیں اور ٹھنڈی انرجی کی اپنی صلاحیتیں ہیں لیکن دونوں میں ایک دوسرے کی متضاد صلاحیتیں ہیں اب جب جسم میں مختلف عناصر کی صورت میں مادہ کیمیائی عوامل سے گزرتا ہے جس وجہ سے یہ دوطرح کی انرجی وجود میں آتی ہے یعنی وہ مادہ وہ عناصر ان دوطرح کی انرجی میں بدل جاتے ہیں تو اب یہ دونوں اقسام کی انرجی نے آگے بڑھنا ہوتا ہے اور ان کا اگلا مرحلہ ہوتا ہے دونوں کا واپس ایک ہونا جس کے لیے یہ دونوں انرجی آپس میں ضم ہوتی ہیں جب یہ آپس میں ضم ہوتی ہیں یعنی آپس میں ملتی ہیں ان کا اختلاط ہوتا ہے تو یہ واپس اپنی اصل حالت میں چلی جاتی ہیں جو کہ وہی نور ہے اب وہ اصل حالت کیا ہے ذرا غور کریں۔ جب یہ دونوں اقسام کی انرجی آپس میں ضم ہوتی ہیں تو ان کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے کیونکہ دونوں میں ایک دوسرے کی متضاد صلاحیتیں ہیں دونوں ایک دوسرے کی متضاد ہیں ان کے ضم ہونے سے جو ان کے درمیان کشمکش ہوتی ہے اسی کشمکش کو آپ سننے، دیکھنے، سمجھنے، بولنے، حرکات و سکنات، پیار، محبت، احساسات، جذبات، نفرت، حسد، بغض، دشمنی، لالچ وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ یہ تمام کی تمام کیفیات اصل میں نور ہے جو اپنا آپ ظاہر کرتے ہوئے واپس اپنی اصل حالت میں جا رہا ہوتا ہے۔ آپ اگر کوئی بھی حرکت کرتے ہیں، کچھ بولتے ہیں، حرکات کرتے ہیں، آپ کے جذبات، احساسات وغیرہ سب کا سب وہی نور ہے جو اس کا سب سے آخری اظہار ہوتا ہے اس اظہار کی صورت میں وہ نور جو ظاہر ہوا تھا آگے بڑھتے بڑھتے ظاہر ہوتے ہوتے اس آخری اظہار کی صورت میں واپس اپنی اصل حالت میں جا رہا ہے۔ تو ذرا غور کریں جب آپ کا بولنا وہی نور ہے تو بولنے کے بعد یہ بولنا کہاں گیا؟ آپ کے جذبات احساسات وغیرہ جب یہ نور ہی ہے جو ان صورتوں میں اپنا آپ ظاہر کر کے واپس اپنی اصل حالت میں چلا گیا تو غور کریں یہ بولنا جب آپ بول رہے ہیں تو ایک دوسرے کو سنائی دے رہا ہے اس کا ادراک ہو رہا ہے لیکن اس کے بعد یہ کہاں چلا جاتا ہے؟ تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو آپ کے پاس اس کے لیے کوئی الفاظ نہیں سوائے اس کے کہ وہ نہ ہونے کی طرف چلا جاتا ہے یعنی وہ کہاں چلا جاتا ہے وہ کیا بن گیا اس کے علاوہ کسی کو نہیں علم یعنی نور کی اس حالت کے علاوہ کوئی بھی دوسری حالت اس حالت کا ادراک نہیں کر سکتی اس کی کسی بھی دوسری حالت کے لیے اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔ کیونکہ دوسری کوئی بھی حالت اسی کا ظہور ہے دوسری کوئی بھی حالت اسی سے اگلے مرحلے پر وجود میں آتی ہے اس لیے اس کی اصل حالت پر اس کے علاوہ نہ تو کسی کا وجود ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اس کا ادراک کر سکتا ہے اس کی وہ حالت اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔

یوں آپ پر بالکل کھل کر یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ ایک ہی وجود ہے جو کہ اصل میں نور ہے جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یا نظر نہیں آ رہا ہے لیکن وجود رکھتا ہے خواہ وہ آپ ہی کیوں نہیں یہ سب کا سب وہی نور ہی ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں۔ وہ خود ہی ہے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے یہ وہی نور ہے جو مختلف حالتوں میں ظہور پذیر ہے اور الظاہر والباطن کا سرکل چل رہا ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ خلاء سے زمین کو دیکھیں تو زمین اپنے ہی محور

میں گھوم رہی ہے ایک سرکل ہے جس سے ایک طرف وہ ہر لمحے رات سے دن میں داخل ہو رہی ہیں تو وہیں دوسری طرف وہ ہر لمحے واپس رات میں بھی داخل ہو رہی ہے۔ ایسے ہی ہر لمحے ظاہر بھی ہو رہا ہے اور ہر لمحے باطن بھی، ہر لمحے نور سے ظہور کی صورت میں الاول بھی ہے اور ہر لمحے حالت ظہور سے واپس اپنی اصل حالت میں جا رہا ہے یعنی الآخر بھی ہے یوں ایک سرکل چل رہا ہے چل رہا تھا اور چلتا رہے گا اس کی نہ ہی کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہا ہے یہ ایک نور کا الظاہر و الباطن کا سرکل ہے نور ظاہر ہو رہا ہے اور ظہور سے واپس نور میں جا رہا ہے۔کُل کائنات میں جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یا جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے ان میں سے کسی کا بھی اپنا کوئی وجود نہیں بلکہ سب کا سب تو اسی نور کی ہی حالتیں ہیں وہی نور ہر حالت میں نظر آ رہا ہے۔کہیں پر سائل کی صورت میں تو کہیں پر حاجت روا کی صورت میں، کہیں پر خالق کی صورت میں تو کہیں مخلوق کی صورت میں اور کہیں خلق کی صورت میں۔تمام کی تمام اسی کی حالتیں ہیں بالکل ایسے ہی جیسے آپ گوندھی ہوئی مٹی سے کوئی بھی شکل وضع کر لیں وہ شکل اپنے آپ میں کوئی وجود نہیں رکھتی بلکہ اصل میں وجود اس مٹی کا ہو گا جسے اس حالت میں ڈھال دیا گیا۔ اب اگر جو وضع کیا وہ مٹا دیا جائے تو شکل مٹے گی نہ کہ اصل وجود مٹی، مٹی اپنی جگہ موجود ہو گی اور نہ صرف موجود ہو گی بلکہ اس کے بعد وہ کسی اور شکل کو اختیار کیے ہوئے ہو گی۔

یہی وہ نور ہے جسے کوئی اللہ کہتا ہے، کوئی گاڈ، کوئی ایل، کوئی دی اوس اور ایشور کہتا ہے لیکن یہاں ایک اور بات واضح ہونا بہت ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ یہ نور یعنی انرجی جہاں اپنی اصل حالت میں ہے وہاں سے بیٹھ کر اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے بلکہ یہ بات جان لیں کہ جیسے پانی جب برف بنتا ہے تو اس وقت پانی ہی برف ہوتا ہے نہ کہ پانی الگ اور برف الگ ہوتی ہے بلکہ پانی ہی برف کی صورت میں موجود ہوتا ہے اس وقت پانی کا الگ سے کوئی وجود تسلیم کرنا سوائے جہالت کے اور کچھ نہیں بالکل ایسے ہی یہ کُل کائنات وہی نور ہی ظاہر ہے تو جب وہی نور ہی ظاہر ہے تو اس وقت وہی نور ہی آپ کو ہر طرف مختلف حالتوں میں نظر آ رہا ہے نہ کہ یہ کائنات الگ ہے اور وہ نور یعنی اللہ، ایشور یا گاڈ کہیں الگ ہے۔ کُل کائنات کی صورت میں اللہ ہی آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے نہ کہ اللہ کوئی الگ ہے۔

یہ نور اپنے آپ میں مکمل وجود ہے یہ جسم بھی ہے اور اس جسم کو چلانے والا دماغ بھی یعنی اگر آپ نے اس نور کو یعنی اللہ کو سمجھنا ہے تو اپنے اس جسم میں غور کر لیں آپ پر حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی۔ جیسے آپ کا یہ بشری وجود ہے اس میں سننے، دیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں ہیں اور پھر عمل کرنے کے لیے جو وجود درکار ہے وہ بھی ہے بالکل ایسے ہی اللہ کی مثال ہے۔ اللہ اور اس بشر کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک بہت بڑی شئے کا چھوٹا سا ماڈل کہ اگر اس بہت بڑی شئے کو سمجھنا ہے تو اس چھوٹے سے ماڈل کو سمجھ لیں اگر ماڈل کو سمجھ لیا تو جان لیں کہ بالکل یہی بڑی سطح پر وہ شئے ہے۔ بڑی شئے اور اس کا ماڈل یہاں شئے الگ ہے اور اس کا چھوٹی سطح پر ماڈل الگ ہے جو کہ دو الگ الگ وجود بن جاتے ہیں لیکن اس کے بالکل برعکس اللہ اور اس بشر کا معاملہ یہ نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس بشر کا معاملہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک بہت بڑی گیند کے اندر ہی ایک چھوٹی سی گیند۔

یعنی نہ صرف یہ کُل کائنات ہی اللہ ہے بلکہ یہ خود کار بھی ہے یہ اپنے آپ میں نہ صرف ایک کامل وجود ہے بلکہ اپنے آپ میں ایک کامل دماغ بھی ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایک کمپیوٹر پروگرام ہوتا ہے۔ نہ ہی کوئی دوسرا وجود ہے اور نہ ہی یہ محتاج ہے کہ اسے کوئی باہر سے دوسرا چلائے یا چلا رہا ہے، جب ایک ہی وجود ہے اور کچھ ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اسے باہر سے کون چلائے گا؟ خلق بھی خود ہے خالق بھی خود ہے اور مخلوق بھی خود ہے یعنی فعل فاعل اور مفعول خود ہی ہے جسے عربوں کی زبان میں الصمد کہتے ہیں۔ ایسے کسی بھی اللہ، ایشور، گاڈ، ایل، دی اوس وغیرہ کا کوئی وجود نہیں جو مذاہب میں پایا جاتا ہے کہ یہ کائنات الگ ہے اور اس کو چلانے والا الگ سے کوئی موجود ہے۔ تمام کے تمام مذاہب میں پایا جانے والا خالق و مالک جو کہ ایک تخیل ہے اس کا کوئی وجود نہیں۔ایسی کوئی مافوق الفطرت ذات نہیں ہے جس کا خالق مالک کے نام پر مذاہب میں تصور پایا جاتا ہے۔

آپ پر یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ اللہ کے لیے ہے، ہی حمد یعنی اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ جو بھی کر رہا ہے ہر لحاظ سے مکمل اور پرفیکٹ کر رہا ہے اس میں کسی بھی قسم کی کسی خامی، خرابی یا نقص کا تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا اللہ عیب سے ہے، ہی پاک، اللہ جو بھی کر رہا ہے اسے علم ہے کہ کب کرنا ہے، کہاں کرنا ہے، کیسے کرنا ہے، کتنا اور کیوں کرنا ہے وہ جو بھی کر رہا ہے احسن کر رہا ہے یعنی کہیں بھی رائی برابر بھی لاپرواہی نہیں کرتا، کوتاہی نہیں کرتا، سستی نہیں کرتا، کچھ بھی

بھولتا نہیں ہے، ہر شئے کو اپنے وقت اور مقام پر رکھتا ہے کچھ بھی نہ ہی لمحہ بھر تاخیر سے کرتا ہے اور نہ ہی اپنے وقت سے لمحہ بھر پہلے۔

یعنی آپ پر واضح کیا جا چکا کہ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے یہ ایک نور ہے جو ظاہر ہے اور اس نور کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں ہر لحاظ سے توازن ہے اس میں حمد ہے اور یہ اپنا شریک برداشت نہیں کرتا یعنی اگر کوئی الگ سے وجود ہونے کا دعویدار بنتا ہے تو یہ وجود اسے برداشت نہیں کرتا بلکہ اسے نشان عبرت بنا دیتا ہے اس کو عبرتناک انجام سے دوچار کرتے ہوئے اس کا نام ونشان مٹا دیتا ہے۔

اب اسی بات کو مزید ایک اور پہلو سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں کہ جب تک یہ نور اپنے آپ میں رہے اس میں کوئی مداخلت نہ کی جائے یعنی اس کا شریک نہ بنا جائے تب تک یہ نور انتہائی باریک بین حساب کتاب کیساتھ نہ صرف آگے تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے بلکہ ہر لحاظ سے ظاہر ہوتا چلا جاتا یہاں تک کہ واپس اپنی اصل حالت نور میں نہیں پلٹ جاتا یوں اس کے ظہور سے لیکر واپس اپنی اصل حالت میں جانے کے درمیان جتنے بھی مراحل آتے ہیں ہر مرحلے میں رائی برابر بھی کوئی خامی، خرابی، یا نقص وغیرہ کا کوئی تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا ہر مرحلے میں احسن فعل، احسن فاعل اور احسن مفعول کی صورت میں ظاہر ہوگا لیکن اگر کوئی شرک کرتا ہے شریک بنتا ہے یا ٹھہراتا ہے یعنی اس میں مداخلت کرتا ہے تو پھر نہ صرف حمد نہیں رہے گی بلکہ خامیاں، خرابیاں ونقائص بھی ظاہر ہوں گے جنہیں یہ برداشت نہیں کرے گا اور ایسا کرنے والوں کو نشان عبرت بنا دے گا کیونکہ مثال کے طور پر اگر دو جمع دو چار ہے تو آپ جو جی چاہے کر لیں آپ اسے بدل نہیں سکتے اگر آپ بدلیں گے تو نظام اس نتیجے کو قبول نہیں کرے گا بالکل ایسے ہی جیسے ایک پروگرام کسی بھی اس حرکت کو قبول نہیں کرتا جو اس میں موجود نہ ہو۔

اس قدر پیچھے سے بنیاد تک حق کھول کھول کر واضح کرنے کا مقصد یہ ہے ایک تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے کہ اللہ یا ایشور کیا ہے اور دوسرا جو رزق کی اہمیت وحیثیت ہے بالکل کھل کر واضح ہو جائے۔ آپ نے یہ بات جان لی کہ جو کچھ بھی ہے یہ اصل میں نور ہے نور ہی مختلف حالتوں میں ظاہر ہے۔ اب آپ اپنے جسم میں غور کریں کہ آپ کا جسم کس سے وجود میں لایا گیا؟ آپ کا جسم زمین کے عناصر سے وجود میں لایا گیا اور آپ کا جسم کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہے۔

مثلاً آپ کے گھر میں آپ کی ماں، آپ کی بیوی، آپ کی بہن، نانی، دادی، خالہ یا پھوپھی وغیرہ کوئی بھی کھانا بناتی ہیں تو یہ کھانا بنانا کیا ہے؟ کھانا بنانا کیمسٹری ہے اور آپ کی ماں، بیوی، بہن، نانی یا دادی وغیرہ کیمیادان ہیں جنہیں انگلش میں کیمسٹ کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کوئی بھی کھانا بنانا ہے تو اس کے لیے کیا کیا درکار ہے وہ عناصر کہلائیں گے اور ان کا معیار اور مقدار اور پھر پوری ترتیب کیساتھ انہیں استعمال کرنا کہ بہترین کھانا بن جائے یہ کیمسٹری۔ اب اگر عناصر میں کمی یا زیادتی کر دی جائے، ان کے معیار یا مقدار میں ردوبدل کر دی جائے یا پھر ان کے طریقہ استعمال اور ترتیب وغیرہ میں کوئی ہیر پھیر اونچ نیچ کر دی جائے تو بہترین کھانا نہیں بنے گا بلکہ بالکل بے کار کھانا بنے گا۔ مثلاً اگر مرچیں مقدار سے زیادہ ڈال دی جائیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کھانا بہت تیکھا ہو جائے گا۔

ایسے ہی ایک کیمسٹری کی ایک اور مثال کو سامنے رکھ لیں کہ اگر آپ کو کوئی شئے بنانی ہے جس کے لیے مختلف زمین کے عناصر درکار ہیں ان کا معیار اور مقدار طے شدہ ہوں گے اور ان کا طریقہ استعمال اور ترتیب کا بھی خیال رکھنا پڑے گا۔ ہر عنصر میں الگ الگ خصوصیات ہیں اب اگر ان تمام عناصر کا معیار بالکل ٹھیک ہو گا ان کی مقدار بالکل صحیح ہوگی متوازن ہوگی اور پھر انہیں بالکل صحیح ترتیب کیساتھ استعمال کیا جائے گا تو بہترین مطلوبہ نتیجہ حاصل ہوگا ورنہ اگر کسی عنصر کی مقدار کم یا زیادہ ہوگئی، عناصر کم یا زیادہ ہو گئے، غیر ضروری عناصر کو استعمال کیا گیا، ان کے معیار اور مقدار میں فرق ہوا یا پھر استعمال کرتے وقت ترتیب کا خیال نہ رکھا تو یا تو وہ فارمولہ آؤٹ آف کنٹرول ہو جائے گا دھماکہ ہوگا جس سے آس پاس تباہی مچے گی یا پھر وہ بالکل ٹھنڈا بے کار ہو جائے گا ہر لحاظ سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب اگر آپ کوئی انتہائی حساس فارمولہ تیار کر رہے ہیں تو اس میں اگر کہیں بھی رائی برابر بھی کوئی کوتاہی ہوئی، عناصر میں کوئی فرق آیا، ان کے معیار یا مقدار میں کوئی فرق آیا یا ترتیب میں کوئی فرق آیا تو دھماکہ ہوگا جس سے ہر طرف تباہی پھیلے گی۔

بالکل ایسے ہی یہ بشر یعنی آپ کیمسٹری کا ایک انتہائی حساس اور پیچیدہ ترین فارمولہ ہیں آپ کو زمین کے عناصر سے خلق کیا جا رہا ہے ہر عنصر میں الگ الگ

خصوصیات وصلاحیتیں موجود ہیں اب اگر تمام کے تمام عناصر نہ صرف پورے ہوں گے بلکہ متوازن ہوں گے اور ان کو بالکل صحیح ترتیب کیساتھ استعمال کیا جائے گا تو ہی ایک بہترین بشر وجود میں آئے گا ورنہ اگر ان عناصر میں کوئی کمی یا زیادتی ہوئی، ان کے معیار یا مقدار میں کوئی فرق آیا، یا پھر ان کے استعمال میں کوئی ہیر پھیر ہوا تو پھر اس کا نتیجہ دو طرح کے بشر کی صورت میں نکلے گا اگر تو گرم عناصر کی مقدار زیادہ ہوگی تو ایسا بشر باغی ہوگا اس میں تکبر ہوگا اس میں منفیت ہوگی اور وہ ہر طرف تباہی ہی پھیلائے گا یعنی فساد ہی کرے گا یا پھر دوسری صورت یہ ہوگی کہ وہ بالکل بے کار ہوگا جو دنیا میں ایسے ہی ہوگا جیسے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں، انتہائی لاپرواہ، سست، کاہل اور غیر ذمہ دار ہوگا۔

یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے آپ پر بنیاد بالکل کھول کر واضح کی کہ مادہ اصل میں نور ہے جو کہ اصل حقیقت ہے یہ نور ہی ہے جو ظاہر ہے پہلے وہ مادے کی صورت میں ظاہر ہے پھر وہ مادے سے صلاحیتوں کے اظہار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کا جسم زمین کے عناصر سے وجود میں آتا ہے ہر عنصر جو کہ اصل میں نور ہے جو مادی صورت میں موجود ہے تو ہر عنصر میں الگ الگ خصوصیات وصلاحیتیں ہیں جب یہ عناصر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو جہاں ان سے آپ کا جسم وجود میں آتا ہے وہیں ان میں سے کچھ مادہ واپس دو طرح کی انرجی میں تبدیل ہوتا ہے ایک گرم انرجی اور دوسری ٹھنڈی انرجی۔ گرم انرجی کو جان کہا گیا جو کہ جن کی جمع ہے اور ٹھنڈی انرجی کو ملائکہ کہا گیا یعنی جب بھی آپ کچھ کھاتے ہیں تو اس میں زمین کے عناصر موجود ہوتے ہیں وہ عناصر آپ کے خون میں شامل ہو کر آپ کے جسم کے ایک ایک خلیے میں جاتے ہیں آپ کے خلیوں میں کارخانے ہیں جو ان عناصر کو استعمال کرتے ہیں جس سے ان عناصر سے جہاں مزید خلیے وجود میں آتے ہیں تو وہیں ان سے کچھ مادہ دو طرح کی انرجی میں تبدیل ہو جاتا ہے منفی اور مثبت انرجی۔ دونوں انرجی کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہوتی ہیں اب جب یہ انرجی وجود میں آتی ہیں تو یہ آپس میں ایک دوسرے میں ضم ہو کر واپس نور یعنی اپنی اصل حالت انرجی بن جاتی ہیں تو جب یہ آپس میں ضم ہوتی ہیں تو ان میں کشمکش ہوتی ہے اس کشمکش کو آپ سوچوں، فکروں، سننے، دیکھنے، سمجھنے، کوئی بھی حرکت کرنے، پیار، محبت، غصہ، غضب، لالچ، حسد، بغض یعنی تمام تر جذبات و احساسات کا نام دیتے ہیں ایسی کیفیات کا نام دیتے ہیں۔

اب اگر تو آپ جسم میں رزق کی صورت میں متوازن عناصر ڈالیں گے یعنی جسم کو متوازن عناصر فراہم کریں گے تو آپ کا جسم بھی ہر لحاظ سے متوازن ہوگا اس میں نہ تو ظاہری کوئی عیب ہوگا اور نہ ہی باطنی کوئی عیب وخامی ہوگی۔ جب آپ اپنے جسم میں رزق کی صورت میں متوازن عناصر ڈالیں گے تو جسم میں دونوں طرح کی متوازن انرجی وجود میں آئے گی اور پھر اس کے نتیجے میں آپ کا جسم بہترین حرکات وسکنات کرے گا اس میں بے مقصد غصہ نہیں ہوگا کوئی لالچ، حسد بغض، ڈر، خوف یا کوئی بھی منفیت نہیں ہوگی بلکہ اس کے بالکل برعکس آپ ایک بہترین احسن بشر ہوں گے آپ کی سوچیں احسن، آپ کی فکریں احسن، آپ کا ایک ایک عمل احسن ہوگا یہاں تک کہ آپ کو منفیت کا شعور تک نہیں ہوگا بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ ہوتا ہے ورنہ اگر آپ جسم کو رزق کی صورت میں متوازن عناصر فراہم نہیں کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کا جسم بھی ہر لحاظ سے غیر متوازن ہوگا آپ کا جسم ظاہری طور پر بھی غیر متوازن یعنی بیماریاں وعیب لاحق ہوں گے آپ کی سوچیں منفی ہوں گی، آپ کی فکریں منفی، آپ میں بے مقصد غصہ، لالچ، حسد، بغض، لاپرواہی، تکبر سمیت ہر طرح کی منفیت ہوگی آپ کی زندگی میں کوئی سکون نہیں ہوگا آپ مفسد اعمال کریں گے آپ اپنے مالک کے وفادار کی بجائے باغی ہوں گے اور پھر الٹا آپ حق کو تسلیم بھی نہیں کریں گے آپ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے اور اپنی خواہشات کو ہی حق قرار دیں گے۔ اگر آپ پر آپ کی کوئی غلطی واضح کی جائے گی تو آپ غلطی واضح کرنے والے کو اپنا محسن سمجھنے کی بجائے اپنا دشمن سمجھیں گے اور اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے حالانکہ وہ آپ سے دشمنی نہیں کر رہا بلکہ اس نے تو آپ پر آپ کی غلطی واضح کر کے عظیم احسان کیا تاکہ آپ اپنی غلطی کی اصلاح کر کے نقصان سے بچ جائیں لیکن آپ اس کے احسان کو ہی دشمنی سمجھیں گے یوں جو آپ کے محسن ہوں گے آپ انہیں اپنا دشمن سمجھیں گے اور جو آپ کے حقیقی دشمن ہوں گے آپ انہیں اپنا محسن سمجھ کر دنیا وآخرت میں ہلاکت کا سودا کریں گے۔

یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے پورے قرآن میں سب سے زیادہ زور حلال طیب رزق پر دیا گیا کیونکہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں۔ آپ کے اعمال آپ کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ آپ کے اختیار میں صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ کس سے اپنا جسم بناتے ہیں اگر آپ متوازن رزق سے اپنا جسم بنائیں گے تو آپ میں کوئی خامی نہیں ہوگی اور اگر ہوگی بھی تو وہ دور ہو جائے گی آپ اپنی اصلاح کر لیں گے اور اگر آپ غیر متوازن رزق سے اپنا جسم بناتے ہیں تو پھر اس کا نتیجہ بھی

ہر لحاظ سے غیر متوازن ہی سامنے آئے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح متوازن عناصر سے اپنا جسم بنایا جائے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آپ ذرا غور کریں کہ کس کو آپ کے جسم کے بارے میں مکمل علم ہے؟ جس کو بھی آپ کے جسم کے بارے میں مکمل علم ہے یعنی جو بھی بشر کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے صرف اور صرف اسی کو علم ہو سکتا ہے کہ اس جسم کی کیا کیا ضروریات ہیں ان کا معیار اور ان کی مقدار کیا ہو گی۔

تو اب ذرا غور کریں اور دیکھیں کہ کون ہے جس کے پاس اس جسم کے بارے میں مکمل علم ہے؟ اب جب آپ غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ کُل کائنات میں سب سے پیچیدہ ترین خلق یہ بشر ہے یعنی آپ ہیں اور اس کا علم اس کے خالق کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔ تو اب غور کریں کہ آپ کا خالق کون ہے یعنی وہ کون سی ذات ہے جو آپ کو وجود میں لائی؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آپ کو فطرت یعنی یہی وجود ہی وجود میں لایا جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے فطرت ہی آپ کی خالق ہے یعنی آپ کا ربّ فطرت ہے۔ جب آپ کو فطرت نے وجود دیا آپ کا ربّ فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن کن عناصر سے اور کیسے خلق کیا اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے اس کا علم بھی صرف اور صرف فطرت کو ہی ہے اس لیے صرف اور صرف فطرت ہی ہے جو راہنمائی کر سکتی ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں آپ کے جسم کو کن کن عناصر کی ضرورت ہے ان کی مقدار اور ان کا معیار کیا ہے اس کا علم صرف اور صرف فطرت کو ہی ہے فطرت کے علاوہ کوئی بھی راہنمائی نہیں کر سکتا۔

یعنی آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ آپ کو اپنے رزق کے لیے فطرت سے رجوع کرنا پڑے گا فطرت جو رزق آپ کو مہیا کرے آپ کو اسی سے اپنا جسم بنانا ہو گا اگر آپ فطرت پر توکل یعنی انحصار کریں گے تو نہ صرف آپ کے جسم کو وہ متوازن عناصر ملیں گے جو اس کی ضرورت ہیں بلکہ اس سے آپ کا جسم بھی ہر لحاظ سے متوازن ہو گا آپ کا جسم ہر لحاظ سے بہترین ہو گا اس میں کوئی بھی کسی بھی قسم کی کوئی خامی یا خرابی نہیں ہو گی اور اگر کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے کوئی خامی یا خرابی ہو گی بھی تو وہ بھی بالکل دور ہو جائے گی آپ کے جسم کی اصلاح ہو جائے گی یوں آپ کا جسم پھر متوازن اعمال کرے گا احسن اعمال کرے گا یعنی صالح اعمال کرے گا۔ اور اگر آپ نے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی اتباع کی، اگر آپ فطرت سے ہٹ گئے تو ایسی صورت میں آپ اپنے ربّ کے باغی بن جائیں گے آپ آسمانوں و زمین میں فساد کریں گے اور الٹا آپ فساد کو اصلاح کا نام دیں گے حالانکہ حقیقت تو یہ ہو گی کہ آپ اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہوں گے اللہ کیساتھ جنگ کر رہے ہوں گے یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ کا رزق طیب ہے تو آپ صالح اعمال کریں گے اور اگر آپ کا رزق خبیث ہے تو آپ مفسد اعمال کریں گے اور الٹا آپ فساد کو ہی اصلاح کا نام دیں گے۔

مثال کے طور پر جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں بیماری کیا ہے؟ بیماری دراصل آپ کے جسم میں ان عناصر کا توازن بگڑنے کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جن عناصر سے آپ کا جسم وجود میں آتا ہے۔ جب آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کر دی کہ آپ کا جسم ایک کیمیاء کا فارمولہ ہے جسے عربوں کی زبان میں کلمہ کہتے ہیں تو پھر ظاہر ہے اگر عناصر میں توازن بگڑے گا یعنی جن عناصر سے جسم وجود میں آتا ہے اگر ان عناصر میں کوئی ہیر پھیر کیا جائے گا تو پھر ظاہر ہے ویسا ہی جسم بنے گا۔ مثال کے طور پر اگر آپ کھانے میں مرچیں زیادہ ڈال دیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ بالکل ایسے ہی جسم جن عناصر سے وجود میں آتا ہے اور اسے قائم رہنے کے لیے جن عناصر کی ضرورت ہے اگر ان عناصر میں کوئی کمی یا زیادتی ہو گی، ان کی مقدار یا معیار میں کوئی فرق آئے گا تو پھر ظاہر ہے نتیجہ بھی تو ویسا ہی سامنے آئے گا ان عناصر سے ویسا ہی جسم بنے گا جسم میں خرابی ہو جائے گی جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں۔

اب یہ تو ہو گئی ظاہری خرابی جو کہ بالکل واضح نظر آ جاتی ہے اس کے برعکس ایک باطنی خرابی ہے جو ظاہری خرابی سے کئی گنا بڑھ کر خطرناک اور تباہ کن ہے اور وہ یہ ہے کہ جب یہ عناصر متوازن نہ رہیں تو ان سے وجود میں آنے والی منفی اور مثبت انرجی بھی غیر متوازن ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ کی سوچیں غیر متوازن، آپ کی فکریں غیر متوازن، یعنی آپ میں ہر لحاظ سے منفیت آ جاتی ہے آپ مفسد اعمال کرتے ہیں آپ میں تکبر آ جاتا ہے اور پھر یہ سب خامیاں آپ کو نظر بھی نہیں آتیں جتنی منفیت بڑھتی ہے آپ خود کو اتنا ہی پاک صاف سمجھنا شروع کر دیتے ہیں آپ اتنا ہی اپنے آپ کو عقلِ کُل اور غلطیوں سے ماوراء سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ آپ میں تکبر، حسد، ضد، بغض، انا پرستی، لالچ، بلاوجہ غصہ سمیت طرح طرح کی خامیاں آ جاتی ہیں اور آپ الٹا ان خامیوں کو اپنی خوبیاں

تصور کرتے ہوئے آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کرتے ہیں اور پھر اس فساد عظیم کو اصلاح کا نام دیتے ہیں اگر کوئی آپ کو آئنہ دکھائے یعنی آپ پر آپ کی حقیقت واضح کرے تو آپ مشتعل ہو جاتے ہیں آپ پر آپ کی غلطی کو واضح کرنے والے کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر اس کیساتھ دشمنی کرتے ہیں۔اپنی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہیں، اگر کوئی غلطی سامنے آ بھی جائے یا تو اسے تسلیم ہی نہیں کرتے اور اگر تسلیم کریں بھی تو اس کا ذمہ دار خود کو نہیں بلکہ کسی اور کو ٹھہراتے ہوئے خود کو اگلی اور اس سے بھی بڑی غلطی کے لیے تیار کر لیتے ہیں یوں غلطیوں پر غلطیاں کیے جاتے ہیں اور انہیں غلطیاں تسلیم کرنے کی بجائے سب اچھا کا نام دے کر اپنی غلطیوں پر پہرا دیتے ہیں ان پر ڈٹ جاتے ہیں یہاں تک کہ پیچھے اتنی غلطیاں جمع ہو چکی ہوتی ہیں کہ وہ آپ کو آگے بڑھنے دینے کی بجائے اچانک پیچھے سے آ پکڑتی ہیں جسے آپ اچانک اور بڑی مصیبت کا نام دیتے ہیں حالانکہ کوئی بھی مصیبت اچانک نہیں آتی بلکہ اس کے پیچھے آپ کی اپنی ہی ایک لمبی مدت پر مشتمل غلطیاں ہوتی ہیں آپ خود اسے ایک لمبی مدت سے اپنے لیے تیار کر رہے ہوتے ہیں اور پھر جب آپ ایسی کسی بڑی مصیبت کا شکار ہوتے ہیں تو تب بھی آپ خود کو اس کا ذمہ دار نہیں سمجھتے بلکہ آپ اس کا ذمہ دار کسی اور کو ٹھہراتے ہیں جس کے لیے مذہبی طبقے نے ایک تصوراتی اللہ، گاڈ یا ایشور گھڑ رکھا ہے اور اسی کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں یوں تب تک ایسے ہی کرتے ہیں جب تک کہ اجل مسمیٰ کا شکار نہیں ہو جاتے اور یوں دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سودہ نہیں کر لیتے۔اب اگر کوئی انفرادی طور پر ایسا ہے تو اس کا نقصان آپ پر واضح کر دیا گیا اور اگر کوئی پوری قوم ہی ایسی بن جائے تو پھر پوری قوم کا یہی حال ہوتا ہے اور آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں کو اگر آپ دیکھیں تو عملی طور پر حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

یہ بات آپ پر کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ آپ کے اعمال آپ کے اختیار میں نہیں ہیں کیونکہ جنہیں آپ اعمال کا نام دیتے ہیں وہ تو منفی اور مثبت دو اقسام کی انرجی کی آپس میں کشمکش کا اظہار ہے جس پر آپ کو کوئی اختیار حاصل نہیں سوائے اس کے کہ آپ طیب رزق استعمال کریں اگر آپ کا رزق طیب ہو گا تو طیب رزق میں نہ صرف وہ تمام کے تمام عناصر موجود ہوں گے جن کی آپ کے جسم کو ضرورت ہے بلکہ ان کی مقدار اور ان کا معیار بالکل طے شدہ ہو گا جس سے مثبت اور منفی دونوں طرح کی متوازن انرجی وجود میں آئے گی اور اس سے آپ کے اعمال صالح اعمال ہوں گے آپ منفیت سے بالکل پاک ہوں گے۔یعنی آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اور اسی کا قرآن میں کئی مقامات پر ذکر کیا جیسا کہ ان میں سے کچھ آیات کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلاً طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ .البقرة ۱۶۸

جیسا کہ آپ پر واضح کیا جا چکا کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور پھر کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ نہیں ہوتا جس کی تاریخ ہے اور پھر یوں جیسے ہی کوئی حدثہ ہو رہا ہوتا ہے تو اس وقت جو لوگ موجود ہوتے ہیں قرآن انہیں یاد دلا دیتا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔اس آیت میں اللہ انسانوں کو حلال طیب رزق کے استعمال کا کہہ رہا ہے اور اگر اس کا استعمال نہیں کرتے تو اس کا نتیجہ کیا ہے اس سے آگاہ کر رہا ہے اور اللہ کلام کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے اللہ کا انسانوں کیساتھ کلام کرنے کا قانون یہ ہے کہ انسان چونکہ بشر ہیں اس لیے ان میں انہی سے ایک بشر کے ذریعے اللہ انسانوں سے کھول کھول کر کلام کرتا ہے یعنی یہ آیت اللہ کے رسول کی تاریخ پر مبنی ہے اور اس آیت نے اس وقت تک بیّن نہیں ہونا تھا جب تک کہ اللہ کا وہ رسول بعث نہیں ہو جاتا یوں جیسے ہی اللہ کا رسول بعث ہونا تھا تو اس کی دعوت کی قرآن کی جہاں اور بہت سے آیات نے تصدیق کرنا تھی تو وہیں اس آیت نے بھی تصدیق کرنا تھی کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول یہ تھی وہ دعوت یہ تھا وہ حق جس کی قرآن کے نزول کے وقت اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب جب اس آیت کو کھول کر آپ پر واضح کریں گے تو نہ صرف حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ قرآن کی یہ آیت آپ کو یاد دلا دے گی کہ یہ آیت آج کی تاریخ تھی آج آپ میں موجود اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یعنی میری تاریخ تھی جو آج ہر لحاظ سے حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلاً طَيِّبًا جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے ہیں ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں ہیں تو ایسے میں اللہ نے اپنا رسول بعث کیا اور اللہ کا رسول لوگوں کو کہہ رہا ہے یعنی اللہ اپنے رسول کی صورت میں کہہ رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو اس وقت موجود ہو استعمال کرو اس میں سے جو زمین میں ہے سو فیصد مکمل طور پر حلال ہو یعنی جس کی بالکل واضح اجازت دی گئی جس کے بارے میں تمہیں رائی برابر بھی شک ہو یا جس کے بارے میں واضح علم نہیں

دیا گیا تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ اور پھر وہ کیا ہے جس کے استعمال کی اجازت دی گئی تو اس کی بھی آگے وضاحت کر دی ''طیباً'' جو سو فیصد مکمل طور پر طیب ہے اس کے استعمال کی تمہیں اجازت دی گئی۔ حلال کا معنی ہے جس کے استعمال کی اجازت دی گئی یعنی واضح کیا گیا کہ اس شئے کا تم استعمال کر سکتے ہو اور حلال کی ''ل'' کے آگے الف اور اوپر دو زبروں یعنی ''حلالاً'' کا معنی ہے مکمل طور پر حلال یعنی جو ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا واضح کیا گیا کہ وہ کیا ہے اس کے بارے میں مکمل علم دیا گیا اور پھر ''طیب'' کا معنی ہے وہ شئے جو نہ صرف مکمل طور پر فطرتی ہو یعنی اس کے وجود میں آنے سے لیکر استعمال کے قابل ہونے تک اس میں کسی بھی قسم کی انسانی مداخلت نہ ہو وہ مکمل طور پر ربّ اللہ یعنی فطرت کی خلق کردہ ہو فطرتی ہو اور دوسرا کہ اس کے استعمال سے آپ کے نفس یعنی دماغ، جسم، خاندان، معاشرے یا آسمانوں و زمین میں کسی بھی سطح پر کسی بھی قسم کے منفی اثرات مرتب نہ ہوں بلکہ ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف حلالاً طیباً کے استعمال پر ہی زور دیا گیا؟ تو آگے اسی سوال کا جواب بھی واضح کر دیا گیا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اور یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ خطوات الشیطان کی اتباع کر رہے ہو اس لیے نہ کرو اتباع خطوات الشیطان کی، اس میں کچھ شک نہیں یہ جو کچھ بھی تمہارے ہر طرف موجود ہے اس کا ہر طرف موجود ہونا تمہارے ساتھ دشمنی کرنا ہے یہ تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہے۔

یعنی اگر تو تم زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف جو ''حلالاً طیباً'' ہے اس کا استعمال کرتے ہو تو تم الشیطان کے خطوات کی اتباع نہیں کر رہے ان کے پیچھے نہیں چل رہے ورنہ تم الشیطان کے خطوات کی اتباع کر رہے ہو اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ جو کچھ بھی ہر طرف موجود ہے اس کا ہر طرف تمہارے سامنے موجود ہونا تمہارا دشمن ہونا ہے یہ تمہارا دشمن ہے دشمنی کر رہا ہے۔ تو اب پہلے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خطوات الشیطان کیا ہیں اور پھر جو کچھ بھی کھلم کھلا یعنی ہر طرف موجود ہے یعنی حیات الدنیا یہ کس طرح آپ کا دشمن ہے یہ کس طرح آپ سے دشمنی کر رہا ہے؟

خطوات جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد ہے خط جس کا معنی ہے لکیر اور خطوات کا معنی ہے لکیریں۔ اور تبع کہتے ہیں پیچھے چلنے کے۔

شیطان دو الفاظ ''شئی اور طان'' کا مجموعہ ہے شئی کہتے ہیں کسی بھی شئے کو جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے سب کی سب اشیاء ہیں اور ''طان'' کے معنی ہیں کسی کو اس کے مقصد و مشن کی طرف جانے سے روک دینا جس کے لیے پیار سے بھی روکا جا سکتا، اپنی طرف مائل کر کے، کسی کو اپنی طرف متوجہ کر کے، اپنے پیچھے لگا کر یعنی کوئی شئے مزین ہو کر آپ کے سامنے آئے اور آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پیچھے پڑ کر اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جائیں یوں وہ شئے آپ کو آپ کے مقصد کو پورا کرنے سے روک دے آپ کے مقصد میں رکاوٹ بن جائے ایسے ہی کسی بھی طرح سے بلیک میل کر کے یا سختی کیساتھ بھی روکا جا سکتا ہے۔

اب آپ نہ صرف اس آیت کو آسانی کیساتھ سمجھ سکتے ہیں بلکہ آپ پر یہ بھی کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آخر یہ سب کی سب کس کی دعوت ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

پہلی بات کہ اگر آپ زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف اس کا استعمال نہیں کر رہے جو ''حلالاً طیباً'' ہے یعنی جس کے بارے میں بالکل واضح علم دیا گیا کہ یہ شئے تمہارے استعمال کی ہے اس سے تمہیں ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ حاصل ہوگا جو کہ صرف اور صرف ہر لحاظ سے مکمل طور پر طیب شئے ہے تو آپ الشیطان کے خطوات کی اتباع کر رہے ہیں یعنی پھر آپ جن لکیروں کے پیچھے چل رہے ہیں ان لکیروں کے پیچھے چلنے سے آپ کبھی بھی اپنی اصل منزل کو نہیں پا سکتے۔ کیونکہ یہ جو کچھ بھی کھلم کھلا ہر طرف موجود ہے جو کہ حیات الدنیا ہے اگر آپ اس کے پیچھے چلتے ہیں تو پھر یہ اشیاء کبھی بھی آپ کو آپ کی اصل منزل جو کہ دنیا میں آنے کا مقصد ہے اسے پورا نہیں کرنے دیں گی بلکہ یہ آپ کے مقصد میں رکاوٹ بن جائیں گی اور آپ کہیں اور پہنچ جائیں گے۔ یہ جو کچھ بھی ہر طرف کھلم کھلا موجود ہے یہ سب کا سب آپ کے لیے فتنہ ہے یعنی امتحان ہے اور آپ اس امتحان میں صرف اور صرف ایک ہی صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ آپ دنیا میں بھیجے گئے تو اپنے کام سے کام رکھیں جس کے لیے آپ کو آپ کی صرف اور صرف ضروریات چاہئیں ان کے علاوہ آپ کو کسی بھی شئے کو حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کی ضروریات کیا ہیں وہ آپ پر بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا گیا یعنی آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ وہ کون سی اشیاء ہیں جو آپ کی ضروریات ہیں جن کے استعمال سے آپ کو صرف اور صرف فائدہ ہی ہوگا نہ کہ نقصان اس لیے آپ صرف اور صرف ان

اشیاء کا استعمال کریں جو کہ آپ کا طیب رزق ہے۔ اب اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر جان لیں کہ آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں آسمانوں وزمین میں جو متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں آپ حلالاً طیباً کی بجائے خبائث کو استعمال کر رہے ہیں تو پھر آپ کبھی بھی چاہ کر بھی اپنی منزل کو نہیں پا سکتے۔

یہاں ایک اور بات جان لیں کہ شیطان کوئی برا لفظ نہیں ہے شیطان کا معنی ہے وہ شئے جو کسی کے مقصد میں رکاوٹ بن جائے جس کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی چاہت سے رکاوٹ بن رہی ہے مثال کے طور پر اگر آپ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں رستے میں کوئی شئے ہے جو اپنا کام کر رہی ہے لیکن آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر اپنی منزل سے اپنے مقصد سے غافل ہو جاتے ہیں تو وہ شئے آپ کے لیے شیطان ثابت ہو گئی حالانکہ اس شئے کو نہ ہی اس بات کا علم ہو گا کہ وہ آپ کے لیے شیطان ثابت ہو گئی اور نہ ہی اس کی یہ چاہت تھی اس میں سارا قصور آپ کا اپنا ہو گا کہ آپ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بالکل ایسے ہی آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کی تمام مخلوقات اپنا اپنا مقصد پورا کر رہی ہیں اپنے اپنے مقام پر قائم ہیں لیکن ان میں سے بہت ہی کم ایسی ہیں جن کے بارے میں آپ کو مکمل اور واضح علم دیا گیا ان کے علاوہ بہت سی ایسی ہیں جن کے بارے میں آپ کو یا تو سرے سے علم دیا ہی نہیں گیا یا پھر اگر علم دیا بھی گیا تو بالکل واضح علم نہیں دیا گیا اور پھر آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ وہ تمام کی تمام مخلوقات جن کے بارے میں تمہیں بالکل واضح علم نہیں دیا گیا تم نے ان کے پیچھے نہیں پڑنا ورنہ اگر تم ان کے پیچھے پڑو گے یعنی ان کی اتباع کرو گے تو تم ان کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے وہ تمہارے لیے دھوکہ ثابت ہو جائیں گی حالانکہ ان کا مقصد تمہیں دھوکہ دینا نہیں وہ تو اپنا اپنا کام کر رہی ہیں تمہارے پاس ان کے بارے مکمل علم نہیں اس لیے علم کی کمی کی وجہ سے تم ان کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اس لیے تمہارے لیے اسی میں ہر لحاظ سے فائدہ ہے کہ ان کے قریب بھی نہیں جانا۔

جو کچھ بھی آپ کو ہر طرف واضح نظر آ رہا ہے یعنی حیات الدنیا اس کی مثال اس صحرا کی سی ہے جو دور سے پانی کا سمندر نظر آتا ہے لیکن قریب جانے پر وہ دھوکہ ثابت ہوتا ہے حقیقت میں وہ سمندر نہیں بلکہ ریت کا گرمی کی شدت سے تپتا صحرا ہی تھا لیکن آپ کو ظاہر میں وہ پانی کا سمندر نظر آ رہا تھا اور جب آپ اتنی محنت و مشقت کے بعد تھکے ہارے اپنی پیاس بجھانے کی غرض سے اس کے پاس پہنچے تو وہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں تھا آپ اس دھوکے کا شکار ہو گئے آپ کی ساری محنت ومشقت ساری سعی یعنی کوشش رائیگاں گئی۔

ایسے ہی اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ دنیا کے امتحان میں کامیاب ہو جائیں آپ دنیا کے دھوکے کا شکار نہ ہوں تو اس کے لیے صرف اور صرف اپنے کام سے کام رکھیں کچھ بھی کرنا ہے تو سب سے پہلے آپ کے پاس اس کے بارے میں مکمل راسخ علم ہو اگر آپ کے پاس اس کے بارے میں راسخ علم نہیں ہے تو اس کے قریب بھی مت جائیں ورنہ اگر آپ نے کوئی بھی کام بغیر مکمل علم کے کیا تو آپ کو ہر صورت نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔ انسان دنیا کے امتحان میں صرف اور صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتے تھے اور ہو سکتے ہیں کہ اگر یہ زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف اس کے پیچھے پڑیں اسے حاصل کریں اسے استعمال کریں جس کے بارے میں انہیں بالکل واضح اور مکمل علم دیا گیا اور اگر کوئی ایک بھی ایسی شئے ہو جس کے بارے میں مکمل علم نہیں دیا گیا یا علم چھپا دیا گیا تو اس کے قریب بھی مت جائیں ورنہ اگر لاعلمی میں یا کم علمی میں اس کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پڑیں گے تو وہ بعد میں صرف اور صرف دھوکہ ہی ثابت ہو گا اور بعد میں سوائے غم اور فکر کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

اب اگر تو آپ حلالاً طیباً سے استعمال کر رہے ہیں رزق کھا رہے ہیں تو ہی آپ الشیطان کے خطوات کی اتباع سے بچ رہے ہیں یعنی آپ ان لکیروں کے پیچھے نہیں چل رہے جن کا انجام صرف اور صرف خسارہ ہے جہنم ہے بلکہ آپ حق کی اتباع کر رہے ہیں آپ دنیا و آخرت میں اپنی منزل کو پا لیں گے آپ کو کوئی غم اور خوف نہیں ہو گا ورنہ اگر آپ حلالاً طیباً کی بجائے خبائث کو استعمال کر رہے ہیں یا ان اشیاء کو استعمال کر رہے ہیں ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جن کا آپ کو واضح اور مکمل علم نہیں دیا گیا تو پھر آپ جن لکیروں کے پیچھے چل رہے ہیں ان کا انجام صرف اور صرف خسارہ ہے بعد میں آپ کے ہاتھ سوائے غم اور خوف کے کچھ نہیں آئے گا۔

اب اگر کوئی حلالاً طیباً کا استعمال نہیں کر رہا اور پھر حلالاً طیباً کا استعمال تو بعد کی بات ہے اسے یہ ہی نہیں علم کہ حلالاً طیباً ہے کیا تو پھر قرآن خود یہ گواہی دے رہا ہے کہ ایسا شخص خطوات الشیطان کی اتباع کر رہا ہے وہ ان لکیروں کے پیچھے چل رہا ہے جو اسے اس کے دنیا میں آنے کے مقصد سے ہٹا کر کہیں اور لے جا رہی ہیں جن کا انجام صرف اور صرف خسارہ ہی خسارہ ہے تو ذرا غور کریں کیا آپ زمین سے صرف اور صرف اسی سے استعمال کر رہے ہیں جو حلالاً طیباً ہے؟ کیا آپ کو

علم ہے کہ حلالاً طیباً کیا ہے؟ اب اگر آپ حلالاً طیباً کا استعمال ہی نہیں کر رہے یہاں تک کہ آپ کو علم ہی نہیں کہ حلالاً طیباً کیا ہے تو پھر آپ کیا کر رہے ہیں کس کی اتباع کر رہے ہیں قرآن نے اپنا فیصلہ سنا دیا اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ اس کے باوجود اگر آپ خود کو مومن کہلواتے رہیں یا سمجھتے رہیں تو جان لیں اللہ آپ کا پابند نہیں اللہ آپ کی خواہشات کے مطابق اپنا فیصلہ نہیں سنانے والا اور نہ ہی اللہ آپ کی خواہشات کا پابند ہے۔

آپ خود غور کریں جن کو آپ اپنے راہنما سمجھتے ہیں وہ جو دین کے ٹھیکیدار ہیں کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کی یہ دعوت ہو؟ جس نے یہ کہا ہو کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اسی کا استعمال کرو جو حلالاً طیباً ہے؟ یا پھر ایسا تو دور کی بات ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ ہی نہیں علم کہ حلالاً طیباً ہے کیا؟ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں علم کہ حلالاً طیباً ہے کیا استعمال تو بہت بعد کی بات ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر ان لوگوں کا دنیا و آخرت میں انجام کیا ہے وہ بھی آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا اور پھر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر کوئی حق کی مخالفت ہی کرتا ہے حق سے کفر ہی کرتا ہے اور اسی پر ڈٹا رہتا ہے جس پر اپنے مشرک آباؤ اجداد کو پایا تو پھر ایسے لوگوں کا انجام کیا ہے وہ بھی بالکل کھول کھول کر واضح کیا جا چکا۔ ایسے لوگ خواہ کتنا ہی بڑا مومن و مسلم لکھوالیں اور خود کو کہلوالیں اس سے انسانوں کے نزدیک تو مومن بن جائیں گے لیکن اللہ کے ہاں مومن نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ نہ ہی ان کا محتاج ہے اور نہ ہی اللہ انسانوں کی اکثریت جسے حق کہتی اور سمجھتی ہے اسے حق کا درجہ دینے والا ہے اس بنیاد پر کیونکہ اکثریت اسے ہی حق سمجھتی اور کہتی ہے۔

اور پھر آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ یہ دعوت تو صرف اور صرف اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی ہے یعنی میری جو کہ نہ صرف آج آپ میں موجود ہوں بلکہ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں اور قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ ہاں یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی جو آج میری اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی ایک ایک بات کی تصدیق کر رہی ہے۔ یوں وہ جو کتاب اللہ سے آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے اس میں میری تصدیق موجود ہے اس کے باوجود اگر کوئی میرا کذب کرتا ہے حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی حق سے کفر ہی کرتا ہے تو پھر اس کا انجام کیا ہے وہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ ۔ الاعراف ۱۵۷

اور حلال کیا یعنی ان کو الطیبات کے استعمال کی اجازت دی اور حرام کیا ان پر الخبائث کو یعنی ان کو الخبائث کے استعمال سے منع کر دیا ان کے استعمال سے روک دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں صرف اور صرف الطیبات کے استعمال کی اجازت دی اور ان کے برعکس الخبائث کے استعمال کی اجازت نہیں دی بلکہ الٹا ان کے استعمال سے روک دیا تو اس کا جواب بھی نہ صرف پیچھے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا بلکہ مزید قرآن ہی کی آیات سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

وَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ۔ المائدہ ۸۸

وَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا اور تمہیں صرف اور صرف اس رزق میں سے استعمال کرنا ہے جو رزق اللہ کا ہے اور کون سا رزق اللہ کا ہے آگے اس کا جواب بھی دے دیا کہ حلالاً طیباً۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے جس وجہ سے صرف اور صرف اس رزق سے استعمال کی اجازت دی جو اللہ کا رزق ہے جو کہ حلالاً طیباً ہے تو آگے اسی کا جواب بھی دے دیا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ اور کس سے بچ رہے ہو؟ اللہ تھا جس سے بچنا ہے حلالاً طیباً ہی وہ شئے ہے جس کیساتھ ہی تم مومن بن رہے ہو یعنی یہ اللہ کا رزق ہی ہے جو کہ حلالاً طیباً ہے جس کیساتھ ہی تم مومن بن سکتے ہو یعنی اللہ کی بات کو مان کر اس پر اسی طرح عمل کر سکتے ہو جس سے تم اللہ سے بچ سکتے ہو ورنہ اگر تم اللہ کے علاوہ اوروں کا رزق استعمال کرتے ہو حلالاً طیباً استعمال نہیں کرتے تو پھر تم مومن بن ہی نہیں سکتے اور تم اللہ سے بچنے کی بجائے غیر اللہ سے بچو گے اور اللہ کیساتھ دشمنی کرو گے۔

اس آیت میں بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ اگر آپ اللہ کے رزق سے کھاتے ہیں جو کہ حلالاً طیباً ہے تو ہی آپ میں تقویٰ آ سکتا ہے آپ متقی بن سکتے ہیں اگر آپ حلالاً طیباً رزق کھاتے ہیں تو ہی آپ مومن بن سکتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا رزق حلالاً طیباً ہی ہے جس کے استعمال سے آپ میں تقویٰ آئے گا اور آپ مومن بنتے ہیں

ورنہ اگر آپ غیر اللہ کے رزق سے کھاتے ہیں حلالاً طیباً کی بجائے خبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو آپ چاہ کر بھی مومن نہیں بن سکتے۔
پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اور وہی بات اس آیت میں کہی گئی۔ اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ حلالاً طیباً جو کہ اللہ کا رزق ہے اس سے آپ میں تقویٰ آتا ہے اسی سے ہی آپ مومن بن سکتے ہیں اور ایسا کیوں کہا گیا اب آپ کو بالکل واضح سمجھ میں آجانا چاہیے کہ اگر آپ اللہ کا یعنی فطرت کا وجود میں لایا ہوا صرف اور صرف وہی رزق کھاتے ہیں جس کے استعمال کی اللہ یعنی فطرت نے اجازت دی تو ہی آپ مومن بن سکتے ہیں کیونکہ فطرت ہی آپ کو وجود میں لائی ہے اور فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن کن عناصر سے خلق کیا ان کی مقدار کیا ہے اور ان کا معیار کیا ہے جب صرف اور صرف وہی عناصر جسم کو فراہم کیے جائیں گے جن سے جسم بنتا ہے جو جسم کی ضرورت ہیں اور پھر ان کا معیار اور ان کی مقدار بالکل ٹھیک ہو گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا ایک تو ان سے جسم بالکل بہترین بنے گا جس میں رائی برابر بھی کوئی خامی یا خرابی نہیں ہو گی جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں اور دوسرا ان عناصر سے دونوں طرح کی متوازن انرجی وجود میں آئے گی اور پھر جب متوازن انرجی آپس میں ضم ہو گی تو جسم میں کوئی شارٹ سرکٹ نہیں ہو گا جسم کسی بھی قسم کی کوئی بغاوت نہیں کرے گا بلکہ فطرت کا تابع وجود ہو گا اس کی سوچیں وہی ہوں گی جو فطرت کی چاہت ہیں یعنی اس کی سوچیں بھی طیب ہوں گی، اس کی فکریں بھی طیب، اس کا سننا، دیکھنا، سمجھنا طیب، اس کے احساسات و جذبات طیب یہاں تک کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی طیب ہو گا اس میں کوئی خامی یا خرابی نہیں ہو گی اگر کہیں کوئی غلطی ہو گی تو اس میں جھکاؤ ہو گا وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی اصلاح کرے گا اور آئندہ ایسی غلطی نہیں دہرائے گا اور غلطی کی نشاندہی کرنے والے کو اپنا محسن سمجھے گا یعنی اس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی منفیت نہیں ہو گی وہ خالص اللہ کا یعنی فطرت کا غلام ہو گا وہ ایک رائی برابر بھی عمل فطرت کے خلاف نہیں کرے گا۔ وہ فطرت کی زبان کو سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہو گا وہ اللہ یعنی فطرت سے ہر وقت ایسے ہی رابطے میں رہے گا جیسے آپ کے جسم میں آپ کے اعضاء دماغ کیساتھ ہر لمحے رابطے میں رہتے ہیں اور پھر وہی کرتے ہیں جو دماغ انہیں حکم دیتا ہے بالکل ایسے ہی ایسا بشر اللہ یعنی فطرت کا حصہ ہو گا وہ ظاہر و باطن میں اللہ ہی ہو گا اس کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل ہو گا اس کا سننا اللہ کا سننا، اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، اس کا سمجھنا اللہ کا سمجھنا، اس کا بولنا اللہ کا بولنا، اس کا کچھ بھی کرنا یعنی ایک ایک عمل اللہ کا عمل یہاں تک کہ اس کی ایک ایک حرکت اللہ کے اذن سے ہو گی وہ خالص اللہ کا عبد یعنی غلام ہو گا۔ اسی کو تقویٰ کہا گیا اور پیچھے یہ بھی واضح کیا جا چکا کہ تقویٰ کیا ہے۔ اس کے باوجود یہاں ایک بار پھر مختصراً واضح کر دیتے ہیں تقویٰ کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر مشین میں ایک پرزہ درکار ہے جس کے لیے پرزے کا ہر لحاظ سے اس نقشے پر پورا اترنا لازم ہے جو مشین میں درکار ہے یعنی ایک تو پرزہ جس مواد سے بنایا جائے وہ مواد احسن ہونا چاہیے اور دوسرا نہ ہی وہ لمبا، چھوٹا، باریک یا موٹا وغیرہ ہو یعنی ہر لحاظ سے اسی نقشے کے مطابق ہو جیسا مشین میں درکار ہے لیکن اگر پرزہ ویسا نہ ہو یعنی اس میں کوئی بھی خامی ہو، کوئی نقص یا خرابی ہو، وہ بڑا یا چھوٹا ہو تو ایسے میں اس کی تراش خراش کر کے یعنی اس کی مکمل طور پر مرمت کر کے اسے بالکل ویسا بنا دینا جیسا مشین میں درکار ہے کہ مشین اسے قبول کر لے اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ آپ کو فطرت وجود میں لائی لیکن آپ بعد میں فطرت سے ہٹ جاتے ہیں اور اس وقت تک فطرت دوبارہ آپ کو قبول نہیں کرے گی جب تک کہ آپ دوبارہ بالکل ویسے نہیں بن جاتے جیسے فطرت کو درکار ہیں۔ اب اگر آپ دوبارہ بالکل ویسے بن جاتے ہیں تو اسے عربوں کی زبان میں تقویٰ کہا جاتا ہے جب تقویٰ آجائے گا یعنی آپ واپس بالکل ویسے ہی بن جائیں گے تو نہ صرف پھر اللہ یعنی فطرت آپ کو قبول کر لے گی بلکہ پھر آپ کا معاملہ اس پرزے کا سا ہو گا جسے مشین نے قبول کر لیا، جب مشین پرزے کو قبول کر لیتی ہے پرزہ مشین میں اپنے مقام پر فٹ ہو جاتا ہے تو پھر پرزے کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد پرزہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ پرزے کا وجود ختم ہو کر پرزہ مشین بن گیا اب مشین جانے اور اس کا کام جانے اس کے بعد پرزے کا ہر عمل مشین کا عمل ہو گا جب تک کہ پرزہ اپنے مقام پر رہے گا۔ ایسے ہی اگر آپ میں تقویٰ آجاتا ہے تو پھر نہ صرف الکتاب یعنی آسمانوں و زمین اللہ یعنی فطرت آپ کو قبول کر لیتی ہے بلکہ آپ کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے پھر آپ فطرت یعنی اللہ بن جاتے ہیں اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتے ہیں اس کے بعد آپ کا معاملہ آپ کے وجود میں ایک عضو کا سا ہو جاتا ہے جسے وجود چلاتا ہے پھر آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر تقویٰ کیسے آتا ہے یعنی واپس بالکل ویسا کس طرح بن سکتے ہیں جیسا کہ فطرت کو درکار ہیں تو اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ غور کریں آپ کا ربّ کون ہے؟ یعنی آپ کو کون وجود میں لایا؟ جس وجہ سے صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ وہ ذات آپ کو کیوں وجود میں لائی اور آپ کی ضروریات کیا ہیں اگر آپ میں کوئی خرابی آجاتی ہے تو اسے دور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آپ کا ربّ فطرت ہے یہی وجود جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے۔ جب آپ کا ربّ فطرت ہے فطرت آپ کو وجود میں لائی تو پھر صرف اور صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ میں تقویٰ کیسے آ سکتا ہے یعنی آپ واپس بالکل ویسے ہی کس طرح بن سکتے ہیں جیسا آپ کو فطرت وجود میں لائی جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں اور پھر آپ کو جس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا آپ اس مقصد کو پورا کر سکیں گے یعنی پھر آپ کا ایک ایک عمل وہی ہوگا جو فطرت جو کہ آپ کا ربّ ہے اس کی چاہت ہے جس کے لیے آپ کو اپنے آپ کو واپس فطرت پر لانا ہوگا۔

آپ کو زمین کے عناصر سے بنایا گیا ہر عنصر میں اپنی اپنی الگ الگ صلاحیتیں ہیں فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن کن عناصر سے وجود میں لایا گیا اور ان کی مقدار اور ان کا معیار کیا ہے۔ جب آپ اپنا جسم اسی سے بنائیں گے جو فطرت فراہم کر رہی ہے تو آپ میں تقویٰ آ جائے گا یعنی جب آپ صرف اور صرف فطرت کے دیئے ہوئے رزق میں سے جو کہ حلال طیب ہے کا استعمال کریں گے تو آپ کا جسم بھی بالکل ویسا ہی یعنی فطرتی بن جائے گا۔ آپ کا جسم بالکل متوازن ہو جائے گا اس میں کوئی بھی خامی وخرابی نہیں رہے گی اور پھر اس کے اعمال بھی بالکل خالص فطرتی ہو جائیں گی۔ اس کا سننا دیکھنا، سمجھنا، بولنا، عمل کرنا یہاں تک کہ ایک ایک حرکت بالکل ویسی بن جائے گی جیسی کہ فطرت کی چاہت ہے کیونکہ آپ جنہیں حرکات کہتے ہیں جنہیں جذبات واحساسات، کیفیات، اعمال یا رد اعمال کہتے ہیں یہ سب کا سب انرجی یعنی نور کا اظہار ہوتا ہے۔ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے اس کی اصل حقیقت نور ہے جو کہ اپنے آپ کو ظاہر کیے ہوئے ہے کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک سرکل چل رہا ہے نور ہر لمحے ظاہر بھی ہو رہا ہے اور اپنا آپ ظاہر کر کے واپس اپنی اصل حالت میں بھی جا رہا ہے یوں یہ ایک سرکل چل رہا ہے بالکل ایسے ہی جیسے زمین کو خلاء سے دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ زمین اپنے ہی محور پر ایک سرکل میں گھوم رہی ہے ایک طرف سے ہر لمحے اندھیرے سے روشنی میں داخل ہو رہی ہے اور روشنی میں سفر کرتے ہوئے آگے بڑھتی بڑھتی دوسری طرف سے واپس اندھیرے میں جا رہی ہے بالکل ایسے ہی نور ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس وقت تک آگے کو بڑھتا ہے جب تک کہ وہ مکمل طور پر ظاہر نہیں ہو جاتا یوں جیسے جیسے مکمل طور پر ظاہر ہو رہا ہے ویسے ویسے واپس اپنی اصل حالت میں پلٹ رہا ہے یوں ظاہر وباطن کا مسلسل سرکل چل رہا ہے۔

آپ کا جسم بنا زمین کے عناصر سے جو کہ اپنی اصل میں نور ہے جو آگے بڑھتا بڑھتا زمین کے عناصر کی صورت میں ظاہر ہے اور یہ اس کا مکمل ظہور نہیں ہے بلکہ جب اس سے اگلے مرحلے میں جائے گا تو اپنے آپ کو مزید ظاہر کرے گا کہ وہ کیا ہے یہاں تک کہ واپس نور میں نہ بدل جائے۔ جب آپ زمین کے عناصر سے اپنا جسم بناتے ہیں تو وہی نور جو پہلے زمین کے عناصر کی صورت میں ظاہر تھا وہ اگلے مرحلے میں جہاں آپ کے جسم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو وہیں وہ آپ کے اعمال کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جب آپ کچھ بھی کھاتے ہیں تو اس میں سے وہ عناصر جو جسم کی ضرورت ہوتے ہیں جسم انہیں لے لیتا ہے اور باقی کو اگلے مرحلے میں یعنی آپ کا فضلہ بنا کر مختلف صورتوں میں خارج کر دیتا ہے جو کہ نور جو پہلے اور صورت میں ظاہر تھا اس نے اپنی صورت بدل لی یوں صورتیں بدلتا بدلتا یعنی ظاہر ہوتا ہوتا اس وقت تک ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک واپس اپنی اصل حالت میں نہیں چلا جاتا جو کہ اس کی اصل حالت اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔ جو عناصر جسم لے لیتا ہے وہ عناصر جب خلیوں میں جا کر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو نور یعنی انرجی اپنی صورت بدل لیتی ہے اس میں سے کچھ سے نئے خلیے بن جاتے ہیں اور اس میں سے کچھ دو طرح کی انرجی میں بدل جاتا ہے جو کہ منفی اور مثبت انرجی ہوتی ہے۔ دونوں میں الگ الگ صلاحیتیں ہوتی ہیں اب نور یعنی انرجی جو کہ دو اقسام کی انرجی کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے تو ان دو اقسام کی انرجی نے واپس ایک انرجی میں بدلنا ہے یعنی اپنی اصل حالت میں جانا ہے جس کے لیے دونوں طرح کی انرجی جنہیں جان اور ملائکہ کہتے ہیں آپس میں ضم ہوتی ہیں جس سے ان کے درمیان کشمکش ہوتی ہے جو کہ نور کیا ہے اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہوتا ہے جسے آپ اپنی حرکات وسکنات، احساسات وجذبات سمیت تمام تر کیفیات کا نام دیتے ہیں۔ مثلاً آپ کا سننا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، بولنا، آپ کی پسند، ناپسند، پیار، محبت، کشش، جذبات، غصہ، لالچ، حسد، بغض، نفرت، تکبر و جھکاؤ وغیرہ سمیت تمام کی تمام کیفیات آپ کے اعمال آپ کی حرکات یہ سب کا سب دونوں طرح کی انرجی کی آپس میں کشمکش ہوتی ہے۔ اب اگر تو آپ فطرت پر ہیں یعنی آپ وہی رزق کھاتے ہیں جو فطرت آپ کو مہیا کر رہی ہے اور جس کے استعمال کی فطرت نے آپ کو اجازت دی تو ایسی صورت میں آپ کے جسم میں متوازن عناصر جائیں گے یعنی آپ رزق کی صورت میں اپنے جسم کو متوازن عناصر فراہم کریں گے جن سے نہ صرف متوازن جسم وجود میں آئے گا اور اگر اس میں کوئی خامی وخرابی کی گئی تھی تو وہ بھی دور ہر کر جسم بالکل ٹھیک ہو جائے گا بلکہ اس سے جسم میں دونوں طرح کی متوازن انرجی وجود میں آئے گی اور ان کی آپس میں کشمکش بھی بالکل متوازن ہوگی جس کا ہر لحاظ

سے متوازن اظہار ہوگا یعنی آپ کا سننا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، بولنا، کوئی بھی عمل، آپ کے جذبات، احساسات وغیرہ سب کا سب متوازن ہوگا آپ میں انتہائی سکون واطمینان ہوگا آپ ایک مطمئن شخصیت ہوں گے کوئی بے چینی نہیں ہوگی کوئی بلاوجہ غصہ نہیں ہوگا، کوئی بلاوجہ نفرت، حسد، بغض، لالچ وغیرہ کچھ بھی نہیں ہو گا یہاں تک کہ یہ کیفیات ہوتی کیا ہیں آپ کو ان کا شعور تک نہیں ہوگا آپ میں کوئی بھی منفیت نہیں ہوگی آپ اپنے ربّ فطرت کے عبد یعنی غلام ہوں گے آپ کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوگا آپ فطرت کو ہی اپنا وجود تسلیم کریں گے آپ کا ہر عمل فطرت کا ہی عمل ہوگا اور آپ سے دشمنی فطرت یعنی اللہ سے دشمنی ہوگی۔ ایسے شخص سے دشمنی اللہ کیساتھ دشمنی ہوگی اور پھر اللہ یعنی فطرت اپنے دشمن کو کہاں کہاں سے پکڑتی ہے وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اور اگر آپ اللہ کے رزق سے نہیں کھاتے آپ حلالاً طیباً کی بجائے خبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو پھر آپ میں تقویٰ نہیں آئے گا بلکہ تقویٰ کی ضد آئے گی آپ فطرت کی ضد بن جائیں گے ایسا بشر ہر لحاظ سے خامیوں وخرابیوں سے بھرپور ہوگا۔ جسم کو جو عناصر درکار ہیں ان میں کمی یا زیادتی ہوگی ان کا معیار وہ نہیں ہوگا جو جسم کو درکار ہے ان کی مقدار میں اوپر نیچے ہوگی جس کا نتیجہ یہ نکلے گا ایک تو ان غیر متوازن عناصر سے جسم بھی غیر متوازن ہو جائے گا یعنی جسم میں طرح طرح کے بگاڑ پیدا ہوں گے جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں اور دوسرا ان غیر متوازن عناصر سے دونوں طرح کی منفی اور مثبت انرجی بھی غیر متوازن ہی وجود میں آئے گی جب انرجی غیر متوازن ہوگی تو غیر متوازن انرجی کے آپس میں ضم ہوکر واپس نور میں بدلنے سے جسم جو اعمال کی صورت میں اظہار کرے گا تو وہ اظہار بھی غیر متوازن یعنی ایسا جسم اعمال بھی غیر متوازن ہی کرے گا اس میں آگ کی سی شدت ہوگی اس میں اکڑ ہوگی یعنی وہ بات بات پر استکبار کرے گا اس میں جھکاؤ نہیں ہوگا بلکہ اس کے بالکل برعکس تکبر ہوگا وہ اپنے آپ کو کبھی غلط نہیں کہے گا اور نہ ہی سمجھے گا بلکہ اس کا ہر لمحے یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ تو ہے ہی ہدایت یافتہ وہ کچھ بھی غلط نہیں کر رہا حالانکہ وہ ہر عمل ہی غلط کرے گا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے مفسد اعمال کو ہی صالح اعمال کا نام دے گا، وہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنے کی بجائے الٹا ان پر ڈٹ جائے گا اگر کوئی اس پر اس کی غلطی واضح کرے گا تو وہ اس کو اپنا محسن سمجھنے کی بجائے اپنا دشمن سمجھے گا اور اس کیساتھ دشمنی کرے گا وہ کبھی بھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کرے گا اگر اس پر بالکل کھل کر واضح ہو بھی جائے کہ اس نے جو کیا وہ غلط ہی کیا تو اول تو اپنی غلطی کو تسلیم ہی نہیں کرے گا اور اگر اس نے مان لیا کہ ہاں یہ غلط ہوا تو وہ اس کا ذمہ دار خود کو نہیں بلکہ کسی اور کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائے گا وہ اپنی غلطی کا ذمہ دار کسی اور کو ٹھہراتے ہوئے مزید اگلی اور اس سے بڑی غلطی کے لیے خود کو تیار کرے گا اور پھر ایسے ہی غلطی در غلطی کرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اس کی غلطیاں اتنی بڑھ نہ جائیں کہ اسے پیچھے سے اچانک بڑی پکڑ نہ آ پکڑیں اور پھر جب اس کی اپنی ہی غلطیوں کے نتیجے میں اس کی اچانک پیچھے سے پکڑ ہوگی تو وہ اس کا ذمہ دار بھی خود کو نہیں ٹھہرائے گا بلکہ اس کے لیے بھی اس نے کوئی نہ کوئی ایسا گھڑ رکھا ہوگا جس پر وہ اس کی ذمہ داری کو ڈالے گا جس کے لیے مذہبی طبقے نے اللہ، گاڈ، ایشور وغیرہ کے نام سے ایک مافوق الفطرت اور تصوراتی کردار گھڑ رکھا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں کہ یہ اللہ کا کیا دھرا ہے، وہ اگر کسی سے بات کرے گا تو سامنے والے کی بات کو نہیں سنے گا اس میں صبر نہیں ہو گا وہ پہلے سے ہی طے کیے ہوئے ہوگا کہ میں تو ہوں ہی ہدایت یافتہ اور سامنے والا ہے ہی گمراہ اس لیے اس کی بات نہیں سننی بلکہ صرف اور صرف اپنی بات کرنی ہے حالانکہ اس کی کسی بھی بات میں کوئی وزن نہیں ہوگا محض منہ سے ہوا خارج کرنے والا ہوگا اور اگر کوئی بات اس کی خواہشات کے خلاف کی گئی تو وہ برداشت نہیں کرے گا بلکہ الٹا بات بات پر جھگڑا کرے گا گالم گلوچ کرے گا جہاں تک اس سے ہوسکا وہ دشمنی کرے گا یعنی ایسا شخص ہر لحاظ سے فساد ہی کرے گا اس سے احسن کی امید رکھنے والا کوئی جاہل و بے وقوف ہی ہوسکتا ہے ایسا شخص اللہ یعنی فطرت کا دشمن ہوگا اللہ کا باغی ہوگا۔ وہ زبان سے خود کو مومن کہے گا لیکن وہ اللہ کے ہاں مومن نہیں بلکہ الٹا اللہ کا شریک اللہ کا دشمن ہوگا مجرم ہوگا، وہ اللہ کی بجائے لوگوں کی پرواہ کرے گا، وہ اللہ سے بچنے کی بجائے غیر اللہ سے بچنے کی تگ و دو کرے گا وہ ہر لحاظ سے اللہ کا باغی ہوگا۔ اور وہ نہ صرف خود اللہ کا باغی ہوگا بلکہ وہ باغیوں کو ہی پسند کرے گا اور اس کا مقصد ومشن بھی یہی ہوگا کہ جیسے وہ خود اللہ کا یعنی فطرت کا باغی بنا ایسے ہی دوسروں کو اپنے جیسا باغی بنائے یوں وہ لوگوں کو اللہ کا باغی بنائے گا اس کی زندگی کا مقصد ومشن یہی بن جائے گا۔

یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے آپ کو بار بار حلالاً طیباً رزق سے استعمال کا کہا اور یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے حلالاً طیباً سے ہی تقویٰ آتا ہے اور کوئی بھی مومن بنتا ہے۔ یہ زبان کے دعوے کا نام نہیں ہے کہ آپ زبان سے کہتے پھریں کہ میں تو جو بھی کھا رہا ہوں وہ حلالاً طیباً ہے اور پھر آپ مومن ہیں نہیں بلکہ آپ کا زبان سے کہنا بالکل بے بنیاد و باطل اور جھوٹ ہوگا اور یہی وہ وجہ ہے کہ جس وجہ سے آپ کسی بھی شئے کے بارے میں اسکے حلال یا حرام ہونے کا اس وقت تک تعین نہیں کر سکتے جب تک کہ آپ کے پاس اس کے بارے میں مکمل سو فیصد علم نہ ہو۔ ورنہ اگر آپ بغیر علم کے محض زبان سے کسی بھی شئے کے حلال یا حرام ہونے کا فتویٰ

صادر کر دیتے ہیں تو اس کے نقصانات کیا ہیں یہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے جو کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔

اللہ کے علاوہ کوئی بھی حلال اور حرام کا تعین نہیں کر سکتا کیونکہ نہ صرف زمین کے عناصر جن سے آپ کا جسم بنتا ہے اور جسم بنانے کے لیے رزق وجود میں لایا جاتا ہے ہر عنصر میں الگ الگ صلاحیتیں ہیں بلکہ جب ان عناصر کو کیمیائی عوامل سے گزار کر کچھ بنایا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور معیار میں رائی برابر فرق سے بالکل مختلف شیئے اور مختلف خصوصیات یا خصلتوں کی حامل شیئے وجود میں آتی ہے یہ انتہائی پیچیدہ ترین معاملہ ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حلال اور حرام کا تعین کرے اور پھر کسی بھی شیئے کے بارے میں اگر کسی سے یا آپ سے سوال کیا جائے کہ وہ شیئے حلال ہے یا حرام ہے تو آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ بغیر علم کے محض زبان سے کسی بھی شیئے کے حلال یا حرام ہونے کا تعین کریں جس کا ذکر قرآن میں بھی درج ذیل آیت کی صورت میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ . النحل ١١٦

وَلَا تَقُوْلُوْا اور جو تم کہہ رہے ہو ایسا نہ کہو لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ جس کے بارے میں تم سے پوچھا جا رہا ہے اور تم اس کے لیے کیا کہہ رہے ہو اپنی زبانوں سے؟ الْكَذِبَ جس کے بارے میں بھی تم سے پوچھا جا رہا ہے اور جو تم اس کے بارے میں اپنی زبانوں سے کہہ رہے ہو تم الکذب کہہ رہے ہو یعنی تم وہ نہیں کہہ رہے جو کہنا چاہیے بلکہ اس کے بالکل برعکس کہہ رہے ہو جو کہ نہیں کہنا چاہیے۔ اب آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ کس کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے اور اس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ تم سے جو پوچھا جا رہا ہے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے یعنی تم سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا یہ شیئے یا فلاں شیئے حلال ہے یا حرام ہے تو تم محض اپنی زبانوں سے کہہ رہے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اب جب تم کسی بھی شیئے کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تو تم اس کے لیے کہتے ہو کہ ایسا اللہ نے کہا ہے ایسا دین میں ہے حالانکہ اللہ نے ایسا کبھی نہیں کہا بلکہ تم لوگ اللہ پر الکذب افتراء کر رہے ہو یعنی وہ بالکل متضاد بات اللہ پر باندھ رہے جو اللہ نے کبھی کہا ہی نہیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ اس میں کچھ شک نہیں ایسے لوگ جو افتراء کر رہے ہیں اللہ پر الکذب نہیں خود ہی فلاح پا رہے یعنی یہ لوگ کسی بھی صورت نہیں بچنے والے یہ اللہ کے مجرم ہیں۔

جیسا کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ قرآن نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے بلکہ اس کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدث نہیں ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے اس لیے یہ آیت بھی نہ صرف اللہ کے ایک رسول کی تاریخ ہے جسے قرآن کے نزول کے بعد قرب قیام الساعت آنا تھا بلکہ اسے اس وقت تک بیّن نہیں ہونا تھا یعنی کھل کر واضح نہیں ہونا تھا جب تک کہ وہ رسول بعث نہیں کر دیا جاتا اور وہ اس بارے میں حق کھول کھول کر واضح نہیں کر دیتا یوں جیسے ہی اللہ نے اپنا وہ رسول بعث کرنا تھا اور اس نے حق کھول کھول کر واضح کرنا تھا تو جہاں باقی آیات نے اس کی تصدیق کرنی تھی اور قرآن نے یاد دلانا تھا وہیں قرآن نے اس آیت کی صورت میں نہ صرف تصدیق کرنا تھی بلکہ یاد دلا دینا تھا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے قبل اس قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اس آیت میں اللہ کے ایک رسول کی تاریخ ہے اللہ نے قدر میں کر دیا یعنی یہ ہونا طے کر دیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب اس سے قبل ضلالٍ مبینٍ ہوں گی یوں جب ضلالٍ مبینٍ ہوں تو کسی ایک کو بھی علم نہیں ہوتا کہ حق کیا ہے نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی لوگ فرقہ در فرقہ تقسیم ہوتے ہیں ہر کوئی باطل پر ہوتا ہے سب کے سب ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوتے ہیں اس کے باوجود ہر فرقے والوں کا دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہیں باقی سب کے سب باطل پر ہیں گمراہ ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہوتی ہے کہ کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا سب کے سب ہی ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اللہ نے اپنا رسول بعث کیا۔ یوں جب اللہ نے اپنا رسول بعث کیا تو اس وقت خود کو انسانیت کے راہنما کہلوانے والے دین کے ٹھیکیداروں سے لوگ مختلف اشیاء کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اور یہ بھی ذہن میں ہونا چاہیے کہ سوال نہیں کر رہے بلکہ پوچھ رہے ہیں اگر ان کی خواہش کے برعکس بھی کہا جائے گا تو کریں گے وہ اپنی ہی مرضی وہ صرف اس لیے پوچھ رہے ہیں کہ ان کی خواہش کی تصدیق کر دی جائے

یوں جو وہ کرنا چاہ رہے ہیں اس پر حلال کی مہر لگ جائے تو انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں دین کے ٹھیکیداروں سے لوگ مختلف اشیاء کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ آیا یہ شئے حلال ہے یا حرام تو انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں دین کے ٹھیکیداروں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے پاس حلال وحرام کا بالکل بھی علم نہیں اس کے باوجود صرف اور صرف اپنی زبانوں سے کہہ رہے ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ تو ایسی صورت میں اللہ کا رسول کہہ رہا ہے کہ یہ جو تم محض اپنی زبانوں سے حلال وحرام کا تعین کررہے ہو کہہ رہے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اور اس کے لیے کہہ رہے ہو کہ ایسا اللہ کا کہنا ہے تو یہ تم لوگ اللہ پر الکذب افتراء کررہے ہو تم اللہ پر ایسا بہتان عظیم باندھ رہے ہو جو اللہ نے کہا ہی نہیں تم لوگ اس کے بالکل برعکس کہہ رہے ہو جو اللہ نے کہا۔

آپ کسی بھی شئے کے حلال یا حرام ہونے کا اس وقت تک تعین کر ہی نہیں سکتے جب تک کہ آپ کے پاس مکمل علم نہ ہو اور اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس اس کا علم نہیں اس لیے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اور صرف اللہ کو حاصل ہے اگر اللہ کے علاوہ کوئی بھی کسی بھی شئے کے حلال وحرام ہونے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ بہت بڑا جرم کرتا ہے اور ایسا کرنے والے کبھی بھی فلاح نہیں پانے والے۔

اس کی وجہ کیا ہے یہ بھی آپ پر کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں۔ آپ جو کھائیں گے جس سے اپنا جسم بنائیں گے وہی آپ بنیں گے۔ آپ پر واضح کیا جا چکا کہ آپ کو نہ صرف زمین کے عناصر سے وجود میں لایا گیا بلکہ ہر عنصر کی اپنی اپنی الگ الگ صلاحیتیں ہیں جب ان عناصر کا آپس میں اختلاط کروایا جاتا ہے تو ان سے نہ صرف ایک نیا وجود بنتا ہے بلکہ اس میں ان کے اختلاط سے نئی صلاحیتیں وجود میں آتی ہیں جسے آپ کیمسٹری کا نام دیتے ہیں۔ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہیں جو لوگ کیمسٹری کا تھوڑا سا بھی علم رکھتے ہیں ان کے لیے اس بات کو سمجھنا بہت آسان ہے اور جو سمجھتے ہیں کہ انہیں نہیں علم کہ کیمسٹری کیا ہے تو ان کے لیے بھی ایک مثال سے واضح کر دیتے ہیں کہ اگر آپ کوئی کھانا بناتے ہیں تو وہ کیمسٹری ہے اس کے لیے کیا کیا چاہیے ان اشیاء کی مقدار اور معیار کیا ہونا چاہیے اور پھر ان کی ترتیب طریقہ استعمال یہ کیمسٹری ہے۔ اگر کوئی بھی شئے اپنے وقت سے پہلے یا بعد میں ڈالی جائے گی آگ کم یا زیادہ کی جائے گی یا کوئی بھی شئے کم یا زیادہ ڈال دی جائے گی تو بہترین مطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں ہوگا مثلاً اگر مرچیں زیادہ ڈال دی جائیں گی تو اس سے کھانے میں کیا فرق پڑے گا یہ آپ پر بالکل واضح ہے اسے کیمسٹری کہتے ہیں۔ کوئی بھی کھانے کی ڈش بنانا کیمسٹری کا ایک فارمولہ کہلاتا ہے بالکل ایسے ہی آپ یعنی یہ بشر کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہے۔ بے شک کھانے کی ڈش یعنی کھانا بنانا بھی کیمسٹری کا فارمولہ ہے یہ کیمسٹری ہے لیکن کھانے کا معاملہ اتنا حساس اور پیچیدہ نہیں ہے جتنا حساس اور پیچیدہ ترین معاملہ آپ کا یعنی اس بشر کا ہے۔

کُل کائنات میں سب سے پیچیدہ ترین اور حساس ترین خلق آپ ہیں یعنی یہ بشر ہے اسے زمین کے عناصر سے وجود میں لایا گیا اور جب تک اس کی اجل مسمیٰ نہیں آجاتی تب تک اسے ان عناصر کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے بطور خوراک وہ عناصر اسے فراہم کیے جاتے ہیں۔ ہر عنصر کی اپنی اپنی الگ الگ صلاحیتیں ہیں اگر تمام کے تمام عناصر مکمل ہوں گے ان کا معیار بالکل ٹھیک ہوگا اور ان کی مقدار بھی بالکل وہی ہوگی جو درکار ہے صرف اور صرف تب ہی ایک احسن بشر وجود میں آئے گا۔ نہ صرف وہ ہر لحاظ سے جسمانی خامیوں، خرابیوں ونقائص سے پاک ہوگا بلکہ اس کے جسم میں دونوں طرح کی متوازن انرجی وجود میں آئے گی اور پھر ان دونوں انرجی کے آپس میں ضم ہونے سے متوازن کشمکش ہوگی جسے آپ اس جسم کے احساسات وجذبات اور تمام تر اعمال یعنی تمام تر حرکات وسکنات اور کیفیات کا نام دیتے ہیں ورنہ اگر ان عناصر میں رائی برابر بھی تبدیلی واقع ہوگی ان میں رائی برابر بھی تبدیلی کی جائے گی تو نہ ہی اس سے جسم متوازن وجود میں آئے گا یا اس میں توازن قائم رہے گا اور نہ ہی اس کے اعمال متوازن ہوں گے بلکہ وہ ایک باغی جسم ہوگا اس کے تمام کے تمام اعمال ہی بغاوت پر مبنی ہوں گے۔ اب آپ خود غور کریں اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی بنیاد کیا ہے؟ یعنی آپ کے جسم اور آپ کے اعمال یہاں تک کہ رائی برابر بھی عمل کی بنیاد کیا ہے؟

ان کی بنیاد آپ کا رزق ہے جو کہ کیمسٹری کے فارمولے ہیں۔ اس کا علم صرف اور صرف اسی کو ہے کہ کیا اس جسم کی ضروریات ہیں جس نے اسے وجود دیا یعنی جو اس کا خالق ہے اور وہ ہے اللہ یعنی فطرت۔ اس لیے صرف اور صرف فطرت کو ہی حق حاصل ہے کہ فطرت حلال وحرام کا تعین کرے، فطرت یعنی اللہ کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حلال وحرام کا تعین کرے کیونکہ رزق سے ہی آپ بنتے ہیں پھر جیسا آپ کا رزق ہوگا ویسے ہی آپ بنیں گے اور ویسا ہی آپ کا جسم اعمال کی صورت میں اظہار کرے گا۔ اللہ کے علاوہ اگر کوئی بھی حلال وحرام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ فیصلہ ٹھیک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اس کائنات کا

سب سے پیچیدہ اور حساس ترین معاملہ ہے کسی ایک بھی عنصر کی کمی یا زیادتی سے یا رائی برابر بھی تبدیلی سے یا پھر اس کی خلق کے مراحل میں تبدیلی سے کس قدر تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں کس قدر شئے متاثر ہوتی ہے اس کا انسان کے لیے تصور کرنا بھی محال ہے اب اس کے باوجود اگر کوئی حلال وحلام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے بڑا کوئی مجرم ہو ہی نہیں سکتا اور ایسے لوگ کبھی بھی فلاح نہیں پانے والے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اب آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا آج آپ اسی وقت میں موجود نہیں؟ اور کیا آج آپ میں اللہ کا وہی رسول احمد عیسیٰ یعنی میں موجود نہیں ہوں جس کی نہ صرف آج سے چودہ صدیاں قبل ہی قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ آج جب مجھے بعث کیا گیا آج اللہ آپ سے کھول کھول کر کلام کر رہا ہے تو جو کتاب اللہ سے آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے اس میں میری تصدیق موجود ہے یہ قرآن آج آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

وہ کون ہے جس نے آج آ کر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا اور اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کا رد نہیں کر سکتی؟ اور پھر وہ کون ہے جو وہ علم دے رہا ہے جہاں آج بھی انسان کو رسائی حاصل نہیں ہوئی جہاں آج ان کی سائنس بھی نہیں پہنچ سکی؟ حق ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اس کے باوجود اگر کوئی حق سے اعراض ہی کرتا ہے تو وہ جان لے اس کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔

آج انسانیت کی راہنمائی کے دعویدار خود کو دین کے ٹھیکیدار سمجھنے اور کہلوانے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان سے جب مختلف اشیاء کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے کہ آیا یہ حلال ہے یا حرام تو بغیر علم کے جسے چاہتے ہیں اس کے بارے میں اللہ پر افتراء کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کے پاس نہ تو رائی برابر بھی علم ہے اور نہ ہی انہیں ان کے اس عمل کی حساسیت کا اندازہ ہے یہ لوگ محض اپنے ظن کی اتباع میں ایسا کر رہے ہیں اور آج دنیا کی جو حالت ہو چکی اس کی اصل اور بنیادی وجہ بھی ان کی یہی غیر ذمہ داری ہے جو انہوں نے بغیر علم کے حلال وحرام کے فیصلے کر کے فساد عظیم کی بنیاد رکھی اور آج تک یہ جرم عظیم کر رہے ہیں۔

قرآن میں کئی مقامات پر بہت ہی سختی کیساتھ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے یعنی الطیبات کو الخبائث سے بدلنے سے منع کیا اور اس کی وجہ کیا ہے یہ بھی اب آپ کو بالکل کھل کر سمجھ آ جانی چاہیے جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ. النساء ۲

وَلَا تَ اور نہ کرو یہ جو تم کر رہے ہو اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو تَبَدَّلُوا یہ جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہ تم لوگ بدل رہے ہو الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ الخبیث تھا جسے تم بدل رہے ہو الطیب کیساتھ۔

جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں تو ہر وہ کام کر رہے ہوتے ہیں جس سے منع کیا گیا ہوتا ہے اور ایسا نہیں کہ وہ اپنی زبان سے اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ ہاں ہم غلط کر رہے ہیں بلکہ ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کر تو فساد رہے ہوتے ہیں لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا کہنا اور دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں ہم لوگ جو بھی کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں کچھ غلط کر ہی نہیں رہے یوں ایسی صورت میں یعنی جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں حق کی ایک رائی بھی نہیں ہوتی نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی ہر طرف ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہوتی ہیں تو اللہ احسان کرتا ہے کہ ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کرتا ہے یوں اللہ اس بشر رسول کی صورت میں کلام کرتا ہے اور یہ آیت اللہ کے اسی رسول کی تاریخ پر مبنی ہے جسے قرآن کے نزول کے بعد الساعت کے قیام سے قبل اس وقت بعث کیا جانا تھا جب ضلالٍ مبینٍ ہونا تھیں یعنی یہ آیت آج کی تاریخ ہے۔

آج جب لوگ ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے ہیں فرقہ در فرقہ تقسیم ہیں اور ہر فرقے کا یہی دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف ہم ہی حق پر ہیں باقی سب باطل پر ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سب کے سب ہی ضلالٍ مبینٍ میں ہیں حق کا کسی ایک کو بھی علم نہیں تو آج یہ لوگ جہاں آسمانوں وزمین میں ہر طرف فساد عظیم کر رہے ہیں جسے اللہ کا رسول کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تو وہیں اس فساد عظیم کی اصل بنیاد اور ان کی آج اس حالت کی اصل اور بنیادی وجہ کو بھی کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ آج تمہیں جن جن ہلاکتوں وتباہیوں کا سامنا ہے جو کہ تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے ہوئے

فساد کا نتیجہ ہے اور اس کی اصل اور بنیادی وجہ تمہارا رزق ہے جب تم لوگوں نے اپنے رزق کو بدل ڈالا یعنی طیب کو خبیث سے بدل ڈالا تو تمہارے اجسام خبیث بن گئے اور پھر ظاہر ہے خبیث اجسام صالح اعمال تو کریں گے نہیں خبیث اجسام فساد ہی کریں گے جو آج تم لوگ کر رہے ہو۔

آج انسان طیب کو خبیث سے بدل رہا ہے ذرا غور کریں جو آپ کا رزق ہے کیا یہ طیب ہے؟ یا پھر خبیث؟ اور پھر کیا اسے ربّ اللہ جو کہ فطرت ہے نے ایسا ہی خلق کیا یا پھر انسان خود اپنے ہاتھوں سے ایسا کر رہے ہیں؟ جب آپ تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو آپ پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا آج حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا۔ جب آپ اپنی ہی ذات میں غور و فکر کریں اسے سمجھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آپ یعنی یہ بشر کُل کائنات کی سب سے پیچیدہ ترین اور حساس ترین خلق ہے اور اس کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے فطرت یعنی اللہ کو ہی علم ہے کہ اس کی ضروریات کیا ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے اور پھر اسے کس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا۔ اور آپ پر یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کو جن عناصر سے خلق کیا جا رہا ہے جو عناصر آپ کی ضرورت ہیں اگر ان میں رائی برابر بھی مداخلت کی جاتی ہے تو اس کا انجام کیا ہے اب اس کے باوجود دیکھیں کیا آج آپ کی تمام تر ضروریات طیب ہی ہیں؟ یعنی خالصتاً اللہ یعنی فطرت کی ہی خلق کردہ ہیں یا پھر انسان ان میں مداخلت کر رہا ہے؟ تو حق آپ پر بالکل کھل کر واضح ہے آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج انسان ہر شئے میں مداخلت کر رہا ہے انسان رزق کو بدل رہا ہے اور پھر انسان کا دعویٰ ہے کہ وہ اچھا اور بہتر رزق خلق کر رہا ہے۔

آج ترقی وانسانیت کی خدمت کے نام پر اصلاح کے نام پر ہر شئے میں چھیڑ چھاڑ کی جا رہی ہے ہر شئے کو بدلا جا رہا ہے فطرت کو بدلا جا رہا ہے۔ نباتات میں مداخلت کی جا رہی ہیں مصنوعی جینیاتی تبدیل شدہ بیج خلق کیے جا رہے ہیں ان بیجوں سے رزق اگایا جا رہا ہے اور پھر نباتات اگانے کے لیے طرح طرح کے کیمیکلز کا استعمال کیا جا رہا ہے یعنی کھادوں کا استعمال، طرح طرح کے زہریلے عناصر کا مختلف طریقوں سے استعمال کیا جا رہا ہے پھر یہیں تک اکتفا نہیں بلکہ ان اشیاء کو جب پیک کیا جاتا ہے تو ان کی مدت بڑھانے کے لیے ان میں ایسے عناصر شامل کیے جاتے ہیں جو اس شئے کو زیادہ دیر تک قابل استعمال رکھ سکیں۔ ہر شئے میں جینیاتی تبدیلیاں کر کے اسے کم سے کم مدت میں اور زیادہ سے زیادہ خلق کیا جا رہا ہے آپ ان مرغیوں کی ہی مثال لے لیں جنہیں چکن کے نام سے خلق کر کے پروان چڑھا کر بطور رزق استعمال کیا جا رہا ہے جہاں فطرت ایک مرغی کو وجود میں لا کر تین سو پینسٹھ دنوں میں بڑا کرتی ہے تو وہیں نہ صرف مصنوعی طریقے سے چوزوں کو وجود میں لایا جاتا ہے بلکہ محض ایک ماہ اور چند دن میں اس سے دو یا تین گنا بڑا کر لیا جاتا ہے، ایسے ہی دودھ کی پیداوار کو غیر معمولی حد تک بڑھایا جا چکا ہے جس کے لیے طرح طرح کے تباہ کن عناصر کا استعمال کیا جاتا ہے اور ایسے ہی مچھلی کی فارمنگ بھی کی جا رہی ہے مختلف مخلوقات کے جینز کا استعمال کر کے کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ خلق کیا جا رہا ہے۔

پھر اس کے علاوہ زمین سے خام تیل کے نام پر زمین کا خون نکال کر اس سے طرح طرح کے عناصر اخذ کر کے ان عناصر سے لوگوں کے کھانے سمیت استعمال کی طرح طرح کی اشیاء خلق کی جا رہی ہیں آج کوئی ایک بھی شئے ایسی نہیں رہی جس میں مداخلت نہیں کی جا رہی جسے بدلا نہیں جا چکا تو یہ سب کا سب کیا کیا جا رہا ہے؟ یہی تو ہے جو الخبیث تھا الطیب کیساتھ اسے بدلا جا رہا ہے۔ آپ پر انتہائی باریک بینی سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ فطرت میں اگر مداخلت کی جاتی ہے تو اس کا انجام کیا ہے اس کے باوجود آج انسان کیا کر رہا ہے؟ جب خبیث کیساتھ طیب کو بدلا جائے گا، آپ کو جن عناصر سے خلق کیا گیا ان عناصر کو بدل دیا جائے گا ان میں چھیڑ چھاڑ کر کے ان کا توازن بگاڑ دیا جائے گا ان کا توازن بگاڑ دیا جائے گا تو پھر کیا ایسے رزق سے متوازن اجسام وجود میں آئیں گے؟ کیا ایسے اجسام میں منفی اور مثبت دونوں انرجی متوازن وجود میں آ کر ان کا صالح اعمال کی صورت میں اظہار ہو گا یا پھر نہ صرف غیر متوازن اجسام بلکہ ان غیر متوازن اجسام میں غیر متوازن دونوں اقسام کی انرجی وجود میں آ کر مفسد اعمال کی صورت میں اس کا اظہار ہو گا؟ حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

تو یہ جو کچھ بھی آج کیا جا رہا ہے یہ سب کا سب فساد کیا جا رہا ہے یہ جو آج لوگوں کے استعمال کی اشیاء جو ان کا رزق ہے اس میں مداخلت کی جا رہی ہے کوئی ایک بھی شئے فطرتی نہیں رہنے دی جا رہی یہ اصلاح نہیں ہے جان لو یہ فساد عظیم ہے اب اگر آج تم لوگ اس سے باز نہیں آتے تو پھر جان لو یہ کوئی پہلی بار نہیں ہو رہا بلکہ وہ قومیں جو تم سے قبل اس زمین پر آباد تھیں جو ہلاک ہو چکیں انہوں نے بھی بالکل یہی کیا تھا اور اسی کے سبب وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں جب ان کے اسی فساد

کی وجہ سے عذاب عظیم ان کے بالکل سر پر آچکا تھا تو ان کو آخری بار کھول کھول کر متنبہ کرنے کے لیے ان میں انہی سے ہم نے اپنے رسول بھیجے بالکل ایسے ہی جیسے آج ہم نے تم میں تم ہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو آج تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جو تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے جان لو میں تمہارا ربّ ہوں جو تمہیں بالکل اسی طرح کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہوں جیسے تم سے قبل تمہارے آباء جو کہ گزشتہ ہلاک شدہ اقوام ہیں انہیں متنبہ کیا تھا انہوں نے بھی بالکل یہی کیا تھا جو آج تم کر رہے ہو انہوں نے بھی ترقی وانسانیت کی خدمت کے نام پر لوگوں کی اشیاء میں فساد کیا تھا جیسا کہ آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ہم نے درج ذیل آیات کی صورت میں ان کی مثلوں سے آج کی تمہاری تاریخ اتار دی تھی۔

وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ‌ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ‌ ؕ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ‌ فَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ‌ ۚ. الاعراف ۸۵

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب، شعیب نے کہا اے میری قوم کس کی عبادہ کر رہے ہو؟ یعنی جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا مال، اولاد، ذہانت یا کچھ بھی کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں ان کا کس کے پیچھے کس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ اللہ تھا یعنی اللہ تھا جس نے تمہیں یہ سب عطا کیا اور اللہ ہی کے لیے ان سب کا استعمال کرو یہ ہے اللہ کی عبادہ، اللہ کی عبادہ کرو، نہیں تمہارے لیے الٰہوں سے کوئی الٰہ یعنی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے جس کے لیے ان سب کا استعمال کیا جائے جو کچھ بھی عطا کیا گیا اس کے علاوہ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ تم اپنی تحقیق کرلو اپنے گھوڑے دوڑالو یہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ حق ہے جو قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا جسے ہر حال میں ہو کر رہنا تھا کہ تمہارے پاس تمہارے ربّ سے بیّنات آگئیں یعنی تم میں تمہی سے ایک بشر آگیا جس نے آ کر سب کچھ کھول کھول کر رکھ دیا تمہارے ربّ سے فَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ اور کیا کر رہے ہو؟ کیا پورا کر رہے ہو معیار اور المیزان یعنی اللہ نے جو زمین آسمانوں میں ہر شئے میں توازن قائم کیا ہوا ہے کیا تم ایسے اعمال کر رہے ہو کہ ان سے قسط کیساتھ میزان یعنی توازن قائم رہ رہا ہے یا پھر تمہارے اعمال ایسے ہیں کہ تم اللہ کے قائم کردہ توازن میں خسارہ کر رہے ہو؟ تم المیزان میں خسارہ کر رہے ہو اس لیے ایسا مت کرو اور بس اشیاء کا معیار پورا کرو اور المیزان قائم کرو وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ اور نہ کرو جو تم کر رہے ہو لوگوں کی اشیاء یعنی لوگوں کے استعمال کی جو اشیاء ہیں ان میں جو خسارہ کر رہے ہو ان میں ملاوٹیں کر رہے ہو ان میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو لوگوں کے استعمال کی اشیاء جو کہ ان کا رزق ہے ان میں خرابیاں کر رہے ہو ان میں پنگے لے رہے ہو ان کو خراب کر رہے ہو ان میں مداخلت کر رہے ہو جس سے ان اشیاء کا معیار تباہ کر کے رکھ دیا ہے انہیں خبائث میں بدل دیا ہے یہ سب نہ کرو یہ سب کا سب فساد ہے جو تم کر رہے ہو وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا اور نہ کرو جو اعمال تم کر رہے ہو یہ فساد کر رہے ہو زمین میں یعنی یہ جو تمہارے اعمال ہیں جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم زمین کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہو ان میں تبدیلیاں کر رہے ہو جس سے زمین میں سوائے ہلاکتوں و تباہیوں کے کچھ نہیں آئے گا اس کے بعد کہ زمین کی اصلاح کر دی گئی ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اُسی میں خیر ہے یعنی فائدے ہی فائدے ہیں تمہارے لیے اگر تم ہو مومنین یعنی اگر تم تمہارے ربّ کی طرف سے آنے والے اس حق کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے ہو اور فساد کو ترک کرنے والے ہو تو تمہارے لیے اس میں خیر ہے فائدے ہی فائدے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ورنہ تمہارے لیے خیر نہیں بلکہ شر ہے یعنی نقصان ہی نقصان ہے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی۔

وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا‌ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ‌ ؕ وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ‌ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ وَّاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ. ھود ۸۴

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب، شعیب نے کہا اے میری قوم کس کی عبادہ کر رہے ہو؟ یعنی جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا مال، اولاد، ذہانت یا کچھ بھی کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں ان کا کس کے پیچھے کس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ اللہ تھا یعنی اللہ تھا جس نے تمہیں یہ سب عطا کیا اور اللہ ہی کے لیے ان سب کا استعمال کرو یہ ہے اللہ کی عبادہ، اللہ کی عبادہ کرو، یہ جو تم آسمانوں وزمین کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ اللہ تھا جس کیساتھ دشمنی کر رہے ہو، نہیں تمہارے لیے الٰہوں سے کوئی الٰہ یعنی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے جس کے لیے ان سب کا استعمال کیا جائے جو کچھ بھی عطا کیا گیا اس کے علاوہ وَلَا

تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ اور نہ کرو یہ جو تم کر رہے ہو جو تمہارے اعمال ہیں جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم المکیال میں یعنی زمین کی مخلوقات میں لوگوں کے استعمال کی جو اشیاء ہیں جو ان کا رزق ہے ان میں نقائص پیدا کر رہے ہو اور المیز ان میں یعنی اللہ نے جو ہر شئے میں بہترین توازن قائم کیا ہوا ہے اس میں خسارہ کر رہے ہو یہ سب نہ کرو اگر تم اپنے مفسد اعمال کو ترک کرتے ہو یہ سب نہیں کرتے تو اِنِّیٓ اَرٰئکُمْ بِخَیْرٍ اس میں کچھ شک نہیں میں کیا دیکھ رہا ہوں میں دیکھ رہا ہوں تمہیں ہر لحاظ سے ہر طرف سے فائدوں ہی فائدوں میں اور اگر تم اپنے مفسد اعمال کو ترک نہیں کرتے اور جو کر رہے ہو یہی کرتے ہو تو وَّ اِنِّـیٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھے خوف ہے تم پر تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے ان مفسد اعمال کے رد اعمال بطور سزا جو ایک لمبی مدت ہو گی تمہارا احاطہ کرے گی یعنی طرح طرح کی بیماریاں، مصیبتیں، تکالیف، تباہیاں تمہیں ہر طرف سے گھیر لیں گی جو تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے انہی مفسد اعمال کے رد اعمال ہوں گے۔

وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ . ھود ۸۵

اور اے میری قوم یعنی اے وہ لوگو جن کی طرف میں بھیجا گیا ہوں جن کو میں یہ دعوت دے رہا ہوں جن پر میں یہ سب کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں کیا کر رہے ہو؟ کیا پورا کر رہے ہو معیار اور المیز ان قسط کیساتھ یعنی اللہ نے جو آسمانوں و زمین میں ہر شئے میں توازن قائم کیا ہوا ہے کیا تم ایسے اعمال کر رہے ہو کہ ان سے قسط کیساتھ میزان یعنی توازن قائم رہ رہا ہے یا پھر تمہارے اعمال ایسے ہیں کہ جو کچھ بھی زمین میں ہے انہیں صرف استعمال پر استعمال ہی کیے جا رہے ہو اور ان کی جگہ واپس ان مخلوقات کو قسط کیساتھ نہیں رکھ رہے یعنی جیسے اگر ایک درخت کاٹا جائے تو قسط کے ساتھ توازن قائم کرنا ہے درخت کاٹا تو وہاں واپس بھی رکھنا ہے جو کہ ایک ہی بار میں ممکن نہیں بلکہ آہستہ آہستہ کچھ مدت میں وہاں واپس لایا جائے گا ایک پودا لگا کر جو آہستہ آہستہ اقساط میں ایک وقت آئے گا جب ویسا ہی درخت بن جائے گا جیسا کاٹا تھا یوں پھر سے توازن قائم ہو جائے گا تو کیا تم جو کچھ بھی استعمال کر رہے ہو کیا وہ سب کا سب اقساط میں واپس بھی رکھ رہے ہوتا کہ المیز ان یعنی توازن قائم رہے یا پھر تم اللہ کے قائم کردہ توازن میں خسارہ کر رہے ہو؟ یہ خسارہ نہ کرو بلکہ قسط کیساتھ توازن کو پورا کرو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ اور نہ کرو جو تم کر رہے ہو لوگوں کی اشیاء یعنی لوگوں کے استعمال کی جو اشیاء ہیں ان میں جو خسارہ کر رہے ہو ان میں ملاوٹیں کر رہے ہو ان میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو لوگوں کے استعمال کی اشیاء جو کہ ان کا رزق ہے ان میں خرابیاں کر رہے ہو ان میں پنگے لے رہے ہو ان کو خراب کر رہے ہو ان میں مداخلت کر رہے ہو جس سے ان اشیاء کا معیار تباہ کر کے رکھ دیا ہے انہیں خبائث میں بدل دیا ہے یہ سب نہ کرو یہ سب کا سب فساد ہے جو تم کر رہے ہو تم ہر طرف ہر شئے میں تباہیاں کر رہے ہو ہر شئے کو تباہ و برباد کر رہے ہو وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ اور نہ کرو جو بھی اعمال تم کر رہے ہو تم زمین میں ہر طرف ہر شئے کو تباہ و برباد کر رہے ہو زمین کی مخلوقات کو اشیاء کو ان کے مقامات سے ہٹاتے ہوئے ان میں تبدیلیاں کرتے ہوئے، یہ تبدیلیاں کرنا چھوڑ دو مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کرنے ان میں پنگے لینے سے باز آجاؤ، زمین کی تمام مخلوقات کو ان کی مقام سے نہ ہٹاؤ، انسانوں کی اشیاء میں دخل اندازی کر کے ان کا معیار خراب نہ کرو، جیسے آج سائنسی طریقوں سے بیجوں سمیت ہر کھانے کی شئے میں فساد کیا جا رہا ہے۔

آپ نے دیکھا بالکل یہی انہوں نے بھی کیا تھا جو آج کیا جا رہا ہے اور پھر کیا قرآن میں یہ آیات اساطیر الاولین ہیں؟ یعنی کیا قرآن میں یہ ان کی لائنیں ہیں جو اس قرآن سے قبل گزر چکے؟ کیا ان آیات میں جو مدین تھے ان کی قوم اور انکے آخرین میں ان کی قوم میں انہی سے بھیجے گئے اللہ کے رسول شعیب کا ذکر ہے یا پھر نہیں بلکہ وہ تو الاولین ہیں انہیں نہ صرف سلفاً یعنی گزرا ہوا کر دیا گیا بلکہ مثلاً کر دیا گیا الآخرین کے لیے اس لیے ان کی مثلوں سے آج کی تاریخ ہے؟ اور پھر کیا یہ آیات محمد اور محمد کے وقت جو لوگ موجود تھے ان کی تاریخ ہیں یا پھر آج کی تاریخ ہیں؟ ان آیات میں بہت سے مدین اور ان کے بھائی شعیب کو ان کے آخرین میں ان کی قوم کی طرف بھیجے جانے کا ذکر کیا گیا جب اصلاح، انسانیت کی خدمت و ترقی کے نام پر ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عذاب عظیم ان کے بالکل سر پر آ کھڑا تھا یوں ایسی صورت میں مدین رسول اللہ و خاتم النبیّن اور اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر تب تک آنے والے النبیّن جب تک کہ دوبارہ ضلالٍ مبینٍ نہیں آگئیں جو کہ اس کے فلٹر سے نکلنے کی وجہ سے مدین ہی بنتے رہے ان کے ایک بھائی شعیب رسول اللہ کو

ان کی قوم کے آخرین میں بعث کیا گیا جب ضلالٍ مبینٍ تھیں شعیب آیا البیّنات کیساتھ یعنی شعیب نے آ کر سب کا سب کھول کھول کر واضح کر دیا شعیب نے واضح کر دیا کہ یہ تھی الصلاۃ نہ کہ الصلاۃ وہ ہے جسے تم الصلاۃ کا نام دے رہے ہو اور یہ جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہ فساد کر رہے ہو اور پھر جب وہ باز نہ آئے انہیں اس قدر کھول کھول کر متنبہ کرنا کچھ نفع نہ دیا انہوں نے شعیب کا کذب ہی کیا تو پھر بالآخر شعیب کی موجودگی میں ہی ان پر عذاب لے آیا گیا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور شعیب اور اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کرنے والوں کو یعنی مومنین کو بچا لیا گیا تو کیا ایسا محمد کے وقت ہوا؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ ان آیات میں تو آج کی تاریخ ہے۔

متشابہاً:۔ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا .الاعراف ۸۵

بیّن:۔ و الیٰ محمدَ اخاهم عیسیٰ

پہلی بات کہ قرآن میں آیات ہیں اور آیت جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد آیت ہے اور آیت کا معنی ہے شئے، بات، ذات یا وجود کا ہر لحاظ سے ہر پہلو سے مکمل طور پر چھپے ہوئے ہونا سوائے اس کے چھوٹے سے حصے تھوڑے سے پہلو کے، جو سامنے نظر آ رہا ہوتا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہوتی بلکہ اصل اور مکمل حقیقت چھپی ہوئی ہوتی ہے جو تب تک سامنے نہیں آ سکتی جب تک کہ آیت بیّن نہ ہو جائے یعنی کھل کر واضح نہ ہو جائے اور اس کے لیے جو سامنے نظر آ رہا ہوتا ہے یعنی آیت میں غور وفکر کرنا پڑتا ہے اس لیے قرآن میں جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ حقیقت ان کے پیچھے چھپا دی گئی جس کا صرف اور صرف اسے ہی علم ہے جس نے چھپا دی جس کی آیات ہیں اور ہر کسی پر واضح ہے کہ اللہ کی آیات ہیں اللہ نے حقیقت چھپا دی اس لیے اللہ ہی کے پاس علم ہے اللہ ہی کو علم ہے کہ اس نے کیا چھپا دیا اور دوسری بات کہ یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے جو اتارا تھا وہ متشابہاً ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ اس قرآن کو کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور آج جب وقت آ گیا تو نہ صرف اللہ ان آیات کو کھول کھول کر واضح کر رہا ہے بلکہ قرآن اپنے قول کے مطابق جب آج یہ حدثہ ہو رہا ہے تو قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا رہا ہے یہ تھا اللہ کا وہ رسول اور یہ تھا وہ وقت یہ تھے وہ حدثات جن کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی سلف کی مثلوں سے ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی تاکہ جیسے ہی آج کا یہ وقت آتا تو قرآن تمہیں یاد دلا دیتا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی تصدیق وہ کر رہا ہے جو کتاب اللہ سے تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان موجود ہے۔

اس لیے ان آیات میں مدین اور ان کے بھائی شعیب اور ان کی قوم کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ وہ تو سلف ہو چکے اور جو سلف ہو چکے انہیں مثل کر دیا گیا الآخرین کے لیے یوں ان آیات میں ان کی مثلوں سے آج کی تاریخ ہے۔ تمہارے شروع میں محمد نہ صرف اللہ کا رسول تھا بلکہ محمد خاتم النبیّن تھا یعنی بعد میں آنے والے النبیّن کے لیے فلٹر جب تک کہ دوبارہ ضلالٍ مبینٍ نہیں آ جاتیں اور اگلا رسول بعث کرنے کا وقت نہیں آ جاتا یوں آج جب ضلالٍ مبینٍ آ گئیں تو محمد اور محمد کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن بھی محمد ہی بنتے رہے اس لیے وہ جتنے بھی محمد تھے آج جب ضلالٍ مبینٍ آ چکیں اور مومن موجود ہیں اللہ سے ہدایت کے لیے گڑگڑا رہے ہیں تو ہم نے ان محمدَ کہیں یا محمدٍ کے بھائی عیسیٰ کو ان کی قوم کی طرف بھیج دیا جو آج تم میں تمہی سے نہ صرف موجود ہے بلکہ تمہاری خواہشات کے بالکل برعکس آیا بالبیّنات یعنی البیّنات کیساتھ آیا جو نہ صرف حق کھول کر واضح کر رہا ہے بلکہ تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے کہ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو فساد کر رہے ہو یہ تم لوگوں کی اشیاء جو ان کا رزق ہے اس میں مداخلت کر رہے ہو اسے خبیث بنا رہے ہو اب بھی وقت ہے باز آ جاؤ ورنہ اگر کذب ہی کرو گے جو کہ مجرمین کہاں مانتے ہیں تو پھر جان لو تمہارا انجام بھی تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

اب جان لیں یہ جو آج جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے یہ فساد عظیم ہے اور سب سے بڑے جرائم میں سے ایک جرم ہے فطرت میں مداخلت کرنا یعنی شرک کرنا اللہ کا شریک ٹھہرانا جس کی معافی ہے ہی نہیں۔ آپ کو اللہ نے یعنی فطرت نے خلق کیا اس لیے نہ صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہونا چاہیے بلکہ صرف اور صرف اللہ کو ہی یعنی فطرت کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ لوگوں کی ضروریات کو خلق کر کے انہیں فراہم کرے اب اگر انسان اس ذمہ داری کو اٹھا لیتا ہے انسان اپنی ضروریات کو خود خلق کرتا ہے اللہ کی خلق کو بدلتا ہے لوگوں کی اشیاء میں مداخلت کرتا ہے یعنی طیب کو خبیث سے بدل دیتا ہے تو پھر ایسا کرنا جرم عظیم ہے جس کی معافی ہے ہی نہیں کیونکہ آج پوری دنیا کی جو حالت ہے اس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ ہی یہی ہے کیونکہ آپ وہ ہیں

جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیب کھائیں گے تو آپ طیب بنیں گے اور اللہ طیب ہے تو اللہ آپ سے حب کرے گا یعنی جیسے پرزہ پرفیکٹ ہو تو مشین اسے قبول کر لیتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے ایسے ہی اگر آپ طیب بنتے ہیں تو اللہ یعنی فطرت آپ کو اپنی فطرت کھینچ کر رکھے گی آپ کو قبول کرے گی اور آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہوگا ورنہ اگر آپ خبیث سے اپنا وجود بناتے ہیں تو پھر آپ اللہ کے شریک بنیں گے آپ کا ہر عمل اللہ کیساتھ دشمنی پر مبنی ہوگا آپ ہر لمحے اللہ کیساتھ دشمنی ہی کریں گے اور الٹا آپ اس پر فخر کریں گے آپ تسلیم ہی نہیں کریں گے کہ آپ کچھ غلط کر رہے ہیں بلکہ آپ اپنے ہر عمل کو ہی اصلاح قرار دیں گے آپ استکبار کریں گے آپ پر اگر آپ کی کوئی غلطی واضح کی جائے گی تو آپ کبھی بھی نہیں مانیں گے بلکہ الٹا تکبر کریں گے اور غلطی کو واضح کرنے والے کو ہی اپنا دشمن تسلیم کریں گے اور اس کیساتھ دشمنی کریں گے۔ یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے بہت ہی سختی سے منع کیا اور منع کیا گیا تھا فطرت میں مداخلت کرنے سے اللہ کی خلق کو بدلنے سے اور اسی کا قرآن میں سینکڑوں مقامات پر ذکر کیا گیا جن میں سے کچھ آیات درج ذیل ہیں۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ المائدہ ۸۷

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا آج جب اللہ نے تم میں تمہی سے اپنا رسول بعث کر دیا جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تو وہ جو اللہ کے رسول کی اس دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں ان سے کہا جا رہا ہے یعنی وہ جو آج میری طرف سے کھول کھول کر واضح کیے جانے والے حق کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں جو مان رہے ہیں کہ ہاں یہ حق ہیں تو انہیں کہا جا رہا ہے کہ اے وہ جو میری دعوت کو جو حق کو دل سے تسلیم کر رہے ہو لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ نہ کرو یہ جو تم کر رہے ہو یہ تم لوگ حرام کر رہے ہو طیبات کو یعنی دیکھو آج تم روزگار کے نام پر کیا کر رہے ہو؟ کیا ایسا تو نہیں کہ تم لوگ بھی فتنۃ الدجّال کا شکار ہو کر طیبات کو حرام کر رہے ہیں اللہ کی خلق کو بدل رہے ہو جو رزق اللہ یعنی فطرت وجود میں لا رہی ہے اس میں مداخلت کر کے اسے حرام بنا رہے ہو ایسا بنا رہے ہو کہ پھر اللہ اس کے استعمال کی اجازت نہیں دے رہا بلکہ اسے استعمال کرنے سے منع کر رہا ہے کیونکہ ظاہر ہے تمہیں اللہ نے خلق کیا تو پھر صرف اور صرف اللہ کو ہی علم ہے کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں اور انہیں کیسے خلق کرنا ہے اب اگر تم اللہ کی خلق میں چھیڑ چھاڑ کرو گے اس میں مداخلت کرو گے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جن عناصر کی تمہیں ضرورت ہے ان میں توازن نہیں رہے گا جس کا نتیجہ کیا نکلے گا تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا اس لیے تم لوگ ایسا مت کرو ایسا کرنا ترک کر دو کیونکہ ایک تو نہ صرف تم پر حق بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بلکہ تم خود تسلیم کر رہے ہو مان رہے ہو کہ یہ حق ہے تو پھر جب تم لوگ خود مان رہے ہو کہ یہ حق ہے تو پھر اس پر عمل بھی کرو کیونکہ صرف زبان سے مان لینا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا جب تک کہ تم حق پر قائم نہیں ہو جاتے اس لیے طیبات کو حرام کرنا چھوڑ دو کیونکہ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ نہیں اجازت دی اللہ نے تم کو ایسا کرنے کی وَلَا تَعْتَدُوْا اور نہ کرو یہ تم لوگ اللہ کی لگائی ہوئی حدود یعنی فطرت کی لگائی ہوئی حدود سے تجاوز کر رہے ہو ایسا نہ کرو اور اگر تم باز نہیں آ رہے تم ماننے کے باوجود بھی طیبات کو حرام ہی بنا رہے ہو تو پھر جان لو یہ تم لوگ حدود سے تجاوز کر رہے ہو ایسا کرنے کی اللہ نے تمہیں قطعاً اجازت نہیں دی اس کے باوجود بھی ایسا ہی کرتے ہو باز نہیں آتے تو پھر جان لو اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا جس کیساتھ تم چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو جس میں تم مداخلت کر رہے ہو اگر تم اللہ کیساتھ مداخلت کرتے ہو تو پھر اللہ نہیں حب کر رہا اس کی لگائی ہوئی حدود سے تجاوز کرنے والوں سے۔

حب کہتے ہیں کشش جسے آپ محبت کہتے ہیں اور محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جس سے محبت کی جاتی ہے اسے کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دی جاتی اس کی تکلیف اپنی تکلیف بن جاتی ہے اس کا دکھ اپنا دکھ اگر اس کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اس کیساتھ کوئی دشمنی کرتا ہے تو وہ اپنا دشمن سمجھا جاتا ہے اور یہی بات اس آیت میں کی گئی کہ اگر آپ فطرت پر قائم ہو جاتے ہیں اللہ کے رزق میں مداخلت نہیں کرتے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے جو حدود فطرت نے لگا دیں آپ ان سے تجاوز نہیں کرتے تو فطرت آپ سے حب یعنی محبت کرے گی پھر آپ کو رائی برابر بھی نقصان نہیں پہنچنے دے گی کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دے گی اگر آپ کیساتھ کوئی دشمنی کرتا ہے تو وہ اللہ یعنی فطرت کیساتھ دشمنی کرے گا پھر آپ کی چاہت ہی اللہ یعنی فطرت کی چاہت ہوگی کیونکہ آپ پر بار بار کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ کیا ہے جب آپ طیب رزق استعمال کریں گے تو آپ طیب بنیں گے جب آپ طیب بن جائیں گے تو آپ کا اپنا الگ سے وجود ختم ہو جائے گا فطرت آپ کو قبول کر لے گی پھر اصل میں تو فطرت کا وجود ہے آپ کا ہر عمل فطرت یعنی اللہ کا عمل ہوگا آپ کیساتھ دشمنی اللہ کیساتھ دشمنی ہوگی کیونکہ آپ اللہ کے شریک نہیں بلکہ آپ عین اللہ ہی کی ذات بن جائیں گے بالکل ایسے ہی جیسے جب تک آپ کے وجود میں کوئی بھی عضو مکمل طور پر آپ کے جسم کیساتھ جڑا ہوا ہے تو وہ آپ ہی ہو اس کا عمل آپ کا عمل ہے۔

اگر آپ فطرت میں مداخلت کرتے ہیں طیبات میں چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں تو وہ حرام بن جائیں گی یعنی جن عناصر سے آپ کی ضروریات کو اللہ یعنی فطرت خلق کر رہی ہے اگر آپ اس میں مداخلت کریں گے تو ان عناصر میں توازن قائم نہیں رہے گا ان میں توازن بگڑ جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان غیر متوازن عناصر سے غیر متوازن یعنی خراب جسم وجود میں آئے گا جسم میں خرابیاں ہو جائیں گی جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں اور پھر غیر متوازن عناصر جب واپس نور یعنی انرجی میں بدلنے کے لیے دو طرح کی گرم اور ٹھنڈی انرجی میں تبدیل ہوں گے تو وہ انرجی بھی غیر متوازن ہو گی جس کا نتیجہ غیر متوازن یعنی مفسد اعمال کی صورت میں ظاہر ہو گا پھر آپ کا سننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا، عمل کرنا یہاں تک کہ ایک ایک عمل فطرت کی ضد ہو گا یعنی آپ ہر لحاظ سے اللہ کے شریک ہوں گے اور آپ اللہ کیساتھ یعنی فطرت کیساتھ دشمنی کریں گے یہ وجہ ہے جس وجہ سے انتہائی سختی کیساتھ فطرت کی عائد کردہ حدود سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلاً قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ . یونس ۵۹

آج جب حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے تو جہاں کچھ ایسے ہیں جو حق کو مان رہے ہیں تو وہیں اکثریت ان کی ہے جو حق کو نہیں مان رہے وہ کذب ہی کر رہے ہیں وہ کسی بھی بات کو ماننے کو تیار ہی نہیں وہ اس بات کو ماننے کو تیار ہی نہیں کہ جس جس میں بھی انسان مداخلت کر رہا ہے وہ حلال نہیں بلکہ حرام ہے اور اگر جو حلال ہے اس میں مداخلت کی جاتی ہے تو وہ حرام بن جاتا ہے یعنی آج حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ کا اپنے رسول کو کہنا ہے کہ قُلْ اے میرے رسول انہیں کہہ یہ جو نہیں مان رہے اور حق سے کفر ہی کر رہے ہیں اس کے باوجود کہ یہ لوگ زبان سے مومن ہونے کے دعویدار ہیں انہیں کہہ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ کیا نہیں دیکھ رہے تم لوگ کیا تھا جو آیا اللہ کی طرف سے جو اللہ نے تم کو رزق میں سے دیا؟ یعنی ذرا غور کرو جب تمہیں دنیا میں لایا گیا تو تب کیا ایسے ہی رزق خلق ہو رہا تھا جیسے آج ہو رہا ہے؟ یا پھر آج اس میں مداخلت کی جا رہی ہے انسان اس میں چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے؟ مثلاً کیا پہلے مرغی ایسے ہی خلق ہوتی تھی اور پروان چڑھتی تھی جیسے آج کیا جا رہا ہے؟ اے عقل کے اندھو پہلے یہ تو جان لو کہ اللہ کیا ہے اللہ تو فطرت ہے ذرا غور کرو کیا پہلے فطرت نہیں خلق کرتی تھی اور فطرت ہی پروان چڑھاتی تھی لیکن کیا آج بالکل اسی طرح ہو رہا ہے یا پھر آج اس میں مداخلت کی جا رہی ہے؟ ایسے ہی کیا آج اسی طرح نباتات وثمرات خلق ہو رہے ہیں جیسے فطرت وجود میں لاتی تھی؟ یا پھر آج انسان مداخلت کر رہا ہے بیجوں میں جینیاتی تبدیلیاں، کھادیں، طرح طرح کے زہر، مختلف مصنوعی عناصر کا استعمال، یہ ٹیکنالوجی کا استعمال کیا یہ فطرت یعنی اللہ خلق کر رہا ہے یا پھر انسان اللہ کا شریک بنا ہوا ہے؟ کیا پہلے ایسے ہی پانی بارشوں کی صورت میں یا پھر دریاؤں کی صورت میں فطرتی جگہوں سے تمہارے طرف آتا تھا اور اس پانی سے نباتات وثمرات وجود میں آتے تھے جیسے آج ہو رہا ہے؟ جب آج ہر شئے میں انسان مداخلت کر رہا ہے تم لوگ مداخلت کر رہے ہو تو کیا پھر جو پہلے حلال تھا وہ حلال ہی رہے گا یا پھر حرام یعنی ایسا بن جائے گا جس کے استعمال کی اجازت ہی نہیں دی گئی؟ حق بالکل واضح ہے اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلاً پس کر دیا تم نے اس سے سو فیصد مکمل طور پر ایسا کہ جس کے استعمال کی اجازت ہی نہیں دی گئی اور جس کے استعمال کی اجازت دی گئی تھی اسے بھی تم نے سو فیصد ایسا بنا دیا کہ اسے استعمال کرنے کی اجازت ہی نہیں دی گئی یوں تم لوگ خود ہی حلال اور حرام کر رہے ہو اس سے یعنی حلال وحرام کی ذمہ داری تم لوگوں نے اٹھا لی تم لوگ فیصلہ کر رہے ہو کہ کیا ہے جو تمہارے استعمال کے لیے صحیح ہے اور کیا ہے جو تمہارے استعمال کے لیے ٹھیک نہیں ہے جسے استعمال نہیں کر سکتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آج انسان خود حلال وحرام کا تعین کر رہا ہے انسان خود اپنی ضروریات خلق کر رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ یہ انسانوں کے لیے فائدے کی اشیاء ہیں اس لیے یہ یہ یا فلاں فلاں استعمال کی جائیں گی اور فلاں فلاں نہیں لہذا ان پر پابندی لگا دی جائے گی یا اسے لوگوں تک پہنچنے ہی نہیں دیا جائے گا تو کیا تم لوگوں کو ایسا کرنے کی اجازت اللہ نے دی؟ کیا اللہ نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا؟ یعنی اللہ کا انسان کو ایسا کرنے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ کیا فطرت نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ فطرت نے تمہارے لیے مکمل طور پر تمہارے ضروریات کو خلق کرنا بند کر دیا گویا کہ فطرت تمہیں کہہ رہی ہے کہ تم اپنی ضروریات خود خلق کر و یا پھر کیا فطرت نے تمہیں تمہاری خلق کے بارے میں سو فیصد مکمل علم دے دیا جو تم لوگ ایسا کر رہے ہو یا پھر تم لوگ یہ جرم کر رہے ہو اللہ پر افتراء کر رہے ہو؟ اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ اللہ اپنے رسول کو کہہ رہا ہے انہیں کہہ یعنی یہ جو آج انسان ایسا کر رہے ہیں فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں فطرت میں مداخلت کر رہے ہیں اپنے لیے خود حلال وحرام کا تعین کر رہے ہیں اپنی ضروریات اپنا رزق خود خلق کرنے کے

دعوے کر رہے ہیں انہیں کہہ کہ کیا ایسا کرنے کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے؟ یا پھر تم لوگ اللہ پر افتراء کر رہے ہو اللہ نے تمہیں ایسا کرنے کا کہا ہی نہیں بلکہ تم یہ اللہ پر اپنی طرف سے اخذ کر کے تھونپ رہے ہو؟ تم لوگ فطرت کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہے ہو؟ اگر تو تم کو ایسا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی فطرت نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر کیا تمہارے پاس تمہاری اپنی ہی خلق کے بارے میں مکمل علم ہے؟ بتاؤ تمہیں کن کن عناصر سے خلق کیا گیا اور پھر تمہاری کیا کیا ضروریات ہیں تمہاری ضروریات کے لیے کن کن عناصر کی ضرورت ہے ان کی مقدار اور ان کا معیار کیا ہے؟ اگر تم زبان سے دعویٰ کرتے ہو تو پھر زبان سے کیے جانے والے دعوے کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ پھر تم وہ خلق کرو اور پھر اس کو استعمال کر کے دیکھا جائے گا کہ کیا اس کے استعمال سے کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اور وہ شئے ثابت کر دیتی ہے کہ ہاں تمہیں علم ہے تمہیں ایسا کرنے کا حق ہے یا پھر اس کے استعمال سے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسم میں توازن بگڑ جاتا ہے جو بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے انسانوں کے اعمال بگڑ جاتے ہیں؟ تو حق بالکل واضح ہے کہ آج تک تم لوگوں نے جو کچھ بھی کیا اس کی حقیقت آج ہر کسی کے سامنے ہے۔ تم لوگ ایک شئے خلق کرتے ہو تو اس کے بارے میں بڑے بڑے دعوے کرتے ہو اور پھر کل کو جب اس کے نقصانات سامنے آتے ہیں تو نہ صرف تم غلط ثابت ہو جاتے ہو مجرم ثابت ہو جاتے ہو بلکہ تم لوگ خود اس پر پابندی لگانے کی صورت میں عملاً اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ تمہیں کوئی حق نہیں تھا ایسا کرنے کا اس کے باوجود تم لوگوں نے جرم کیا لیکن تم لوگ اپنی زبان سے نہیں مانتے اور پھر الٹا جرم میں دن بہ دن آگے بڑھ رہے ہو اور جان لو آج تم اپنے ان جرائم میں اتنے آگے آ چکے ہو کہ اب اس سے آگے تم نہیں بڑھ سکتے اب تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے اس فسادِ عظیم کے سبب عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے یہ جو آج تم پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے یہ تمہیں آخری بار کھول کھول کر متنبہ کیا جا رہا ہے اب بھی وقت ہے باز آ جاؤ ورنہ عذابِ عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

آپ خود غور و فکر کریں اور فیصلہ کریں جب آپ یعنی یہ بشر کُل کائنات کی سب سے پیچیدہ ترین اور حساس ترین خلق ہے اور انسان کو اس کے بارے میں مکمل علم نہیں دیا گیا انسان کے پاس اس کے بارے میں علم نہ ہونے کے برابر ہے تو پھر ظاہر ہے اسے کیسے علم ہو سکتا ہے کہ اس کی ضروریات کیا ہیں؟ جب انسان کو اس بشر کی خلق کا علم ہی نہیں دیا گیا تو یہ اس کی ضروریات کو کیسے خلق کر سکتا ہے؟ اس کے باوجود اگر یہ اس ذمہ داری کو اٹھاتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ انتہائی تباہ کن ہے اور آج آپ پوری دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اب جب حقیقت آج آپ کے سامنے ہے آپ پر کھول کھول کر واضح کی جا چکی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ اس جرم کو برداشت کرے گا؟ اللہ ایسا کرنے والوں کو چھوڑ دے گا کوئی سزا نہ دے گا؟ حالانکہ اور شرک کسے کہتے ہیں؟ یہی تو شرک عظیم ہے اسے آپ ایک آسان سی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں مثلاً اگر آپ کسی بھی شئے کے کاریگر ہو اور آپ کام کر رہے ہوں وہ شئے بنا رہے ہوں تو اگر کوئی ایسا شخص جو اس شئے کے بارے کوئی علم نہیں رکھتا وہ آ کر آپ کو کہتا ہے کہ آپ ٹھیک کام نہیں کر رہے اور آپ کو زبردستی پیچھے دھکیل کر خود کام کرنا شروع ہو جاتا ہے اور کام کو نہ صرف بگاڑ کر رکھ دیتا ہے بلکہ الٹا یہ کہتا ہے کہ ایسے کرتے ہیں جیسے میں نے کیا تو آپ کو کیسا لگے گا؟ آپ پر کیا گزرے گی؟ یقیناً آپ کو انتہائی ناگوار گزرے گا اور آپ ایسا کرنے والے کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے تو پھر ذرا غور کریں آج جو کچھ انسان کر رہا ہے آج جو کچھ آپ کر رہے ہیں کیا آج آپ اللہ کیساتھ بالکل یہی نہیں کر رہے؟

اللہ یعنی فطرت آپ کی ضروریات کو وجود میں لاتی ہے لیکن آج انسان نے ہر شئے کے بارے میں ہی اللہ کو کہا کہ ایسے نہیں ایسے کرتے ہیں۔ اللہ نے انسان کی ضرورت سواری کے ذرائع خلق کیے تو انسان نے اللہ کے سواری کے ذرائع پر لعنت کرتے ہوئے یعنی اللہ پر لعنت کرتے ہوئے اللہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے مقابلے پر اپنے سواری کے ذرائع خلق کر کے یہ دعویٰ کر دیا کہ اے اللہ تجھے تو علم ہی نہیں کہ ہماری کیا ضروریات ہیں اور انہیں خلق کیسے کرنا ہے یہ لے یہ دیکھ ہم تجھے بتاتے ہیں کہ ہماری کیا ضروریات ہیں اور انہیں کیسے خلق کیا جاتا ہے۔

ایسے ہی جتنی بھی انسان کی ضروریات ہیں کسی کو بھی سامنے رکھ لیں ہر شئے کے بارے میں انسان کا عملاً دعویٰ ہے کہ اے اللہ تجھے تو یہ علم ہی نہیں تھا کہ ہماری ضروریات کیا ہیں اور پھر انہیں خلق کیسے کرنا ہے اور انسان آج اپنے عمل سے یہ سب کر کے دکھا رہا ہے اپنے عمل سے اللہ کو جھوٹا اور غلط کہہ رہا ہے تو اس سے بڑا کوئی شرک ہو سکتا ہے؟ اور پھر کیا اللہ اس شرک کو برداشت کرے گا؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان اللہ پر لعنت کرے یعنی اللہ کو نظر انداز کرے تو کیا اللہ

فقیر ہے جو انسان کے پیچھے پیچھے بھاگتا پھرے گا؟ نہیں بلکہ اللہ الغنی ہے جب انسان اللہ پر لعنت کرتا ہے یعنی اللہ کو نظرانداز کرتا ہے تو اصل میں انسان اللہ پر لعنت نہیں کر رہا ہوتا حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اللہ انسان پر لعنت کر رہا ہے کیونکہ اللہ کیا ہے؟ اللہ تو فطرت ہے جب آپ فطرت کو نظرانداز کریں گے تو اصل میں فطرت نے آپ کو نظرانداز کر دیا اور جب آپ اللہ یعنی فطرت کو نظرانداز کریں گے تو پھر آپ کو طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ فطرت اپنا شریک یعنی اپنی ضد برداشت ہی نہیں کرتی۔

آج انسان نے نہ صرف ایسا کیا بلکہ آج ایسا کرنے کا انجام بھی اس کے بالکل سامنے موجود ہے آج انسان کو طرح طرح کی ہلاکتوں نے گھیر رکھا ہے اور اب بھی اگر یہ باز نہیں آتا اب بھی اگر تم لوگ باز نہیں آتے تو پھر جان لو تمہیں بھی تمہارے آباء گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹایا جانے والا ہے عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

یہاں تک آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ حلالاً طیباً کیا ہے اور اس کی اہمیت و حیثیت کیا ہے اس کے باوجود بھی اگر کوئی حق سے اعراض ہی کرتا ہے تو پھر جان لیں کہ آپ زبان سے جتنے جی چاہے دعوے کرتے پھریں وہ محض جھوٹ اور فریب ہوگا اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کیونکہ دیکھیں حلالاً طیباً کے بارے میں اللہ کا مزید کیا کہنا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. البقرة ۱۷۲

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ کا اپنے رسول کے ذریعے کہنا ہے یعنی اللہ کا رسول کہہ رہا ہے اے وہ لوگو جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ استعمال کر رہے ہو طیبات سے جو رزق ہیں ہم تمہارا وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اور شکر کر رہے ہو اللہ کے لیے یعنی اگر تم اس رزق سے جو طیبات ہیں انہیں استعمال کر رہے ہو جو رزق ہم ہیں تمہارا تو ہی تم جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اس مقصد کے لیے جس مقصد کے لیے دیا گیا اور جس نے دیا اسی کے لیے استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم طیبات سے استعمال نہیں کر رہے جو رزق ہم ہیں تمہارا تو پھر تم اللہ کے لیے شکر بھی نہیں کر رہے یعنی تمہیں جو سننے، دیکھنے، سمجھنے، بولنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں یا جو کچھ بھی دیا گیا تم ان میں سے کسی کا بھی اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کر رہے جس مقصد کے لیے دیا گیا تم ان میں سے کسی کا بھی اس کے لیے استعمال نہیں کر رہے جس نے تمہیں یہ سب کا سب دیا اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تم وہی کرتے ہو جو ہم کہہ رہے ہیں یعنی اگر تم طیبات سے استعمال کرتے ہو جو رزق ہم ہیں تمہارا تو تم جو کچھ بھی کر رہے ہو تم صرف اور صرف ہماری غلامی کر رہے ہو ورنہ اگر تم طیبات سے استعمال نہیں کرتے جو رزق ہم ہیں تمہارا تو تم چاہ کر بھی کسی بھی صورت ہماری غلامی نہیں کر رہے بلکہ تم اوروں کی غلامی کر رہے ہو تم ہمارے شریک اخذ کر رہے ہو ہمارے شریک بن رہے ہو اور جو ہمارے شریک ہیں انہی کی غلامی کر رہے ہو یعنی تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا تم ہمارے لیے نہیں بلکہ اوروں کے لیے استعمال کر رہے ہو۔

اس آیت میں آپ نے دیکھا کہ اللہ نے طیب رزق کیساتھ شکر کو مشروط کر دیا اور پھر شکر کو ہی اپنی عبادۃ یعنی غلامی قرار دیا۔ اور ایسا ہو بھی کیوں نہ کیونکہ جب آپ رزق کی اہمیت و حیثیت کو جان لیں اور پھر شکر اور عبادۃ کو جان لیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ اس میں کچھ شک نہیں یہی حق ہے۔ شکر کہتے ہیں جو بھی آپ کو دیا گیا اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا جس مقصد کے لیے دیا گیا اور عبادہ کہتے ہیں آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا جس کے لیے یا جس کے پیچھے آپ اس کا یا اس میں سے کسی کا بھی استعمال کرتے ہیں اب اگر آپ شکر کرتے ہیں یعنی آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے دیا گیا تو ظاہر ہے آپ اسی کی عبادۃ کر رہے ہوں گے جس نے آپ کو سب کا سب دیا۔

آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں۔ آپ کو زمین کے عناصر سے خلق کیا گیا ہر عنصر کی اپنی اپنی الگ صلاحیتیں ہیں جب ان عناصر کو کیمیائی عوامل سے گزارا جاتا ہے تو نہ صرف ان سے ایک نیا وجود بنتا ہے جس میں نئی صلاحیتیں وجود میں آتی ہیں بلکہ اس سے دو طرح کی انرجی بھی وجود میں آتی ہے گرم اور ٹھنڈی انرجی یعنی منفی اور مثبت انرجی جو آپس میں ایک دوسرے میں ضم ہوتی ہیں جس سے ان میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے جس کا اعمال کی صورت میں اظہار ہوتا ہے۔ آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ آپ کیمسٹری کا ایک انتہائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین فارمولہ ہیں اگر ان عناصر

میں رائی برابر بھی ردوبدل ہوتی ہے جن سے آپ کو وجود میں لایا گیا اور پھر جب تک آپ کی اجل مسمیٰ نہیں آجاتی تب تک قائم رہنے کے لیے آپ کو ان عناصر کی ضرورت ہے جو آپ اپنے جسم کو رزق کی صورت میں فراہم کرتے ہیں یا ان کی مقدار اور معیار میں کوئی فرق آتا ہے یعنی وہ عناصر متوازن نہیں ہوتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ صرف ان غیر متوازن عناصر سے غیر متوازن جسم وجود میں آئے گا اس میں طرح طرح کی خامیاں، خرابیاں و نقائص پیدا ہوں گے بلکہ ایک غیر متوازن شخصیت یعنی کردار وجود میں آئے گا کیونکہ جب بھی آپ ان عناصر کو اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں تو جب وہ عناصر جسم کے ہر خلیے میں جا کر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو ان سے نہ صرف نئے خلیے یعنی نیا جسم بنتا ہے بلکہ ان سے دو اقسام کی انرجی وجود میں آتی ہیں جنہیں الملا الاعلیٰ کہا گیا جن میں سے ایک ملائکہ اور دوسرے الجان ہوتے ہیں اس کے بعد یہ دونوں اقسام کی انرجی آپس میں ضم ہو کر واپس اپنی اصل حالت میں جاتی ہے تو ان دونوں کے متضاد ہونے کی وجہ سے ان میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے کھینچا تانی شروع ہو جاتی ہے جس کا آپ کے اعمال یا آپ کے جسم میں طرح طرح کی کیفیات کی صورت میں اظہار ہوتا ہے جیسے کہ کوئی بھی حرکت کرنا، سننا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، خیال، بولنا، جذبات، احساسات، غصہ، حسد، بغض، لالچ، تکبر یا عاجزی وانکساری سمیت تمام کی تمام کیفیات وغیرہ۔

اب اگر آپ جسم کو اس کی ضرورت کے مطابق ہی عناصر فراہم کریں گے ان کی مقدار اور معیار بھی بالکل ٹھیک ہو گا تو ہی ان سے نہ صرف ایک متوازن جسم وجود میں آئے گا بلکہ ان سے دونوں اقسام کی متوازن انرجی وجود میں آکر جب وہ آپس میں ضم ہو گی تو اس سے متوازن اعمال و کیفیات کی صورت میں اظہار ہو گا ایسے جسم کا سننا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، بولنا، خیال، اعمال، جذبات واحساسات سب کا سب بالکل ویسا ہو گا جیسا کہ ہونا چاہیے جیسا اسے وجود میں لانے والا چاہ رہا ہے یعنی عین فطرت کے مطابق اور اگر رزق متوازن نہیں ہوتا تو اس کا نتیجہ ہر لحاظ سے فطرت یعنی اپنے ربّ سے بغاوت ہی کی صورت میں سامنے آئے گا۔

اب آپ کو خلق کیا آپ کے ربّ نے اور آپ کا ربّ فطرت ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے اس لیے صرف اور صرف اسی کو علم ہے کہ آپ کو کیسے خلق کیا اور آپ کی کیا کیا ضروریات ہیں اور انہیں کیسے خلق کرنا ہے اس لیے اگر آپ اپنے ربّ پر انحصار کریں گے اس کی بات مانیں گے یعنی آپ طیبات سے اسی کا جو رزق ہے اسے اخذ کریں گے تو اس سے آپ کا جسم بھی طیب بنے گا اور آپ کا جسم اعمال بھی صالح کرے گا وہ ہر لحاظ سے طیب کو ہی پسند کرے گا طیب کی طرف کھنچے گا یعنی وہ سننے، دیکھنے، سوچنے، سمجھنے، بولنے اور عمل کرنے سمیت ہر اس شئے کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرے گا جس مقصد کے لیے اسے دیا گیا، سب کے سب کا اسی کے لیے استعمال کرے گا جس نے اسے یہ سب کا سب دیا یعنی سب کے سب کو فطرت کے لیے استعمال کرے گا جیسے آپ کے جسم میں جو کچھ بھی ہے وہ آپ کا ہے اور آپ کے لیے ہے بالکل اسی طرح آپ کو فطرت وجود میں لائی تو آپ فطرت کے ہی ہیں اور فطرت کے لیے ہی ہیں جیسے آپ کے جسم میں آپ کے ہاتھ کا کام ہے اپنے وجود کے لیے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنا اپنے وجود کی دیکھ بھال کرنا اسے کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچنے دینا اسے نقصان سے بچانا جو اس کیساتھ دشمنی کرے اسے دشمنی سے روکنا بالکل ایسے ہی آپ کو فطرت وجود میں لائی تو فطرت ہی آپ کا اصل وجود ہے آپ نے فطرت کی زبان بننا ہے، فطرت کے ہاتھ بننا ہے یعنی جو بھی صلاحیتیں آپ کو دی گئیں یا جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی یعنی سب کے سب کا فطرت کے لیے ہی استعمال کرنا ہے جو کہ نہ صرف شکر کہلاتا ہے بلکہ اسی کی یعنی اپنے ربّ اللہ کی غلامی کہلائے گی۔

یوں آپ نے جان لیا کہ اگر آپ طیبات سے ہی رزق استعمال کرتے ہیں تو ہی آپ ان تمام کی تمام اشیاء وصلاحیتوں کا یعنی جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں جس مقصد کے لیے آپ کو دیا گیا اور جب آپ سب کے سب کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے تو یہ بلاشک وشبہ آپ سب کے سب کا اسی کے لیے استعمال کر رہے ہوں گے جس نے آپ کو دیا جو کہ اس کی عبادۃ یعنی غلامی کہلائے گی اور اگر آپ طیبات کو خبائث سے بدل دیتے ہیں آپ طیبات کی بجائے خبائث کو اپنا رزق بنا لیتے ہیں تو جان لیں آپ چاہ کر بھی شکر نہیں کر سکتے نہ ہی آپ چاہ کر بھی ہماری یعنی اپنے ربّ کی عبادۃ یعنی غلامی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ خبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو ظاہر ہے خبائث سے خبیث جسم ہی وجود میں آئے گا جو کہ ہر لحاظ سے غیر متوازن جسم ہو گا اور پھر اسکے اعمال بھی مکمل طور پر غیر متوازن ہوں گے یعنی ایسا جسم جو بھی عمل کرے گا وہ خراب عمل ہو گا وہ ہر لحاظ سے ہر پہلو سے فساد ہی کرے گا لیکن وہ اس حق کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ وہ الٹا استکبار کرے گا وہ غلط ہونے کے باوجود خود کو غلط تسلیم نہیں کرے گا اور اگر کوئی اس پر اس کی غلطی کو واضح کرتا ہے تو وہ غلطی کو سامنے لانے والے ہی کو اپنا دشمن سمجھے گا اور اس کیساتھ دشمنی کرے گا۔ اول تو اپنی غلطی کو تسلیم ہی نہیں کرے گا اور اگر بالفرض اسے ماننا ہی پڑے کہ اس نے جو کیا غلط کیا تو پھر

بھی وہ کبھی بھی خود کو اس غلطی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گا بلکہ اپنی غلطی کی ذمہ داری کسی اور پر ڈالتے ہوئے خود کو غلطی سے ماورا سمجھے گا اور یوں وہ مزید غلطی در غلطی کرتا چلا جائے گا جب تک کہ اسے اس کی غلطیاں پیچھے سے اچانک آنہیں پکڑتیں اور پھر جب اسے اس کی اپنی ہی لمبے عرصے تک کی جانے والی غلطیاں آ پکڑتی ہیں تو پھر بھی وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ ہلاکت، مصیبت یا تباہی کا ذمہ دار وہ خود ہے بلکہ اس کا ذمہ دار بھی وہ کسی اور کو ہی ٹھہرائے گا یہاں تک کہ یا تو وہ اپنے ربّ فطرت سے رجوع نہیں کرتا یا پھر اس کی اجل مسمیٰ نہیں آجاتی۔

یوں آپ نے جان لیا کہ اگر آپ اپنے رزق پر توجہ نہیں دیتے تو آپ چاہ کر بھی مومن نہیں بن سکتے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اب حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر آپ حق سے اعراض ہی کرتے ہیں تو پھر جان لیں کہ ایسا کرنے سے آپ اپنا ہی نقصان کریں گے نہ کہ ہمارا۔ آج میں تمہارا ربّ تم پر احسان عظیم کر رہا ہوں اب چاہے تو حق کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے میری طرف رجوع کرو اپنا رخ میری طرف پھیر لو اور ہر طرف سے کٹ کر فطرت پر قائم ہو جاؤ یا پھر حق سے کذب کرتے ہوئے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کا سودا کرو۔ اور جان لو اگر تم حق سے کذب ہی کرتے ہو تو یہ کوئی پہلی بار نہیں ہونے والا بلکہ تم سے قبل وہ جو تمہارے آباء تھے جنہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا نشان عبرت بنا دیا گیا وہ بھی بالکل تمہاری مثل کذب کر چکے تو پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ آج تمہارا انجام بھی تمہارے آباؤ اجداد قوم عاد و ثمود ہی کی مثل ہو گا جو تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلاً طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ . النحل ۱۱۴

اس آیت میں بھی وہی بات کی گئی کہ اگر اللہ کے رزق سے جو کہ حلالاً طیباً ہے کو استعمال کرتے ہو تو ہی تم نہ صرف شکر کر رہے ہو بلکہ شکر کو ہی اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی قرار دیا کہ تم اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی کر رہے ہو۔ اللہ نے ہر شئے سے اس کا جوڑا خلق کیا تو ظاہر ہے اگر اللہ کے رزق سے استعمال نہیں کرتے یعنی حلالاً طیباً سے استعمال نہیں کرتے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ چاہ کر بھی نہ تو شکر کر سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی کر سکتے ہیں اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر تو آپ واقعتاً شکر کرنا چاہتے ہیں جو کہ اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی ہے تو اس کے لیے آپ کو ہر صورت اللہ کے رزق سے جو کہ حلالاً طیباً ہے کو ہی استعمال کرنا ہو گا اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے جو کہ آپ نہیں کر رہے تو پھر جان لیں آپ زبان سے جتنے جی چاہے دعوے کرتے پھریں یہ محض آپ کے منہ کی پھونکوں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

اللہ نے اپنا قانون کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا اب اس کے باوجود اگر کوئی اللہ کے رزق کی بجائے اللہ کے شریکوں کا رزق استعمال کرتا ہے یعنی حلالاً طیباً کی بجائے متشابہاً یا خبیث رزق استعمال کرتا ہے اور ساتھ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مومن ہے وہ شکر کر رہا ہے وہ اللہ کی غلامی کر رہا ہے تو پھر اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ سچا ہے اور اللہ جھوٹا ہے۔ اللہ کا دعویٰ ہے کہ اگر تم غیر اللہ کا رزق استعمال کرتے ہو حلالاً طیباً کی بجائے متشابہاً یا خبیث رزق کا استعمال کرتے ہو تو تم مومن بن ہی نہیں سکتے تم شکر کر ہی نہیں سکتے تم اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی کر ہی نہیں سکتے اور ایسا شخص متشابہاً اور خبیث رزق کا استعمال کرنے کے باوجود مومن ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے شکر کرنے اللہ کی عبادۃ کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے تو وہ اللہ کو جھوٹا قرار دے رہا ہے اور اللہ اپنے قول میں جھوٹا ہو ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

آج آپ اپنے گریبان میں جھانکیں کیا آج آپ اللہ کو جھوٹا نہیں قرار دے رہے؟ ذرا اپنے رزق میں غور کریں کیا آپ اللہ کے رزق سے استعمال کر رہے ہیں؟ ذرا غور کریں جو کچھ بھی آپ اپنی ضروریات کے نام پر استعمال کر رہے ہیں کیا ان کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے؟ کیا آپ کا رزق سو فیصد فطرتی ہے اور فطرتی میں سے وہ ہے جس کی بالکل واضح فطرت نے استعمال کی اجازت دی یا پھر آج آپ کا رزق فطرت کی ضد مصنوعی ہے؟ آپ کا رزق اللہ کا یعنی فطرت کا خلق کردہ نہیں بلکہ یا تو اس میں انسان نے مداخلت کی یا پھر مکمل طور پر مصنوعی ہے انسان کا خلق کردہ؟ اگر آپ تھوڑا سا بھی غور کریں تو حق آپ کے بالکل سامنے ہے۔

آج آپ جو کچھ بھی کھا رہے ہیں جیسا کہ آج پوری دنیا میں چکن کے نام پر جو گوشت کھایا جا رہا ہے وہ اللہ کا رزق نہیں ہے بلکہ اللہ کے شریکوں کا خلق کردہ ہے۔ مرغیوں کو فطرت کے برعکس قید میں رکھا جاتا ہے حالانکہ فطرت نے انہیں بالکل آزادی دی یوں اللہ کا شریک بنتے ہوئے مرغیوں کو قید کر دیا پھر ان سے مصنوعی

طریقے سے انڈے اخذ کیے جاتے ہیں ان انڈوں سے مشینوں کے ذریعے یعنی مصنوعی طریقوں سے بچے نکالے جاتے ہیں پھر ان بچوں کو غیر فطرتی طریقوں سے مصنوعی طریقوں سے انتہائی قلیل مدت میں کئی گنا بڑا کر لیا جاتا ہے اور اسے اپنے لیے بطور رزق استعمال کیا جاتا ہے جو کہ مکمل طور پر حرام ہے ایسا رزق طیب نہیں بلکہ اس کی ضد خبیث ہے ایسا رزق اللہ کا نہیں بلکہ غیر اللہ کا ہے۔

پھر ایسے ہی آپ آج مختلف نباتات وثمرات کو ہی لے لیں۔ جن نباتات کو فطرت سال میں کسی مخصوص خطے میں مخصوص ایام میں ایک ہی بار خلق کرتی ہے آج انسان فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے یعنی اللہ کا شریک بنتے ہوئے انہی نباتات کو پوری دنیا میں کسی بھی موسم اور کسی بھی خطے میں کئی گنا کم وقت میں اور کئی گنا زیادہ خلق کر رہا ہے تو کیا یہ اللہ کا رزق ہوا یا پھر غیر اللہ کا؟ حق آپ پر بالکل واضح ہے کہ یہ اللہ کا نہیں بلکہ غیر اللہ کا رزق ہے اور جب آپ اللہ کی بجائے غیر اللہ رزق کھائیں گے تو آپ بھی اللہ کی بجائے غیر اللہ ہی بنیں گے یعنی آپ فطرت نہیں بلکہ فطرت کی ضد اس کے شریک بنیں گے۔

آج جب حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے لوگوں کو کہا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کا رزق نہیں ہے یہ غیر اللہ کا رزق ہے یہ فساد عظیم ہے تو اکثریت ماننے کو تیار ہی نہیں، اکثریت ہمیں بے وقوف قرار دیتے ہوئے کہتی ہے کہ دیکھو یہ فساد نہیں بلکہ اصلاح ہے پہلے دنیا کے چند مخصوص خطوں میں مخصوص موسم میں اور مخصوص ایام میں سال میں ایک بار شئے وجود میں آتی تھی آج وہی شئے پوری دنیا میں نہ صرف کہیں بھی کسی بھی موسم میں اگائی جا سکتی ہے اور اگائی جا رہی ہے بلکہ فطرت کی نسبت کئی گنا کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگائی جا رہی ہے لہٰذا یہ فساد نہیں بلکہ اصلاح ہے یہ ترقی ہے یہ انسانیت کی خدمت ہے اور جو اسے فساد کہے وہ بے وقوف اور پاگل ہی ہو سکتا ہے۔

تو ایسے لوگوں پر ہم واضح کرتے ہیں کہ اے عقل کے اندھو بے وقوف و پاگل ہم نہیں بلکہ تم لوگ خود ہو اور ہم تم پر کھول کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ کیسے اور پھر تم اپنے آپ کو سچا ثابت کر کے دکھانا۔

فطرت کے برعکس کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگایا جانا بلا شک وشبہ نظر آنے میں بہت بھلا نظر آتا ہے انسانیت کی خدمت اور ترقی نظر آتی ہے لیکن جو نظر آ رہا ہے کیا حقیقت بھی وہی ہے یا پھر جو نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ بہت بڑا دجل عظیم ہے دھوکہ ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جو نہ صرف انتہائی تباہ کن ہے بلکہ ابھی جب آپ پر کھول کر واضح کی جائے گی تو ہر کسی پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے یہ دجل عظیم ہے یہی تو الدجّال ہے جو کہ عظیم فتنہ ہے اور جو اس سے متاثر ہیں اور مومنین کو بے وقوف و پاگل سمجھ اور قرار دے رہے ہیں حقیقت میں وہ لوگ خود بے وقوف ہیں جو اس عظیم فتنہ الدجّال کو ہی نہ سمجھ پائے اور الٹا اس کا شکار ہو چکے ہوئے ہیں۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ذرا غور کریں کہ آپ کا ربّ کون ہے؟ یعنی وہ کون سی ذات ہے جس نے آپ کو وجود دیا اور جس نے آپ کو وجود دیا نہ صرف اسی کو علم ہے کہ اس نے آپ کو وجود کیوں دیا آپ کو وجود میں لانے کا مقصد کیا ہے بلکہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اور انہیں کیسے خلق کر کے آپ کو فراہم کرنا ہے اس کا علم بھی صرف اور صرف اسی کو ہے۔

ذرا غور کریں کیا آپ کو سننے دیکھنے اور جو بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اس کو سمجھنے کی صلاحیتیں نہیں دیں؟ جب آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو ظاہر ہے اسی لیے دیں تاکہ آپ سن سکیں دیکھ سکیں اور پھر جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھ سکیں تو ذرا غور کریں کہ آپ کا ربّ کون ہے؟ یعنی وہ کون ہے جس نے آپ کو خلق کیا اور پھر جس نے خلق کیا صرف اور صرف اسی کو علم ہے کہ اس نے آپ کو کس سے اور کس مقصد کے لیے خلق کیا اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں صرف اور صرف اسی کو ان کے بارے میں علم ہے اور انہیں کیسے وجود میں لانا ہے اس کا علم بھی اس کے علاوہ کسی کو نہیں۔ اور پھر جس نے آپ کو خلق کیا کیا وہ آپ کو خلق کرنے کے بعد آپ کی ضروریات کو وجود میں لانا بھول گیا تھا؟ یا پھر اگر اس نے آپ کی ضروریات کو بھی وجود دیا انہیں بھی خلق کر رہا ہے تو کیا اس نے ان میں کوئی بھی کمی بیشی کی تھی یا کر رہا ہے؟

تو جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آپ کا ربّ فطرت ہے یعنی فطرت ہی وہ ذات ہے جو آپ کو عدم سے وجود میں لائی اور پھر

آپ کو کس مقصد کے لیے وجود میں لایا اس کا علم بھی صرف اور صرف اسی کو ہے اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں اس کا علم بھی صرف اور صرف اسی کو ہے اس کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔

اب ذرا غور کریں کیا آپ کا ربّ آپ کو خلق کرنے کے بعد آپ کی ضروریات کو خلق کرنا بھول گیا تھا؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ نہیں بالکل نہیں بلکہ آپ کا ربّ فطرت ہے تو فطرت نے نہ صرف آپ کو وجود دیا بلکہ فطرت تو آپ کی تمام تر ضروریات کو بھی خلق کر رہی ہے۔ اور پھر دوسری بات کہ کیا آج آپ اپنی ضروریات کے لیے اپنے ربّ فطرت پر ہی انحصار کر رہے ہیں یا پھر نہیں بلکہ اس کے برعکس آج آپ اپنے رزق کی ذمہ داری خود اٹھائے ہوئے ہیں؟ تو حقیقت بالکل سامنے ہے کہ آج انسان اپنی تمام تر ضروریات کے لیے اپنے ربّ فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے اس کی طرف رخ کرنے کی بجائے اس ذمہ داری کو خود اٹھائے ہوئے ہے اپنا رزق خود خلق کر رہا ہے۔

تو اب آپ سے سوال ہے کہ کیا آپ کے ربّ کو علم نہیں تھا کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں؟ یا پھر اس نے کوئی غلطی و کوتاہی کر دی جو آپ کو اپنا رزق خود خلق کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ جب آپ کُل کائنات کی نہ صرف سب سے پیچیدہ ترین بلکہ حساس ترین خلق ہیں اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں اس کا علم آپ کے خالق کے علاوہ کسی کو نہیں تو پھر آپ اپنی ضروریات کو کیسے احسن خلق کر سکتے ہیں؟ اور پھر آپ کا ربّ جو آپ کی ضروریات خلق کر رہا ہے تو وہ کیسے غلط ہو سکتی ہیں؟ ان میں کیسے کوئی خامی یا خرابی ہو سکتی ہے؟

اگر آج آپ کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگا رہے ہیں تو کیا آپ کے ربّ یعنی فطرت کو علم نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کے ربّ اللہ کو علم تھا اور پھر اس کے باوجود وہ زیادہ وقت میں اور کم سے کم اگاتا ہے تو پھر ظاہر ہے اسی میں حکمت ہے اگر اس سے ہٹ کر کچھ کیا جاتا ہے تو اس کا کسی بھی صورت فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان ہی ہوگا۔ اللہ کو علم تھا کہ کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگایا جا سکتا ہے اگر اس کے باوجود اللہ کا خلق کرنے کا قانون بظاہر سست ہے تو جان لیں اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ جو بھی کر رہا ہے اس میں رائی برابر بھی کوئی کمی، کجی، خامی یا خرابی نہیں اور جیسا اللہ کر رہا ہے اس میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں کی جا سکتی اگر اسے بدلا جائے گا تو اس کے نتائج انتہائی تباہ کن ہوں گے اس میں کسی بھی صورت سلم نہیں رہے گا بلکہ بگاڑ آ جائے گا جو بالآخر تباہی کا باعث بنے گا تباہی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اللہ جس طرح نباتات و ثمرات خلق کر رہا ہے اسے ایک انتہائی آسان سی مثال کیساتھ سمجھ لیجئے۔ مثال کے طور پر ایک ٹرین ایک سٹیشن سے روانہ ہوتی ہے اور چوبیس گھنٹے بعد وہ اپنی منزل پر پہنچے گی لیکن اس ٹرین نے ہر ایک گھنٹے بعد ایک ایک سٹیشن پر رکنا ہے اور لوگوں کو اپنے اوپر سوار کرتے ہوئے ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد منزل پر پہنچنا ہے یوں ہر ایک گھنٹے بعد ہر سٹیشن پر رکتے رکتے ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد اپنی منزل پر پہنچے گی تو کوئی ایک بھی مسافر ایسا نہیں ہوگا جو پیچھے رہ جائے بلکہ تمام کے تمام مسافر اپنی منزل پر پہنچ جائیں گی جب ٹرین اپنی منزل پر پہنچے گی تو وہ سواریوں سے بھری ہوئی ہوگی۔

اب ذرا تصور کریں اگر وہی ٹرین چوبیس گھنٹے کی بجائے چھ گھنٹے میں اپنی منزل پر پہنچ جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ جب ٹرین اپنی منزل پر پہنچے گی تو بالکل خالی ہوگی یا اس میں نہ ہونے کے برابر سواریاں ہوں گی وہ بھی وہی جو پہلے سٹیشن سے سوار ہوئیں۔ ایسا اس لیے کیونکہ جہاں ٹرین نے ایک گھنٹے بعد پہنچنا ہے تو مسافر وہاں آدھا گھنٹا پہلے نہیں پہنچ کر انتظار کریں گے بلکہ جب آپ کو یقین ہے کہ عین فلاں وقت پر ٹرین سٹیشن پر پہنچے گی تو آپ بھی عین وقت پر وہاں پہنچیں گے یا زیادہ سے زیادہ پانچ دس منٹ پہلے پہنچیں گے اس سے پہلے نہیں، اب جہاں ٹرین نے ایک گھنٹے بعد پہنچنا تھا وہیں وہ بیس منٹ بعد پہنچ جائے گی یعنی چالیس منٹ قبل پہنچ جائے گی تو سٹیشن بالکل خالی ہوگا مسافر ابھی وہاں پہنچے ہی نہیں ہوں گے جس وجہ سے ٹرین پہلے ہی وہاں سے گزر جائے گی اور جب مسافر آئیں گے تو انہیں پتہ چلے گا کہ ٹرین تو بہت پہلے ہی یہاں سے گزر چکی۔ ایسے ہی اگلے سٹیشن پر جہاں ٹرین نے دو گھنٹے بعد پہنچنا تھا وہاں وہ ایک گھنٹہ بیس منٹ قبل پہنچ جائے گی تو وہاں بھی کوئی مسافر نہیں ہوگا یوں وہاں سے بھی خالی آگے جائے گی ایسے ہی آگے بڑھتے بڑھتے ہر سٹیشن پر ایسا ہی ہوگا یوں جب ٹرین اپنی منزل پر پہنچے گی تو سوائے پہلے سٹیشن والی سواریوں کے ٹرین بالکل خالی ہوگی۔

بالکل یہی مثال نباتات و ثمرات کی خلق کی ہے۔ سب سے پہلے تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ آپ جو بھی نباتات و ثمرات کھاتے ہیں اصل میں یہ آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتیں بلکہ یہ تو محض پیکنگ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایک سیب کی مثال لے لیں اصل میں سیب آپ کے جسم کی ضرورت نہیں

ہے آپ کے جسم کی ضرورت وہ عناصر ہیں جو اس سیب کی صورت میں پیک کر دیئے اور ایسا کرنے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے کچھ سرفہرست ہیں جنہیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ سب سے پہلی بات کہ آپ کا جسم جن عناصر سے خلق کیا گیا جو عناصر آپ کے جسم کی ضرورت ہیں ان کی مقدار انتہائی قلیل ہوتی ہے انہیں پکڑ کر کھانا تو دور کی بات آپ انہیں ننگی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے پھر ان کی ترتیب بھی بہت حساس اور پیچیدہ ہے آپ کسی بھی صورت ان عناصر کو براہ راست اپنے جسم میں نہیں ڈال سکتے جس وجہ سے انہیں سیب کی صورت میں پیک کر دیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر انہیں سیب کی صورت میں پیک نہ کیا جاتا تو آپ انہیں اپنے جسم میں ڈالنا بوجھ سمجھتے کیونکہ نہ تو ان کا ایسا ذائقہ ہے کہ آپ اسے پسند کریں اور نہ ہی آپ ان کی طرف رائی برابر بھی کشش محسوس کرتے بلکہ الٹا ان سے کراہت محسوس کرتے اور جسم کو وہ عناصر فراہم کرنے سے لاپرواہی وسستی سے کام لیتے جس وجہ سے جسم کو نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا اسی وجہ سے انہیں سیب کی صورت میں پیک کر کے ایک تو خوشنما بنا دیا کہ آپ کو دیکھنے میں بھلا لگے اور دوسرا اس میں ذائقہ رکھ دیا تاکہ آپ اپنی خوشی و چاہت سے سیب کی صورت میں وہ عناصر جسم کو فراہم کریں پھر اس کے علاوہ آپ آسمانوں وزمین میں ایسی مشین ہیں جو کئی مخلوقات کے لیے ان کا رزق خلق کرنے کا کام کرتے ہیں آپ جب سیب کھاتے ہیں تو پہلی بات کہ سیب میں ان عناصر کی پیکنگ ایسے کی کہ انتہائی ترتیب کیساتھ سیب میں سے عناصر نکل کر آپ کے خون میں شامل ہو کر خلیوں کو ملتے ہیں کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو جیسے آپ اگر کوئی شئے بناتے ہیں تو اس میں اشیاء کے استعمال کی پوری ترتیب ہوتی ہے بالکل ایسے ہی اور دوسری بات یہ کہ باقی جو آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتا جسے آپ کا جسم بظاہر فضلے کی صورت میں خارج کرتا ہے وہ فضلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اور مخلوقات کا رزق ہوتا ہے یوں آپ اور مخلوقات کا رزق خلق کر رہے ہوتے ہیں جسے آپ اپنے فضلے کا نام دیتے ہیں۔

یہ بات آپ پر واضح کرنا اس لیے ضروری تھی تاکہ آپ پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آپ جو کچھ بھی کھاتے ہیں اصل میں جو ظاہر ہے یہ آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتی آپ کے جسم کی اصل ضرورت وہ ہوتی ہے جو اس ظاہر کے پردے میں چھپا دیا گیا اس کے باطن میں رکھا گیا۔ آپ نباتات وثمرات میں سے جو بھی کھاتے ہیں جیسے کہ سبزیاں ہوں یا پھر پھل تو یہ سبزیاں اور پھل آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتے بلکہ آپ کے جسم کی اصل ضرورت ان میں موجود وہ عناصر ہوتے ہیں جن سے آپ کا جسم وجود میں آتا ہے۔ اب اگر ان میں وہ عناصر موجود نہ ہوں تو ایسے کسی بھی پھل اور سبزی کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ فائدہ تو بہت دور کی بات ہے الٹا آپ کو نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ آپ اپنے جسم کو رزق فراہم کر رہے ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہو گی جسم کو جن عناصر کی ضرورت ہو گی وہ عناصر جسم کو ملیں گے ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جسم میں توازن بگڑ جائے گا یعنی جسم میں خرابیاں ہو جائیں گی جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں اور پھر غیر متوازن جسم کے اعمال بھی غیر متوازن ہوں گے یعنی ایسا جسم فساد ہی کرے گا۔

جب کوئی بھی شئے کم وقت میں اور بظاہر زیادہ سے زیادہ اگائی جاتی ہے جو کہ آج آپ پوری دنیا میں دیکھ رہے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسی شئے ان تمام عناصر سے خالی ہوتی ہے جو عناصر آپ کے جسم کی ضرورت ہوتے ہیں جیسے کہ پیچھے ٹرین والی مثال آپ کے سامنے رکھی اس سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ سب سے پہلی بات کہ اللہ یعنی فطرت اگر کسی شئے کو کسی مخصوص خطے میں ہی خلق کرتی ہے یعنی اگاتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عناصر اللہ اس شئے کی صورت میں آپ کو فراہم کر رہا ہے وہ عناصر صرف اور صرف اسی خطے کی زمین میں پائے جاتے ہیں اب اگر انسان فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے وہی شئے کسی دوسرے خطے میں اگاتا ہے تو بلاشک وشبہ وہ شئے تو خلق ہو جائے گی لیکن وہ ان تمام عناصر سے خالی ہو گی جن عناصر کی وجہ سے اس شئے کو خلق کیا گیا اب اگر آپ اس شئے کو کھاتے ہیں یعنی اسے اپنا رزق بناتے ہیں تو آپ کے جسم کو وہ عناصر نہیں ملیں گے جو آپ کے جسم کی ضرورت ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب جسم کو وہ عناصر نہیں ملیں گے تو جسم میں اس سے متعلقہ حصے گروتھ نہیں کریں گے یعنی ان کی نشوونما نہیں ہو گی اور جسم میں قائم توازن بگڑ جائے گا جس کا اظہار خرابیوں کی صورت میں ہو گا جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں۔

ایسے ہی جب آپ فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے شریک بنتے ہوئے کوئی بھی شئے کم سے کم وقت میں اگاتے ہیں اب بلاشک وشبہ وہ شئے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اگائی گئی اور دیکھنے میں بہت خوشنما ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جتنی وہ ظاہر میں خوشنما ہے اتنی ہی وہ باطن میں عیب دار ہے خامیوں، نقائص و عیوب کا منبع ہے۔ جب آپ کم سے کم وقت میں اگائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو جو عناصر اپنے اپنے وقت پر اس شئے میں آنے ہیں وہ اس شئے میں نہیں آ سکیں گے کیونکہ زمین میں اللہ کا نظام انتہائی باریک بینی سے اور پورے حساب کتاب کیساتھ چل رہا ہے یہ انتہائی حساس ترین میتھے میٹکس ہے کوئی ایک بھی

عنصر اپنے وقت سے نہ ہی لمحہ بھر پہلے آتا ہے اور نہ ہی اس میں تاخیر کرتا ہے اور جب آپ اس شئے کو مثال میں بیان کردہ ٹرین کی مثل اپنے وقت سے پہلے ہی وہاں سے گزار لیں گے یعنی شئے کی نشوونما کی رفتار کو انتہائی تیز کرلیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شئے ان تمام تر عناصر سے خالی ہوگی جو عناصر آپ کے جسم کی ضروریات ہیں جن سے نہ صرف آپ کا جسم وجود میں آیا بلکہ اسے قائم رہنے کے لیے ان عناصر کی ضرورت ہے۔ جب آپ کم سے کم وقت میں اگائیں گے تو اس میں مکمل عناصر نہیں ہوں گے پہلی بات کہ انتہائی کم ہوں گے اور دوسری بات کے جو ہوں گے ان کی مقدار بھی متوازن نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کا معیار وہ ہوگا جو جسم کو درکار ہے یوں ایسا رزق کھانے والوں کے اجسام بھی غیر متوازن ہو جاتے ہیں ان کے اجسام میں فساد ہو جاتا ہے ان کے اجسام میں بعض حصوں کی نشوونما انتہائی تیز ہو جاتی ہے اور بعض کی نشوونما انتہائی سست رفتاریوں ایسے اجسام عجیب وغریب نظر آتے ہیں ڈب کھڑبے نظر آتے ہیں اور ایسا رزق استعمال کرنے والوں کے بچے بھی ایسے ہی وجود میں آتے ہیں اول تو وہ ظاہری بھی عیب دار ہوتے ہیں اور اگر وہ بظاہر بالکل ٹھیک نظر آرہے ہوں تو وہ باطن میں لازماً عیب دار ہوتے ہیں۔

اب آپ خود غور کریں وہ لوگ جن کا آج تک کہنا تھا کہ آج جو سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور بے موسم اور خطوں کی تفریق کے بغیر ہر جگہ اگایا جا رہا ہے اور یہ انسانیت کی خدمت ہے یہ ترقی ہے کیا ایسے لوگ اپنے دعوے میں سچے ہیں؟ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم بہت بڑے عقل مند ہیں اور جو اسے فساد کہتے ہیں وہ بے وقوف ہیں تو کیا حقیقت میں یہ لوگ عقل مند اور اسے فساد کہنے والے بے وقوف ہیں یا پھر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے؟ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اصل میں یہ لوگ بے وقوف ہیں ان میں عقل نام کی کوئی شئے نہیں اور ظاہر ہے عقل آئے گی بھی ان میں کہاں سے جب ان کا رزق ہی ان عناصر سے خالی ہے جن سے عقل وجود میں آتی ہے تو ان کے پاس عقل کہاں سے آئے گی؟

آپ کو صرف کان اور آنکھیں نہیں دی گئیں کہ آپ کو جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے وہی حق ہے وہی اصل حقیقت ہے بلکہ آپ کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی آپ کو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی اور پھر جب آپ کو سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا خود بخود ہی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ جو کچھ بھی ظاہر ہے یعنی جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے ضروری نہیں کہ یہی اصل اور مکمل حقیقت ہے بلکہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے یہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں اگر تم حقیقت کو جاننا چاہتے ہو تو تمہیں سمجھنے کی صلاحیت دی گئی اس لیے جو بھی تمہیں ظاہر نظر آرہا ہے اس میں غور وفکر کرو اسے سمجھو جب تک تم اس میں غور وفکر نہیں کرتے اسے سمجھتے نہیں تب تک تم حق کو نہیں پا سکتے اور اگر تم بغیر سمجھے جو سنائی اور دکھائی دیتا ہے اسے حق مان لیتے ہو تو پھر جان لو عین ممکن ہے کہ تم اس کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اس لیے اگر تم دھوکے سے بچنا چاہتے ہو تو جو کچھ بھی ظاہر ہے اس میں غور وفکر کرو اسے سمجھو جب تک اسے سمجھ نہیں لیتے تب تک اس کے پیچھے مت پڑنا اسے حق تسلیم مت کرنا۔

اب جبکہ حقیقت یہ ہے تو پھر آپ سے ہی سوال ہے کہ جو کچھ بھی بطور رزق آپ کے سامنے ہے کیا یہی آپ کے جسم کی ضرورت ہے؟ یا پھر جو کچھ بھی بطور رزق ظاہر نظر آرہا ہے اصل میں یہ جسم کی ضرورت نہیں جسم کی اصل ضرورت وہ ہے جو ظاہر کے لبادے میں اس کے باطن میں رکھے گئے وہ عناصر ہیں جن سے جسم کو خلق کیا جا رہا ہے جو کہ جسم کی ضرورت ہیں۔ اب جب جسم کی اصل ضرورت ظاہر میں نظر آنے والے نباتات وثمرات کی بجائے ان کے باطن میں رکھے گئے وہ عناصر ہیں جن سے جسم کو خلق کیا گیا تو پھر آپ خود غور وفکر کریں اور فیصلہ کریں کہ اگر بظاہر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اگایا جاتا ہے جو بظاہر بہت خوشنما بھی ہے تو کیا یہ ترقی ہے؟ کیا یہ انسانیت کی خدمت ہے یا پھر یہ دھوکہ و دجل ہے؟ یہ دجل عظیم ہے یہ فتنۃ الدجّال ہے جس کا ہر کوئی شکار ہو چکا ہے؟ جب اصل میں جسم کی ضرورت یہ ظاہری طور پر نظر آنے والے نباتات وثمرات کی بجائے ان میں رکھے جانے والے عناصر ہیں جو کہ ان میں صرف اور صرف تب ہی ممکن ہیں جب یہ مکمل طور پر فطرت پر وجود میں آئیں ان کو فطرت خلق کرے ان میں انسان کی رائی برابر بھی مداخلت نہ ہو تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان ان عناصر سے خالی ظاہری طور پر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور بظاہر خوشنما خلق کر کے اسے اصلاح کا نام دے اسے انسانیت کی خدمت اور ترقی کا نام دے تو حقیقت بھی یہی ہو؟ نہیں حقیقت کسی بھی صورت یہ نہیں ہے یہ انسانیت کی خدمت اور ترقی نہیں ہے بلکہ یہ عظیم دھوکہ ہے یہ وہی فتنۃ الدجّال ہے جس سے آگاہ کیا گیا تھا اور آج جس کا ہر کوئی شکار ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اسے انسانیت کی خدمت اور ترقی کا نام دیتا ہے تو اس سے بڑا بے وقوف اور جاہل کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس سے بڑھ کر گمراہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

ان لوگوں کو جب کہا جاتا ہے کہ یہ فساد عظیم ہے تو یہ لوگ حق کو تسلیم کرنے کی بجائے نہ صرف اسے اصلاح قرار دیتے ہیں بلکہ اس کے حق میں اپنی طرف سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آج جتنی آبادی بڑھ چکی ہے اگر اس طرح سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ نہیں اگایا جائے گا تو لوگ بھوکے مرجائیں گے رزق پورا نہیں ہو پائے گا رزق کی قلت ہوجائے گی جس وجہ سے آج ان سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگایا جارہا ہے یوں یہ فساد نہیں بلکہ اصلاح ہے۔

تو ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ کیا جس نے تمہیں خلق کیا وہ ہی تمہیں رزق دینے سے عاجز آ گیا جو تمہیں یہ خوف لاحق ہوگیا کہ اگر ہم اس طرح سائنسی طریقوں سے نہیں اگائیں گے تو رزق کی قلت ہوجائے گی؟ ایک طرف تم لوگ زبان سے تو کہتے ہو کہ اللہ ہمارا ربّ ہے وہی ہمارا خالق ہے اور دوسری طرف تم لوگوں کے اعمال کیا ہیں کبھی ان میں غور کیا؟ کیا تم لوگ اپنے اعمال سے یہ دعویٰ نہیں کررہے کہ تمہارا ربّ تمہیں خلق کر کے رزق خلق کر کے فراہم کرنے سے عاجز آ گیا؟ کیا تمہارا اپنے عمل سے یہ دعویٰ نہیں کہ تمہارا خالق تمہارا ربّ اس قابل ہی نہیں کہ وہ لوگوں کو خلق کرنے کے بعد انہیں ان کی ضروریات یعنی ان کا رزق بھی انہیں فراہم کرسکے؟ کیا تم لوگ اپنے اعمال سے یہ دعویٰ نہیں کررہے کہ تمہارا ربّ لاپرواہ ہے؟ تمہارا ربّ بے بس ہو چکا؟ تمہارا ربّ تمہاری ضروریات کو پورا کرنے سے عاجز آ گیا؟

اور پھر دوسری بات ذرا غور کرو اگر تمہاری اس دلیل کی بنیاد پر تمہارے اس دعوے کو سچ مان لیا جائے تو کیا دنیا سے رزق کی قلت کا خاتمہ ہوگیا؟ یا پھر الٹا دنیا میں لوگوں کو رزق کی قلت کا سامنا ہے اور یہ قلت مزید دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جارہی ہے؟ کیا تمہارے ان سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور بظاہر خوشنما رزق سے لوگ خامیوں، خرابیوں ونقائص سے پاک ہیں یا پھر تمہارے ان اعمال سے آج لوگ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہیں اور یہ بیماریاں دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں؟ حقیقت آج پوری دنیا کے سامنے ہے کہ جتنا تم لوگ اپنی منصوبہ بندیوں میں آگے بڑھتے جارہے ہو جتنا تم ترقی کے دعوے کرتے چلے جارہے ہو اتنا ہی آسمانوں وزمین میں فساد بڑھتا ہی چلا جارہا ہے اتنی ہی بیماریاں دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں، اتنی ہی ہلاکتیں دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں یہ ہے تمہاری ترقی کی حقیقت یہ ہے اس کی حقیقت جسے تم اصلاح کا نام دیتے ہو اور یہ ہے تمہاری عقل کی حقیقت تم لوگ خود کو بہت بڑے عقل مند سمجھتے ہو اور ہمیں بے وقوف قرار دیتے ہو، اب فیصلہ کرو کہ کون بے وقوف ہے اور کون عقل مند؟

پھر آج آپ ان لوگوں سے سنتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے دماغ دیا ہے تو اسی لیے کہ ہم اس کا استعمال کریں اور پھر کہتے ہیں کہ آج جو کچھ بھی ہم کررہے ہیں یعنی یہ سائنسی ترقی کے نام پر جو کچھ بھی کیا جارہا ہے یہ ہم اللہ کے دیئے ہوئے دماغ کا ہی استعمال کررہے ہیں لہٰذا جو لوگ اسے فساد کہتے ہیں وہ بے وقوف اور جاہل ہیں وہ تنگ نظر اور پتھر کے دور کے لوگ ہیں جو اللہ کی دی ہوئی اس نعمت دماغ کا شکر کی بجائے کفر کررہے ہیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ واقعتاً اپنے دعوے میں سچے ہیں؟ کیا اللہ نے دماغ اسی لیے دیا تھا؟ کیا آج جو یہ لوگ اس دماغ کیساتھ کررہے ہیں یعنی سائنسی ترقی کے نام پر جو کچھ بھی کررہے ہیں یہ واقعتاً اصلاح ہے اور جو لوگ اس کے مخالف ہیں کیا وہ واقعتاً بے وقوف، جاہل، تنگ نظر اور پتھر کے زمانے کے لوگ ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے ابھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ نے دماغ دیا ہے لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ اسی دماغ سے سوال کرلیں کہ کیا کوئی بھی کام اس وقت تک کیا جاسکتا ہے جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل علم نہ ہو؟ یعنی کیا آپ کا دماغ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بغیر مکمل علم کے کوئی بھی کام کرنا شروع کر دیں؟ تو آپ کا دماغ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں جواب دے گا کہ نہیں اگر کسی بھی کام کے بارے میں مکمل علم نہیں ہے تو اس کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ اب اگر سوال کیا جائے کہ آخر کیوں کیا وجہ ہے کہ بغیر علم یا نامکمل علم کے کسی بھی کام کے قریب نہ جایا جائے تو آپ کا یہی دماغ جواب دے گا کہ اگر بغیر علم یا نامکمل علم کے کسی بھی کام کو کیا جائے گا شئے میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو وہ شئے خراب ہوجائے گی تباہ و برباد ہوجائے گی اور آپ کا یہی دماغ اس کے لیے کئی مثالیں آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہے مثلاً وہ آپ سے سوال کرسکتا ہے کہ اگر آپ کوئی انتہائی قیمتی اور پیچیدہ ترین شئے خریدتے ہیں اور وہ خراب ہوجاتی ہے تو آپ اسے کس کے پاس لے کر جائیں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے اور آپ یہی جواب دیں گے کہ آپ اسے کسی کاریگر کے پاس لیکر جائیں گے اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیا آپ کسی ایسے شخص کے پاس لیکر جائیں گے جو اسکے بارے میں علم نہیں

رکھتا یا پھر مکمل علم نہیں رکھتا تو آپ فوری جواب دیں گے کہ نہیں بالکل نہیں آپ صرف اور صرف اسی کے پاس لیکر جائیں گے جو نہ صرف اس کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے بلکہ وہ علم کا صحیح استعمال بھی جانتا ہے۔ اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیوں آخر کیوں کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی قیمتی شئے کو صرف اور صرف اسی کے پاس لیکر جائیں گے جس کے پاس اس کے بارے میں نہ صرف مکمل علم ہو بلکہ وہ علم کا صحیح استعمال بھی جانتا ہو تو آپ فوری جواب دیں گے کیوں کہ میں اپنی شئے کو ٹھیک کروانا چاہتا ہوں نہ کہ اسے تباہ کروانا چاہتا ہوں اگر میں کسی ایسے کے پاس لیکر جاتا ہوں جس کے پاس اس کے بارے میں علم نہیں ہے یا پھر نامکمل علم ہے یہاں تک کہ اگر مکمل علم ہے لیکن علم کا صحیح استعمال نہیں جانتا یعنی اس میں حکمہ نہیں ہے تو وہ میری شئے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا اس لیے میں کسی ایسے کو اپنی شئے کے قریب بھی نہیں آنے دوں گا جو اس کے بارے میں مکمل علم اور علم کا صحیح استعمال یعنی حکمہ نہ رکھتا ہو۔

اب آپ خود غور کریں کہ جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے ہمیں دماغ دیا ہے تو ہم اللہ کے دیئے ہوئے دماغ کا ہی استعمال کر کے یہ ایجادات کر رہے ہیں ہم فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہیں تو جو یہ لوگ آسمانوں و زمین اصلاح کے نام پر چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں کیا ان کے پاس آسمانوں و زمین کا مکمل علم ہے؟ اگر تو ان کے پاس مکمل علم ہے اور علم کا صحیح استعمال بھی جانتے ہیں یعنی ان میں حکمہ بھی ہے تو پھر بلا شک و شبہ یہ لوگ جو بھی کر رہے ہیں عین ممکن ہے کہ یہ ٹھیک ہی کر رہے ہوں لیکن اگر ان کے پاس آسمانوں و زمین کے بارے میں یا جس شئے میں بھی مداخلت کر رہے ہیں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں اس کے بارے میں مکمل علم اور حکمہ نہیں ہے تو پھر یہ لوگ اصلاح نہیں بلکہ فساد کر رہے ہیں ان کے اپنے ہی دماغ کی بنیاد پر یہ لوگ اصلاح نہیں بلکہ فساد عظیم کر رہے ہیں۔ اب اگر ان سے سوال کیا جائے کہ کیا ان کے پاس آسمانوں و زمین کے بارے میں مکمل علم ہے تو یہ لوگ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکیں گے ان کی زبانیں کٹ جائیں گی کیوں کہ ان کے پاس آسمانوں و زمین کا مکمل علم نہیں ہے۔ پھر اس کے علاوہ ان سے اگر سوال کیا جائے کہ جو کچھ بھی کانوں سے سنائی اور آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے کیا یہی کُل کا کُل ہے یا پھر یہ تو ظاہر ہے اس کے علاوہ باطن بھی ہے یعنی بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو سنائی اور دکھائی نہیں دیتیں، انسان کی سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں انتہائی محدود ہیں اب جب انسان کی سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں انتہائی محدود ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نامکمل سن دیکھ کر جو سمجھ میں آئے گا وہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے؟ پھر اگر اس پر عمل کیا جاتا ہے اسے عمل میں لایا جاتا ہے تو اس کے نتائج کیا نکلیں گے؟ تو حقیقت بالکل واضح ہے۔ جب ان کا اپنا دماغ یہ کہہ رہا ہے کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے یہ کُل کا کُل نہیں بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ ایسا ہے جو انسان سے پوشیدہ ہے یعنی غیب ہے انسان کے پاس مکمل علم نہیں ہے اور دوسری طرف ان کا اپنا دماغ یہ بھی کہہ رہا ہے کہ نامکمل علم اور حکمہ نہ ہونے پر اگر کسی بھی شئے کے قریب جاتے ہیں اس میں چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں تو اسکی اصلاح نہیں ہوگی بلکہ اس میں مزید بگاڑ ہوگا وہ شئے تباہ و برباد ہو جائے گی تو پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ بے وقوف، جاہل اور تنگ نظر کون لوگ ہیں؟ کیا یہ لوگ خود ہی بے وقوف اور جاہل نہیں ہیں؟ حقیقت آپ کے بالکل سامنے ہے۔

پھر دوسری بات ان میں سے کسی سے بھی سوال کر لیں کہ کیا تم اپنے ہی جسم کو نقصان پہنچاؤ گے یعنی تمہیں جو صلاحیتیں دی گئی کیا ان صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنے ہی ہاتھ، پاؤں کو کاٹو گے؟ اپنے ہی جسم کو نقصان پہنچاؤ گے تو ان کا جواب ہوگا کہ کیا میں تمہیں بے وقوف اور پاگل نظر آتا ہوں جو اپنے ہی وجود کو کاٹوں گا اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچاؤں گا؟ یعنی انہی کے جواب کو بنیاد بناتے ہوئے اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ لوگ اپنے ہی وجود کو کاٹ رہے ہیں اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچا رہے ہیں تو یہ لوگ عقل مند نہیں بلکہ بے وقوف اور پاگل ہیں کیونکہ کوئی بے وقوف اور پاگل ہی ایسا ہو سکتا ہے جو اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچائے ورنہ کوئی بھی عقل مند ایسا نہیں کر سکتا۔

تو اب ذرا ان سے سوال کریں کہ آسمانوں و زمین کی حقیقت کیا ہے؟ جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے کیا تم لوگوں نے اسے مکمل طور پر سمجھ لیا؟ کیا تم لوگوں نے خود اپنی ہی ذات کو جان لیا پہچان لیا؟ اگر تو تم لوگوں نے اپنی ہی ذات کو جان لیا ہوتا پہچان لیا ہوتا تو تم لوگ ایسا کبھی بھی نہ کرتے جو تم لوگ کر رہے ہو کیونکہ یہ جو تم آسمانوں و زمین میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو ان میں پنگے لے رہے ہو ان کو نقصان پہنچا رہے ہو یہ خود تمہاری اپنی ہی ذات ہے۔ کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں ایک ہی وجود ہے جو کہ اللہ ہے تمہاری اپنی خودی تمہاری اپنی ذات اللہ ہے یہ ہر طرف تمہیں تمہاری اپنی ہی ذات نظر آ رہی ہے اور اپنی ہی ذات کو جاننے کے لیے سمجھنے اور اس کی دیکھ بھال کے لیے ہی تمہیں یہ صلاحیتیں دی تھیں نہ کہ خود اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنی ہی ذات کیساتھ دشمنی کرنے کے لیے

تو اب بتاؤ جو خود اپنی ہی ذات کیساتھ دشمنی کر رہا ہو اپنی ہی ذات اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچا رہا ہو کیا وہ کوئی عقل مند ہو سکتا ہے یا پھر خود تمہارے اپنے بقول اس سے بڑا بے وقوف، پاگل اور جاہل اور کوئی نہیں ہو سکتا تو اب تم لوگ کیا ثابت ہوئے؟ عقل مند یا پھر تم سے بڑا کوئی بے وقوف، پاگل اور جاہل ہے نہ ہو سکتا ہے؟ حقیقت تمہارے بالکل سامنے ہے۔

پھر اس کے علاوہ تمہارے اسی سوال کا ایک اور پہلو سے جواب تم پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ اگر تمہاری کوئی انتہائی قیمتی اور حساس ترین شئے ہو تو کیا کسی ایسے شخص کو اس کے قریب آنے دو گے جو اس کا کوئی علم نہیں رکھتا؟ تو تمہارا جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں کیونکہ میں اپنی شئے کو خراب نہیں کروانا چاہتا اگر میں کسی ایسے کو اپنی شئے کے قریب آنے کی اجازت دیتا ہوں جس کے پاس اس کے بارے مکمل علم اور حکمہ نہیں تو پھر گویا کہ میں خود اسے اپنی شئے کو تباہ و برباد کرنے کی دعوت دے رہا ہوں اور ایسا کوئی بے وقوف، پاگل اور جاہل ہی کر سکتا ہے۔ اب ذرا غور کرو اور جواب دو کہ جب تم کسی ایسے شخص کو جس کے پاس مکمل علم اور حکمہ نہیں اپنی انتہائی حقیر اور معمولی سی شئے کے قریب بھی آنے کی اجازت نہیں دو گے نہ دیتے ہو نہ ہی پسند کرتے ہو تو پھر کیا اللہ ایسا کرے گا؟ کیا اللہ ایسا چاہے گا؟ کیا اللہ اس کی اجازت دے گا کہ آسمانوں و زمین جو کہ انتہائی پیچیدہ اور حساس ترین ہیں ان میں بغیر علم و حکمہ کے مداخلت کرو؟ اور اگر اللہ ایسا کرتا ہے یعنی اگر اللہ چاہتا ہے کہ تم لوگ بغیر مکمل علم و حکمہ کے آسمانوں و زمین میں چھیڑ چھاڑ کرو ان میں پنگے لو تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ سے بڑا کوئی بے وقوف اور پاگل نہیں ہے اور یہی تم لوگ اپنے عمل سے دعویٰ کر رہے ہو تم لوگ رات دن اپنے عمل سے اللہ کو سب سے بڑا بے وقوف اور جاہل کہہ رہے ہو اور پھر صرف عمل سے ہی نہیں بلکہ تم لوگ تو اپنی زبان سے بھی اللہ کو یہی کہتے ہو جیسے کہ آج جب اللہ تم سے تمہی میں سے ایک بشر کے ذریعے کلام کر رہا ہے یعنی آج جب میں تم سے اپنے رسول احمد عیسیٰ جو کہ میرا ہی وجود ہے میری زبان ہے کی صورت میں تم سے کلام کر رہا ہوں تو کیا تم لوگ اپنی زبانوں سے بھی میرے رسول کو بے وقوف، پاگل اور جاہل نہیں کہہ رہے؟ جب تم لوگ اپنی زبانوں سے بھی ایسا کہہ رہے ہے تو پھر ذرا غور کرو یہ تم کسے کہہ رہے ہو؟ کیا میں یعنی اللہ اور میرا رسول دو الگ الگ وجود ہیں؟ جب کوئی دوسرا ہے ہی نہیں میرا رسول میں ہی ہوں میرا وجود ہے تو پھر تم لوگ مجھے گالیاں دے رہے ہو تم لوگ مجھے یعنی اللہ کو بے وقوف، پاگل اور جاہل کہہ رہے ہو۔

اے عقل کے اندھو اگر میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا کہ تم لوگ بغیر مکمل علم کے آسمانوں و زمین یعنی میرے وجود میں چھیڑ چھاڑ کرو تو اس کا مطلب کہ نہ تو آسمانوں و زمین میرا وجود ہے اور نہ ہی مجھے آسمانوں و زمین کی کوئی پرواہ ہے میں ظالم ہوں اور میں نے آسمانوں و زمین کو تمہارے کھیلنے کے لیے خلق کیا ہے، میں نے آسمانوں و زمین کو اس لیے خلق کیا ہے کہ تم لوگ ان میں پنگے لو ان میں بے مقصد بلا وجہ بغیر علم کے چھیڑ چھاڑ کرو انہیں تباہ و برباد کرو بالکل ایسے ہی ان کیساتھ کھیلو جیسے ایک بچہ کھلونے کیساتھ کھیل کر نہ صرف وقت پاس کرتا ہے اپنا دل بہلاتا ہے بلکہ اس کھلونے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے؟ جان لو میں نے اگر تمہیں دماغ دیا ہے تو اس لیے نہیں دیا کہ تم لوگ میرے شریک بن بیٹھو میرے ساتھ دشمنی کرو بلکہ تمہیں یہ صلاحیتیں دی ہیں تو اسی لیے دی ہیں کہ تم مجھے جانو پہچانو جو کہ میں تمہاری اپنی ہی ذات ہوں جب تم مجھے جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے کو مکمل طور پر جان لو گے پہچان لو گے تو تب بھی کیا ایسا ہی کرو گے جو آج تم لوگ کر رہے ہو؟ نہیں بلکہ تب تم لوگ ایسا نہیں کرو گے کیونکہ کون ہے جو خود اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچائے؟ اس لیے تمہیں یہ صلاحیتیں دی تمہیں دماغ دیا تا کہ تم حق کو سمجھ کر میرے ساتھ دشمنی نہ کر کے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی اور عذاب سے بچ سکو نہ کہ الٹا شکر کی بجائے کفر کرتے ہوئے میرے شریک بننے کے لیے کہ ذلت و رسوائی اور عذاب کو اپنا مقدر بنا لو۔

تو اب جواب دو کون ہے بے وقوف اور پاگل میں میرا رسول اور مومنین یا پھر بذات خود تم لوگ؟ حق بالکل کھول کر تم پر واضح کر دیا گیا اب بھی اگر تم لوگ فساد سے باز نہیں آتے اور ہماری طرف نہیں پلٹتے تو جان لو کہ تم پر حجت ہو چکی۔

آج جو کچھ بھی رزق کے نام پر موجود ہے وہ تمام کا تمام رزق جو فطرت میں انسانی مداخلت سے وجود میں لایا جا رہا ہے یا پھر وہ تمام کا تمام جو مکمل طور پر مصنوعی ہے انسانی خلق کردہ جن میں طرح طرح کے مشروبات سمیت آج پوری دنیا کی مارکیٹیں اس رزق سے بھری ہوئی ہیں یہ تمام کا تمام رزق غیر اللہ کا ہے یہ اللہ کا

رزق نہیں ہے یہ سب کا سب خبیث رزق ہے یہ خبائث ہیں اگر آپ انہیں یا ان میں سے کسی کو بھی استعمال کرتے ہیں تو آپ کو ہر لحاظ سے ہلاکتوں کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔ جان لیں اگر آپ بیماریوں، تکالیف سمیت ہر طرح کی ہلاکتوں و مصیبتوں سے بچنا چاہتے ہیں تو واپس فطرت کی طرف پلٹ آئیں اس رزق کو ترک کر دیں جو تمام کا تمام مصنوعی ہے جو فطرت میں مداخلت کر کے خلق کیا جا رہا ہے اگر اس رزق کو آپ ترک نہیں کرتے تو آپ کو طرح طرح کی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے گا آپ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے ہلاکتوں میں ڈال رہے ہیں اور پھر جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو آپ علاج کے نام پر جب انہی ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں انہی ہسپتالوں میں جاتے ہیں تو جان لیں یہ سب کا سب دجل عظیم ہے آپ علاج کے نام پر اپنے آپ کو مزید تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ بھلا ذرا غور کریں جس وجہ سے آپ نے اپنے جسم کو خراب کیا اپنے جسم میں توازن کو بگاڑا جسے آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں کیا علاج کے نام پر وہی کرنے سے ادویات کے نام پر زہر جسم میں ڈالنے سے آپ کا جسم ٹھیک ہو گا یا پھر الٹا مزید تباہ ہو گا؟ اگر آپ ان ادویات سے وقتی طور پر سکون محسوس کرتے ہیں تو جان لیں آپ کی بیماری ٹھیک نہیں ہوتی بلکہ یہ ادویات تو منشیات ہیں یہ آپ کے احساس کو ختم کر دیتی ہیں جس وجہ سے آپ کو لگتا ہے کہ آپ صحت مند ہو گئے حالانکہ حقیقت تو یہ ہوتی ہے کہ یہ ادویات وقتی طور پر اس بیماری کا احساس ختم کر کے آپ کو اس سے غافل کر دیتی ہیں اور وہی بیماری بعد میں ناسور بن کر آپ کے سامنے آجاتی ہے تب آپ کے پاس بچاؤ کا کوئی رستہ نہیں ہوتا یوں یہ محض دجل ہے عظیم دجل جسے فتنۃ الدجّال کہا گیا۔

آج پوری دنیا میں بیماریوں کا مقابلہ کرنے کے نام پر جدید ترین ہسپتال بنائے جا رہے ہیں اور ان ہسپتالوں کے قیام کو ترقی اور ترقی یافتہ اقوام کی علامت سمجھا جاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور جو لوگ ہسپتالوں کے قیام کو ترقی سمجھتے ہیں ایسے لوگوں سے بڑھ کر کوئی گمراہ اور بے وقوف کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

اے عقل کے اندھو اگر تم لوگ واقعتاً ترقی ہی کر رہے ہو تو پھر بیماریوں کا نام ونشان مٹ جانا چاہیے تھا اور تم لوگ الٹا دن بہ دن ہسپتالوں کا جال بچھا کر اسے ترقی کا نام دے رہے ہو حالانکہ ہسپتالوں کا بڑھنا ترقی کی علامت نہیں بلکہ تنزلی اور ذلت کی علامت ہے کہ بیماریاں کم ہونے کی بجائے ختم ہونے کی بجائے دن بہ دن بڑھتی ہی جا رہی ہیں جو تمہیں دن بہ دن ہسپتالوں کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

ترقی یہ ہے کہ سب سے پہلے بنیاد کی طرف آؤ غور وفکر کرو کہ آخر ان بیماریوں کی وجوہات کیا ہیں؟ یہ بیماریاں وجود میں کیسے آ رہی ہیں اور ان کے دن بہ دن بڑھتے ہی چلے جانے کی وجوہات کیا ہیں جب ان وجوہات کا علم ہو جائے تو پھر ان بیماریوں کی بنیاد کو ختم کیا جائے ان کی جڑ کو کاٹا جائے۔ اے عقل کے اندھو ذرا غور کرو تمہیں کیسے خلق کیا گیا؟ جب تم اپنی ہی خلق میں غور کرو گے تو تم پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا جو کہ ہم تم پر کھول کھول کر واضح کر چکے کہ تم کیمسٹری کا انتہائی حساس اور پیچیدہ ترین فارمولہ ہو تمہارا خالق اللہ یعنی فطرت ہے فطرت کو ہی علم ہے کہ تمہیں کن کن عناصر سے خلق کیا گیا ان عناصر کی مقدار کیا ہے ان کا معیار کیا ہے اور ان کا طریقہ استعمال کیا ہے جو کہ فطرت تمہیں رزق کی صورت میں فراہم کرتی ہے یعنی فطرت نباتات وثمرات کی صورت میں وہ عناصر تمہیں فراہم کرتی ہے اب اگر تم رزق میں مداخلت کرو گے تو ظاہر ہے تمہیں کیا علم کہ تمہیں کیسے خلق کیا گیا تمہاری ضروریات کیا ہیں ان عناصر کی مقدار اور معیار کیا ہے اگر تم رزق میں مداخلت کرو گے تو لامحالہ تم فطرت کو بدلو گے اور ہم نے فطرت میں تبدیلی رکھی ہی نہیں یوں جب تم فطرت میں مداخلت کرو گے تو فطرت بدلے گی تو نہیں بلکہ اس میں خرابیاں ہو جائیں گی اور اگر تم باز نہ آئے تو خرابیاں دن بہ دن بڑھتے بڑھتے بالآخر وہ شئے تباہ و برباد ہو جائے گی جس میں بھی تم تبدیلی کرو گے جس میں بھی تم مداخلت کرو گے۔ اب تم لوگ فطرت میں مداخلت کرو یعنی رزق کو بدل ڈالو رزق کی ذمہ داری اپنے سر لے لو اور پھر تمہارے اجسام میں فساد نہ ہو بیماریاں دن بہ دن بڑھتی ہی چلی نہ جائیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہاں تک کہ اگر تم یہی روش اختیار کیے رکھتے ہو واپس فطرت کی طرف نہیں پلٹتے تو پھر ان بیماریوں کو بڑھنے سے دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں روک سکتی پھر تمہارا انجام انتہائی بھیانک ہے یہاں تک کہ تم واپس ہماری طرف یعنی فطرت کی طرف نہیں پلٹتے۔

آپ نے جان لیا کہ رزق کی اہمیت وحیثیت کیا ہے اور رزق کو بدلنا یعنی انسان حلال وحرام کے تعین کی ذمہ داری اپنے سر لے لے یہ کس قدر عظیم جرم ہے یہ تمام کے تمام جرائم کی ماں ہے۔ آج آسمانوں وزمین میں جتنا بھی فساد ہو چکا اور ہو رہا ہے اس سارے فساد کی اصل وجہ رزق کو بدلا جانا ہے اور اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جن کو ذمہ داری دی گئی تھی کہ فطرت کی دیکھ بھال کرنا کہ کوئی بھی فطرت سے بغاوت نہ کر پائے کوئی بھی دین یعنی فطرت کو بدلنے نہ پائے اور یہ

وہ لوگ ہیں جو خود کو امت کہلاتے ہیں جب ان لوگوں نے اس ذمہ داری کو ترک کر دیا تو پھر انسان جن کی مثال گھر میں بچوں کی مانند ہے آزاد ہو گئے سب سے پہلے رزق کو بدلا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج آسمانوں و زمین میں اس قدر فساد عظیم کر دیا گیا کہ عذاب عظیم بالکل سر پر آ کھڑا ہے اور آج آخری بار کھول کھول کر متنبہ کیا جا رہا ہے اگر اب بھی تم لوگ کفر ہی کرتے ہو حق سے کذب ہی کرتے ہو تو پھر جان لو تمہیں دنیا و آخرت میں کوئی بھی ہلاکت سے نہیں بچا سکتا عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے جو کہ آیا ہی چاہتا ہے صرف اور صرف ہمارے کھول کھول کر متنبہ کر لینے کی دیر ہے جیسے ہی ہمارا رسول احمد عیسیٰ جو کہ ہماری زبان ہے اس ذمہ داری کو پورا کر لے گا تو ہمارے ہاتھ حرکت میں آ جائیں گے اور تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا بالکل اسی طرح جیسے تمہارے آباؤ اجداد گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کو ہلاک کیا گیا انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور جیسے تب ہم نے اپنے رسولوں اور مومنین کو نہ صرف بچا لیا بلکہ بعد میں زمین کا وارث بنا دیا بالکل اسی طرح آج بھی ہم اپنے رسول احمد عیسیٰ اور مومنین کو نہ صرف بچانے والے ہیں بلکہ بعد میں زمین کا وارث بنانے والے ہیں۔

يَآيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. المومنون ۵۱

اس آیت میں اللہ اپنے رسولوں کو کہہ رہا ہے کہ اے وہ جو میرے رسل ہو یعنی میرے بھیجے ہوئے ہو استعمال کر رہے ہو الطیبات سے اور عمل کر رہے ہو مکمل طور پر اصلاح کرنے والے اس میں کچھ شک نہیں میں اس کا علم رکھنے والا ہوں مجھے اس کا علم ہے جس کیساتھ تم سے عمل کروائے جا رہے ہیں۔

یعنی اللہ اپنے رسولوں کو کہہ رہا ہے کہ اگر تم الطیبات سے کھاتے ہو تو ہی تم صالح اعمال کر پاؤ گے ورنہ اگر تم الطیبات کی بجائے خبائث کھاتے ہو تو تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے بلکہ پھر تم بھی مفسد اعمال ہی کرو گے۔ یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے رسول صالح اعمال کرتے ہیں کیونکہ رسولوں کا رزق طیب ہوتا ہے اور پھر آگے اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ کیوں میں تمہیں الطیبات سے رزق استعمال کرنے کا کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے اس کا علم ہے جس کیساتھ تم سے عمل کروائے جا رہے ہیں یہ رزق ہی ہے جس کیساتھ تم سے عمل کروائے جا رہے ہیں اگر تم طیبات سے رزق استعمال کرو گے تو صالح اعمال کرو گے اور اگر تم خبائث کو اپنا رزق بناتے ہو تو پھر ظاہر ہے خبائث سے خبیث جسم بنے گا اور پھر خبیث جسم کیسے صالح اعمال کر سکتا ہے؟ بلکہ خبیث جسم تو مفسد اعمال ہی کرے گا۔ اسے آپ کئی مثالوں سے سمجھ سکتے ہیں مثال کے طور پر جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں زہر کیا ہے؟ زہر بھی تو انہی عناصر سے وجود میں آتا ہے جن عناصر سے آپ کا رزق وجود میں آتا ہے تو جب آپ زہر کھا لیں تو کیا آپ کا جسم آپ کے اختیار میں رہتا ہے؟ ذرا غور کریں جب آپ زہر کھاتے ہیں تو آپ کا جسم آپ کے اختیار میں نہیں رہتا تو جو وہ حرکات و سکنات کرنا شروع ہو جاتا ہے آخر جسم کو ایسا کرنے کا کون کہہ رہا ہوتا ہے کون جسم کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جو آپ نے کھایا جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں یعنی یوں بھی آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اور جو بھی آپ کھاتے ہیں اصل میں وہ احکامات ہوتے ہیں جن پر آپ کا جسم عمل کرتا ہے اگر آپ طیب رزق سے اپنا جسم بنائیں گے تو اس سے نہ صرف آپ کا جسم طیب وجود میں آئے گا اس میں رائی برابر بھی کوئی خامی یا خرابی نہیں ہو گی بلکہ ایسا متوازن جسم اعمال بھی متوازن ہی کرے گا یعنی صالح اعمال کرے گا اسکے احساسات و جذبات بھی متوازن ہوں گے اس کی کیفیات بھی متوازن ہوں گی ایسا جسم ہر لحاظ سے مطمئن ہو گا اس میں توازن ہو گا اور اگر آپ اس کے برعکس خبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں یعنی انہیں اپنا رزق بناتے ہیں جو اشیاء غیر متوازن عناصر سے وجود میں آئیں تو ان سے نہ صرف آپ کے جسم میں توازن بگڑے گا بلکہ پھر غیر متوازن جسم کے اعمال میں بھی توازن نہیں ہو گا اس کی سوچوں فکروں میں بھی توازن نہیں بلکہ انتشار ہو گا ایسے جسم میں بھی انتشار اور اس کے کردار میں بھی انتشار ہو گا۔

ذرا غور کریں اگر مشین میں کوئی خرابی ہو جائے تو کیا وہ اعمال ٹھیک کرتی ہے؟ نہیں بلکہ اگر مشین میں بگاڑ آ جائے تو اس کے اعمال میں بھی بگاڑ آ جاتا ہے بالکل ایسے ہی اگر آپ کے جسم میں بگاڑ آ جائے تو آپ کے اعمال میں خود بخود بگاڑ آ جائے گا آپ صالح کی بجائے مفسد اعمال کرنا شروع کر دیں گے اور پھر آپ اسے فساد تسلیم بھی نہیں کریں گے یعنی آپ خود کو غلط بھی تسلیم نہیں کریں گے آپ میں استکبار آ جائے گا آپ میں جھکاؤ ختم ہو جائے گا۔ یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ اپنے رسولوں کو بھی یہی کہہ رہا ہے کہ اے رسولو کھاؤ الطیبات سے اگر الطیبات سے کھاتے ہو تو صالح اعمال کر پاؤ گے ورنہ اگر تم الطیبات کی بجائے خبائث کھاتے ہو تو تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اعمال تمہارے اختیار میں نہیں ہیں تمہارے اختیار میں صرف اور صرف یہ ہے کہ تم کس سے اپنا جسم

بناتے ہو پھر جس سے تم اپنا جسم بناؤ گے وہ نہ صرف تمہارا جسم بنے گا بلکہ وہی تمہارے اعمال کی صورت میں بھی ظاہر ہوگا اس لیے اگر تم الطیبات سے کھاتے ہو تو نہ صرف تمہارا جسم طیب بنے گا بلکہ ایسا جسم صالح اعمال کی صورت میں اس کا اظہار کرے گا جس سے آپ نے اپنا جسم بنایا اور اگر الطیبات کی بجائے خبائث سے کھایا جاتا ہے تو اس سے نہ صرف جسم بھی خبیث بنے گا بلکہ ایسا جسم مفسد اعمال کی صورت میں اس کا اظہار کرے گا جسے آپ نے اپنے جسم میں ڈالا جس سے آپ نے اپنا جسم بنایا۔

اب ذرا غور کریں جب اللہ اپنے رسولوں کو ایسا کہہ رہا ہے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ جب اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اگر اس کے رسول بھی الطیب کی بجائے خبیث کھاتے ہیں تو وہ چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر پائیں گے بلکہ اس کے برعکس مفسد اعمال ہی کریں گے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ آپ کس طرح خبیث کھا کر بھی مومن بن سکتے ہیں؟ آپ کس طرح خبیث کھا کر بھی شکر کرنے والے بن سکتے ہیں؟ آپ کس طرح خبیث کھا کر بھی اللہ کی عبادۃ کر سکتے ہیں؟ جب اللہ کا قانون یہ ہے اور اللہ کے رسول بھی اس قانون سے ماورا نہیں کیونکہ ہر رسول بشر ہوتا ہے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ اپنے گریبان میں جھانکیں اس سے پہلے کے دیر ہو جائے اور بعد میں آپ کے لیے سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ رہے اگر آپ واقعتاً اللہ کی غلامی کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ اپنے رزق میں غور کریں اور الطیبات سے ہی رزق استعمال کریں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خبائث کی کتنی ہی کثرت کیوں نہ ہو جائے خبائث کتنے ہی مزین کیوں نہ کر دیئے جائیں کہ دیکھتے ہیں منہ میں پانی آ جائے ان کے قریب بھی مت جائیں ورنہ آپ ان کے فتنے کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں اپنے او پر اللہ کا غضب حلال کر بیٹھیں گے کیونکہ پھر آپ چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر پائیں گے اور جب آپ صالح اعمال کی بجائے مفسد اعمال ہی کریں گے تو پھر ظاہر ہے آپ پر اللہ کا غضب تو حلال ہو جائے گا۔ اس لیے اگر آپ دنیا و آخرت میں اپنا فائدہ چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنا رزق ٹھیک کریں خبائث کو ترک کریں اور الطیبات سے رزق استعمال کریں۔

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى. طہ ۸۱

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ استعمال کر رہے ہو طیبات سے جو رزق ہیں ہم تمہارا وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ اور نہ کرو یہ جو بھی رزق تم استعمال کر رہے ہو تم رزق کے استعمال میں بغاوت کر رہے ہو ہماری بات نہیں مان رہے یعنی ہم نے تمہیں کہا کہ طیبات سے استعمال کرو جو رزق ہم ہیں تمہارا اس سے اور تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ تم لوگ ہماری بات ماننے کی بجائے بغاوت کر رہے ہو نافرمانی کرتے ہوئے خبائث کو اپنا رزق بنائے ہوئے ہو تو پھر جان لو فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ پس حلال ہو گیا تم پر میرا غضب یعنی جب آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ رزق کی کیا اہمیت وحیثیت ہے آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیبات سے کھائیں گے وہ رزق جو اللہ کا رزق ہے جو فطرتی ہے تو آپ اللہ کے عبد بنیں گے آپ شکر کریں گے آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہوگا ورنہ اگر آپ طیب کی بجائے اللہ کا جو رزق ہے اس کی بجائے غیر اللہ کا رزق جو کہ خبیث ہے اسے کھاتے ہیں تو پھر ظاہر ہے خبیث سے آپ کے اجسام بھی خبیث ہی بنیں گے جب اجسام خبیث بنیں گے تو پھر ایسے اجسام مفسد اعمال کریں گے ان کا ایک ایک عمل اللہ کیساتھ شرک پر مبنی ہوگا یوں ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب حلال ہو جائے گا۔ اگر آپ خبیث رزق کو استعمال کرتے ہیں تو اس سے آپ کا جسم خبیث بنے گا اور پھر خبیث جسم اللہ کیساتھ بغاوت کرے گا اللہ کا شریک ہوگا اس کا ایک ایک عمل اللہ کے ساتھ دشمنی پر مبنی ہوگا یوں جب فطرت کی ضد بنیں گے تو پھر ظاہر ہے اللہ یعنی فطرت اپنی ضد اپنے شریک کو برداشت نہیں کرتی فطرت اپنے شریک کو عبرتناک انجام سے دوچار کرتے ہوئے صفحہ ہستی سے مٹا دیتی ہے یہ ہے اگر آپ اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو اس کا انجام اللہ کا اپنے اوپر غضب حلال کر لینا وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى اور جس نے اپنے اوپر اللہ کا غضب حلال کیا تو خود ہی کیا نہ کہ اللہ نے کیا پس اس نے اپنی خواہشات کی اتباع کی یعنی ہم نے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ حق کیا ہے صرف اور صرف ہم جو رزق ہیں تمہارا جو کہ طیب ہے اسی سے استعمال کرو کیونکہ تم وہ ہو جو تم کھاتے ہو جو کھاؤ گے وہی بنو گے اب اگر کوئی ہماری اس بات کو نہیں مانتا حق کو تسلیم نہیں کرتا اور اس کے برعکس اپنی خواہشات کی ہی اتباع کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ تو وہی نکلے گا جو ہم نے طے کر دیا یعنی قدر میں کر دیا جو کہ ہو کر ہی رہے گا جسے دنیا کی کوئی طاقت ہونے سے نہیں ٹال سکتی اور وہ ہے میرا غضب اس پر حلال ہو جانا۔ جو بھی حلالاً طیباً کی بجائے خبائث کو ہی اپنا رزق بنائے گا تو پھر ذلت و رسوائی اس کا مقدر ہے دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے ذلت و رسوائی سے نہیں بچا

سکتی۔

اور پھر دیکھیں آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی جو حالت ہے اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کی اصل اور بنیادی وجہ رزق ہی ہے جب ان لوگوں نے اللہ کے رزق کو بدل ڈالا جب انہوں نے ہماری اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے برعکس وہی کیا جو ان کی خواہشات تھیں تو پھر آج ان کا انجام کیا ہوا؟ آج یہ کس حالت سے دوچار ہیں؟ کیا یہ آج اللہ کے غضب کا شکار نہیں ہیں؟ آپ یہ عذاب مھین کا شکار نہیں ہیں؟ بالکل یہی ان سے قبل بنی اسرائیل نے بھی کیا تھا تو ان کا انجام بھی بالکل یہی ہوا تھا جو آج ان کی حالت ہے اور اسی کا درج ذیل آیت میں بھی ذکر کر دیا یعنی یہ جو آپ پر آج کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے اس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی جیسا کہ ان میں سے ایک درج ذیل آیت ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ . ابراهيم ٢٨

آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے اس وقت جو لوگ موجود ہیں ان سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے بدل ڈالا اور بدل رہے ہیں اللہ کی نعمت کو مکمل طور پر کفر کیا انہوں نے ہماری بات کو ماننے سے مکمل طور پر انکار کر دیا تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہ جو انہوں نے اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا اور بدل رہے ہیں ان کے اس کفر کے سبب ان کا انجام کیا ہوا؟ آج ان کی حالت کیا ہوئی کیا نہیں دیکھا؟ وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ اور کیا کیا انہوں نے؟ انہوں نے ان کی قوم کے لیے حلال کیا اور حلال کر رہے ہیں دار البوار یعنی وہ جگہ وہ مقام وہ حیثیت وہ حالت جس میں آج یہ ہیں جس حالت کا آج یہ لوگ شکار ہیں ذلت و مسکنت ان پر ڈال دی گئی عذاب مھین کا شکار ہیں یعنی ان کے اس کفر کے سبب دوسری اقوام کو ان پر مسلط کر دیا گیا ان کی غلامی پر مجبور ہیں۔

یعنی کیا آج آپ نے خود کو مسلمان کہلوانے والوں کو نہیں دیکھا کہ آج ان کی حالت کیا ہے یہ آج کس حالت میں ہیں آج کن حالات سے دوچار ہیں؟ یہ بد ترین ذلت و رسوائی کا شکار ہو چکے ہیں، دنیا میں کوئی کتا بھی مر جائے تو پوری دنیا اس پر چلا اٹھتی ہے لیکن ان کے لاکھوں مار دیئے جائیں، ان کی عورتوں کی عزتیں پامال کر دی جائیں تو دنیا میں کسی کے بھی کانوں پر کوئی جوں تک نہیں رینگتی، ان پر دوسری قوموں کو مسلط کیا جا چکا اور آج یہ ذلت و رسوائی کا شکار ہیں یہ دنیا کی حقیر ترین اور ذلیل ترین قوم کی صورت اختیار کر چکے ہیں تو ان کی اس حالت کی وجہ کیا ہے؟ کیا اللہ نے ان کو اس حالت سے دوچار کیا؟ یا پھر اللہ نے تو ان پر اپنی نعمت کی تھی انہیں دنیا میں بلند مقام دیا تھا؟ انہیں دنیا کی قوموں پر مسلط کیا تھا؟ ان کا بطور امت خیر انتخاب کیا تھا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ نے ان کو عزۃ دی تھی انہیں بلند مقام دیا تھا ان کا بطور امت خیر انتخاب کیا تھا لیکن ان لوگوں نے خود ہی اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا جو ان لوگوں نے کفر کیا یعنی انہیں جو کہا تھا اسے تسلیم کرنے کی بجائے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ان پر حق کھول کھول کر واضح کیا تھا ان پر واضح کیا تھا کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے انہیں کہا تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے جو رزق ہم ہیں تمہارا جو کہ طیبات ہیں طیبات سے ہی رزق استعمال کرنا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خواہ خبیث کی کثرت ہی کیوں نہ ہو جائے یا پھر خبیث کتنا ہی دل لبھا دینے والا نہ ہو جائے خبیث کے قریب بھی مت جانا ورنہ تم ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے تم پر ذلت و مسکنت ڈال دی جائے گی اور ان پر بنی اسرائیل کی مثلوں سے حق کھول کھول کر واضح کیا تھا کہ جان لو تم سے قبل بنی اسرائیل کا بھی جب بطور امت انتخاب کیا تھا تو انہیں بھی یہی کہا تھا لیکن انہوں نے اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا ان پر ذلت و مسکنت ڈال دی گئی اور اس کی وجہ تھی ان کا کفر انہوں نے حلالاً طیباً رزق کو استعمال کرنے کی بجائے خبائث کو اپنا رزق بنا لیا انہوں نے خبیث کیساتھ طیب کو بدل ڈالا تو ان کا انجام یہ ہوا لہذا تم ایسا مت کرنا لیکن خود کو مسلمان کہلوانے والوں نے بھی بنی اسرائیل کی مثل کفر ہی کیا اور اللہ کے رزق کو بدل ڈالا یوں انہوں نے خود ہی اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا، ان کو جو بلند مقام دیا تھا اسے کھو دیا اور اس کے برعکس ذلت و رسوائی میں جا پڑے جو آج ان کی حالت ہے۔

اس کے اصل ذمہ دار خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے نبیّن ہیں جنہیں یہ لوگ علماء کے نام سے جانتے ہیں ان کے ملاؤں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا ڈالا ، بغیر علم کے حلال و حرام کا تعین کیا، حلال و حرام کی ذمہ داری اپنے سر لے لی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ملاؤں نے ان کے لیے یہ حالت حلال کر دی جس میں آج یہ ہیں۔ جیسے بنی اسرائیل نے جب بالکل انہی کی طرح کیا تھا اور وہ بھی اسی طرح ذلیل و رسوا ہو چکے تھے اور عذاب مھین کا شکار تھے تو ہم نے ان میں انہی سے اپنے رسول عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا بالکل اسی طرح آج ہم نے ان میں انہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بھیج دیا جو خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے لیے آخری

موقع ہے جو ہمارے رسول کو تسلیم کریں گے اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کر کے جو کہا جارہا ہے وہی کریں گے یعنی ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی اطاعت واتباع کریں گے تو ان کو اس عذاب سے بچا لیا جائے گا اور زمین کا وارث بنا دیا جائے گا اور جو نہیں مانیں گے جو کفر ہی کریں گے ان پر یوم القیامہ تک کے لیے لعنت کردیں گے یعنی انہیں بالکل اسی طرح نظر انداز کردیں گے جیسے ان سے قبل عیسائیوں پر لعنت کی گئی یعنی انہیں نظر انداز کیا گیا اور ان سے قبل یہودیوں پر لعنت کی گئی اور ایسے ہی ان سے قبل جو امتیں تھی ان پر لعنت کی گئی اور وہ تمام کے تمام آج تک انتظار ہی کر رہے ہیں کہ اللہ ان میں اپنا رسول بعث کرے گا حالانکہ جب ہم نے ان میں انہی سے ایسے ہی اپنا رسول بعث کیا تھا جیسے آج تم میں تمہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کیا تو انہوں نے کفر کر دیا تھا ہمارے رسول کا کذب کردیا تھا اور اگر آج تم بھی وہی کرتے ہو تو جان لو تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہے تمہارے لیے بھی ہمارا وہی فیصلہ ہے ہمارا قانون نہیں بدلنے والا۔ آپ پر پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ کیسے بنی اسرائیل پر ذلت ومسکنت ڈال دی گئی۔انہوں نے کس طرح اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا تھا۔ان کو بھی یہی کہا تھا کہ حلال کیا ہم نے تم پر طیبات کو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے طیبات سے ہی جو رزق ہم ہیں تمہارا اسے ہی استعمال کرنا ورنہ ذلت ومسکنت کا شکار ہو جاؤ گے یوں جب تک وہ طیبات سے رزق استعمال کرتے رہے تو انہیں عزۃ دی گئی یعنی انہیں بلند مقام دیا گیا لیکن پھر جب انہوں نے کفر کیا ہماری بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور طیبات کو ترک کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر ذلت ومسکنت ڈال دی گئی جو کہ قدر میں کیا جا چکا بالکل ایسے ہی آج تم پر ذلت ومسکنت ڈال دی گئی تم خود کو مسلمان کہلوانے والے بھی بالکل عین اسی طرح ذلیل ورسوا ہو گئے۔

ظاہر ہے جب بار بار کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ حق کیا ہے جو کھاؤ گے وہی بنو گے تو پھر ظاہر ہے جب آپ خبائث کو اپنا رزق بنائیں گے تو آپ اللہ کے شریک ہی بنیں گے تو جو اللہ کا شریک بنے گا اس کا بدلہ عزۃ نہیں بلکہ ذلت ہے جو قدر میں کر دیا گیا جسے ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور اگر اس کے بالکل برعکس طیبات سے رزق استعمال کیا جاتا ہے تو آپ طیب بنیں گے اور طیب تو اللہ ہے یعنی آپ اللہ کا وجود بن جائیں گے آپ میں میں یعنی تکبر ختم ہو جائے گا پھر آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا تو جب آپ طیبات سے رزق استعمال کر کے طیب بن جائیں گے یعنی اللہ کا وجود بن جائیں گے اللہ بن جائیں گے تو پھر کون ہے جو اللہ کو عاجز کر سکے؟ کون ہے جو اللہ کیساتھ دشمنی کر کے کامیاب ہو سکے؟ کون ہے جو اللہ کا مقابلہ کر سکے؟ اللہ کے لیے ہے ہی عزۃ اس لیے پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت عزہ سے یعنی بلند مقام کے حصول سے نہیں روک سکتی اور پھر دیکھیں اسی کا درج ذیل آیت میں بھی ذکر کر دیا گیا۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ الانفال ٢٦

آج سے چودہ صدیاں قبل آج کی تاریخ اتارتے ہوئے کہا تھا یعنی آج اس وقت اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کی صورت میں البیّنات کیساتھ کلام کر رہا ہے کھول کھول کر اس وقت موجود لوگوں سے بات کر رہا ہے تو وہ جو اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی بات کو مان رہے ہیں اس دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں ان کی ایک تو تعداد انتہائی کم ہے اور اوپر سے خود کو مسلمان کہلوانے والے مشرکین کی دشمنی، حسد اور بغض کا سامنا ہے ان کی انتہائی شدید مخالفت اور دشمنی کا سامنا ہے جس وجہ سے ان کی طرف سے ہر وقت کسی بھی صورت نقصان پہنچنے کا خوف ہے جس میں ان کی طرف سے قتل وقید سمیت طرح طرح کی اذیتوں کے خوف کا سامنا ہے تو ایسی صورت میں اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے اس کی دعوت کو اس حق کو دل سے ماننے والوں کو کہہ رہا ہے وَاذْكُـرُوْٓا اور کیا یاد کر رہے ہو اسے جسے تم بھول چکے؟ یعنی آج جس حالت میں تم ہو یہ پہلی بار نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی تم ایسی حالت سے گزر چکے ہو تو کیا یاد کر رہے ہو اس حالت کو آج کی تمہاری اس حالت سے؟ آج تم جس حالت میں ہو جس حالت سے گزر رہے ہو کیا یہ حالت تمہیں تمہارے ماضی میں تم پر گزرے ہوئے بالکل ایسے ہی وقت کی یاد نہیں دلا رہی؟ آج تم جس حالت میں ہو آج تمہیں جن حالات کا سامنا ہے تمہاری یہ حالت تمہیں یاد دلا رہی ہے کہ تم پر ماضی میں بھی بالکل ایسی ہی حالت آئی تھی تو کیا یاد کر رہے ہو اسے جسے تم بھول چکے ہوئے تھے؟ اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ جیسے آج اس وقت بھی تم قلیل ہو یعنی تمہاری تعداد انتہائی کم ہے ایسے ہی تب بھی تمہاری تعداد انتہائی کم تھی۔ مطلب یہ کہ جیسے آج جب تم ضلالٍ مبین میں ہو رہے تھے تو ہم نے تم پر احسان کیا کہ تم میں تمہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بھیجا جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تم پر میری آیات کو پوری ترتیب کیساتھ انتہائی حکمہ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تو اس کی دعوت کو ماننے والوں

کی تعداد انتہائی کم ہے بالکل ایسے ہی ماضی میں بھی ہم نے تم پر احسان کیا تھا جب تمہارے آباؤ اجداد کی صورت میں تم ضلالٍ مبینٍ میں تھے تو ہم نے ان میں انہی سے اپنا رسول محمد بعث کیا تھا جس نے آ کر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا تھا تو تب بھی آج ہی کی طرح حق کو دل سے تسلیم کرنے والوں کی تعداد انتہائی کم تھی اور اس کے برعکس جیسے آج اکثریت نہ صرف کفر کر رہی ہے بلکہ کذب بھی کر رہی ہے ہمارے رسول اور مومنوں کیساتھ دشمنی کر رہی ہے بالکل ایسے ہی تب بھی ہوا تھا مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ جیسے آج تم تعداد میں بہت کم ہونے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو تمہاری بظاہر زمین میں لوگوں کی نظروں میں کوئی اہمیت وحیثیت نہیں تمہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے تمہاری تعداد انتہائی کم ہونے کی وجہ سے دشمن جو کچھ بھی کر سکتے ہیں اپنی طرف سے کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں بالکل یہی حالت تمہاری تب بھی تھی تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ تو یہ جو آج تم تعداد میں انتہائی کم ہونے کی وجہ سے زمین میں انتہائی کمزور ہو اور جو اس دعوت کا کفر کر رہے ہیں کذب کر رہے ہیں تمہیں ان کی دشمنی کا سامنا ہے ان کی مخالفت کا سامنا ہے تم پر ان کی جانب سے زمین تنگ کی جا چکی ہے کفر کرنے والوں کا کہنا ہے کہ واپس ہماری ملت میں پلٹ آؤ ورنہ تمہیں زندہ نہیں رہنے دیں گے تمہیں ختم کر دیں گے یا تم پر زمین تنگ کر دیں تمہیں قید کر دیں گے جس وجہ سے تمہیں یہ خوف لاحق ہے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک ہی نہ لیں مٹا ہی نہ دیں کہ کسی کو کوئی فرق ہی نہ پڑے تمہیں غائب کر دیا جائے تو اس سے دنیا میں کسی کے کان پر کوئی جوں تک نہیں رینگے گی تم پر زمین تنگ کی جا چکی ہے بالکل ایسے ہی تب بھی تم خوف کھا رہے تھے تو پھر یاد کرو تب اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ تب جب ایسا وقت تم پر آیا تھا اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ کیا تم تعداد میں انتہائی کم ہی رہے؟ کیا پھر اس کے بعد تب بھی تم زمین میں کمزور ہی رہے؟ کیا تب بھی تمہارا یہ خوف برقرار ہی رہا جو آج تمہیں لاحق ہے؟ کیا تب ہمارے رسول اور اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کرنے والے جو انتہائی کم تعداد میں تھے ان کے مخالفین ان سے دشمنی کرنے والے اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو گئے تھے؟ کیا تب تمہیں تعداد میں انتہائی کم ہونے اور زمین میں انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے لوگوں نے جو تمہارے مخالفین تھے تمہارے دشمن تھے انہوں نے تمہیں اچک لیا تھا؟ تمہیں ختم کرنے میں، تمہیں غائب کرنے میں، تمہیں مٹانے میں کامیاب ہو گئے تھے؟ تب جب کفر کرنے والوں کی طرف سے زمین تنگ کی گئی تو کیا ہم نے تمہیں بے بس بے یار و مددگار ہی چھوڑ دیا تھا؟ اگر تو تب اس کے بعد حق سے کفر کرنے والے کامیاب ہو گئے تھے تو آج بھی وہی کامیاب ہوں گے اور اگر تب کفر و کذب کرنے والے کامیاب نہیں بلکہ ذلیل و رسوا ہوئے تھے تو آج بھی ذلت و رسوائی انہی کا مقدر ہے، اگر تو ہم نے اس کے بعد تمہیں بے بس بے یار و مددگار نہیں چھوڑا تھا بلکہ تمہیں پناہ دی تھی تمہاری مدد کی تھی تو آج بھی وہی ہونے والا ہے یہ ہم نے قدر میں کر دیا یعنی تب اس کے بعد جو ہوا تھا آج بھی بالکل وہی ہونے والا ہے جو کہ ہو کر ہی رہے گا جسے ہونے سے دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں روک سکتی۔ تو تب جب تم پر ایسی حالت تھی جو آج اس وقت تمہاری حالت ہے جب بہت ہی کم ہیں جو ہمارے رسول احمد عیسیٰ کو تسلیم کر رہے ہیں اور اکثریت کفر و کذب ہی کر رہی ہے تو فَاٰوٰكُمْ پس تب ہم نے اس کے بعد تمہیں پناہ دی یعنی جب کفر کرنے والوں کی طرف سے تم پر زمین تنگ کر دی گئی تو ہم نے تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیا تھا بلکہ ہم نے تمہیں پناہ دی تھی بالکل اسی طرح آج بھی ہم تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑنے والے جب تم پر زمین تنگ کی جا رہی ہے آج بھی ہم تمہیں اسی طرح پناہ دینے والے ہیں وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ اور کیا کیا تھا تب ہم نے؟ اور تب ہم نے تمہیں اپنا ید یعنی ہاتھ بنایا تھا جس کیساتھ تمہاری مدد کی یعنی تب تم ہمارا یعنی اللہ کا ہاتھ بن گئے جس ہاتھ کیساتھ تمہاری مدد کی گئی مطلب یہ کہ تب حق کو ماننے والوں کی جو جماعت وجود میں آئی تھی تو وہ جماعت اللہ کا ہاتھ بنی تھی پھر اللہ نے اپنے اس ہاتھ کیساتھ کفر کرنے والوں کو کچل کر رکھ دیا تھا تب جب اللہ کا ہاتھ حرکت میں آیا تھا تو پھر نہ ہی تمہاری تعداد پہلے کی طرح انتہائی کم رہی بلکہ جب ہمارا ہاتھ حرکت میں آیا تو ہر کوئی ماننے کی ضد کرنے لگا سب کے سب مان گئے یوں تمہاری تعداد بڑھا دی تب جب اللہ کا ہاتھ حرکت میں آیا تو تمہیں زمین میں کمزور نہیں بلکہ قوت والا کر دیا تمہیں عزۃ دی یعنی بلند مقام دیا باقی اقوام کو اور تمہارے مخالفین کو تمہارا غلام بنا دیا انہیں ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا یوں ہم نے تب تمہاری مدد کی تھی تو آج بھی بالکل اسی طرح ہم اپنے ید یعنی ہاتھ سے تمہاری مدد کرنے والے ہیں آج بھی جب ہمارا ہاتھ حرکت میں آئے گا جو کہ آنے ہی والا ہے تو تمہاری تعداد قلیل نہیں رہے گی بلکہ ہر کوئی مانے گا تمہیں دنیا میں بلند مقام دیا جانے والا ہے تمہیں عزۃ دی جانے والی ہے تمہارے مخالفین کو ذلت و رسوائی سے دوچار کیا جانے والا ہے جن کا ظن ہے کہ وہ تمہیں مٹا دیں گے جو کہ ہمارے رسول احمد عیسیٰ کا کفر کرنے والے ہیں ان کو لگ رہا ہے کہ یہ تعداد میں بہت بڑھ کر ہیں ان کے پاس اسباب و وسائل ہیں جس وجہ سے یہ ہمارے رسول احمد عیسیٰ اور مومنین کو مٹا دیں گے دشمنی میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ محض ان کا ظن ہے جو نظر آ رہا ہے یہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت

کیا ہے اس کا علم صرف ہمیں ہے جو آج ہم تمہیں کھول کھول کر بتا رہے ہیں اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے ۔ اب کیا یاد آیا تب اس حالت کے بعد تمہاری حالت کیسے بدلی تھی؟ کیا یاد آیا کہ تب اس کے بعد کیا کرنے سے تمہاری حالت بدل دی گئی تھی؟ وہ کیا تھا جس کی وجہ سے تم ایسی حالت سے نکل گئے اور نہ صرف اس حالت سے نکل گئے بلکہ تمہیں عزۃ دی بلند مقام دیا تمہارے مخالفین کو تمہارے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر دیا تھا؟ وَ رَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ اور تب رزق تھا تمہارا الطیبات سے یعنی جیسے آج تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے کہ رزق کی اہمیت وحیثیت کیا ہے تم وہ ہو جو تم کھاتے ہو جو تمہارا رزق ہے بالکل ایسے ہی تب ہم نے کھول کھول کر واضح کیا تھا تو پھر تب جب الطیبات سے رزق استعمال کیا تو الطیب کھانے سے الطیب بن گئے الطیب تو اللہ ہے یوں وہ الطیب رزق سے اللہ کا ید یعنی ہاتھ بن گئے یوں الطیب رزق سے تمہیں اس حالت سے نکالا تھا، جب تم الطیبات سے رزق استعمال کرو گے تو تم بھی الطیب یعنی اللہ بن جاؤ گے تم اللہ کا وجود بن جاؤ گے تو پھر کون ہے جو اللہ کا مقابلہ کر سکے؟ کون ہے جو اللہ کو عاجز کر سکے؟ کون ہے جو اللہ کیساتھ دشمنی میں کامیاب ہو سکے؟ کون ہے جو اللہ کیساتھ دشمنی پر ڈٹ سکے؟ ظاہر ہے جب تم اللہ ہی کا وجود بن جاؤ گے جو کہ صرف اور صرف الطیب رزق سے ہی ممکن ہے تو پھر کوئی بھی نہیں جو تمہارا مقابلہ کر سکے جو تمہیں عاجز کر سکے، جب تم الطیبات سے رزق استعمال کرو گے جس سے تم اللہ کا وجود بن جاؤ گے تو پھر کیا اللہ خوف کھاتا ہے؟ نہیں پھر تمہارا تمام تر خوف مٹ جائے گا اور اللہ کے دشمنوں کو ذلت و رسوائی کا ہی سامنا کرنا پڑے گا یوں تب ہم نے تمہیں اس حالت سے نکالا تھا اب اگر آج بھی تم الطیبات سے رزق استعمال کرتے ہو تو پھر ہمارا تم سے یہ وعدہ ہے یہ قدر میں کیا جا چکا جسے ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی کہ ہم تمہیں اس حالت سے نکالنے والے ہیں اور تمہیں ماضی کی طرح عزۃ یعنی بلند مقام دینے والے ہیں تمہیں زمین کا وارث بنانے والے ہیں لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ تم کو الطیبات سے رزق استعمال کرنے کا اس لیے کہا جا رہا ہے کیونکہ الطیب رزق پر ہی ہم نے شکر کو رکھ دیا اگر تم الطیبات سے ہی رزق استعمال کرتے ہو تو ہی تم شکر کر رہے ہو جو کہ پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر طیب کھائیں گے تو ہی آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا سب کے سب کا یا ان میں سے کسی کا بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کر پائیں گے جس مقصد کے لیے آپ کو دیا گیا۔ مثلاً ذرا غور کریں جب آپ الطیبات سے رزق استعمال کریں گے تو آپ الطیب بن جائیں گے پھر آپ کے سننے کی صلاحیت بالکل ویسی ہی ہو گی جیسی کہ ہونی چاہیے آپ کا سننا اللہ کا سننا ہو گا، آپ کی دیکھنے کی صلاحیت بالکل ویسی ہی ہو گی جیسی کہ ہونی چاہیے یعنی آپ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا بن جائے گا یہ آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہوں گی ان کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہو گا ایسے ہی جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی بالکل ویسی ہی ہو گی جیسی کہ اللہ کی چاہت ہے یوں آپ جو کچھ بھی سن اور دیکھ رہے ہوں گے تو اس کو مکمل طور پر بالکل صحیح سمجھ رہے ہوں گے آپ کے خیالات بالکل خالص ہوں گے وہی جو ہونے چاہیئں جنہیں وحی کہا جاتا ہے یوں آپ کے اعمال بھی بالکل خالص اور ویسے ہی بن جائیں گے جیسے کہ اللہ کی چاہت ہے یعنی آپ کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہو گا اللہ ہی کا وجود ہو گا آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا تو پھر کون ہے جو ایسے بشر کا یعنی اللہ کا مقابلہ کر سکے؟ پھر اگر کوئی مخالفت کرتا ہے تو وہ اللہ کی مخالفت ہو گی، کوئی دشمنی کرتا ہے تو اللہ کیساتھ دشمنی ہو گی تو کون ہے جو اللہ کو عاجز کر سکے؟ اس لیے اگر آپ الطیبات سے رزق استعمال کرتے ہیں تو پھر آپ شکر کر پائیں گے آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا یہاں تک کہ آپ کو جو دنیا میں لایا گیا آپ کو جو وجود دیا گیا آپ ایک ایک لمحہ اللہ کی غلامی میں گزاریں گے آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل ہو گا آپ اللہ کا وجود ہوں گے نہ کہ آپ الگ سے کوئی وجود ہوں گے۔ اس لیے اے وہ جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو جو مان رہے ہو کہ ہاں اے احمد عیسیٰ تُو اللہ کا وہی رسول ہے جس کی بعثت کا وعدہ کیا گیا تھا جس کی بعثت کی صورت میں اللہ نے ہم پر احسان کرنا تھا کہ جب ہم ضلالٍ مبینٍ میں ہونا تھا تو ہمیں ہدایت دینے کے لیے اللہ نے ہم میں ہم ہی سے اپنا رسول بعث کرنا تھا تُو وہی اللہ کا رسول ہے تو پھر جان لو الطیبات سے رزق استعمال کرو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خبائث کو ترک کر دو تا کہ تم پر اپنی نعمت دوبارہ پوری کی جائے تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے تمہیں بلند مقام دیا جائے تمہیں نہ صرف عذاب عظیم القارعہ سے بچا لیا جائے اور تمہارے دشمنوں کو جو کفر کرنے والے ہیں انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے بلکہ تمہیں بعد میں زمین کا وارث بنا دیا جائے۔

اس آیت میں ایک تو آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ رزق کی اہمیت وحیثیت کیا ہے اور دوسرا یہ بھی کھل کر واضح ہو گیا کہ ماضی میں جب جب بھی مومنوں کو بلند مقام حاصل ہوا عزۃ دی گئی تو الطیب رزق ہی کی وجہ سے اور پھر اس سے یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جانی چاہیے کہ اگر ذلیل و رسوا ہوئے

ذلت ومسکنت کا شکار ہوئے تو وہ بھی رزق ہی کی وجہ سے جب انہوں نے اپنا رزق بدل دیا جب الطیب کو خبیث سے بدل دیا اور خبائث کو اپنا رزق بنالیا اور پھر تیسری بات یہ کہ یہ آج کی تاریخ ہے اور اس آیت کا آج ہی بیّن کیا جانا انتہائی معنی خیز ہے کیونکہ آج ایک بار پھر وہی وقت آچکا جو اس آیت کو بیّن کرنے کی صورت میں کھول کھول کر واضح کر دیا گیا مومنین کو آگاہ کر دیا گیا کہ اب اس کے بعد ان پر کیا احسان عظیم کیا جانے والا ہے جو کہ وقت بالکل سر پر آچکا۔

ایسے ہی پورے قرآن میں بنی اسرائیل کی مثلوں سے قوم محمد کی تاریخ اتاری گئی کہ بنی اسرائیل کو بھی یہی کہا تھا ان پر بار بار کھول کھول کر واضح کیا گیا کہ رزق کی اہمیت وحیثیت کیا ہے لہذا کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے الطیبات سے ہی رزق استعمال کرو اور پھر جب انہوں نے اس بات کو مان کر اس پر عمل کیا تو انہیں ذلت ورسوائی سے نکال کر دنیا وآخرت میں بلند مقام دیا انہیں عزۃ دی انہیں اقوام عالم پر غالب کر دیا لیکن پھر جب جب انہوں نے اپنے رزق کو بدل ڈالا یعنی ارفع رزق کو ادنیٰ سے بدل ڈالا اور بالآخر ادنیٰ کو بھی خبیث سے بدل دیا تو وہ پستیوں میں گرنے لگے یہاں تک کہ اس قدر پستیوں میں گر گئے کہ ہلاکت کا شکار ہو گئے۔

جب بھی انہوں نے الطیبات کو خبائث سے بدل دیا یعنی جب بھی انہوں نے اپنے رزق کو بدل دیا وہ فطرت سے ہٹ گئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھر انہوں نے خود کو غنی اور اللہ کو فقیر سمجھنا اور کہنا شروع کر دیا یعنی جب خبیث رزق کا استعمال کرنے لگے تو ان کے اجسام خبیث بن گئے یوں اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت ان کو ناگوار گزرتی کیونکہ ان کی خواہشات کے بالکل برعکس ہوتی اور وہ اللہ کے بھیجے ہوؤں کا کذب کر دیتے ان کی دعوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے اور خود کو ہدایت یافتہ قرار دیتے کہ ہم تو ہیں ہی ہدایت یافتہ اور پھر ایسے ہی انہوں نے آہستہ آہستہ النبیّن کو قتل کرنا شروع کر دیا ظاہر ہے جب ان کے اجسام خبیث بن چکے تھے تو پھر جو بھی اللہ کا بھیجا ہوا آتا اس کی دعوت ان کے کانوں پر ہتھوڑوں کی مانند لگتی انہیں انتہائی ناگوار گزرتی جس وجہ سے وہ اللہ کے بھیجے ہوؤں کیساتھ دشمنی کرتے یہاں تک کہ انہیں قتل تک کرنے سے گریز نہ کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ ان پر ذلت ومسکنت ڈال دی گئی وہ پستیوں کا شکار ہوتے ہوتے بالآخر ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ ظاہر ہے جب آپ اپنے راہنماء کی بات ماننے سے انکار کر دیں یا اسے قتل ہی کر دیں گے تو پھر آپ کی راہنمائی کون کرے گا؟ پھر دشمن جو قدم قدم پر گھات لگائے بیٹھا ہے وہ راہنمائی کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آجائے گا جو آپ کی خواہشات کے عین مطابق ہوگا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کا دشمن آپ کو اچک لے گا آپ ذلیل ورسوا ہو جائیں گے یہی بنی اسرائیل سمیت ان سے پہلے ہر امت نے کیا اور ان کیساتھ ہوا اور بالکل یہی خود کو مسلمان کہلوانے والوں نے کیا اور آج یہ جس حالت سے دوچار ہیں جو کہ ہلاکت ہے اس کا شکار ہوئے۔ یوں قرآن میں ایک نہیں دو نہیں تین نہیں بلکہ پورے قرآن میں جگہ جگہ الاولین کی مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک آنے والوں کی تاریخ اتار دی گئی تھی خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی تاریخ اتار دی گئی تھی جس سے آپ پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو چکا کہ رزق کی کیا اہمیت وحیثیت ہے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خبائث کے قریب بھی نہیں جانا جس کا درج ذیل آیت میں بھی ذکر کر دیا گیا جو آج آپ کو یاد دلا رہی ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. المائدہ ۱۰۰

اللہ اپنے رسول کو کہہ رہا ہے کہ ان کو کہہ ایک جیسا ہو ہی نہیں سکتا الخبیث اور الطیب یعنی آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ خبیث میں اپنی الگ صلاحیتیں ہیں خبیث ہے ہی فساد اگر آپ خبیث سے اپنا جسم بنائیں گے تو آپ کا جسم مفسد اعمال ہی کرے گا آپ چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے اور یہ ضد ہے الطیب کی۔ اگر آپ الطیب سے اپنا جسم بنائیں گے تو آپ کا جسم صالح اعمال کرے گا آپ چاہ کر بھی فساد کی طرف نہیں جا پائیں گے۔ الطیب اور الخبیث دونوں ایک دوسرے کی ضد ہے وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ اور اگر تجھے کتنا ہی پرکشش کیوں نہ لگے الخبیث کی کتنی ہی کثرت کیوں نہ ہو جائے اس کے قریب بھی نہیں جانا اسے استعمال نہیں کرنا لیکن اس کے باوجود تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ذرا اپنے گریبان میں جھانکو اپنے رزق کی طرف دیکھو کیا تم الطیب رزق سے استعمال کر رہے ہو یا پھر الخبیث سے؟ تم لوگ الخبیث رزق سے استعمال کر رہے ہو جو کہ آج بہت ہی پرکشش بنا دیا گیا ہے جیسے کہ چکن کی صورت میں، طرح طرح کے لذیذ اور خوشنما کھانوں کی صورت میں جن کے طرح طرح کے ذائقے ہیں پھر طرح طرح کے مشروبات کی صورت میں، فطرت میں مداخلت کر کے جو اگایا جا رہا ہے اور پھر جو کچھ بھی مصنوعی رزق ہے یہ سب کا سب جو کہ انتہائی پرکشش ہے یہ الخبیث ہے اس کے قریب بھی مت جاؤ اسے ترک کر دو۔ تم لوگ

اس الخبیث رزق کو استعمال کر کے کس سے بچ رہے ہو؟ اور اس کے استعمال سے کس کیساتھ دشمنی کر رہے ہو؟ ذرا غور کرو تم لوگوں کی ملامتوں سے بچنے کی خاطر اور طرح طرح کے ذائقوں کے حصول کی خاطر اپنی خواہشات کی اتباع میں اس الخبیث رزق کا استعمال کر رہے ہو اور یہ تم اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہو فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس اللہ تھا جس کیساتھ تم دشمنی کر رہے ہو اللہ سے بچو یعنی پہلی بات کہ الخبیث رزق یہ ہے ہی اللہ کیساتھ دشمنی اور دوسری بات اگر آپ الخبیث رزق سے استعمال کرتے ہیں تو ظاہر ہے آپ بھی الخبیث ہی بنیں گے جو کہ اللہ یعنی فطرت کی ضد ہو گی اور پھر آپ اللہ یعنی فطرت کیساتھ دشمنی کریں گے آپ کا ایک ایک عمل اللہ کیساتھ دشمنی پر مبنی ہو گا اور آپ الٹا اسے اصلاح کا نام دیں گے يٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اے وہ جو حق کو سمجھنا چاہتے ہو جو دنیا و آخرت میں فلاح چاہتے ہو تو حق کو سمجھنے کے لیے ہر لمحے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھلا رکھو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو جب تم اسے سمجھو گے تو تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کیوں تم کو الطیبات سے رزق استعمال کرنے کا کہا جا رہا ہے اور اس پر اتنا زور دیا جا رہا ہے تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ الطیب رزق ہی ہے جس پر دنیا و آخرت میں فلاح یعنی کامیابی رکھ دی اگر تم الطیب رزق استعمال کرتے ہو تو ہی تم دنیا و آخرت میں فلاح یعنی کامیابی حاصل کر رہے ہو تم دنیا میں آنے کے مقصد کو پورا کر پا رہے ہو ورنہ اگر تم الطیب رزق سے استعمال نہیں کرتے تو پھر خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے تم فلاح نہیں پا سکتے اس لیے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھول کر رکھو جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو تا کہ تم پر حق کھل کر واضح ہو جائے۔

آپ نہ صرف جانتے ہیں بلکہ آج خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آج انسان طرح طرح کی مصیبتوں و ہلاکتوں کا شکار ہیں اور اکثریت کا کہنا ہے کہ ان پر ان مصیبتوں و ہلاکتوں کا آنا اللہ کی مرضی ہے یہ سب اللہ کر رہا ہے لیکن کیا حقیقت یہی ہے؟ یا پھر حقیقت اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے؟

تو اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو اکثریت کا کہنا ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال ہیں جن کا آج یہ لوگ شکار ہیں جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اللہ نے درج ذیل آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ. الشوریٰ ۳۰

آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کی صورت میں انسانوں سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ اور جو بھی مصیبتوں میں سے مصیبتیں تمہیں لاحق ہیں فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ پس تمام کی تمام مصیبتیں جو تمہیں لاحق ہیں اس سبب آ رہی ہیں جو کرتوت تم لوگ اپنے ہی ہاتھوں سے کر رہے ہو یعنی تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیا دھرا ہے جس کے نتائج کا سامنا تمہیں طرح طرح کی مصیبتوں کی صورت میں کرنا پڑ رہا ہے وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ اور بہت سی تو ایسی ہیں جنہیں تم سے دور کیا جا رہا ہے جن کا تمہیں شکار ہونے سے بچایا جا رہا ہے۔

آج آپ نہ صرف جانتے ہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ خود بھی مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آج انسانوں پر جو بھی مصیبت آتی ہے کسی کو کوئی حادثہ پیش آ جائے، کوئی بیماری لگ جائے، زلزلہ آئے، طوفان آئے، آندھی آئے یہاں تک کہ چھوٹی سے چھوٹی ہو یا پھر بڑی سے بڑی مصیبت اکثریت کا کہنا ہے کہ یہ سب اللہ کا کیا دھرا ہے کہ جی اللہ کی یہی مرضی تھی اللہ کی یہی چاہت تھی اور پھر اس کے بالکل برعکس اگر کوئی نفع حاصل ہو کوئی فائدہ حاصل ہو یہاں تک کہ کوئی لاٹری بھی نکل آئے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے میری سالوں کی محنت تھی یہ میری سالوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یعنی اگر فائدہ حاصل ہو جائے یا اچانک غیر متوقع طور پر کوئی فائدہ حاصل ہو جائے تو اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے میری سالوں کی محنت تھی اور اس کے برعکس اگر کسی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہرا دیا جاتا ہے ایک بار بھی غور نہیں کیا جاتا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کا ذمہ دار بھی میں ہی ہوں نہ کہ کوئی اور حالانکہ اللہ اس کے بالکل برعکس کہہ رہا ہے کہ نہ صرف تمہیں پیش آنے والی ہر مصیبت کے ذمہ دار تم خود ہی ہو تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تو یہ بھی کہہ رہا ہے کہ بہت سی مصیبتیں ایسی ہیں کہ اللہ انہیں تم سے دور کر رہا ہے تمہیں ان سے بچا رہا ہے ورنہ تمہارے جو اعمال ہیں جو کچھ بھی تم اپنے ہی ہاتھوں سے کر رہے ہو اگر ان کے رد اعمال

میں سے بہت سوں سے جو تمہیں بچایا جا رہا ہے نہ بچایا جائے تو تمہارا کب کا صفحہ ہستی سے صفایا ہو چکا ہوتا تمہارا نام و نشان تک مٹ چکا ہوتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انسان ایسا کیوں کرتا ہے انسان کیوں اپنی ہر مصیبت کو اللہ پر ڈال دیتا ہے یا پھر اپنی کسی بھی غلطی کو تسلیم کر کے خود کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانے کی بجائے خود کو غلطی سے ماورا قرار دیتے ہوئے دوسروں کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے تو اس کا جواب پیچھے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ اس کی وجہ اس کی بنیاد خبیث رزق ہے۔ جب آپ الخبائث کو اپنا رزق بنائیں گے تو نہ صرف آپ کا جسم خبیث بن جائے گا بلکہ آپ کا جسم جو بھی اعمال کرے گا مفسد اعمال ہی کرے گا بالکل ایسے ہی جیسے اگر مشین میں کوئی خرابی ہو جائے تو مشین کام بھی خراب ہی کرتی ہے۔ آج جب ہر کوئی الخبائث کو ہی اپنا رزق بنائے ہوئے ہے تو ظاہر ہے خبائث سے خبیث جسم ہی بنے گا اور پھر ایسا جسم مفسد اعمال ہی کرے گا استکبار کرے گا وہ کبھی بھی خود کو غلط نہیں کہے گا یوں نہ صرف وہ فساد کرے گا مفسد اعمال کرے گا آسمانوں و زمین میں خرابیاں کرے گا یعنی فطرت کی ضد بنے گا فطرت کیساتھ دشمنی کرے گا اللہ کا یعنی فطرت کا شریک بنے گا بلکہ جب اسے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کے نتائج کا طرح طرح کی ہلاکتوں کی صورت میں سامنا کرنا پڑے گا تو پھر بھی وہ خود کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گا بلکہ اس کا ذمہ دار کسی دوسرے کو ٹھہرائے گا اور اس کے لیے خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے پاس اللہ کے نام پر ایک دیو مالائی تصوراتی بت موجود ہے کہ اس کا ذمہ دار اللہ ہے حالانکہ انہیں تو یہ بھی نہیں علم کہ اللہ ہے کیا کیونکہ اگر انہیں اللہ کا علم ہوتا تو یہ لوگ کبھی بھی اللہ پر افتراء نہ کرتے یعنی بہتان عظیم نہ باندھتے۔ جب آپ خبیث رزق کا استعمال کریں گے تو آپ طیب کی ضد بن جائیں گے آپ طیب سے نفرت کریں گے آپ کی صحیح سننے دیکھنے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت صلب ہو جائے گی آپ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے اور اسے ہی حق کا نام دیں گا جس کا نتیجہ کیا ہے وہ تو پہلے سے ہی طے شدہ ہے جو آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آپ خود ذرا غور کریں اگر کوئی غلط کام ہوتا ہے اور آپ کا اس میں کوئی کردار نہ ہو نہ ہی آپ اسے پسند کرتے ہوں اس کے باوجود آپ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے آپ پر الزام لگایا جائے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ کیا آپ کو خوشی ہوگی یا پھر آپ بھڑک اٹھیں گے آپ غضبناک ہوں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ آپ کو خوشی نہیں ہوگی بلکہ آپ غضبناک ہوں گے تو ذرا غور کیجئے کہ جب آپ اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہراتے ہیں تو کیا اللہ کو آپ کے اللہ پر اس افتراء عظیم سے خوشی ہوگی؟ یا پھر اللہ کا غضب بھڑکتا ہے؟ تو حقیقت آپ کے سامنے ہے۔ ایک طرف آپ رات دن کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے ہے ہی حمد جس کا مطلب ہے کہ اللہ جو بھی کرتا ہے اس میں کسی بھی قسم کی رائی برابر بھی خامی، خرابی، نقص، کمی، کجی، کوتاہی یا لاپرواہی وغیرہ کا تصور تک نہیں یعنی کسی بھی قسم کے عیب سے مکمل طور پر پاک اور دوسری طرف آپ رات دن اللہ پر اتنے عظیم افتراء کر رہے ہیں کہ بیماریاں اللہ لا رہا ہے، فرقہ در فرقہ تقسیم اللہ کر رہا ہے، قتل و غارت کا ذمہ دار اللہ ہے، زلزلے اللہ لا رہا ہے، طوفان اللہ لا رہا ہے، سونامی اللہ لا رہا ہے، موسموں کو اللہ بگاڑ رہا ہے، زمین کو جگہ جگہ سے اللہ دھنسا رہا ہے سمیت آج جو کچھ بھی ہلاکتیں و تباہیاں نظر آ رہی ہیں ان کا ذمہ دار اللہ ہے کیا اس سے بڑا بہتان بھی اللہ پر کوئی ہو سکتا ہے جو آپ رات دن اللہ پر باندھ رہے ہیں؟

اور اب آپ غور کریں کہ اس قدر سہل اور واضح ترین باتوں کو آج تک آپ کیوں نہ سمجھ سکے؟ آج دنیا میں بڑے بڑے ذہین ہونے کے دعویدار ہیں اس کے باوجود یہ بات ان میں سے کسی کی بھی عقل میں کیوں نہ آئی؟ یہاں تک کہ آپ دیکھتے ہیں کہ امریکہ ہو، جاپان ہو یا دنیا میں کوئی بھی ملک اگر کوئی زلزلہ آئے، طوفان آئے، سونامی آئے تو اسے نیچرل ڈزاسٹر، قدرتی آفت کا نام دیا جاتا ہے یعنی یہ فطرت کا یعنی اللہ کا کیا دھرا ہے حالانکہ بالکل کھلم کھلا واضح ہے کہ اے عقل کے اندھو یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے کرتوتوں کے نتائج ہیں جن کا آج تمہیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اتنی آسان باتوں کا سمجھ نہ آنا اس کی وجہ ہے تمہارا خبیث رزق۔ جب تک تم لوگ اللہ سے رجوع نہیں کرتے یعنی فطرت کی طرف نہیں پلٹتے جو رزق فطرت فراہم کر رہی ہے اس میں سے جس کی اجازت دی گئی اسے استعمال نہیں کرتے تو تب تک تمہارے لیے ہدایت ہے ہی نہیں۔ یوں اس پہلو سے بھی آپ نے جان لیا کہ رزق کی کیا اہمیت و حیثیت ہے اور پھر اسی بات کو ایک دوسرے پہلو سے بھی اس قرآن میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی سامنے لا رکھا تھا جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡئًا وَّ لٰـکِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ . یونس ۴۴

اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا یعنی جو تمہارا کہنا ہے کہ جو بھی ظلم ہو رہا ہے اس کا ذمہ دار اللہ ہے اللہ کی چاہت ہے اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو اسے اللہ کی مرضی و چاہت قرار دیتے ہو تمہیں کوئی بھی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو اس کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہرا دیتے ہو تو جان لو ایسا کوئی اللہ ہے ہی نہیں جو اللہ ہے اسے تم لوگوں نے تھا کیا ہوا ہے جو اللہ ہے جسے تم لوگوں نے تھا کیا ہوا ہے نہیں ظلم کر رہا لوگوں پر رائی برابر بھی، اللہ کسی بھی قسم کا کوئی ظلم نہیں کر رہا اور لیکن لوگ خود ہی ہیں جو خود اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اپنے لیے ظلم کر رہے ہیں۔

آج جب حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ سب کا سب فساد ہے لہذا نہ کرو، یہ جو تم کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ رزق خلق کرنے کے دعوے کر رہے ہو یہ سب کا سب فساد ہے لوگوں کے استعمال کی اشیاء کو خراب کر رہے ہو انہیں بگاڑ رہے ہو لہذا ایسا مت کرو تو ان کا آگے سے کہنا ہے کہ نہیں ہم فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہیں اگر ہم کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ رزق خلق نہیں کریں گے تو آج دنیا میں جتنی آبادی ہے اس حساب سے لوگ بھوکے مر جائیں گے رزق کی قلت ہو جائے گی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے زیادہ رزق کی ضرورت ہے جس کے لیے جدید سائنسی طریقوں سے یعنی فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے فطرت کا شریک بنتے ہوئے رزق خلق کرنا لازم ہے تو ذرا غور کریں جن جن لوگوں کا بھی یہ سمجھنا اور کہنا ہے جن کا بھی یہ دعویٰ ہے اصل میں وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اللہ نے فرط کر دیا یعنی اللہ نامکمل خلق کرتا ہے اللہ عیب دار خلق کرتا ہے، اللہ مخلوقات کو خلق کرنے کے بعد ان کی ضروریات کو خلق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا حالانکہ یہ اللہ پر بہتان عظیم ہے۔ ذرا آپ خود غور کریں کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ جو ربّ آپ کو وجود میں لا رہا ہے اسے آپ کی ضروریات کا ہی علم نہ ہو؟ یا وہ آپ کی ضروریات خلق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؟ یا پھر وہ لاپرواہ ہے اسے اپنی خلق کی کوئی فکر ہی نہیں؟ دیکھیں اسی بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ اتار دی گئی تھی۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. الانعام ۳۸

نہیں فرط کیا ہم نے الکتاب میں جتنی بھی اشیاء ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی۔

الکتاب آسمانوں و زمین ہیں جو کچھ بھی آپ کو آسمانوں و زمین میں نظر آ رہا ہے یہ الکتاب کی ہی آیات ہیں اور فرط کرنا کہتے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا تو اسے نامکمل کرنا، اس میں کوئی بھول چوک ہو جانا، جو بھی کام کیا اس کے کرنے میں کہیں نہ کہیں رائی برابر بھی کسی نہ کسی خامی کا رہ جانا جس سے بعد میں کام میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، اگر کچھ خلق کیا تو اس کی ضروریات کیا ہیں ان کا معیار و مقدار کیا ہے کہیں بھی کوئی کمی کجی یا کوتاہی رہ جانا، کام کرتے ہوئے کوئی نقص کوئی خامی کوئی کجی رہ جانا، کام کرتے ہوئے لاپرواہی کا ہو جانا جس کی وجہ سے رہ جانے والے کام کو بعد میں مکمل کرنا پڑے اس میں سے خامیاں نکالنا پڑیں یعنی فرط کہتے ہیں کہ کوئی بھی کام کرنا تو اس میں کسی بھی قسم کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی غلطی کا ہو جانا کام کا نامکمل کرنا کہیں کوئی بھول ہو جانا جسے بعد میں ٹھیک کرنا پڑے وغیرہ۔

اس آیت میں اللہ نے دوٹوک الفاظ میں یہ بات واضح کر دی کہ اللہ نے الکتاب میں کسی ایک بھی شئے سے فرط نہیں کیا یعنی اللہ نے آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب مکمل اور پرفیکٹ خلق کیا، خلق کرتے ہوئے اس نے کوئی کمی یا کجی نہیں چھوڑی اس نے کوئی لاپرواہی نہیں کی جو اس کی وجہ سے نامکمل کام کو بعد میں اسے مکمل کرنا پڑتا، اللہ نے جو کچھ بھی خلق کیا مکمل اور پرفیکٹ خلق کیا اور وہ سب کا سب خلق کیا جو لازم تھا جسے خلق کیا جانا تھا وہ کچھ بھی بھول نہیں گیا تھا کہ جسے اس کو بعد میں خلق کرنا پڑتا، اللہ نے الکتاب یعنی آسمانوں و زمین میں نہ صرف سب کا سب خلق کیا وہ خلق کرتے وقت کچھ بھی بھولا نہیں تھا بلکہ پرفیکٹ خلق کیا اس کے بعد ہی بشر کو زمین پر وجود میں لایا اور پھر بشر کو خلق کر کے اس کی ضروریات کو خلق کرنا بھول نہیں گیا تھا جو انسان کو اپنی ضروریات کو خود خلق کرنا پڑتا، بشر کی ضروریات کیا ہیں اللہ کو مکمل علم ہے اس لیے اللہ نے بشر کی خلق سے پہلے ہی اس کی تمام کی تمام ضروریات کو خلق کیا کہیں کوئی کمی کجی یا کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی کہیں کوئی نقص چھوڑا تھا۔

اب جب اللہ نے الکتاب میں کسی ایک بھی شئے میں فرط نہیں کیا تو پھر انسان کو کس نے یہ اختیار دیا کہ وہ اللہ کی خلق کو بدلے؟ انسان کو کس نے اختیار دیا کہ وہ اپنے رزق کی ذمہ داری خود اٹھا لے؟ جب اللہ نے فرط کیا ہی نہیں تو پھر اگر انسان اپنا رزق خود خلق کرنے کی ذمہ داری اٹھا لیتا ہے اور جو اس کا دفاع کرتے

ہیں یا اسے ترقی وانسانیت کی خدمت سمجھتے ہیں جدیدیت سمجھتے ہیں تو ایسے تمام کے تمام لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے فرط کر دیا یعنی اللہ کو تو علم ہی نہیں تھا کہ اس بشر کی ضروریات کیا ہیں اور انہیں کیسے خلق کرنا ہے جو آج یہ لوگ خود خلق کر رہے ہیں اور اپنے عمل سے اللہ کو بتا رہے ہیں کہ تجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ ہماری ضروریات کیا ہیں اور انہیں خلق کیسے کرنا ہے یہ لے دیکھ یہ ہیں ہماری ضروریات اور انہیں اس طرح کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ خلق کیا جاتا ہے۔ یوں آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ یہ سب کا سب فساد عظیم ہے آج جب انسان نے رزق کو بدل ڈالا تو اس کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے یہ زمین جہنم بننے کے بالکل قریب پہنچ چکی ہے یوں اس پہلو سے بھی آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ رزق کی اہمیت وحیثیت کیا ہے جب بشر نے اپنا رزق بدل دیا خبیث بنا دیا تو اس کا انجام کیا ہوا آج ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا اب حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی کوئی کفر ہی کرتا ہے میرا یعنی اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کذب ہی کرتا ہے تو پھر جان لیں ایک ایک کو ماننا پڑے گا مگر تب ماننا کوئی نفع نہیں دے گا۔

حلالاً طیباً کیا ہے؟

یعنی جسے رزق بنانے کی اجازت دی گئی وہ کیا ہے؟ اللہ یعنی فطرت نے جسے رزق بنانے کی اجازت دی وہ رزق کیا ہے کون سا ہے تو اس کے لیے آپ کو نہ صرف سننے دیکھنے بلکہ جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی تا کہ آپ اسے سمجھیں جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اس کے علاوہ اگر آپ نے کوئی بھی کام کرنا ہے کوئی بھی عمل کرنا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اس وقت تک اس عمل کے قریب بھی مت جائیں جب تک کہ آپ کو اطمینان نہیں ہو جاتا یعنی اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہیں کر لیتے۔

سب سے پہلے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنی خلق میں غور وفکر کریں اپنی خلق کو جانیں جب آپ اپنی خلق کو جان لیں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آپ کا رزق کیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی خلق میں پانی بنیاد ہے آپ کو پانی سے خلق کیا گیا جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا رزق پانی سے ہی وجود میں آتا ہے یعنی آپ نے اسے رزق بنانا ہے جو پانی سے خلق ہو رہا ہے۔ آپ کا ربّ اللہ ہے یعنی فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اللہ یعنی فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کا رزق کیا ہے تو اب آپ اللہ یعنی فطرت سے سوال کریں کہ وہ آپ کے لیے کون سا رزق خلق کر رہی ہے کیا رزق ہے آپ کا جو فطرت آپ کا ربّ آپ کو فراہم کر رہا ہے۔

تو اس کے جواب کے لیے آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو اب آپ ایسا کریں گے اپنے ربّ فطرت سے اپنے اس سوال کا جواب حاصل کریں یعنی سنیں دیکھیں اور سمجھیں کہ کیا فطرت پانی سے کچھ خلق کر رہی ہے اگر کر رہی ہے تو وہ کیا ہے اور پھر فطرت سے سوال کریں کہ جو کچھ بھی وہ پانی سے خلق کر رہی ہے کیا وہی میرا رزق ہے تو ربّ اللہ یعنی فطرت بالکل کھول کر واضح کر دے گی کہ اس میں سے کون سا تمہارا رزق ہے۔

اب آپ جب غور وفکر کریں تو آپ کا ربّ کیا کر رہا ہے؟ یعنی فطرت کیا کر رہی ہے؟ فطرت پہلے سمندروں سے پانی بخارات کی صورت میں اوپر لے جاتی ہے پھر اسی پانی کو زمین میں مختلف مقامات پر اتارتی ہے کہیں پر براہ راست تو کہیں وہ پہلے چٹانوں پر برف کی صورت میں ذخیرہ کرتی ہے اور وہاں سے پورے حساب کتاب سے چشموں و دریاؤں کی صورت میں جہاں جہاں زمین میں ضرورت ہے وہاں لاتی ہے پھر اس پانی سے زمین حیا ہوتی ہے موت کے بعد یعنی پھر اس پانی سے نباتات اور ثمرات نکلتے ہیں اور پھر انہی نباتات وثمرات سے آگے جاندار بھی بن رہے ہیں یعنی نباتات، ثمرات اور تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات کو بھی وجود میں لا رہی ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ کیا جو کچھ بھی فطرت پانی سے وجود میں لا رہی ہے یعنی پانی سے خلق کر رہی ہے کیا وہ سب کا سب اس بشر کا رزق ہے اس بشر کے لیے ہے یا پھر اس میں سے کچھ ایسا ہے جسے رزق بنانا ہے اور کچھ کے قریب بھی نہیں جانا؟ تو اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ دیکھیں ان میں سے وہ کون کون سی مخلوقات ہیں جن کے بارے میں اللہ یعنی فطرت نے بشر کو بالکل واضح علم دے دیا اور ان کے برعکس کون سی ایسی ہیں جن کے بارے علم چھپا دیا یا مکمل علم نہیں دیا؟

توجن کے بارے میں بالکل واضح علم دے دیا کہ ان میں سے کون کون سی کس کس مقصد کے لیے ہیں تو ان میں سے جس کے بارے میں فطرت نے بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ کون کون سا تمہارا رزق ہے تو صرف اور صرف اسے ہی اپنا رزق بنایا جائے گا اور ان کے برعکس کسی کے قریب بھی نہیں جایا جائے گا ورنہ ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسے ایک اور پہلو سے آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ کیسے اللہ جو کہ آپ کا ربّ ہے یعنی فطرت واضح کر رہی ہے آپ کو بتا رہی ہے کہ ان میں سے کون سا آپ کا رزق ہے۔ پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ مادہ کیا ہے اور اگر ایک لمحے کے لیے اسے نظر انداز کر بھی دیا جائے تو آپ دیکھیں کہ آپ کو بنیادی طور پر دو طرح کی مخلوقات نظر آئیں گی ایک وہ جن میں عاجزی وانکساری ہے مالک کی وفادار ہیں ان میں صبر ہے جھکاؤ ہے بغاوت نہیں ہے اور ان کے برعکس دوسری وہ ہیں جن میں تکبر ہے صبر نہیں ہے بغاوت ہے نافرمانی ہے مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف گائے ،بھینس ،بکری ،گدھا ،گوڑھا ، اونٹ ،ہرن ،زرافہ ،زیبرا اور ایسے ہی باقی جاندار ہیں اور پھر دوسری طرف ان کے برعکس ایسے بھی ہیں جن میں جھکاؤ نہیں بلکہ تکبر ہے ان کے دلوں میں رحم نہیں ہے وہ چیختے ہیں ،دھاڑتے ہیں ، چلاتے ہیں ،نوچتے ہیں ، چیر پھاڑ کرتے ہیں ،ان میں غصہ ہے بغاوت ہے جیسے کہ شیر ، چیتا سمیت جتنے بھی درندے ہیں جیسے کہ چیخنے چلانے دھاڑنے چیرنے پھاڑنے اور نوچنے والے جاندار ہیں۔ اسی طرح اگر آپ تیرنے والے ، رینگنے والے اور اڑنے والے یعنی پرندوں کو لے لیں تو ان میں بھی ایسے ہی دو اقسام کے ہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ جس مواد سے وہ بنے ہیں اس مواد میں یہ صلاحیتیں یعنی خصوصیات یا خامیاں موجود ہیں اب اگر آپ بھی وہی مواد یا انہیں کھائیں گے تو آپ بھی ویسے ہی بن جائیں گے آپ میں بھی وہی خصوصیات یا خصلتیں آ جائیں گی۔

ان دو اقسام کے جانداروں کی صورت میں فطرت یعنی اللہ جو کہ آپ کا ربّ ہے اپنے آپ میں اپنی ذات میں آپ سے کلام کر رہا ہے آپ کو بتا رہا ہے آپ پر واضح کر رہا ہے کہ تم کو کون سا رزق استعمال کرنا ہے۔ ان میں سے جن کو تم اپنا رزق بناؤ گے تو تم بھی بالکل ویسے ہی بن جاؤ گے بظاہر تو تم بشر ہی ہو گے لیکن تم میں ویسی ہی خصوصیات یا خصلتیں آ جائیں گی یا پھر جس مواد سے وہ خلق ہو رہے ہیں اور جیسے وہ اس مواد کو حاصل کر رہے ہیں اس میں سے جس مواد سے تم اپنا وجود بناؤ گے تو تم بھی ویسے ہی بنو گے جس سے یہ بات آپ پر بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ آپ کو اگر اللہ کا غلام بننا ہے یعنی اللہ کا عبد بننا ہے نافرمانی نہیں کرنی بغاوت نہیں کرنی اپنے مالک جو کہ فطرت ہے سے دشمنی نہیں کرنی بلکہ اس کی اطاعت کرنی ہے تو پھر وہی اور ویسے ہی مواد حاصل کرنا ہو گا جس کا فطرت یعنی ربّ اجازت دے رہا ہے۔

یوں آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ تمام کے تمام جاندار جن میں جھکاؤ ہے مالک سے وفاداری ہے اگر بھوکے بھی رہیں تو بھی شکوہ وشکایت نہیں کریں گے قناعت کرنے والے ہیں صبر کرنے والے ہیں ان میں سے ہی کسی کو اپنا رزق بنایا جا سکتا ہے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے تمام کے تمام کو رزق بنایا جا سکتا ہے؟ تو اب اس کو بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں جس کے لیے آپ سب سے پہلے یہ غور کریں کہ آپ سے پہلے کون سی مخلوقات ہیں اور آپ سے بعد والی کون سی ہیں۔ مثلاً جیسے ایک سے سات اور سات سے واپس ایک کی طرف آئیں تو سمجھیں کہ آپ اس میں سات ہیں اب کچھ سات سے پہلے ہیں اور کچھ سات سے بعد جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

0.1.2.3.4.5.6.7.6.5.4.3.2.1.0

یوں سمجھیں کہ ان میں '' 7 '' کا ہندسہ آپ ہیں۔ اب دیکھیں کہ سات سے پہلے بھی کچھ ہندسے موجود ہیں اور سات کے بعد بھی۔ جو ہندسے سات سے پہلے ہیں ان سے سات وجود میں آ رہا ہے اور جو سات کے بعد ہیں سات ان میں بدل رہا ہے یعنی آگے ان میں جا رہا ہے وہ سات سے بن رہے ہیں بالکل ایسے ہی آسمانوں وزمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں آپ کی مثال سات کی ہے کچھ مخلوقات ایسی ہیں جن سے آپ وجود میں آ رہے ہیں جو آپ سے پہلے ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو آپ کے بعد کی ہیں جو آپ سے وجود میں آ رہی ہیں یعنی آپ وفات کے بعد ان مخلوقات میں بدلتے ہیں وہ مخلوقات اس بشر کے بعد کے مراحل ہیں۔

آپ پر یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ الصلاۃ قائم کرنی ہے یعنی جو کچھ بھی ہے سب کے سب کو جو اس کا اصل مقام ہے اسی پر رکھنا ہے یا رہنے دینا ہے اس لیے اب اگر رزق بنایا جائے گا تو رزق صرف اور صرف انہی مخلوقات سے آپ بنا سکتے ہیں جو آپ سے پہلے والی ہیں جن سے آپ وجود میں آتے ہیں نہ کہ ان مخلوقات میں سے کسی کو بطور رزق استعمال کیا جا سکتا ہے جو آپ کے بعد والی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سی مخلوقات ہم سے پہلے والی ہیں اور کون سی بعد والی تو اس کے لیے بھی آپ جب غور وفکر کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ سب سے پہلے پانی میں زندگی وجود میں آئی یوں سب سے پہلے پانی میں تیرنے والی مخلوقات وجود میں آئیں ان سے رینگنے والی پھر ان سے آگے چلنے والی اور ایسے ہی اڑنے والی مخلوقات وجود میں آئیں لیکن یہ بشر چونکہ تمام مخلوقات کا نچوڑ ہے یعنی جیسے کہ پیچھے واضح کیا جا چکا کہ یہ ان میں سات کی مانند ہے تو کچھ رینگنے والی، چلنے اور کچھ اڑنے والی مخلوقات اس سے پہلے والی ہی اور کچھ بعد والی۔

رینگنے والی مخلوقات میں سے تو کوئی ایسی نہیں کے جسے رزق بنایا جا سکے اس لیے یہ مسئلہ یہیں حل ہو جاتا ہے اور پیچھے رہ جاتی ہیں اڑنے والی تو اڑنے والی مخلوقات میں سے وہ جو زمین پر بسیرہ نہیں کرتیں بلکہ اس کے برعکس درختوں پر رہتی ہیں بلندی پر بسیرہ کرتی ہیں وہ اس بشر کے بعد والی مخلوقات ہیں اس لئے انہیں رزق نہیں بنایا جا سکتا ان کو ان کے مقام پر ہی رہنے دیا جائے گا۔

اب پیچھے رہ جاتی ہیں پانی میں تیرنے والی مخلوقات میں سے جو طیب ہیں یعنی وہ ایک تو وہ پانی کے باہر زندہ نہیں رہ سکتیں اور دوسرا وہ پانی کی گہرائی میں نہیں بلکہ اوپر والی سطح پر رہتی ہیں مچھلیاں اور چلنے والی مخلوقات میں سے وہ جن میں جھکاؤ ہے جو صبر کرتی ہیں قناعت کرتی ہیں جو مالک کی وفادار ہیں مثلاً گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، گدھا، گھوڑا، اونٹ، خچر، ہاتھی، زرافہ، ہرن، زیبرا، مرغی، خرگوش، بطخ، کتا اور ایسی ہی باقی مخلوقات۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب کی سب اور ایسی باقی جتنی بھی ہیں انہیں رزق بنایا جا سکتا؟ تو اس سوال کے جواب کے لیے آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ رزق کسے کہتے ہیں رزق کا معنی کیا ہے؟

رزق کہتے ہیں ضروریات کو۔ آپ کو دنیا میں لایا گیا تو وہ تمام کی تمام اشیاء جن کے بغیر آپ زندہ نہیں رہ سکتے جو آپ کے لیے ناگزیر ہیں اسے عربوں کی زبان میں رزق کہا جاتا ہے جس میں صرف کھانے پینے کی اشیاء نہیں آتیں بلکہ آپ کی سواری سمیت باقی جتنی بھی آپ کی ضروریات ہیں ان سب کے سب کا رزق میں شمار ہوتا ہے۔

اس لیے اب آپ نے ان تمام مخلوقات میں سے فیصلہ کرنا ہے کہ ان میں سے کون کون سی کس کس ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ کسی بھی شئے کا مقصد تخلیق کیا ہے اسے جاننے کا سب سے بہترین اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیا جائے اگر آپ اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیں تو وہ صلاحیتیں آپ پر کھول کر واضح کر دیں گی کہ اس شئے کا مقصد تخلیق کیا ہے اس لیے اگر آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے تو آپ دیکھیں کہ ان میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں جب آپ ان میں موجود صلاحیتوں کو جان لیں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کس کس کا کیا کیا مقصد ہے یعنی فطرت جو کہ آپ کا ربّ ہے اس نے آپ کی کس کس ضرورت کے لیے کیا کیا خلق کیا۔

مثلاً اگر آپ گائے کو دیکھیں تو وہ نہ صرف دودھ دیتی ہے بلکہ وہ بچے بھی دیتی ہے ایسے ہی بکری بھی دودھ اور بچے دیتی ہے یہی معاملہ بھینس اور بھیڑ کا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان سے گوشت اور دودھ حاصل کیا جا سکتا پھر ان کے علاوہ گھوڑا، گدھا، خچر اور اونٹ وغیرہ ہیں تو وہ نہ صرف بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں پھر کتے کا معاملہ یہ ہے کہ وہ مالک کا وفادار اور اس میں اموال کی دیکھ بھال کی صلاحیت موجود ہے۔ پھر مرغی اور بطخ وغیرہ نہ صرف انڈے بلکہ بچے بھی دیتی ہیں یوں جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں سب کے سب میں دیکھیں کہ کیا کیا صلاحیتیں موجود ہیں ان کا مقصد تخلیق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے آپ نے کچھ باتوں کو لازم مدنظر رکھنا ہے پہلی بات یہ کہ الصلاۃ قائم کرنی ہے یعنی ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھنا ہے کسی بھی شئے کو اس کے مقام سے ہٹانا نہیں اور دوسری بات ہے کہ المیز ان قائم کرنا ہے قسط کیساتھ اور تیسری بات کہ احسان کرنا ہے جو کہ قرآن میں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل آج جو ہم کھول کھول کر واضح کر رہے ہیں اس کی تاریخ درج ذیل آیت کی صورت میں اتار دی تھی۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ. الرحمٰن ۶۰

کیا ہے بدلہ الاحسان کا؟ مگر الاحسان۔ یعنی الاحسان کا بدلہ صرف اور صرف الاحسان ہے اگر آپ پر کوئی الاحسان کر رہا ہے تو بدلے میں آپ نے اس پر الاحسان کرنا ہے ورنہ آپ مجرم بن جائیں گے۔

اب آئیں پہلی بات کی طرف کہ الصلاۃ قائم کرنی ہے یعنی ہر شیئ کو اس کے طے کیے گئے مقام پر ہی رکھنا ہے ہر شیئ کو اسی مقام پر رکھنا ہے جو مقام اللہ نے یعنی فطرت نے طے کر دیا ورنہ آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے آپ جو کریں گے وہ شرک عظیم ہوگا۔ جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں سے وہ جو سواری کے ذرائع ہیں ان کے علاوہ جن سے کھانے اور پینے کی صورت میں رزق حاصل کیا جا سکتا ہے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ مخلوقات رزق کا پہلا مرحلہ ہے یا پھر اس سے پیچھے بھی مرحلہ یا مراحل موجود ہیں زمین پر پانی اتر کر رزق وجود میں آنے کے؟ تو بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی مراحل ہیں اور وہ ہیں نباتات و ثمرات۔ اب جب اس سے پیچھے بھی مراحل موجود ہیں یعنی اگر یہ مخلوقات دو کی حیثیت رکھتی ہیں تو ظاہر ہے ان سے پہلے ایک موجود ہے اس لیے پہلے دو کی طرف نہیں لپکا جائے گا بلکہ پہلے ایک کی طرف لپکا جائے گا اس کے بعد اگر ضرورت رہے تو پھر دو کی جانب رخ کیا جائے گا اس لیے رزق کے لیے سب سے پہلی شرط ہے کہ فطرت جو پانی اتار رہی ہے اور اس پانی سے جو ثمرات نکال رہی ہے جو کہ دو دو طرح کے جوڑے ہیں تو ان میں سے جو طیب جوڑا ہے اسے اپنا رزق بنانا ہے جس سے آپ کو گوشت کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی اور اگر ثمرات موجود نہیں ہیں یا ان کی قلت ہے تو پھر دوسرے ذریعے کی طرف لپکا جائے گا یعنی گوشت کی حصول کی طرف ورنہ اس طرف آنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اور اگر دوسرے ذریعے کی طرف لپکا جائے گا یعنی گوشت کے حصول کے لیے جانداروں کی طرف تو پھر ذہن میں رکھنا ہے اول الصلاۃ قائم کرنی ہے دوم قسط کیساتھ المیز ان قائم کرنا ہے اور سوم الاحسان کرنا ہے۔

اب سب سے پہلی بات کہ الصلاۃ قائم کرنی ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر شیئ کو اس کے مقام پر رکھنا ہے وہ مقام جو اللہ نے یعنی فطرت نے اس کا طے کیا ہے مثلاً رزق کے حصول کے لیے گائے کی طرف لپکا جاتا ہے تو ایسا نہیں کیا جائے گا کہ کسی بھی گائے کو پکڑا اور اسے کاٹ کر کھا لیا بلکہ سب سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کرنا ہے۔ گائے جو کہ مادہ ہے وہ نہ صرف بچے دیتی ہے بلکہ وہ دودھ بھی دیتی ہے اب مادہ گائے بچے اور دودھ دیتی ہے تو یہ کوئی آسان کام نہیں ہے آپ اپنی ہی کسی عورت سے پوچھیں اور جو عورتیں مائیں ہیں انہیں علم ہے کہ بچے کو کس طرح جنم دیا جاتا ہے ایسے ہی اتنی تکلیف برداشت کر کے صبر کر کے گائے بچوں کو جنم دیتی ہے اور اس کے علاوہ دودھ دیتی ہے تو گائے آپ پر الاحسان کر رہی ہے اب بدلے میں آپ پر بھی لازم ہے کہ آپ بھی اس پر الاحسان کریں اول تو یہ کہ اس کو بالکل اسی طرح رکھنا ہے جیسے فطرت نے کہا اور دوم یہ کہ جب وہ بچے اور دودھ دینے کے قابل نہ رہے تو ایسا نہیں کرنا کہ اب آپ اسے کاٹ کر کھا لیں نہیں بلکہ جان لیں اس نے آپ پر الاحسان کیا تھا اب جب اس پر الاحسان کرنے کا وقت آیا ہے تو آپ اسے کاٹ کر کھا نہیں سکتے بلکہ اب آپ پر فرض ہے کہ آپ بھی اس پر الاحسان کریں جب تک وہ فطرتی طور پر موت کا شکار نہیں ہو جاتی یعنی اس کی اجل مسمیٰ نہیں آجاتی آپ نے اس پر الاحسان کرنا ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان پر الاحسان کرنے کا کہا گیا۔ آپ نے اس کی بالکل اسی طرح یہاں تک کہ اس سے بھی بڑھ کر دیکھ بھال کرنی ہے اس کا خیال رکھنا ہے جو تب آپ اس کی دیکھ بھال اور خیال رکھ رہے تھے جب وہ دودھ اور بچے دے رہی تھی۔ یوں مادہ گائے ہو، مادہ بھینس ہو، مادہ بکری ہو یا مادہ بھیڑ پہلے وہ آپ پر الاحسان کر رہی ہیں جب وہ دودھ اور بچے دینے کے قابل نہ رہیں تو آپ نے ان کو کاٹ کر نہیں کھانا بلکہ اب ان کے آپ پر کیے ہوئے الاحسان کا بدلہ چکانے کا وقت آگیا ہے تو اب آپ نے ان پر الاحسان کرنا ہے جب تک کہ ان کی فطرتی موت نہیں ہو جاتی۔

اس کے علاوہ بھی مادہ کے گوشت میں آپ کے لیے نقصانات ہیں جس بنیاد پر مادہ کا گوشت کھانا آپ پر حرام ہے آپ کو اجازت نہیں ہے یعنی الاحسان کے علاوہ بھی مادہ کا گوشت آپ کے کھانے کے لائق نہیں ہے اگر آپ مادہ کا گوشت کھاتے ہیں تو جان لیں کہ مادہ کی خلق ہی ایسے کی گئی ہے کہ اس کا گوشت آپ کے جسم کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے اور جس میں نقصان ہے اس شیئ کے استعمال کی اجازت ہی نہیں دی گئی یعنی وہ حلال نہیں حلال کا مطلب ہے کہ اسکے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی۔

اب پیچھے رہ جاتا ہے نر یعنی نر گائے جسے آپ بیل کہتے ہیں، اسی طرح نر بھینس، نر بکری جسے بکرا کہتے ہیں ایسے ہی نر بھیڑ۔ بات کی جائے نر گائے یعنی بیل اور نر

بھینس کی تو اس کے لیے سب سے پہلے آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ ان کا مقصد کیا ہے کیا ان کو آپ نے رزق بطور کھانے کے لیے پالا یا پھر ان سے مشقت کے لیے؟ اگر انہیں مشقت کے لیے پالا ہے تو پھر وہی بات کہ وہ آپ کے لیے مشقت کر کے آپ پر الاحسان کر رہے ہیں اور جب وہ مشقت کرنے کے قابل نہ رہیں یعنی وہ بوڑھے ہو جائیں تو پھر ایسا نہیں کہ آپ انہیں کسی قصائی کو بیچ دیں، کسی کو بیچ دیں یا انہیں کاٹ کر کھا لیں نہیں بلکہ انہوں نے آپ پر الاحسان کیا تو اب آپ پر لازم ہے کہ آپ بھی بدلے میں ان پر احسان کریں جس کے لیے آپ نے ان کی جب تک فطرتی موت نہیں ہو جاتی تب تک ان پر احسان کرنا ہے ان کی اسی طرح دیکھ بھال کرنی ہے جیسے تب کر رہے تھے جب وہ آپ پر احسان کر رہے تھے انہیں کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے یہاں تک کہ بڑھاپے میں زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے تب تم نے ان پر بدلے میں الاحسان کرنا ہے ورنہ تم مجرم ثابت ہو جاؤ گے۔ پھر اس کے علاوہ اگر کسی نر کو نسل بڑھانے کے لیے پالا جاتا ہے تو اس کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اسے بھی آپ کاٹ کر کھا نہیں سکتے جب تک وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ نسل بڑھا کر آپ پر الاحسان کر رہا ہے اور جب وہ اس قابل نہ رہے تو جب تک اس کی فطرتی موت نہیں ہو جاتی تب تک تم نے بدلے میں اس پر الاحسان کرنا ہے یعنی اس نے جو تم پر الاحسان کیا اب اس کے الاحسان کا بدلہ لوٹانا ہے۔

اس کے علاوہ جو بھی نر ہیں تو ان کے لیے بھی ایسا نہیں کہ آپ انہیں پکڑیں اور کاٹ کر کھا جائیں بلکہ جان لیں کہ انہوں نے اپنی جان دیکر آپ کا رزق بننا ہے تو یہ وہ آپ پر احسان عظیم کر رہے ہیں۔ اور آپ پر واضح کر دیا گیا کہ لاحسان کا بدلہ صرف اور صرف الاحسان ہے اگر کوئی آپ پر الاحسان کرتا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ بھی بدلے میں اس پر الاحسان کریں ورنہ آپ مجرم بن جائیں گے۔ اب وہ اپنی جان دیکر آپ کا رزق بن کر آپ پر الاحسان کر رہے ہیں تو بدلے میں آپ پر لازم ہے کہ آپ بھی ان پر الاحسان کریں اور پھر ظاہر ہے ان کو کاٹ کر رزق بنا لینے کے بعد تو ان پر الاحسان کیا نہیں جا سکتا اس لیے پہلے آپ نے ان پر الاحسان کرنا ہے اس کے بعد وہ آپ کے الاحسان کا بدلہ آپ کا رزق بن کر چکائیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے ان پر الاحسان کیسے کرنا ہے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ جب تک وہ رزق بننے کے قابل نہیں ہو جاتے تب تک آپ نے ان پر کسی بھی قسم کا کوئی ظلم نہیں کرنا، انہیں قید نہیں کرنا، انہیں بھوک اور پیاس کا سامنا نہ کرنا پڑے ان کو نہ صرف آزاد ماحول فراہم کرنا ہے بلکہ ان کی بچوں کی طرح تمام ضروریات کا خیال رکھنا ہے اور پھر جب وہ رزق بننے کے قابل ہو جائیں تو جو تم نے ان پر الاحسان کیا اب وہ تمہارے الاحسان کا بدلہ اپنی جان دیکر تمہارا رزق بن کر اتاریں گے۔

اب یہاں ایک اور بات جان لیں کہ جو انسان خلق ہوئے اور انسان کے انسان ہی رہ رہے ہیں ان کو کسی بھی صورت یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک بھی جانور کو پکڑ کر کاٹ کر کھائیں جو جانور فطرت پر انحصار کر رہے ہیں سوائے مچھلیوں کے کیونکہ انسان ان پر الاحسان نہیں کر رہا جو وہ انسان پر الاحسان کریں اور ان کو اگر کوئی بطور رزق استعمال کر سکتا ہے تو کون اور کب کر سکتا ہے اس کی تفصیل الصلاۃ کے موضوع پر گزر چکی۔

پیچھے رہ جاتے ہیں گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ تو جان لو کہ وہ تمہارا بوجھ اٹھا کر سفر کرتے ہیں، تمہارے لیے مشقت کرتے ہیں تو وہ یہ تم پر الاحسان کر رہے ہیں اب بدلے میں تم پر لازم ہے کہ تم نے بھی ان پر الاحسان کرنا ہے۔ یعنی سب سے پہلی بات کہ ان کا مقام کیا ہے وہ ربّ یعنی فطرت نے جو طے کیا ہے انہیں اسی مقام پر رکھنا ہے ان کا مقام ہے سواری اور مشقت ان کو اسی مقام پر رکھنا ہے آپ گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ میں سے کسی کو بھی کاٹ کر کھا نہیں سکتے الا یہ کہ حالت اضطراب ہو یعنی ان کے علاوہ کچھ بھی کھانے کو میسر نہیں ہے زندہ رہنے کے لیے ان کے علاوہ بطور رزق کچھ بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں مجبوری ہے صرف اور صرف ایسی صورت میں اجازت ہے ورنہ ان میں سے کسی کو بھی تم کاٹ کر کھا نہیں سکتے اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم الصلاۃ کے قیام کی بجائے کفر کرتے ہوئے فساد کرو گے۔

اب جب وہ تمہارا بوجھ اٹھا کر اور مشقت کی صورت میں تم پر احسان کر رہے ہیں تو تم نے بھی ان پر الاحسان کرنا ہے جب وہ اس قابل نہ رہیں تو پھر ایسا نہیں کہ تم انہیں کہیں درندوں کے آگے چھوڑ دو، انہیں قتل کر دو، انہیں بھوکے پیاسے بے یار و مددگار چھوڑ دو یا انہیں کاٹ کر کھا جاؤ بلکہ اب تم نے ان پر الاحسان کرنا ہے جب تک کہ ان کی اجل مسمیٰ نہیں آ جاتی یعنی ان کی فطرتی موت نہیں ہو جاتی تم نے ان کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھنا ہے ان پر الاحسان کرنا ہے جو کہ ان کا حق ہے کیونکہ اس سے قبل وہ تم پر الاحسان کر چکے انہوں نے اپنی ساری زندگی تمہارے لیے وقف کیے رکھی۔

پھر یہ بھی جان لوکہ ان میں سے کسی کی بھی خلق سے لیکر اجل مسمی تک تم نے ان پر رائی برابر بھی ظلم نہیں کرنا، ان پر ان کی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں لادنا، انہیں بھوکا پیاسا نہیں رکھنا، ان پر کسی بھی قسم کا کوئی تشدد نہیں کرنا، انہیں کوئی تکلیف نہیں دینی اگر تم نے ان کے حقوق کو پامال کیا تو جان لوتم اس کا پورا پورا بدلہ پاؤ گے۔

یہ بات ایک بار پھر جان لوکہ کسی ایک بھی انسان کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی بھی ایسے جانور کو پکڑے، قید کرے، اسے کاٹ کر کھائے یا اس کے پیچھے پڑے جو پالتو جانوروں میں شمار نہیں ہوتا یعنی جنہیں فطرت وجود میں لائی اور جو مکمل طور پر فطرت پر انحصار کر رہے ہیں جو کسی انسان کے محتاج نہیں ہیں بلکہ فطرت کے محتاج ہیں جیسے کہ تم دیکھتے ہو جو پرندے ہیں آزاد گھومتے پھرتے ہیں ان کا رزق تم پر نہیں ہے ایسے ہی جنہیں تم جنگلی جانور کہتے ہو ان میں سے کسی ایک بھی جانور کو تمہیں قتل یا قید کرنے کی اجازت نہیں ہے سوائے مچھلیوں کے مچھلیوں کو پکڑ کر کھا سکتے ہو لیکن وہ بھی جان لوکہ جب وہ افزائش نسل کرتی ہیں تو تب تم ان کو بھی نہیں پکڑ سکتے جب تک کہ وہ ان مراحل کو طے نہیں کر لیتیں ایسا اس لیے تا کہ المیز ان میں خسارہ نہ ہو کیونکہ اگر تم ان دنوں میں ان کا شکار کرو گے جب وہ افزائش نسل کرتی ہیں تو اس سے ان کی نسل نہیں بڑھے گی اور وہ کم ہوتے ہوتے ختم ہو جائیں گے المیز ان میں خسارہ ہو جائے گا۔ ہم نے تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ ہم نے المیز ان وضع کیا ہے تم نے المیز ان میں خسارہ نہیں کرنا بلکہ قسط کیساتھ المیز ان کو قائم رکھنا ہے۔

جہاں مادہ گائے، مادہ بھینس، مادہ بکری، اور مادہ بھیڑ کو کاٹ کر کھانے سے منع کرنے کی دوسری وجوہات ہیں تو وہیں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مادہ کا کام ہے بچے دینا اب اگر تم مادہ کو کاٹ کر کھا جاؤ گے تو پھر بچے کون دے گا؟ یوں المیز ان میں خسارہ ہو جائے گا اس لیے بھی لازم ہے کہ مادہ کو نہ کھایا جائے اور پھر جب وہ بچے دینے کے قابل نہ رہے تو تب اگر تم کاٹ کر کھا جاتے ہو تو یہ بھی ظلم عظیم ہو گا کیونکہ اس نے اپنی ساری زندگی تمہیں بچے اور دودھ دیکر الاحسان کیا تو آج جب اس پر اس کے الاحسان کے بدلے الاحسان کرنے کا وقت آیا تو تم نے اسے کاٹ کر کھا لیا اس سے بڑا کوئی جرم اور ظلم ہو سکتا ہے؟ اس لیے جب اس پر الاحسان کا وقت آئے تو تم نے اس پر احسان کرنا ہے۔

اب انسان جو کہ ہیں ہی خود کو بھولے ہوئے تو وہ ان باتوں کا خیال نہیں رکھیں گے وہ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے وہ ان پر ظلم کریں گے اس لیے یہ ذمہ داری تم پر ہے جو کہ امت ہو جن کا بطور امت انتخاب کیا گیا تمہارا کام ہے کہ تم کسی پر بھی ظلم نہ ہونے دو یہاں تک کہ آسمانوں و زمین میں کسی ایک بھی خلق پر کوئی ظلم نہ کر پائے۔

پھر اس کے علاوہ بھی زمین میں جس شئے کے استعمال کی بھی تمہیں اجازت دی تو خیال رکھنا ہے کہ صرف استعمال ہی نہیں کرتے جانا بلکہ القسط کے ساتھ المیز ان قائم رکھنا ہے کہیں المیز ان میں خسارہ نہیں کرنا یعنی اگر ضرورت پڑنے پر ایک درخت کاٹنا ہے تو القسط کیساتھ یعنی جیسے تمہیں کہا جا رہا ہے بالکل اسی طرح فطرت پر قائم ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ وہاں ویسا ہی درخت واپس لانا ہے جس کے لیے ننھا سا پودا لگایا جائے گا اگایا جائے گا پھر اس کی بھرپور نگہداشت کی جائے گی یہاں تک کہ وہ تمہارا محتاج نہ رہے یعنی جیسے بچہ ایک وقت آتا ہے والدین کا محتاج نہیں رہتا خود مختار ہو جاتا ہے بالکل ایسے جب تک وہ تمہارا محتاج ہو اس کی نگہداشت کرنی ہے۔

اب پہلے تو یہ ذہن میں ہونا لازم ہے کہ پانی سے خلق ہونے والا ارفع رزق استعمال کرنا ہے یعنی جو درختوں پر مختلف ثمرات کی صورت میں خلق ہوتا ہے کیونکہ اگر تم ارفع رزق استعمال کرو گے تو ہی تم رفع ہو گے ورنہ اگر تم ادنیٰ رزق استعمال کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم پستیوں میں گرتے چلے جاؤ گے کیونکہ تم وہ ہو جو تم کھاتے ہو جو تمہارا رزق ہے اور دوسری بات اس وقت تک گوشت کے حصول کے لیے جن جانوروں کو کھانے کی اجازت دی گئی ان کو نہیں کاٹنا نہیں کھانا جب تک کہ تمہیں پانی سے خلق ہونے والا الاثمرات و نباتات کی صورت میں رزق میسر ہے اور اگر وہ میسر نہ ہو جس کی وجہ اس کی قلت یا طیب نہ ہونا ہو تو اس صورت میں تم جانوروں جن کی اجازت دی گئی کو بطور کھانے کے رزق بنا سکتے ہو اور اس کے لیے بھی مکمل علم کا ہونا لازم ہے۔

پہلی بات کہ تم نے الطیب کو اپنا رزق بنانا ہے اس لیے اس گوشت کا ہر لحاظ سے الطیب ہونا لازم ہے جس کے لیے ان کے جسم میں موجود خون کا جسم سے نکالنا لازم ہے ورنہ وہ گوشت الطیب نہیں ہو گا۔ تمہارا جسم جن عناصر سے وجود میں آتا ہے اگر وہ عناصر براہ راست جسم میں داخل کیے جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ

نکلے گا کہ جسم میں فساد ہوگا کیونکہ بلاشک وشبہ وہ عناصر ہی تمہارے جسم کی ضرورت ہیں لیکن ان کا طریقہ استعمال بھی وہی ہونا چاہیے جو وضع کر دیا گیا ورنہ اگر اس کے خلاف ان کا استعمال کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ فساد کی صورت میں نکلے گا۔ خون کا معاملہ یہ ہے کہ خون میں براہ راست وہ عناصر موجود ہوتے ہیں جن سے جسم وجود میں آتا ہے کیونکہ جب کوئی بھی جاندار کچھ کھاتا ہے تو سب سے پہلے وہ شئے اس کے معدے میں جا کر ڈی کمپوز ہوتی ہے یعنی اس کے ذرات الگ الگ ہوتے ہیں ایسے ہی جیسے ایک عمارت کو توڑ کر اس کی تمام اکائیاں الگ الگ کر دی جائیں۔ جب عمارت کو توڑا جاتا ہے تو آپ جانتے ہیں کہ جس ترتیب کیساتھ اس میں اکائیاں استعمال کی گئی ہوتی ہیں اسی ترتیب سے اکائیاں الگ الگ ہوتی ہیں یعنی کوئی بھی اکائی بے ترتیب سامنے نہیں آئے گی ایسے ہی جب کوئی بھی جاندار کوئی شئے کھاتا ہے تو اس کے معدے میں جا کر وہ رزق مکمل طور پر توڑ پھوڑ کا شکار ہوتا ہے تا کہ اس کی تمام اکائیاں جو کہ وہ عناصر ہوتے ہیں جن سے وہ خلق کیا گیا انہیں الگ الگ کیا جائے جب شئے کو معدے میں ڈی کمپوز کیا جاتا ہے یعنی توڑ کر اکائیاں الگ الگ کی جاتی ہیں تو وہ اکائیاں یعنی مختلف عناصر اسی ترتیب سے الگ الگ ہوتے ہیں جس ترتیب سے انہیں استعمال کیا گیا ہوتا ہے یعنی جیسے عمارت میں سب سے پہلی اینٹ جو بنیاد میں استعمال کی گئی اگر عمارت کو توڑا جاتا ہے تو وہ سب سے آخر میں سامنے آئے گی جب تک اس کا وقت نہیں آجاتا تب تک وہ سامنے نہیں آئے گی بالکل ایسے ہی معدے میں جب رزق جا کر ڈی کمپوز ہوتا ہے تو عناصر پوری ترتیب کیساتھ الگ الگ ہوتے ہیں پھر وہ عناصر خون میں شامل ہو کر جسم کے ایک ایک خلیے میں جاتے ہیں پھر ہر خلیہ ان عناصر کو استعمال کرتا ہے جس سے نہ صرف دو طرح کی انرجی وجود میں آتی ہے بلکہ نئے خلیے بھی بنتے ہیں۔

اب اگر جانور کے جسم سے خون نکالے بغیر اس کا استعمال کیا جاتا ہے یعنی اسے کھایا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے خون میں موجود عناصر جو کہ خام حالت میں ہوتے ہیں براہ راست آپ کے جسم میں جائیں گے جو جسم میں فساد کا سبب بنیں گے یعنی پہلی بات کہ وہ جب جسم میں داخل ہی الگ الگ عناصر کی صورت میں ہوں گے تو جہاں سے گزریں گے جسم کو نقصان پہنچائیں گے اور دوسری بات کہ جب وہ پہلے سے ہی الگ الگ ہیں تو معدے کا کام ختم ہو جائے گا جس سے معدہ فارغ رہنے کی وجہ سے خراب ہو جائے گا اور پھر اس سے مربوط ومشروط جسم کے باقی حصوں میں بھی خرابیاں پیدا ہوں گی پھر تیسری بات کہ جب وہ عناصر براہ راست جسم میں داخل ہوں گے تو ان کی کوئی ترتیب نہیں ہوگی جس کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی کہ اگر آپ نے بریانی بنانی ہے تو آپ ایسا کریں کے جن اشیاء سے بریانی بنتی ہے ان تمام اشیاء کی نہ تو مقدار کا خیال کریں اور نہ ہی ترتیب کا بلکہ ان تمام غیر متوازن اشیاء کو ایک ہی بار میں برتن میں ڈال کر نیچے آگ جلا دیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ بالکل یہی نتیجہ آپ کے جسم میں نکلے گا۔

اس لیے سب سے پہلے گوشت کا خون سے مکمل طور پر پاک ہونا لازم ہے جس کے لیے جانور کے جسم سے خون کا نکلنا لازم ہے اور اس کے لیے جو احسن طریقہ ہے اسے اختیار کرتے ہوئے جانور کے جسم سے خون نکالا جائے گا تا کہ ایک تو گوشت خون کی صورت میں ان خام عناصر سے پاک ہو جائے اور دوسرا جانور کو تکلیف کا بھی احساس نہ ہو بلکہ اس پر اس پہلو سے بھی الاحسان کیا جائے۔ اور اس کے لیے احسن طریقہ یہ ہے کہ جانور کو گلے سے کاٹا جائے۔ پھر اس کے لیے ایک اور بات کا بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ جب جانور کو گلے سے کاٹا جائے تو جانور کا گلہ صرف وہاں تک کاٹا جائے جہاں تک کہ اس کی خون کی نالی نہیں کٹ جاتی اس کے علاوہ اس سے آگے گلے کو گہرا نہیں کاٹا جائے گا اور نہ ہی دھڑ سے سر کو الگ کر دیا جائے کیونکہ اس کے کئی نقصانات ہوں گے۔ جسم کا محور دماغ ہوتا ہے دماغ پورے جسم کا نظام چلا رہا ہوتا ہے جو کہ سر میں موجود ہوتا ہے اگر سر کو جسم سے الگ کر دیا جائے تو دھڑ کا نظام اسی وقت بند ہو جائے گا جس کا نقصان یہ ہوگا کہ خام مال جو کہ عناصر ہیں وہ خون کے ذریعے خلیوں میں موجود ہیں جب سر دھڑ سے الگ کر دیا جائے گا تو خلیوں کا نظام اسی وقت بند ہو جائے گا اور ہر خلیے میں تمام عناصر خام حالت میں موجود ہوں گے جس وجہ سے سارے کا سارہ گوشت نقصان دہ ہوگا وہ الطیب نہیں ہوگا اسے کھانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جسم کے ایک ایک خلیے میں عناصر خام حالت میں موجود ہیں پھر دوسری بات یہ ہے کہ دماغ اچانک وفات نہیں پاتا بلکہ آہستہ آہستہ اس کی موت ہوتی ہے جب سر کو دھڑ سے الگ کر دیا جائے گا جب تک دماغ مکمل طور وفات نہیں پاجاتا جس کے لیے کچھ منٹ کا وقت لگے گا تو دماغ کو شدید تکلیف والے احساسات کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ کسی سے اپنی اس تکلیف کا اظہار بھی نہیں کر پائے گا یوں یہ اس پر ظلم عظیم ہوگا۔ اور آپ نے ظلم نہیں کرنا بلکہ الاحسان کرنا ہے۔

گلے کو صرف اس حد تک کاٹا جائے گا جس حد تک خون کی نالی موجود ہے اس سے آگے نہیں کاٹا جائے گا اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ باقی سارا جسم دماغ کے ساتھ

منسلک ہوگا جس سے جسم میں ایک ایک خلیے کا نظام چل رہا ہوگا دل دھڑک رہا ہوگا جس سے خون جسم سے خارج ہو رہا ہوگا اور عین اسی وقت جو عناصر خلیوں میں جا چکے ہوں گے وہ خلیوں کا نظام چلنے کی وجہ سے استعمال ہو رہے ہوں گے یوں جب دماغ کو خون نہیں ملے گا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دماغ کو ان عناصر کی فراہم بند ہو جائے گی جن سے نئے خلیے بنتے ہیں یوں ایک تو نئے خلیے نہیں بنیں گے اور دوسرا دماغ کے خلیے موت کا شکار ہوتے چلے جائیں گے اور جب تک مکمل دماغ کی وفات ہوگی تب تک ایک تو پورا جسم خون سے پاک ہو چکا ہوگا اور دوسرا جو عناصر خون کے ذریعے خلیوں میں گئے تھے وہ بھی خلیوں کا نظام چلنے سے استعمال ہو چکے ہوں گے اور جب تک دماغ کی موت ہوگی تب پورا جسم خون سے اور ایک ایک خلیہ ان عناصر سے پاک ہو چکا ہوگا یعنی تمام عناصر ایک تو خون کے ذریعے نکل چکے ہوں گے اور دوسرا جو خلیوں میں چلے گئے وہ بھی استعمال ہو کر کیمیائی عوامل سے گزر کر گوشت بن چکے ہوں گے پھر اس کے علاوہ جانور کو تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا سوائے خفیف سی تکلیف کے اور جانور ایسے ہی موت کا شکار ہوگا جیسے کہ نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے نیند غالب آ جاتی ہے۔ یہ ہے احسن طریقہ اس کے علاوہ جتنے بھی طریقے ہیں وہ احسن نہیں ہیں۔

اگر جانور کے سر میں کوئی شئے ماردی جائے تو دماغ کی موت واقع ہونے سے یا دماغ کو جس حد تک نقصان پہنچے گا اس حد تک جسم کا نظام بند ہو جائے گا جس سے جسم کے وہ خلیے خام عناصر والے ہوں گے یوں ایسا گوشت انتہائی نقصان دہ ہوگا جس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے یعنی حرام ہے۔ اگر جانور کے سر میں گولی یا کوئی شئے مار کر اس کی موت کر دی جاتی ہے اور اس کے بعد اسے کاٹا جاتا ہے تو ایسی صورت میں وہ گوشت حلال نہیں بلکہ حرام ہوگا یعنی جو طریقہ پیچھے واضح کر دیا گیا اس کے علاوہ اگر کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے تو ایسا گوشت حلال نہیں بلکہ حرام ہوگا اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

مچھلی کا معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ مچھلی کو جب پانی سے باہر نکالا جاتا ہے تو جو گیسیں فضا میں موجود ہیں جب یہ گیسیں مچھلی کے جسم میں داخل ہوتی ہیں تو مچھلی کا گوشت ان عناصر سے پاک ہو جاتا ہے جو پہلے اس کے جسم یا گوشت میں موجود ہوتے ہیں اس لیے مچھلی کا خون نکالنے کے لیے اسے ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر کوئی مچھلی پانی کے اندر مر جاتی ہے اسکی موت ہو جاتی ہے تو وہ حلال نہیں بلکہ حرام ہوگی کیونکہ اس کے گوشت میں تمام عناصر خام حالت میں موجود ہوں گے جس وجہ سے اس کا استعمال نقصان دہ ہوگا اس لیے وہ حرام ہوگی۔ مچھلی کا گوشت صرف اور صرف اسی صورت حلال ہے کہ وہ زندہ پانی سے باہر آئے اور باہر آ کر پانی کے عدم سے اس کی موت واقع ہو تب ہی اس کا گوشت خام عناصر سے پاک ہوگا۔

اگر آپ بیمار ہو جاتے ہیں اور آپ واقعتاً اس بیماری سے نجات چاہتے ہیں تو اس کے لیے سب سے پہلے آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ بیماری کسے کہتے ہیں۔ آج کسی کو بھی نہیں علم کہ بیماری اصل میں کہتے کسے ہیں کیونکہ اگر آج کسی کو بھی یہ علم ہو کہ بیماری کسے کہتے ہیں تو وہ بیمار ہونے پر ڈاکٹر سے رجوع کے نام پر الدجّال کو اپنا ربّ نہ بنائے۔ بیماری ہونے کی صورت میں ڈاکٹر سے رجوع کرنا اور پھر ادویات کے نام پر جو کچھ بھی جسم میں ڈالا جاتا ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے آگ بجھانے کے نام پر آگ بجھانے کی بجائے آگ پر مزید پیٹرول چھڑکا جائے۔

ابھی جب آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ بیماری کسے کہتے ہیں تو آپ پر یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ بیمار ہونے پر ڈاکٹر سے رجوع کرنا اور ادویات کھانا کس طرح الدجّال کو ربّ تسلیم کرنا ہے اور آگ بجھانے کی بجائے مزید آگ بھڑکانے کے مترادف ہے۔

بیماری کیا ہے اسے آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ اپنے جسم کو نہ سمجھ لیں بالکل ایسے ہی جیسے اگر آپ کی کوئی مشین خراب ہو جاتی ہے تو اس وقت تک خرابی کا علم نہیں ہو سکتا کہ خرابی کیا ہے خرابی کسے کہتے ہیں جب تک کہ مشین کے بارے میں مکمل علم نہ ہو۔ جب آپ اپنے جسم کے بارے میں جانیں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں وہ کیا ہے اور پھر یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ اس بیماری سے نجات کیسے

حاصل کی جا سکتی ہے اور پھر آئندہ کبھی بھی بیمار ہونے سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔
آپ کا جسم کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہے جسے زمین کے عناصر سے وجود میں لایا گیا اور اس جسم کو بالکل صحیح اور قائم رکھنے کے لیے جب تک کہ اجل مسمیٰ نہیں آ جاتی اس کی ضروریات اسے فراہم کرنا لازم ہے اس کی ضروریات وہی عناصر ہیں جن عناصر سے اسے وجود میں لایا گیا اور پھر ان عناصر کی مقدار اور معیار میں بھی کسی بھی قسم کا کوئی فرق نہیں آنا چاہیے۔
آپ کا جسم زمین کے عناصر سے وجود میں لایا جاتا ہے جب وہ تمام کے تمام عناصر مکمل ہوں کوئی ایک بھی عنصر کم یا زیادہ نہ ہو اور ان کا معیار بھی بالکل طے شدہ ہو تو اس سے ایک بہترین جسم وجود میں آتا ہے اور تب تک جسم بالکل بہترین رہتا ہے بالکل صحیح رہتا ہے جب تک جسم کو اس کی تمام ضروریات یعنی جو عناصر اسے درکار ہیں وہ بالکل متوازن فراہم کیے جاتے رہیں یعنی ان کی مقدار بھی بالکل ٹھیک ہو اور ان کا معیار بھی بالکل ٹھیک یعنی طے شدہ ہو یوں جب تک جسم کو متوازن خوراک ملتی رہے گی تب تک جسم میں کسی بھی قسم کی کوئی بیماری جنم نہیں لے گی کیونکہ بیماری کہتے ہیں خرابی کو اور خرابی کہتے ہیں جسم میں ان عناصر کا متوازن نہ رہنا جن عناصر سے جسم وجود میں لایا گیا جو جسم کی ضروریات ہیں جس سے جسم غیر متوازن ہو جاتا ہے جسم میں توازن بگڑ جاتا ہے جس کا اظہار بیماری کہلاتا ہے۔
اب آپ خود غور کریں جب پہلے ہی جسم میں قائم توازن کو بگاڑ دیا گیا تو جب آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں گے اور اس کی بات کو مانیں گے تو کیا آپ کے جسم میں توازن قائم ہو گا اس میں بگاڑ دور ہو گا یا پھر جسم میں میزان میں مزید بگاڑ پیدا ہو گا؟
ویسے تو اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے اس کے باوجود اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کی کوئی پیچیدہ اور قیمتی ترین شئے خراب ہو جاتی ہے تو آپ اسے کس کے پاس لے کر جائیں گے؟ کیا آپ اسے کسی ایسے کے پاس لے کر جائیں گے جس کے پاس اس کے بارے میں علم نہ ہو؟ اور پھر کیا اس کے پاس لیکر جائیں گے جس کے پاس علم تو ہو لیکن مکمل علم نہ ہو بلکہ نامکمل علم ہو؟ اور پھر یہاں تک کہ کیا اس کے پاس لیکر جائیں گے کہ جس کے پاس علم تو مکمل ہو لیکن اس علم کا صحیح استعمال نہ جانتا ہو؟ تو تینوں صورتوں میں آپ کا جواب یہی ہو گا کہ نہیں ایسے کسی کے پاس نہیں لیکر جائیں گے اور اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کیوں آپ ان میں سے کسی کے پاس نہیں لیکر جائیں گے تو آپ کہیں گے کہ میں نے اپنی شئے ٹھیک کرانی ہے نہ کہ مزید خراب کرانی ہے۔ اب بھلا جس کے پاس اس کے بارے میں سرے سے علم ہی نہیں اگر اسے ٹھیک کرنے کے لیے دیتا ہوں تو وہ اسے مزید بگاڑ دے گا اور اگر اس کے پاس لیکر جاتا ہوں جس کے پاس نامکمل علم ہے تو وہ بھی اسے مزید خراب کر دے گا کیونکہ وہ نامکمل علم کی بنیاد پر ٹھیک کرنے کے نام پر اس میں پنگے لے گا تو اسے مزید بگاڑ کر رکھ دے گا اور ایسے ہی اگر اس کے پاس بھی لیکر جاتا ہوں جس کے پاس علم تو ہے لیکن وہ علم کا صحیح استعمال نہیں جانتا تو وہ بھی میری شئے کو مزید خراب کر دے گا اسے تباہ کر دے گا اس لیے میں ان تینوں میں سے کسی کے بھی پاس نہیں لیکر جاؤں گا۔ اب اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کس کے پاس لیکر جائیں گے تو آپ کا جواب ہو گا کہ اس کے پاس لیکر جاؤں گا جس کے پاس نہ صرف اس کے بارے میں مکمل علم ہو بلکہ وہ علم کا صحیح استعمال بھی جانتا ہو۔
اب ذرا آپ خود غور کریں کہ جب آپ اپنی کوئی شئے جو انسان کی ہی بنائی ہوئی ہے اسے کسی ایسے کے پاس نہیں لیکر جائیں گے جس کے پاس مکمل علم اور حکمہ نہ ہو تو پھر آپ کا جسم جو کہ کُل کائنات کی سب سے پیچیدہ اور حساس ترین خلق ہے اسے اگر آپ کسی ایسے کے پاس لیکر جائیں جس کے پاس نہ ہی اسکے بارے میں مکمل علم ہو اور نہ ہی حکمہ تو کیا وہ اسے ٹھیک کرے گا اس میں بیماری کے نام پر خرابی کی اصلاح کرے گا یا پھر الٹا مزید تباہ کر کے رکھ دے گا؟
آپ کے خالق کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے پاس اس جسم کے بارے میں مکمل علم ہو۔ اب جب آپ کے خالق کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے پاس اس جسم کے بارے میں مکمل علم ہے تو پھر آپ کے خالق کے علاوہ آپ کو کون ٹھیک کر سکتا ہے آپ کی بیماری کو کون ختم کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے خالق کے علاوہ کوئی بھی نہیں اب اگر آپ بیمار ہونے کے بعد علاج کے نام پر اس سے رجوع کرتے ہیں جو آپ کا خالق نہیں ہے تو پھر جان لیں کہ آپ کبھی بھی ٹھیک نہیں ہو سکتے بلکہ آپ مزید بیمار ہی ہوں گے اور اگر آپ کو لگے کہ آپ ٹھیک ہو گئے ہیں تو وہ محض دھوکہ ہو گا کیونکہ آپ ٹھیک صرف اور صرف ایک ہی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ جیسے آپ بیمار ہوئے بالکل ویسے ہی آپ ٹھیک ہوں یعنی آپ جو بیمار ہوئے تو اچانک بیمار نہیں ہوئے بلکہ جسے آپ بیماری کہہ رہے ہیں وہ اچانک اس فساد کا اظہار ہے جو آپ ایک لمبے عرصے تک اپنے جسم میں کرتے رہے۔ اگر آپ بالکل ایسے ہی آہستہ آہستہ لمبے عرصے میں واپس ٹھیک ہوتے ہیں تو وہ علاج ہو گا ورنہ اگر آپ دیکھتے ہی دیکھتے یا دنوں میں ٹھیک ہو جاتے ہیں تو وہ علاج نہیں بلکہ دھوکہ ہو گا جس کا آپ شکار ہو گئے جسے آگے آپ پر

کھول کر واضح کر دیں گے۔

جب بھی آپ بیمار ہوں تو سب سے پہلے آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اس بیماری کے آپ خود ذمہ دار ہیں آپ نے اپنے جسم کو اس کی صحیح ضروریات فراہم نہیں کیں یا پھر جو اس کی ضروریات نہیں تھیں وہ اسے فراہم کیں جس سے اس میں قائم توازن بگڑ گیا۔ پھر اس کے بعد آپ نے گھبرانا نہیں جلد بازی نہیں کرنی اور اپنے خالق کے علاوہ کسی سے بھی رجوع نہیں کرنا۔ آپ نے اپنے خالق یعنی فطرت سے رجوع کرنا ہے آپ نے فطرت پر قائم ہونا ہے یعنی ہر لحاظ سے فطرت پر قائم ہونا ہے جسے انگلش میں مدر نیچر کہتے ہیں۔ جب آپ مکمل طور پر فطرت پر قائم ہو جائیں گے تو پھر فطرت آپ کا ربّ آپ کو آہستہ آہستہ بالکل ٹھیک کرے گا آپ کی بیماری جڑ سے ختم ہو جائے گی خواہ وہ کیسی ہی اور کتنی ہی بڑی بیماری کیوں نہ ہو کیوں کہ فطرت آپ کا ربّ ہے فطرت نے آپ کو خلق کیا اس لیے صرف اور صرف فطرت ہی ہے جسے علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اگر آپ میں کوئی خرابی ہوگئی تو اسے دور کیسے کیا جا سکتا ہے یوں جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے یعنی ہر لحاظ سے مکمل فطرتی رزق کھائیں گے جس میں انسان کی کسی بھی قسم کی کوئی مداخلت نہ ہو جیسے کہ سانس لینے کے لیے آکسیجن بالکل خالص ہو اس میں انسان کی کوئی مداخلت نہ ہو جیسے کہ آج انسان اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب طرح طرح کی زہریلی گیسیں فضا میں خارج کر رہا ہے فضا انسانی مداخلت سے بالکل پاک ہو، کھانے کے لیے صرف اور صرف وہی رزق ہو جو فطرت مہیا کر رہی ہے اس میں بھی کسی بھی قسم کی انسانی مداخلت نہ ہو پھر پینے کے لیے پانی بھی مکمل طور پر فطرتی ہو اس میں بھی کسی بھی قسم کی کوئی انسانی مداخلت نہ ہو تو جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے تو آہستہ آہستہ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے آپ میں بیماری کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔

اب آئیں ادویات کی طرف کہ تمام کی تمام ادویات کس طرح دھوکہ ہے دجل ہے کس طرح جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہے۔ جتنی بھی ادویات ہیں جو آج ٹیکنالوجی سے خلق کی جا رہی ہیں تمام کی تمام مصنوعی ادویات جنہیں ایلوپیتھی کا نام دیا جاتا ہے یہ تمام کی تمام ادویات منشیات ہیں۔ ان کا کام ہوتا ہے آپ کے جسم میں متعلقہ حصے کو نشہ زدہ کر دینا یعنی جسے آپ سُن کر دینا کہتے ہیں جس سے ہوتا یہ ہے کہ بیماری یعنی خرابی اپنی جگہ پر موجود ہوتی ہے لیکن اس کا احساس ختم ہو جاتا ہے یوں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے آپ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ بیماری ختم ہوگئی کیونکہ آپ کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا لیکن بیماری اپنی جگہ موجود ہوتی ہے اور نہ صرف اپنی جگہ موجود ہوتی ہے بلکہ وہ بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ پھر اچانک ایک بڑی بیماری کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جس سے آپ کو ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر اس سے بھی بڑا دجل یہ ہوتا ہے کہ ہوتی تو وہ پرانی بیماری ہے جو ناسور بن چکی لیکن آپ کو بتایا جاتا ہے کہ یہ ایک نئی بیماری ہے حالانکہ وہ کوئی نئی بیماری نہیں ہوتی بلکہ وہی بیماری ہوتی ہے جس کے علاج کے نام پر آپ نے ڈاکٹر سے رجوع کیا اور دوائی کے نام پر منشیات لینے سے آپ کو اس بیماری کا احساس نہ رہا۔

جنہیں آپ ڈاکٹرز کے نام پر اپنے مسیحا سمجھتے ہیں یہ لوگ آپ کے مسیحا نہیں بلکہ مسیح کے روپ میں آپ کے دشمن ہیں ان کو خود بھی نہیں علم ہوتا کہ یہ آپ کو دوائی کے نام پر کیا کھانے کو دے رہے ہیں۔ جیسے ایک کمپنی اپنی اشیاء بیچنے کے لیے ایسے لوگوں کو تلاش کرتی ہے جو اس کی اشیاء کو بیچنے کے لیے لوگوں کو قائل کر سکیں اور پھر ان لوگوں کی باقاعدہ تربیت کی جاتی ہے بالکل ایسے ہی یہ ڈاکٹرز کے نام پر مسیحا کے روپ میں آپ کے دشمن فارماسوٹیکل انڈسٹری کے وہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں جو ان کی منشیات کو اس زہر کو ادویات کے نام پر لوگوں کو کھلاتے ہیں جس سے انہیں مزید بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر ان کا مزید ادویات کے نام پر زہر بکتا ہے اور وہ طبقہ امیر سے امیر تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ان ادویات کی حقیقت یہ ہے کہ آج تک سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ایسی ادویات ہیں جن پر پابندی لگائی جا چکی ہے اور وجوہات یہ ہیں کہ جب کوئی دوائی بنائی گئی تب اس کے سائیڈ افیکٹس کا علم نہیں تھا لیکن جب لوگوں نے اسے استعمال کیا تو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد پتہ چلا کہ اس کے فائدے سے زیادہ نقصانات ہیں یوں اس پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ اب ذرا غور کریں جن لاکھوں نہیں کروڑوں لوگوں کو ان لوگوں نے ایسا زہر ہر دوائی کے نام پر کھلا دیا کیا وہ صحت یاب ہوئے ان کی بیماری دور ہوئی یا پھر یہ محض دھوکہ ثابت ہوا؟ حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

جب انسان کے پاس اس کی خلق کے بارے میں مکمل علم ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے یہ کیسے اس کا علاج کر سکتا ہے؟ ایسا ممکن ہی نہیں کہ یہ علاج کر سکے ہاں البتہ علاج کے نام پر اسے مزید بگاڑ کر تباہ ہی کر سکتا ہے جو کہ آج پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔ ذرا غور کریں دن بہ دن نئی سے نئی ادویات ایجاد کی جارہی ہیں تو کیا بیماریاں کم ہو رہی ہیں یا الٹا بڑھ رہی ہیں؟ کیا ہسپتال کم ہو رہے ہیں یا پھر بڑھ رہے ہیں؟ تو حقیقت بالکل واضح ہے کہ نہ صرف بیماریاں دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں بلکہ ہسپتال بھی بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اب اس کے باوجود اگر کوئی اسے ترقی و انسانیت کی خدمت کا نام دے تو ایسا کوئی بے وقوف اور جاہل ہی ہوسکتا ہے کوئی عقل مند ایسی بات نہیں کر سکتا۔

جن کو آپ اپنے مسیحا سمجھتے ہیں جنہیں ڈاکٹرز کا نام دیتے ہیں ان لوگوں کی حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑا کوئی جاہل اور بے وقوف اور کوئی ہے ہی نہیں۔ آپ کسی بھی ڈاکٹر سے اس جسم کے بارے میں سوال کر لیں تو وہ صرف اور صرف اس حد تک اور وہی بات کرے گا جو تعلیم کے نام پر اس کے دماغ میں ڈال دیا گیا بالکل ایسے ہی جیسے آپ کسی طوطے کو کچھ الفاظ رٹا دیتے ہیں یا جیسے کمپیوٹر میں کوئی پروگرام انسٹال کیا جاتا ہے۔ آپ کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جائیں اور وہ آپ کو کوئی دوائی کھانے کو دے یا لکھ کر دے تو اگر آپ اس سے یہ سوال کر لیں کہ یہ کن کن عناصر سے بنائی گئی یعنی اس میں کون کون سے عناصر ہیں ان کی مقدار کیا ہے اور ان عناصر میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں ان عناصر کے فارمولے سے وجود میں آنے والی دوائی کے کیا نقصانات ہیں اور کیا فائدے ہیں وہ آپ کو آپ کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے سکے گا۔ یہاں تک کہ اگر آپ اس سے یہی سوال کر لیں کہ یہ جسم کن کن عناصر سے وجود میں آیا ان کی مقدار اور معیار کیا ہے ان کی صلاحیتیں کیا ہیں اگر ان کی مقدار یا معیار میں کوئی اونچ نیچ ہوتا ہے تو اس کے کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں تو وہ آپ کو کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے پائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس جسم کے بارے میں علم نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں محض برین واش کیا جاتا ہے اور پھر ان کو علم دے بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ اس جسم کے خالق اللہ کے علاوہ اس کے بارے میں کسی کے بھی پاس مکمل علم نہیں ہے۔ تو جب انہیں نامکمل علم دیا جائے گا تو اس کے فائدے کی بجائے الٹے نقصانات ہی ہوں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں مفسد شیاطین انسانوں کے لیے پوری دنیا ایک لیبارٹری کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں تو وہیں ان کے لیے تمام لوگ بھی لیبارٹری کی حیثیت رکھتے ہیں یہ جو کچھ بھی بناتے ہیں ادویات کے نام پر لوگوں پر تجربات کرتے ہیں پھر ان مشاہدات سے مزید آگے بڑھتے ہیں جس سے جہاں یہ پوری دنیا کے لوگوں کے اجسام کیساتھ علاج کے نام پر کھلواڑ کر رہے ہیں تو وہیں رات دن دولت اکٹھی کرنے میں مصروف ہیں اور ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسے ہی ادویات اور علاج کے نام پر انسانوں پر تجربات کرتے کرتے یہ ایک دن موت کا علاج دریافت کر لیں گے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے۔

آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے فطرت نے آپ کو خلق کیا تو صرف اور صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن کن عناصر سے خلق کیا اور ان کی مقدار اور معیار کیا ہے۔ آپ اس وقت تک بالکل ٹھیک رہیں گے آپ کو کوئی کسی بھی قسم کی بیماری لاحق نہیں ہوگی جب تک آپ فطرت پر قائم رہیں گے لیکن اگر آپ فطرت سے ہٹ جاتے ہیں تو پھر آپ کے جسم میں خرابیاں ہو جائیں گی جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے تو فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اب اگر آپ فطرت سے ہٹ جاتے ہیں اپنا رخ کسی اور کی طرف کر لیتے ہیں فطرت سے اپنا رخ موڑ لیتے ہیں تو اس کا نتیجہ پہلے سے ہی طے شدہ ہے کہ آپ کے جسم میں توازن قائم نہیں رہے گا آپ کے جسم میں توازن بگڑ جائے گا جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں۔ اب اگر آپ بیمار ہوتے ہیں تو جان لیں کہ اس بیماری کے ذمہ دار آپ خود ہیں اور اگر آپ واقعتاً چاہتے ہیں کہ آپ واپس ٹھیک ہو جائیں آپ کی بیماری ختم ہو جائے خواہ کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو تو پھر جان لیں کہ اس جسم کو اس کے خالق اللہ کے علاوہ کوئی بھی ٹھیک نہیں کر سکتا کیونکہ جب اللہ یعنی فطرت نے اسے خلق کیا ہے تو پھر خراب ہونے کی صورت میں صرف اور صرف اللہ ہی ہے جو اس میں کی گئی خرابی کو دور کر کے اسے واپس ٹھیک کر دے۔ اب اگر آپ بیمار ہو جاتے ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ سب سے پہلے آپ اس بات کو تسلیم کریں کہ یہ آپ کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے اس بیماری کے ذمہ دار آپ خود ہیں اور اس کے خالق اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے ٹھیک نہیں کر سکتا جس کے لیے آپ کو اپنے جسم کو اللہ یعنی فطرت کے حوالے کرنا ہوگا۔ آپ کو دنیا کی کوئی بھی بیماری لاحق ہے اور خواہ وہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو چکی ہو آپ ایسا کریں کہ دنیا میں کسی ایسے خطے کا انتخاب کریں جہاں کسی بھی قسم کی انسانی مداخلت نہ ہوں جہاں انسانوں کی پھیلائی ہوئی فضائی

آلودگی نہ ہو یعنی آج جو انسان اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب طرح طرح کی زہریلی گیسیں فضا میں خارج کر رہا ہے وہاں یہ گیسیں نہ ہوں، کوئی انسانی مداخلت یعنی مصنوعی اشیاء نہ ہو یہاں تک کہ وہاں انٹرنیٹ اور موبائل وغیرہ کے سگنلز وغیرہ بھی نہ ہو مطلب یہ کہ مکمل طور پر فطرتی علاقہ ہو یا پھر جتنا فطرت سے قریب تر ہو سکتا ہے جہاں پہاڑوں سے برف پگھل کر آنے والے پانی کے چشمے ہوں مکمل طور پر رزق فطرتی ہو جو کہ پھلوں اور میوؤں پر مشتمل ہو تو دنیا کی کوئی بھی بیماری ایسی نہیں جو کچھ ہی عرصے میں ختم نہ ہو جائے جڑ سے ختم نہ ہو جائے یہاں تک کہ جسے کینسر کا نام دیتے ہیں کہ کینسر لا علاج ہے اس کا بھی نام و نشان تک مٹ جائے گا۔

اب اگر آپ خود کو اللہ کے آگے مکمل طور پر جھکانے کی بجائے مزید شرک ہی کرتے ہیں اللہ کے شریکوں سے ہی رجوع کرتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت آپ کی نصرت نہیں کر سکتی۔ یہ انسانی ایجادات بظاہر بہت مزین ہیں یہ مسیحا نظر آتی ہیں لیکن ان کی حقیقت یہ نہیں جو ان کا ظاہر ہے حقیقت میں یہ بہت بڑا دھوکہ ہے یہ فتنہ الدجّال ہے۔

جہاں آج انسان کو اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے مفسد اعمال کے رد اعمال میں طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا ہے تو وہیں ان میں سے ایک بڑا اور اہم مسئلہ حاملہ عورتوں کا ہے اول تو دنیا میں ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی اور دوم جو عورتیں حاملہ ہو جاتیں ہیں تو ان میں بہت سی تعداد ایسی ہے کہ ان کا حمل ضائع ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ بہت سی ایسی بھی ہیں جن کے ہاں وقت سے پہلے بچے کی پیدائش ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بہت سی عورتیں موت کا شکار ہو رہی ہیں۔ جن کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو ان میں کثیر تعداد ان عورتوں کی ہے جن کا آپریشن کر دیا جاتا ہے یعنی پیٹ کو کاٹ کر بچے کو باہر نکالا جاتا ہے اور پھر جو بچے آج پیدا ہو رہے ہیں وہ پیدائشی طور پر مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں ان میں خامیاں موجود ہوتی ہیں یا پھر اگر بظاہر وہ صحت مند نظر بھی آئیں تو آئے روز ان کو ڈاکٹروں کے پاس لے جایا جاتا ہے اور پھر ان میں سے بہت سے بچے موت کا شکار ہو رہے ہیں۔ اب اس قدر سنگین مسائل اور ہلاکتوں کے باوجود کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اس میں غور کرے کہ آخر ان ہلاکتوں یا مسائل کی وجوہات کیا ہیں ان کی اصل بنیادی وجہ کیا ہے بلکہ ہر کوئی فتنہ الدجّال کا شکار ہے الدجّال کو ہی اپنا ربّ بنائے ہوئے ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مسائل کی اصل اور بنیادی وجہ کیا ہے اور وہ کیا وجہ ہے کہ جس وجہ سے یہ مسائل کم ہونے کی بجائے بڑھتے ہی جا رہے ہیں؟ تو سب سے پہلے اس بات کو آپ پر کھول کھول کر واضح کرتے ہیں کہ بے اولادی کی وجہ کیا ہے۔ وہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے آج ایک بڑی تعداد میں عورتوں اور مردوں میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے ان کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی۔

آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ آپ کیمسٹری کا ایک انتہائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین فارمولہ ہیں آپ کو جن عناصر سے خلق کیا گیا اور آپ کو قائم رہنے کے لیے جن عناصر کی ضرورت ہے اگر وہ متوازن نہیں رہتے تو پھر ظاہر ہے ان غیر متوازن عناصر سے وجود میں آنے والا جسم بھی غیر متوازن ہی ہوگا۔ جسم کو جن جن عناصر کی ضرورت ہے اگر وہ عناصر جسم کو بروقت اور جتنی ان کی مقدار درکار ہے اتنی ہی مقدار میں درکار معیار کے مطابق فراہم نہیں کیے جاتے تو جسم کا توازن بگڑ جائے گا جسم میں طرح طرح کی خامیاں و خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جنھیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں جن میں سے ایک اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا ناپید ہو جانا ہے۔

آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے جب آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے صرف اور صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن عناصر سے خلق کیا گیا اور آپ کی کیا کیا ضروریات ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے اور پھر جسم کو کب کب کیا کیا چاہیے یہ سب کا سب علم اللہ یعنی فطرت کو ہی ہے جو کہ آپ کا خالق ہے

اب جب تک آپ فطرت پر قائم رہیں گے تو آپ میں کسی بھی قسم کی کوئی خامی یا خرابی پیدا نہیں ہوگی یعنی آپ کسی بھی بیماری کا شکار نہیں ہوں گے لیکن اگر آپ فطرت سے ہٹ جاتے ہیں تو پھر ظاہر ہے آپ کے جسم میں بھی بگاڑ پیدا ہو جائے گا کیونکہ فطرت کے علاوہ کسی کو بھی نہیں علم کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں۔ اب جب آپ فطرت سے ہٹ جائیں گے غیر فطرتی اشیاء کو اپنا رزق بنائیں گے تو پھر ظاہر ہے ان غیر متوازن عناصر سے آپ کے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا اب آپ کو نہیں علم کہ جسم میں کہاں اور کون سا بگاڑ پیدا ہوگا کیونکہ آپ کو نہیں علم کہ آپ کا جسم سو فیصد کن کن عناصر سے خلق کیا گیا جو اس کی ضرورت ہیں۔ یوں جو جو عناصر جسم کو نہیں ملیں گے یا ان میں کمی یا زیادتی ہوگی یا پھر ان کے معیار اور مقدار میں فرق آئے گا تو اس حساب سے جسم میں خرابیاں ہوں گی جسم کا وہ حصہ متاثر ہوگا۔ جن عناصر سے بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت خلق ہوتی ہے اگر وہ عناصر جسم کو مہیا نہیں ہوں گے تو پھر ظاہر ہے ایسا جسم بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے گا یا پھر اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت متوازن نہیں رہے گی اس میں بگاڑ ہو جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یا تو لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوں گی یا پھر لڑکے یا پھر ایسے بچے پیدا ہوں گے جو نہ ہی عورت اور نہ ہی مرد ہوں گے جس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہوگا اصل قصور وار اور اس کے ذمہ دار اسے جنم دینے والے اور رزق کو بدلنے والے ہوں گے یعنی جو لوگ بھی فساد کر رہے ہیں جو فطرت کو بدل رہے ہیں فطرت میں مداخلت کر رہے ہیں وہ لوگ اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

اب اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں یا پھر توازن بگڑ چکا ہے اور اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو یعنی اس کی اصلاح ہو جائے وہ یا اس کی بیوی بچہ پیدا کرنے کے قابل ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے وہ اس بات کو جانے کہ آخر کیا وجہ ہے جس وجہ سے اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے جب وہ اسے جان لے گا تو اس پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اس کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے اور فطرت ہی ہے جو اس کی اصلاح کر سکتی ہے یعنی اس میں اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے گئے بگاڑ کو دور کر کے اسے ٹھیک کر سکتی ہے جس کے لیے اسے اللہ یعنی فطرت سے رجوع کرنا ہوگا یعنی ہر طرف سے کٹ کر فطرت پر قائم ہونا ہوگا صلی کرنی ہوگی یعنی ہر شیئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا ہوگا وہ مقام جو اللہ یعنی فطرت نے طے کر دیا جب وہ صلی کرے گا یعنی ہر شیئے کو اس کے اصل مقام پر رکھے گا تو اس کی اصلاح ہو جائے گی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت تو کیا کسی بھی قسم کی بیماری ہوگی تو وہ دور ہو جائے گی لیکن اگر وہ بغیر سوچے سمجھے کسی انسان سے رجوع کرتا ہے کہ وہ اس کا علاج کر دے گا اسے ٹھیک کر دے گا تو پھر جان لیں جس کی وجہ سے آپ بیمار ہوئے آپ میں خرابی ہوئی کیا وہ آپ کو ٹھیک کر سکتا ہے؟ آپ اسے ڈاکٹر کا نام دیں یا جو کچھ بھی نام دیں وہ آپ کو ٹھیک کرنا تو دور کی بات الٹا مزید خراب کر دے گا کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں جو بشر کی خلق کے بارے مکمل علم رکھتا ہے اس لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اگر آپ موجودہ نظام سے متاثر ہیں ان ڈاکٹروں، ہسپتالوں اور ادویات سے متاثر ہیں تو جان لیں ان کے بارے میں جو کہا جاتا ہے جو دکھایا جاتا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت چھپی ہوئی ہے جس کا اکثریت کو علم ہی نہیں اور جن کو علم ہے وہ جان بوجھ کر چھپا دیتے ہیں الٹا سامنے لانے والوں کے دشمن بن جاتے ہیں ان پر زمین تنگ کر دیتے ہیں اس لیے اگر آپ ان ہسپتالوں، ڈاکٹروں اور ادویات کا ظاہری پہلو دیکھ کر علاج کے نام پر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو آپ کو الٹا مزید شدید ترین خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر جب تک آپ پر حقیقت منکشف ہوگی تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی اس لیے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ واقعتاً شفایاب ہو جائیں تو پھر اس کی طرف رخ کریں جو آپ کا خالق ہے یعنی فطرت۔

اب آئیں اس طرف کہ جو حاملہ عورتوں کا حمل ضائع ہو جاتا ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟ تو اس کا جواب بھی ویسے تو بالکل واضح ہے یعنی کہ اس کی وجہ آپ کا رزق ہے اس کے باوجود آپ پر مزید کھول کر واضح کرتے ہیں۔ حمل ضائع ہونے کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ جسم میں تیزابیت کی مقدار کا بڑھ جانا ہے جب جسم میں تیزابیت کی مقدار بڑھ جاتی ہے جو تیزابیت جسم کو نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہے جس میں نازک اعضاء اور حصوں کو لوہے کے زنگ کی طرح کھانا شروع کر دیتی ہے۔ آج کے دور میں مختلف مشروبات کی صورت میں جسم میں تیزاب ڈالے جاتے ہیں جو حاملہ عورتوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہیں مثال کے طور پر کوکا کولا، پیپسی سمیت جتنے بھی مشروبات ہیں جب ان کا استعمال کیا جائے گا تو یہ تمام کے تمام مشروبات تیزابیت سے بھرپور ہوتے ہیں جب ان کی صورت میں تیزاب جسم میں داخل ہوتا ہے تو ایک تو ان سے گردوں میں پتھری بنتی ہے اور دوسرا اگر عورت حاملہ ہیں تو جہاں جہاں رحم جس میں بچہ بنتا ہے ماں

کے وجود کے ساتھ جڑا ہوتا ہے وہ مقامات یا تو خراب ہو جاتے ہیں اور بچے کی نشونما کے لیے جو عناصر اسے درکار ہوتے ہیں وہ منتقل ہونا بند ہو جاتے ہیں جس سے پیدا ہونے والا بچہ مفلوج ہوتا ہے عیب زدہ ہوتا ہے اس کے کچھ حصے نشونما پاتے ہیں اور کچھ نہیں یا پھر یہ تیزاب رحم مادر کو ماں کے وجود سے کاٹ کر الگ کر دیتے ہیں جس سے حمل ضائع ہو جاتا ہے۔ یوں یہ بات جان لیں کہ حاملہ عورتوں کے بچے ضائع ہونے کی سب سے بڑی وجہ تیزابیت سے بھرے مشروبات ہیں وہ تمام کے تمام مشروبات جو غیر فطرتی ہیں انسانوں کے بنائے ہوئے۔ اب اگر آپ اللہ یعنی فطرت سے اپنا رخ پھیر لیتے ہیں اپنے عمل سے دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ غنی ہیں یعنی آپ کو اس حوالے سے اللہ کی کوئی حاجت نہیں آپ اللہ کے محتاج نہیں ہیں آپ خود کفیل ہیں تو پھر ظاہر ہے اس کے بھیانک نتائج کا تو آپ کو سامنا کرنا ہی پڑے گا یوں کوئی بھی بیماری ہو یا نقصان ہو اس کے ذمہ دار آپ خود ہیں۔ جب آپ کو علم ہی نہیں کہ آپ کو کن کن عناصر سے اور کیسے خلق کیا گیا اور کون کون سے عناصر آپکی ضرورت ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے ان کی ترتیب کیا ہے تو پھر آپ کو ہر صورت ہلاکت کا ہی سامنا کرنا پڑے گا نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔

اب آئیں اس طرف کہ ایک تو بڑی تعداد میں آپریشن سے بچوں کا جنم ہو رہا ہے یعنی پیٹ کو کاٹ کر نکالا جاتا ہے اور دوسرا وقت سے پہلے بچوں کی پیدائش جس کے لیے زیادہ تر آپریشن کیا جاتا ہے اور اس دوران زیادہ تر عورتوں کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

پہلے بات کرتے ہیں وقت سے پہلے بچوں کی پیدائش کے حوالے سے جس کے لیے زیادہ تر آپریشن کیا جاتا ہے اور آپریشن کے دوران یا بعد عورت کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ اللہ کو اپنا ربّ بناتے ہیں یعنی فطرت پر قائم رہتے ہیں ہر لحاظ سے فطرت پر ہی انحصار کرتے ہیں تو پھر ایسا ممکن ہی نہیں کہ وقت سے ایک دن بھی پہلے بچے کی پیدائش ہو اس لیے وقت سے پہلے بچے کی پیدائش کی وجہ ہے اللہ کو اپنا ربّ نہ بنانا اللہ کے ربّ ہونے کا عملاً کفر کرنا یعنی فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے فطرت سے اپنی ضروریات حاصل کرنے کی بجائے غیر فطرتی، انسان کی خلق کردہ یا فطرت میں مداخلت کر کے حاصل شدہ رزق کو استعمال کرنا۔ جب آپ غیر فطرتی رزق کا استعمال کریں گے یعنی غیر اللہ کو اپنا رزق بنائیں گے تو پھر ظاہر ہے آپ کا خالق غیر اللہ تو نہیں ہے کہ اسے یہ علم ہو کہ آپ کو کیسے خلق کیا اور آپ کی ضروریات کیا ہیں جس وجہ سے آپ کو ہر صورت خسارے کا ہی سامنا کرنا پڑے گا نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا اور آج کے دور میں اس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ ہے چکن کا استعمال یعنی غیر فطرتی مرغی کے چوزوں کا بطور رزق استعمال۔ جن کی نہ صرف بنیاد ہی غیر فطرتی ہے کہ مصنوعی طریقے سے مرغیوں کو انڈے دینے پر مجبور کیا جاتا ہے بلکہ ان انڈوں سے مصنوعی طریقوں سے چوزے نکال کر انہیں غیر فطرتی خوراک کھلا کر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ بڑا کیا جاتا ہے اور پھر ظاہر ہے جب آپ اس خبیث کو اپنا رزق بنائیں گے تو آپ بھی وہی بنیں گے یوں آج وقت سے پہلے بچوں کی پیدائش اور اس کے علاوہ وقت سے پہلے بچوں کا بلوغت کو پہنچنا اس میں چکن کا بنیادی کردار ہے اور اس کے علاوہ وہ تمام کا تمام رزق جو کھادوں، مختلف زہریلے عناصر اور غیر فطرتی بیجوں سے اگایا جا رہا ہے یا پھر جانوروں سے زیادہ دودھ کے لالچ میں جو انہیں گروتھ ہارمونز دیئے جا رہے ہیں یہ سب بنیادی اور بڑی وجوہات ہیں۔ اب اگر آپ اس ہلاکت سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف پلٹیں یعنی واپس فطرت کی طرف آجائیں فطرت یعنی اللہ جو کہ آپ کا ربّ ہے اس پر قائم ہو جائیں۔

اور جو وقت سے پہلے بچے کی پیدائش سے زیادہ تر عورتوں کی موت ہو جاتی ہے یعنی اگر وقت سے پہلے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں جن میں ایک صورت میں عورت کی موت کے بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں اور وہ ہے آپریشن کے ذریعے وقت سے قبل بچے کی پیدائش اور اس کی وجہ کیا ہے اب اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

اسے ایک مثال سے آپ پر واضح کرتے ہیں مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی پھل دار درخت ہو اگر آپ کچا پھل توڑیں تو جہاں سے پھل ٹہنی کیساتھ جڑا ہوتا ہے وہاں سے درخت کا رس نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور اگر پھل پک کر تیار ہو جائے اور خود بخود اتر جائے تو وہاں سے کسی بھی قسم کا کوئی رس نہیں نکلتا بلکہ ٹہنی کا سرا بالکل ایسے ہو چکا ہوتا ہے جیسے کہ وہ آگے سے بند ہے۔ بالکل ایسے ہی ماں کے پیٹ میں رحم جس میں بچہ بنتا ہے وہ ماں کے جسم کیساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے اگر بچہ نو ماہ سے پہلے نکالا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جہاں رحم ماں کے جسم سے جڑا ہوتا ہے وہ جگہیں بالکل ننگی ہو جاتی ہیں یعنی وہ زخم بن جاتے ہیں ان

پائپ لائنوں کے سر کھلے ہوئے رہ جاتے ہیں جن سے خون کا اخراج ہونا شروع ہو جاتا ہے یوں اندر ہی اندر خون کا اخراج ہوتا ہے جب حد سے زیادہ خون کا اخراج ہو جاتا ہے تو عورت کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر اس کے بالکل برعکس بچہ نو ماہ مکمل کر کے باہر آتا ہے تو وہ جگہیں پکے ہوئے پھل کی ٹہنی کی مانند مندمل ہو چکی ہوتی ہیں یعنی وہ اپنا کام مکمل کر کے بند ہو چکی ہوتی ہیں جس سے بالکل ایسے ہی بچہ اور رحم الگ ہوتا ہے جیسے کہ پکا ہوا پھل ٹہنی سے الگ ہوتا ہے۔

انڈیا اور پاکستان سمیت بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں ایک تو پیسے کے لالچ میں جان بوجھ کر آپریشن کیا جاتا ہے اور دوسرا جن کو ڈاکٹر کہا جاتا ہے انہیں کسی بات کا علم نہیں وہ لوگ صرف اور صرف جان بوجھ کر پیسے کے لالچ میں پیٹ کو کاٹ کر بچہ اور تھیلی نکال کر واپس پیٹ کو سی دیتے ہیں اب اگر وقت سے پہلے آپریشن کے ذریعے بچہ نکالا جاتا ہے تو ڈاکٹروں کے نام پر ان فریب کاروں کا کام ہے مال و دولت کے لالچ میں پیٹ کو کاٹنا بچہ اور جس تھیلی میں یعنی رحم میں بچہ تھا اسے کھینچ کر نکال دینا اور پیٹ کو واپس سی دینا اب انہیں نہیں علم کہ انہوں نے جو رحم نکالا ہے یعنی جو تھیلی نکالی ہے جس میں بچہ تھا وہ ماں کے جسم کے ساتھ جڑی ہوئی تھی ان کے کھینچنے سے وہ جسم سے ٹوٹ کر الگ ہوئی ہے اور جہاں سے ٹوٹ کر الگ ہوئی ہے وہاں زخم بن چکے ہیں اگر ان زخموں کو نظر انداز کیا گیا تو پیٹ میں اندر ہی وہاں سے خون بہتا رہے گا اور عورت کی موت واقع ہو جائے گی یوں یہ مکار لالچی اور کمینے محض تھوڑے سے دنیاوی مال و متاع کے لیے آپ کی جانوں سے کھیل رہے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ زچگی کے دوران موت واقع ہو گئی اس کا ذمہ دار اللہ ہے اور لاش اٹھا کر اللہ پر بہتان عظیم باندھتے ہوئے ڈاکٹر نامی اصل مجرم کو مزید جرائم کرنے کے لیے آزاد چھوڑتے ہوئے مزید اپنی بہن بیٹی کو ان کے ہاتھوں مروانے اور ان کے بچوں کو یتیم کروانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور کام کیا جاتا ہے جس سے ماں کیساتھ ساتھ بچوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں اور اس کی وجہ ہے کہ جب عورت کو زچگی کے لیے ہسپتال لیکر جایا جاتا ہے تو ڈاکٹر مصنوعی طریقے سے درد دلانے کے لیے انجیکشن یا ادویات دیتے ہیں تاکہ درد شروع ہو اور بچے کی پیدائش ہو جائے۔ یہ کس قدر نقصان دہ اور تباہ کن ہے اس کا آپ کو علم ہی نہیں۔ سب سے پہلے اس بات کو جان لیں کہ انجیکشن یا ادویات سے مصنوعی درد کیسے خلق ہوتی ہے جس کے لیے زچگی کی درد کیا ہے اسے سمجھنا پڑے گا۔

ماں کے پیٹ میں رحم میں بچہ بنتا ہے اور رحم ماں کے جسم کے ساتھ منسلک ہوتا ہے جہاں سے رحم ماں کے جسم کیساتھ منسلک ہوتا ہے وہیں سے ماں کا جسم وہ عناصر رحم کو منتقل کرتا ہے جن عناصر سے بچہ بنتا ہے اسے آپ درخت پر وجود میں آنے والے پھل کی مثال سے باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ پھل درخت کی شاخ کیساتھ منسلک ہوتا ہے بالکل ایسے ہی رحم ماں کے جسم کیساتھ منسلک ہوتا ہے اور جیسے درخت سے اس شاخ کے ذریعے عناصر پھل میں آتے ہیں اور اس کی نشوونما ہوتی ہے بالکل ایسے ہی ماں کا جسم وہیں سے وہ عناصر رحم میں منتقل کرتا ہے جن سے رحم میں بچہ بنتا اور پروان چڑھتا ہے اور پھر جب پھل پک کر تیار ہو جاتا ہے تو جہاں سے پھل ٹہنی کیساتھ منسلک ہوتا ہے وہاں ٹہنی کی شریانیں مندمل ہو جاتی ہیں یعنی درخت پھل کو عناصر فراہم کرنا بند کر دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ درخت کہہ رہا ہوتا ہے کہ یہ پھل اب میرے وجود کا حصہ نہیں اب یہ الگ سے وجود ہے یوں درخت اپنے عمل سے پھل کو خود سے الگ کرتا ہے اور ٹہنی کی شریانیں بند ہو جاتی ہیں یوں کچھ دیر بعد پھل شاخ سے الگ ہو جاتا ہے بالکل ایسے ہی جب تک ماں کا جسم رحم کو عناصر فراہم کرتا رہتا ہے تو ماں اور اس کے رحم میں موجود بچہ ایک ہی وجود ہوتے ہیں بچے کا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوتا لیکن جب بچہ مکمل ہو جاتا ہے تو جسم رحم کو ان عناصر کی فراہمی بند کر دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب ماں کا جسم بچے کی بطور ایک دوسرا وجود شناخت کر چکا ہے اسے علم ہو چکا ہے کہ اس میں موجود بچہ ایک الگ دوسرا وجود ہے اور وہ اسے خود سے الگ کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے جسے آپ زچگی کے درد کا نام دیتے ہیں۔

زچگی کے درد کی حقیقت یہ ہے کہ جب ماں کے جسم کا رحم کیساتھ تعلق توڑ دیا جائے تو ماں کا جسم بچے کو دوسرا وجود قرار دیتے ہوئے خود سے الگ کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے جس سے لاحق ہونے والی تکلیف کو زچگی کا درد کہا جاتا ہے اب یہ اگر خود سے ہو تو یہ بالکل ایسے ہی ہوگا جیسے کہ جب پھل پک کر تیار ہو جاتا ہے تو جہاں سے پھل شاخ کیساتھ جڑا ہوتا ہے وہاں سے شاخ کی شریانیں بند ہو کر مندمل ہو چکی ہوتی ہیں اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اب مصنوعی طریقے سے درد دلانا کیا ہے آپ کو انتہائی آسانی کیساتھ سمجھ آ جائے گی۔ ماں کو انجیکشن دیا جاتا ہے یا دوائی کھلائی جاتی ہے جو کہ منشیات ہوتی ہیں

اس دوائی کے نام پر زہر کا کام یہ ہوتا ہے کہ جہاں سے رحم ماں کے جسم کے ساتھ منسلک ہوتا ہے وہاں کی شریانیوں میں سوزش پیدا کر کے انہیں بند کر دے تا کہ ماں کے جسم سے رحم میں منتقل ہونے والے عناصر کی منتقلی کا سلسلہ بند ہو جائے یوں جب ان شریانوں میں سوزش پیدا ہوتی ہے تو اس وجہ سے ماں کا جسم رحم میں وہ عناصر منتقل نہیں کر پاتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ماں کا جسم کچھ دیر رحم کو عناصر منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن بالآخر مسلسل ناکامی کے سبب منتقل کرنا بند کر دیتا ہے جس سے ماں کے جسم کو ادراک ہو جاتا ہے کہ اس میں موجود رحم میں بچہ الگ وجود ہے اور وہ اسے الگ وجود تسلیم کر کے خود سے الگ کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے جسے آپ زچگی کے درد کا نام دیتے ہیں۔

اب آئیں اس کے انتہائی تباہ کن نقصان کی طرف۔ یہ دوائی جو کہ زہر ہوتا ہے یہ جب ماں کے جسم میں ڈالا جاتا ہے تو یہ صرف اس مخصوص حصے میں نہیں جاتا بلکہ ایک تو ماں کے پورے جسم میں جاتا ہے اور اپنے اثرات دکھاتا ہے اور دوسرا وہ رحم اور رحم میں موجود پانی کے ذریعے بچے کے جسم میں بھی داخل ہو جاتا ہے اب بچہ جو کہ انتہائی نازک ہوتا ہے اس کے جسم میں جو نازک ترین اعضاء ہیں انہیں متاثر کرتا ہے بالخصوص بچے کی سانس کی نالی اور پھیپھڑوں میں سوزش پیدا کرتا ہے جس وجہ سے پیدائش کے بعد بچے کو سانس لینے پر دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ زیادہ تر بچوں کی اموات واقع ہو جاتی ہے اور ڈاکٹر کے نام پر آپ کے دشمن اپنی چرب زبانی اور مکاری کا استعمال کرتے ہوئے آپ کو کئی طرح کی کہانیاں سنا کر اپنے دجل کا شکار کر لیتے ہیں اور آپ اس بچے کی موت کا اللہ کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے خود کو اور جو جو بھی بچے کی موت کا سبب بنے بری الزمہ قرار دیتے ہیں۔

ذرا خود غور کریں کہ اگر اس میں اللہ کی رضا ہوتی تو وہ بچے کو وجود میں ہی کیوں لایا؟ یعنی اگر اس نے اسے پیدائش کے فوراً بعد یا چھوٹی عمر میں ہی موت دینی تھی تو اسے وجود میں ہی کیوں لایا؟ ایک طرف آپ زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے ہے ہی الحمد اور دوسری طرف آپ اپنے عمل سے اللہ پر بہتان عظیم باندھتے ہیں۔

اب آئیں اس طرف کہ جو بچے پیدا ہوتے ہیں تو ان کو آئے روز ڈاکٹروں کے پاس کیوں لیکر جانا پڑتا ہے یعنی آئے روز بچے کو کسی نہ کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا جس وجہ سے ڈاکٹروں کے پاس لیکر دوڑے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بڑی تعداد میں بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس کے لیے سب سے پہلے تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ آپ کا ربّ کون ہے؟ یعنی وہ کون سی ذات ہے جو آپ کو وجود میں لائی اور نہ صرف وجود میں لائی آپ کو خلق کیا بلکہ جب اس نے خلق کیا تو پھر صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اور اگر آپ کوئی بھی کوتاہی کرتے ہیں تو نہ صرف اس کوتاہی کی وجہ سے آپ کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے عمل کی وجہ سے آپ کے جسم میں توازن بگڑے گا یا ایسے غیر متوازن جسم سے غیر متوازن بچہ ہی جنم لے گا بلکہ اس کا علاج کیا ہے اس کی اصلاح کیسے کی جائے گی اس کا علم بھی صرف اور صرف آپ کے ربّ کو ہی ہے۔

اب اگر آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو جان لیں کہ بچے کی پیدائش پر کیا کرنا لازم ہے اور اگر آپ ویسا نہیں کرتے یا اس کے بالکل برعکس کرتے ہیں تو پھر آپ کو نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا بچے کو بیماریوں اور یہاں تک کہ موت کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جس کے ذمہ دار آپ ہوں گے جن کا بچہ محتاج تھا۔

جب بھی بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو جان لیں بچہ ماں کے پیٹ میں خلق یعنی مینوفیکچر ہوا ہے تو جب بھی کوئی شئے خلق کی جاتی ہے یعنی مینوفیکچر کی جاتی ہے تو آپ جانتے ہیں اس میں اس کی خلق کے دوران کچھ فضلہ رہ جاتا ہے، مثال کے طور پر آپ ایک مشین کی ہی مثال لے لیں کہ جب کوئی بھی مشین نئی بنتی ہے تو اس میں چھوٹے چھوٹے ذرات جو کہ فضلہ ہوتا ہے کی صورت میں موجود ہوتے ہیں جن سے مشین کو پاک کرنے کے لیے پہلے مشین کو ویسے ہی کچھ دیر چلایا جاتا ہے تا کہ مشین میں موجود سارا فضلہ جل جائے اور مشین کے تمام حصے تمام پرزے بحال ہو جائیں بالکل ایسے ہی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی چونکہ ابھی خلق ہوئی ہے وہ بالکل نیا ہے تو اس کے جسم میں ایسا فضلہ موجود ہوتا ہے مثال کے طور پر جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں رحم میں ہوتا ہے تو رحم میں مختلف عناصر والا پانی موجود ہوتا ہے وہ پانی بچے کے انگ انگ میں موجود ہوتا ہے اب اگر بچے کی پیدائش کے فوری بعد سب سے پہلے بچے کے جسم کو ان عناصر سے پاک نہیں کیا جاتا بچے کے جسم کی مکمل طور پر صفائی نہیں کی جاتی تو اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ عناصر جسم میں نقصان پہنچاتے ہیں جس سے آئے روز کبھی بچے کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے، کبھی موشن لگ جاتے ہیں، کبھی پیٹ میں درد، کبھی بخار اور ایسے ہی بچے کو تکالیف کا سامنا رہتا ہے جس سے پریشان ہو کر آپ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتے

ہیں اور انسان جس کو اس بارے میں بالکل نہیں علم وہ ایک نومولود کو بڑے شخص کی طرح ٹریٹ کرتا ہے وہ آپ کو بچے کو کھلانے کے لیے ادویات لکھ دیتا ہے۔ اب بچہ جو کہ پہلے ہی جسم سے غیر ضروری عناصر کا اخراج نہ ہونے کی وجہ سے تکالیف میں ہے آپ الٹا دوائی کے نام پر بچے کے جسم میں زہریلے عناصر ڈال دیتے ہیں جو کہ بچے کے جسم کو اندر سے انتہائی تباہ کن سطح پر نقصان پہنچاتے ہیں جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک تو پہلے ہی آپ کی غلطی اور لاپرواہی کی وجہ سے بچے کو ان تکالیف کا سامنا ہے اوپر سے آپ اس کیساتھ مزید ظلم عظیم کرتے ہیں ادویات کے نام پر زہر سے بچے کے جسم کو مزید اندر سے مفلوج کر دیتے ہیں یوں بچے کے جسم میں مزید بگاڑ ہوتا چلا جاتا ہے اور آپ ڈاکٹروں کے پاس بھاگے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت سے بچوں کی موت واقع ہو جاتی ہے اور جو بچ جاتے ہیں وہ طرح طرح کی بیماریوں کا گڑھ بن جاتے ہیں۔

اس لیے جان لیں کہ جیسے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے لازم ہے کہ بچے کے جسم سے تمام کے تمام فاسد مادوں وعناصر کا اخراج کیا جائے جس کے لیے اس کے جسم کو ایسے عناصر کی ضرورت ہے جو اس کے جسم کو ان فاسد مادوں وعناصر سے پاک کر سکیں اور دوسرا بچے کو رونے کی بھی ضرورت ہوتی ہے بچے کا پیدائش کے بعد پہلے دو سے تین دن تک بھوک سے رونا بھی لازم ہے اس رونے سے بچے کے جسم کا انگ انگ بحال ہوتا ہے اور اس میں غیر ضروری اور نقصان دہ عناصر سے پاک ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے عناصر ہیں یعنی وہ کون سی دوائی ہے جس سے بچے کے جسم کو پیدائش کے فوری بعد پاک کیا جانا لازم ہے تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جو اس کا خالق ہے اسے علم ہے کہ وہ کون سے عناصر ہیں اور اسے کب اور کیسے فراہم کرنے ہیں جس کے لیے اس نے انتظام کر دیا۔

جب بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو پہلے دو سے تین دن یا اس سے کم یا زیادہ ماں کے دودھ کی بجائے محض چند پانی کے قطرے نما مادہ آتا ہے جس سے بچے کا پیٹ نہیں بھرتا تو بچہ روتا ہے اور یہ سلسلہ تب تک چلتا ہے جب تک کہ ماں کا دودھ آنا شروع نہیں ہو جاتا۔ اب ہوتا یوں ہے کہ لوگ دیکھتے ہیں بچہ بھوک سے رو رہا ہے اور ماں کا دودھ نہیں آ رہا تو وہ بچے کو مصنوعی دودھ وغیرہ پلا دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بچے کیساتھ وہ ظلم کرتے ہیں جس سے بڑا ظلم اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ بچے کی پیدائش کے فوری بعد ماں کے دودھ کی بجائے پانی نما مواد کے چند قطروں کا آنا ہی یہ وہ دوائی ہے جس سے بچے کے جسم کی مکمل صفائی ہونی ہے ورنہ وہ بیماریوں کا گڑھ بن جائے گا۔ اس پانی نما مواد میں ایک تو بچے کے جسم کو جو عناصر چاہئیں وہ موجود ہوتے ہیں جن سے بچے کا جسم بننا ہے اور دوسرا اس میں ایسے عناصر موجود ہوتے ہیں جن سے بچے کے جسم کے ایک ایک خلیے کی صفائی ہونی ہے یوں جیسے ہی بچے کا جسم صاف ہو جاتا ہے تو ماں کا دودھ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ راز ہے جس کا آج دنیا میں کسی ڈاکٹر کو بھی نہیں علم جس وجہ سے پوری دنیا میں بچوں کو پیدائش کے فوری بعد رونے کی وجہ سے مصنوعی عناصر یا دودھ پلا دیا جاتا ہے اور جان لیں اس وقت بچے کی ماں سے جو بچے کو حاصل ہونا ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہو گا وہ سب کا سب مصنوعی ہی شمار ہو گا خواہ آپ وہ کسی فطرتی بکری کا ہی دودھ کیوں نہ لے آئیں۔ یوں جب بچے کا پیٹ نہیں بھرتا اور وہ روتا ہے تو دنیا بھر میں ایسا کیا جاتا ہے کہ بچے کو مصنوعی دودھ وغیرہ پلا دیا جاتا ہے اور اس کے بعد بچہ آئے روز بیمار رہنے لگتا ہے جس وجہ سے ڈاکٹروں کے نام پر دجل کا شکار ہو کر نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کسی بھی صورت جب بچہ پیدا ہو تو اسے ماں کے دودھ کے علاوہ کچھ بھی نہ دیا جائے یہاں تک کہ پہلے چار سے سات ماہ تک بچے کو صرف اور صرف ماں کا دودھ دیا جائے اس کے علاوہ کچھ بھی نہ دیا جائے اور دوسری بات کہ اس دوران اگر ماں کوئی دوائی کے نام پر زہر کھاتی ہے تو اس کا بھی براہ راست بچے پر اثر ہو گا اس لیے ماں کسی بھی صورت اپنی خوراک پر سمجھوتہ مت کرے یوں بچے کی پیدائش سے لیکر کبھی بھی اسے کسی بھی قسم کی بیماری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اگر موسم کے اتار چڑھاؤ یا کسی لاپرواہی کی وجہ سے بچے کو کوئی مسئلہ بنتا ہے یعنی پیٹ خراب ہو جاتا ہے یا بخار ہو جاتا ہے اس کے لیے بالکل بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں نہ ہی کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت۔ سب سے پہلے گھبرانے کی ضرورت نہیں اس کے بعد تھوڑی سی سونف اور اس سے کم بالکل تھوڑی سی اجوائن کو بالکل صاف پانی میں ڈال کر اوپر ڈھکن دیکر ہلکی آنچ پر کم سے کم دس سے پندرہ منٹ تک پکایا جائے اس کے بعد اسے چھان لیں جب بچے کے پینے کے قابل ہو جائے تب اس میں تھوڑا سا شہد ڈال کر بچے کو اس کی عمر کے حساب سے پلائیں وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا اور اس کے بعد کوشش کریں کہ موسمی حالات اور رزق کے حوالے سے بچے کا خیال رکھیں آپ کو کسی بھی ڈاکٹر نامی دجّال کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ بچے کی پیدائش کے بعد اسے طرح طرح کی ویکسینز پلواتے ہیں ٹیکے لگواتے ہیں اور سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ بچے پر احسان

کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بچے پر ظلم عظیم کر رہے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلی بات کہ جو لوگ آپ کو ان ویکسینز اور ٹیکوں کے لیے قائل کرتے ہیں انہیں خود بھی نہیں علم کہ وہ ویکسینز یا ٹیکے وغیرہ کن کن عناصر سے بنائے گئے ان کا فارمولہ کیا ہے اور جن جن عناصر سے وہ بنے ان میں صلاحیتیں کیا کیا ہیں اس فارمولے کے نقصانات کیا ہیں انہیں بالکل نہیں علم ان لوگوں کو صرف اور صرف برین واش کیا گیا اور وہ لوگ آپ کو بغیر علم کے خوف دلاتے ہیں ڈراتے ہیں کہ اگر بچے کو فلاں ویکسین، وٹامن یا ٹیکہ نہ لگائے تو اس کو یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا اور آپ ڈر اور خوف کا شکار ہو کر بچے پر ظلم عظیم کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کسی بھی قسم کی کسی بھی نام پر کوئی غیر فطرتی شئے بچے کے جسم میں ڈالتے ہیں تو جان لیں کہ آپ بچے پر ظلم عظیم کریں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کا بچہ آئے روز بیمار ہوگا یہاں تک کہ کثیر تعداد میں بچوں کی اموات ہو جاتی ہے۔ اور جو بچے بچ جاتے ہیں ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا دماغ اور جسم کے اندر سے بہت سے اعضاء ایسے ہوتے ہیں جو نشونما نہیں پاتے ان کی نشونما رک جاتی ہے ان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت صلب ہو جاتی ہے وہ ڈویلپ ہی نہیں ہوتی۔ آپ خود غور کریں اگر آپ اپنے بچے کو کوئی ویکسین لگواتے ہیں، کوئی وٹامن یا ٹیکا اس کے جسم میں داخل کرتے ہیں تو کیا آپ اپنے عمل سے یہ دعویٰ نہیں کر رہے کہ خالق جس نے خلق کیا وہ مکمل خلق ہی نہیں کر سکا؟ اس نے نامکمل خلق کر دیا جواب آپ اسے مکمل کر رہے ہیں؟ وہ ان عناصر کو بچے کے جسم میں ڈالنا بھول گیا تھا جواب آپ اس کے جسم میں ڈال رہے ہیں؟ یوں آپ اپنے عمل سے دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے فرط کر دیا یعنی اس نے نامکمل خلق کیا، اس نے عیب دار خلق کیا، وہ خلق کرتے وقت بچے کی ان ان ضروریات کو بھول گیا، اس سے غلطی ہو گئی وغیرہ۔

اب اگر آپ ایسا کرتے ہیں یعنی بچے کو صرف اور صرف ماں سے اخذ کی جانے والی خوراک کے علاوہ کچھ بھی دیتے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ اس کے خالق نہیں اس لیے آپ کو نہیں علم کہ اس کی کیا کیا ضروریات ہیں اسے کن کن عناصر کی ضرورت ہے ان کی مقدار اور معیار کیا ہے پھر کب کب کون کون سے چاہئیں اب جب آپ کو علم ہی نہیں کسی بھی انسان کو اس کا علم ہی نہیں اس کے باوجود اگر انسان مداخلت کرتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا بالکل واضح ہے۔ اور دوسری بات کہ بچے کا جسم انتہائی تیزی سے نشونما پا رہا ہوتا ہے اب اس دوران اگر آپ اسے ماں کے دودھ کے علاوہ کچھ بھی دیتے ہیں اس کے جسم میں ڈالتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچے کے جسم کے کچھ حصے انتہائی تیزی کیساتھ نشونما پائیں گے، کچھ انتہائی کم یا بالکل نہیں کیونکہ جن عناصر کی مقدار زیادہ ہوگی تو ان عناصر سے خلق ہونے والے حصے زیادہ اور تیزی سے نشونما پائیں گے اور جن عناصر کی کمی ہوگی ان سے وجود میں آنے والے اعضاء کی نشونما میں کمی آئے گی اور جو عناصر جسم کو ملیں گے ہی نہیں تو جسم میں وہ حصے مکمل طور پر نشونما سے محروم رہ جائیں گے یوں ایسا بچہ اگر بظاہر بالکل ٹھیک نظر آئے وہ اندر سے خامیوں و نقائص کا گڑھ بن جائے گا۔ اگر آپ خیر چاہتے ہیں کسی بھی صورت نقصان سے بچنا چاہتے ہیں تو اس طرح فطرت پر قائم ہو جائیں یعنی اس طرح ہر لحاظ سے فطرت پر انحصار کریں جو فطرت فراہم کر رہی ہے جس کی فطرت اجازت دے رہی ہے اسے استعمال کریں جیسے پیدائش کے بعد آپ اپنے والدین کے محتاج ہوتے ہیں اگر آپ اس طرح اللہ کو یعنی فطرت کو اپنا ربّ بناتے ہیں جو کہ پیدائش کے بعد آپ کی اپنی ذات شاہد ہے کہ آپ کا ربّ کون ہے اور کیسے اسے ربّ بنانا ہے اگر فطرت کو اسی طرح ربّ بناتے ہیں بالکل اسی طرح فطرت پر انحصار کرتے ہیں جیسے بچپن میں والدین کے محتاج تھے تو آپ کو دنیا کی کسی بھی قسم کی بیماری تو دور کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اگر کوئی بیماری کوئی پریشانی کوئی تکلیف پہلے سے آپ کو لاحق ہے تو وہ بھی دور ہو جائے گی۔

دوران حمل جب ڈاکٹروں سے رجوع کیا جاتا ہے تو ڈاکٹروں کا کہنا ہوتا ہے کہ آپ کے جسم میں فلاں فلاں وٹامن کی کمی ہے یا آئرن کی کمی ہے جس سے بچے کی نشونما پر فرق پڑے گا تو جان لیں اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو ایسی بات کرنے والا خود اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ وہ جاہل ہے اس کے پاس کوئی علم نہیں کیونکہ حمل کے دوران ماں کے پیٹ میں بچہ نشونما پا رہا ہوتا ہے اور اس دوران ماں کا جسم اس طرح نہیں رہتا یا ہوتا جیسا وہ حمل کے بغیر اوقات میں ہوتا ہے۔ حمل کے دوران ماں کے جسم میں معمول سے ہٹ کر تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جسم میں مختلف عناصر کی مقدار کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ ماں کے پیٹ میں بچے کی نشونما ہوتی ہے کیونکہ ماں کا جسم بچے کی وجہ سے ایسی تبدیلیاں کر رہا ہوتا ہے اب اگر ایسے میں آپ یہ سمجھیں کہ ماں کے جسم میں فلاں فلاں عناصر کی کمی ہے لہذا وہ عناصر مصنوعی طریقے سے جسم میں ڈالے جائیں تو نہ صرف اس سے ماں کے جسم کو غیر معمولی نقصان پہنچتا ہے بلکہ اس سے ماں کے پیٹ میں موجود بچے پر انتہائی گہرے اور منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں بچے کی نشونما متاثر ہوتی ہے اس کی خلق میں توازن بگڑ جاتا ہے اس لیے اگر آپ چاہتے ہیں کہ نہ صرف آپ کا

حمل کے دوران وقت آسانی سے اور بغیر کسی تکلیف کے گزرے اور عین وقت پر فطرتی طریقے سے ولادت اور بچہ ہر لحاظ سے مکمل ہو کسی بھی عیب کا شکار نہ ہو تو اس کے لیے ایک تو وہ رزق استعمال کریں جو اللہ کا رزق ہے یعنی جو رزق فطرت فراہم کر رہی ہے اور دوسرا دوران حمل آپ کو کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اس کے بارے میں سوچیں بھی نہیں اور تیسرا آپ بستر نہ پکڑیں بلکہ ولادت ہونے تک آپ کام کاج میں مشغول رہیں بالکل ایسے ہی جیسے آپ معمول کیمطابق کام کاج کرتے ہیں۔ اگر آپ حمل کے دوران کام کاج میں مشغول رہتے ہیں صرف اور صرف یہ احتیاط کرنی ہے کہ آپ کہیں ٹھوکر وغیرہ کھا کر گریں نہیں پیٹ پر کوئی شیٔ نہ ٹکرائے تو آپ کا بچہ عین وقت پر اور ہر لحاظ سے سلامت ہوگا۔ آج یہ بات عام کر دی گئی کہ حمل کے دوران اگر آپ کام کاج کریں تو بچہ ضائع ہونے کا خدشہ ہے تو جان لیں یہ نہ صرف انتہائی جاہلانہ بات ہے بلکہ الٹا حمل کے دوران فارغ رہنے سے بستر پکڑنے سے ماں اور بچے دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر ماں دوران حمل معمول کے مطابق کام کاج کرتی رہتی ہے تو نہ صرف اس کے جسم کا انگ انگ متحرک رہتا ہے بلکہ اس کا براہ راست بچے پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور زچگی میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

الصیام

خود کو مسلمان کہلوانے والے سال میں ایک مخصوص ماہ صبح سے لیکر شام تک بھوکے پیاسے رہتے ہیں پھر جیسے ہی شام ہوتی ہے تو خوب پیٹ بھر کر کھاتے اور پیتے ہیں اگر دیکھا جائے تو عام دنوں کے برعکس کئی گنا زیادہ کھاتے پیتے ہیں جسے یہ لوگ قرآن میں مذکور الصیام کا نام دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی الصیام ہیں جو دین الاسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہیں؟ یا پھر یہ الصیام نہیں بلکہ الصیام کے نام پر گمراہی ہے اور حقیقت اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے؟ تو اس سوال کا جواب بہت ہی آسان ہے سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ جو بھی کام یا عمل کیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ یعنی کس مقصد کے حصول کے لیے وہ کام یا عمل کیا جا رہا ہے اگر مقصد کھل کر واضح ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ آیا اس کام یا عمل سے وہ مقصد حاصل ہو رہا ہے وہ مقصد پورا ہو رہا ہے جس مقصد کے حصول کے لیے وہ کام یا عمل کیا جا رہا ہے؟ اگر تو مقصد حاصل ہو رہا ہے تو پھر بلا شک وشبہ کام یا عمل بالکل ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی مقصد حاصل نہیں ہو رہا تو پھر وہ کام یا عمل ٹھیک نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں۔

تو جو کچھ بھی الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے سب سے پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ آیا الصیام کرنے کا مقصد کیا ہے اور پھر کیا وہ مقصد حاصل ہو رہا ہے؟ اگر تو وہ مقصد حاصل ہو رہا ہے تو پھر بلا شک وشبہ جو کچھ بھی آج الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے وہ الصیام ہی ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ الصیام نہیں بلکہ الصیام کے نام پر عظیم گمراہی ہے جو الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر الصیام کرنے کا مقصد کیا ہے تو اس سے پہلے کہ اس سوال کا جواب کھول کر واضح کریں پہلے قرآن سے ہی آپ پر واضح کر دیتے ہیں کہ الصیام کا مقصد کیا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ . البقرة ۱۸۳

اس آیت میں دوٹوک واضح کر دیا گیا کہ تقویٰ الصیام پر رکھ دیا گیا یعنی الصیام کرنے کا مقصد ہے تقویٰ کا حصول اور تقویٰ کا حصول اس لیے لازم ہے کیونکہ جب تک آپ میں تقویٰ نہیں آئے گا تب تک الکتاب میں آپ کے لیے راہنمائی ہے ہی نہیں تب تک اللہ آپ کو نہ ہی قبول کرے گا اور نہ ہی آپ کی راہنمائی کی جائے گی اور تقویٰ رکھ دیا الصیام پر یعنی اگر الصیام کیے جاتے ہیں تو تقویٰ حاصل ہو جائے گا آپ متقی بن جائیں گے۔

اب آپ خود غور کریں کہ جو کچھ بھی الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے کیا اس سے تقویٰ حاصل ہو رہا ہے؟ اگر تو تقویٰ حاصل ہو رہا ہے تو پھر بلا شک وشبہ جو الصیام

کے نام پر کیا جارہا ہے یہی الصیام ہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر جو کچھ بھی الصیام کے نام پر کیا جارہا ہے وہ الصیام نہیں بلکہ عظیم گمراہی ہے جو الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اب حقیقت تو یہ ہے کہ جو کچھ بھی آج الصیام کے نام پر کیا جارہا ہے اس سے تقویٰ حاصل ہونا تو بعد کی بات ہے کسی کو یہ تک نہیں علم کہ تقویٰ ہے کیا جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوجاتی ہے کہ جو کچھ بھی آج خود کو مسلمان کہلوانے والے یا کوئی بھی الصیام کے نام پر کررہے ہیں اگر اس سے تقویٰ حاصل نہیں ہورہا تو وہ الصیام نہیں ہیں بلکہ عظیم گمراہی ہے جس کا آج ہر کوئی شکار ہے اور الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غافل ہوچکے ہوئے ہیں کسی کو بھی نہیں علم کے الصیام کیا ہیں۔ یوں اس بنیاد پر آپ پر بالکل کھول کر واضح کردیا گیا کہ آج جو کچھ بھی الصیام کے نام پر ہورہا ہے وہ الصیام نہیں بلکہ الصیام کے نام پر عظیم گمراہی ہے جس کا الصیام کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ الٹا الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

جو کچھ بھی آج الصیام کے نام پر کیا جارہا ہے نہ تو وہ الصیام ہیں اور نہ ہی جسے یہ لوگ شھر رمضان قرار دیتے ہیں وہ شھر رمضان ہے یہاں تک کہ کسی ایک کو بھی نہیں علم کہ الصیام کیا ہیں اور شھر رمضان کیا ہے۔ پھر اس کے علاوہ جو آج تک دعویٰ کیا جارہا کہ رمضان کے مہینے میں قرآن اتارا گیا اور پھر کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو قرآن سامنے موجود ہے یہ قرآن رمضان کے مہینے میں اتارا گیا اس میں بھی کسی بھی قسم کی کوئی صداقت نہیں بلکہ یہ بھی عظیم گمراہی ہے اور حق کیا ہے کسی ایک کو بھی نہیں علم ہر کوئی گمراہیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

اب آئیں حق کی طرف کہ حق کیا ہے یعنی الصیام کیا ہیں، تقویٰ کیا ہے، کس طرح الصیام سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے، القرآن کیا ہے اور شھر رمضان میں القرآن کا اترنا کیا ہے اور پھر جو ہر سال ایک مخصوص مہینہ جسے رمضان کا نام دیا جاتا ہے اور اس میں الصیام کے نام پر جو کیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے اگر یہ حق نہیں تو پھر یہ جو نسل در نسل ہر سال ایک مخصوص ماہ رمضان کے نام پر کیا جارہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے یہ کہاں سے اخذ کیا گیا۔

سب سے پہلے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ تقویٰ کیا ہے اور اس کی اہمیت وحیثیت کیا ہے اس کے بعد باقی سوالات کو کھول کر واضح کرتے ہیں۔

ذرا غور کریں آپ کو خلق کیا گیا تو آخر آپ کو ایسا خلق کیوں کیا گیا کہ آپ کو سننے دیکھنے اور جو سنائی اور دکھائی دیتا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت والا خلق کیا؟ آپ کو کان دیئے تو کیوں؟ آپ کو آنکھیں دیں تو کیوں؟ آپ کو سمجھنے کی صلاحیت دی تو کیوں؟ آپ کے قلوب کو افندۃ کیا تو کیوں؟ یعنی آپ کے قلوب میں وہ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھی جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا جس وجہ سے دماغ اسے سمجھ نہیں سکتا تو آخر کیوں؟ کسی بھی شیئے کا مقصد تخلیق کیا ہے کسی بھی شیئے کو کیوں وجود میں لایا گیا اس کا مقصد کیا ہے اسے جاننے کا سب سے آسان اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیا جائے اگر اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیا جائے تو صلاحیتیں خود بخود ہی اس کے مقصد تخلیق کو کھول کر واضح کردیتی ہیں بالکل اسی طرح آپ کو کان دیئے تو کانوں سے سننے کی صلاحیت ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوجاتی ہے کہ آپ کو کان دیئے تو اسی لیے تاکہ آپ سن سکیں، ایسے ہی آپ کو آنکھیں دیں تو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوجاتی ہے کہ آپ کو دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تاکہ آپ دیکھ سکیں اور پھر سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے تاکہ آپ کو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں اور پھر آپ کے قلوب کو افندۃ کیا تو اسی لیے کہ جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا دماغ سے سمجھا نہیں جاسکتا اسے دل سے سنیں دیکھیں اور سمجھیں یوں آپ کو نہ صرف ظاہر سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی بلکہ جو ظاہر نہیں ہے جو باطن ہے اسے بھی سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی تاکہ آپ ظاہر و باطن کو یعنی کوئی بھی کام کرنا ہے تو اس کے بارے میں پہلے مکمل علم حاصل کریں اسے سمجھیں جب اطمینان حاصل ہوجائے تو تب ہی عمل کے قریب جائیں۔

اب آپ سے سوال ہے کہ آپ کو کیوں وجود میں لایا گیا؟ آپ کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ آپ کو دنیا میں کیوں لایا گیا؟ تو ذرا غور کریں کیا آپ کو یہ سمجھنے کے لیے سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں نہیں دیں؟ جب آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو پھر ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں جب آپ اسے سمجھیں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہوجائے گا کہ حق کیا ہے آپ کو دنیا میں کیوں لایا گیا آپ کا مقصد تخلیق کیا ہے۔

یعنی سب سے پہلے تو جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں یعنی خود اپنی ہی ذات کو سمجھیں آسمانوں وزمین کو سمجھیں جب آپ انہیں سمجھیں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آپ سمیت آسمانوں وزمین کی مثال ایک مشین کی سی ہے کُل کائنات ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں اس میں تمام کی تمام مخلوقات آپ کے جسم میں اعضاء کی مانند ہیں یا یوں کہہ لیں کہ تمام کی تمام مخلوقات ایک مشین میں پرزوں کی مانند ہیں، آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ جو کچھ بھی ہے سب کا سب انتہائی باریکی سے پورے حساب کتاب سے خلق کیا گیا اور کیا جا رہا ہے ہر مخلوق کو اسکے مقام پر قائم کر دیا گیا یوں آسمانوں وزمین میں انتہائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین المیز ان وضع کیا گیا۔ اور یہ وجود یعنی فطرت کوئی ایک بھی ایسا عمل قبول نہیں کرتی جو اس کے خلاف ہو جس سے یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ وجود فطرت اپنی ضد کو نہ ہی پسند کرتی ہے اور نہ ہی قبول کرتی ہے بلکہ اسے اذیت ناک طریقے سے نشان عبرت بنا دیتی ہے۔ یعنی پہلی بات کہ ہر سطح پر ہر لحاظ سے المیز ان وضع ہے اور دوسری بات کہ اس وقت تک المیز ان قائم رہے گا جب تک تمام کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گی ورنہ اگر کوئی ایک بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے تو المیز ان میں خسارہ ہو جائے گا اور بالآخر آسمانوں وزمین میں تباہیاں آئیں گی اور ان کا ذمہ دار وہی مخلوق ہوگی جو اپنے مقام سے ہٹی۔ کیونکہ اگر کوئی بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے تو اس کی وجہ سے بہت سی مخلوقات جو بتدریج اس کے ساتھ مربوط و مشروط ہیں وہ بھی اپنے مقام پر قائم نہیں رہ سکیں گی جس کی وجہ سے آسمانوں وزمین میں وضع کردہ المیز ان میں خسارہ ہوگا آسمانوں وزمین میں فساد ہو کر بالآخر تباہیوں و ہلاکتوں کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اس ساری تباہی کی ذمہ داری اسی مخلوق پر عائد ہوگی جو اپنے مقام سے ہٹی اور دوسروں کو بھی اپنے مقام سے ہٹا دیا یا ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس وجود کا کوئی بھی خلاف فطرت عمل قبول نہ کرنا بلکہ مسترد کر دینا اس بات کو بالکل کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ اگر کوئی بغاوت کرتا ہے یعنی اپنے مقام سے ہٹتا ہے اگر کوئی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے اور فساد کا سبب بنتی ہے یعنی المیز ان میں خسارے کا سبب بنتی ہے تو اسے اس کے اس جرم کی سزا دی جائے گی اسے نشان عبرت بنایا جائے گا اور جو فساد اس کی وجہ سے ہوگا اس کا اسے مکمل طور پر خمیازہ بھگتنا پڑے گا یعنی جب تک اس کے کیے ہوئے فساد کے اثرات رہیں گے اسے ان کا سامنا کرنا پڑے گا اس کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی بالکل ایسے ہی اگر آپ کو کہا جائے کہ آگ مت جلانا لیکن آپ نہ مانتے ہوئے وہی کریں کہ آگ جلا دیں تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ صرف وہ آگ آپ کو ہی اپنی لپیٹ میں لے گی بلکہ جب تک وہ آگ باقی رہے گی یا اس کے اثرات باقی رہیں گے تو آپ کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا اس میں جلنا پڑے گا۔

اب جب آپ غور و فکر کریں تو جہاں آپ پر یہ سب حق کھل کر واضح ہو جاتا ہے تو وہیں آپ پر یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کو تو علم ہی نہیں کہ آپ کو کیوں خلق کیا گیا آپ کا مقام کیا ہے جس پر آپ نے قائم ہونا ہے اور آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں آپ چاہتے یا نا چاہتے ہوئے بھی آسمانوں وزمین میں فساد کا سبب بن رہے ہیں یعنی جب آپ نے آسمانوں وزمین میں غور و فکر کیا تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ آسمانوں وزمین میں انتہائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین المیز ان وضع کیا گیا اگر کوئی رائی برابر بھی عمل بغیر مکمل علم کے کیا جاتا ہے تو اس سے المیز ان میں خسارہ ہوگا آسمانوں وزمین میں فساد ہوگا اور دوسری طرف جب آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں اپنے گریبان میں جھانکیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کا تو ہر عمل ہی فطرت کے خلاف ہے آپ کو تو علم ہی نہیں کہ آپ کو کیوں وجود میں لایا گیا آپ کا مقصد کیا ہے آپ کا مقام کیا ہے آپ کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا جس وجہ سے آپ جو بھی اعمال کر رہے ہیں لامحالہ آپ آسمانوں وزمین میں فساد کا سبب بن رہے ہیں جس وجہ سے آپ مجرم بن رہے ہیں اور اگر آپ نے حق کو جان کر پہچان کر اصلاح نہ کی تو آپ کو اس کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب کون چاہے گا کہ اسے انتہائی اذیت ناک سزا کا سامنا کرنا پڑے اسے آگ میں جلایا جائے اس لیے اب آپ کی چاہت یہی ہوگی کہ آپ آگ کی سزا سے بچ جائیں آپ مجرم نہ بنیں اور جو جرائم آپ سے سرزد ہوئے آپ ان کی اصلاح کر لیں اس سے پہلے کہ آپ کو دی گئی مہلت ختم ہو جائے اور بعد میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ رہے۔

آسمانوں وزمین میں ایسا انتہائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین المیز ان وضع کیا گیا کہ اگر کوئی رائی برابر عمل بھی بغیر مکمل علم و حکمہ کے کیا جاتا ہے تو آسمانوں وزمین میں فساد ہوگا اور آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے اس سے بچنے کے لیے آپ کو لمحہ بہ لمحہ ہدایت یعنی راہنمائی کی ضرورت ہے یعنی آپ مجرم بننے سے صرف اور

صرف ایک ہی صورت میں بچ سکتے ہیں اور وہ ہے کہ آپ کی ایسے راہنمائی کی جائے جیسے اندھے کا ہاتھ پکڑ کر کی جاتی ہے ورنہ آپ نہ چاہتے ہوئے بھی مجرم ثابت ہو جائیں گے۔

آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ آسمانوں و زمین کُل کائنات ایک ہی وجود ہے اور آپ اس وجود میں ایک عضو کی مانند ہیں یعنی آپ اس میں بالکل ایسے ہی ہیں جیسے مشین میں پرزہ ہوتا ہے اگر پرزہ اپنے مقام پر قائم ہو جائے تو پرزہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے اس کے بعد مشین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اسے کب اور کتنا چلانا ہے اس سے کب اور کیا کام لینا ہے اور مشین صرف اور صرف تب ہی پرزے کو قبول کرتی ہے یعنی پرزہ صرف اور صرف تب ہی مشین میں بالکل ٹھیک فٹ ہوتا ہے جب وہ بالکل ویسا ہی ہو جیسا کہ مشین میں درکار ہے۔ ایسے ہی اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بالکل ایسے ہی راہنمائی کی جائے جیسے کہ مشین میں فٹ ہو جانے کے بعد مشین پرزے کی راہنمائی کرتی ہے تو اس کے لیے آپ کو اس وجود میں یعنی فطرت میں اپنے مقام پر قائم ہونا ہوگا اور ایسا صرف اور صرف تب ہی ممکن ہے جب یہ وجود یعنی فطرت آپ کو قبول کر لے۔ اور فطرت آپ کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گی جب تک کہ آپ بالکل ویسے ہی نہیں بن جاتے جیسے فطرت کو درکار ہیں جیسا آپ کو فطرت وجود میں لائی تھی جسے عربوں کی زبان میں تقویٰ کہتے ہیں یعنی آپ بالکل ویسے بن جائیں جیسے فطرت کو درکار ہے جب آپ بالکل ویسے بن جائیں گے تو الکتاب یعنی اللہ جو کہ فطرت ہے آپ کو نہ صرف قبول کر لے گی بلکہ اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائیں گے اس کے بعد آپ نے کب کیا اور کتنا کرنا ہے یہ ذمہ داری اللہ یعنی فطرت کی بن جائے گی فطرت آپ کی بالکل ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے مشین میں فٹ ہو جانے کے بعد مشین پرزے کی راہنمائی کرتی ہے۔

اب سب سے پہلے آپ کو بالکل ویسا بننا ہے جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں یعنی جیسے اگر پرزہ مشین میں فٹ نہ ہو رہا ہو تو اس کی تراش خراش کر کے اسے بالکل ویسا بنایا جائے گا جیسا مشین میں درکار ہے بالکل ایسے ہی آپ کو تراش خراش کی ضرورت ہے آپ کو بالکل ویسا بننا ہے جیسا فطرت کو درکار ہے جب آپ بالکل ایسے بن جائیں گے تو فطرت آپ کو قبول کر لے گی پھر فطرت جو کہ اللہ ہے اللہ آپ کی لحہ بہ لحہ راہنمائی کرے گا آپ کا اپنا وجود مٹ جائے گا آپ اللہ ہی کا وجود بن جائیں گے پھر آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہوگا آپ کا سننا اللہ کا سننا، آپ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، آپ کا سمجھنا اللہ کا سمجھنا، آپ کا چلنا اللہ کا چلنا یہاں تک کہ آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل بن جائے گا۔

یہ ہے تقویٰ یعنی بالکل ویسا بن جانا جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں تو ذرا غور کریں آپ کو کون وجود میں لایا؟ کیا فطرت ہی آپ کو وجود میں نہیں لائی؟ جب آپ کو فطرت ہی وجود میں لائی تو تب آپ کیسے تھے اور آج آپ کیسے ہیں کیا آپ کو کوئی فرق نظر آ رہا ہے؟

اگر آپ کو تب اور اب میں کوئی فرق نظر آ رہا ہے تو اس فرق کو مٹانا ہے یہی تقویٰ ہے۔ تو ذرا غور کریں جب آپ کو فطرت وجود میں لائی تو آپ مکمل طور پر اپنے ربّ کے محتاج تھے ہر لحاظ سے مکمل طور پر اپنے ربّ کے محتاج لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ آپ پر لازم تھا کہ جیسے آپ بچپن میں والدین کی صورت میں اپنے ربّ اللہ کے مکمل طور پر محتاج تھے اس پر توکل کرتے تھے تو جیسے جیسے آپ با اختیار ہوتے جائیں تو آپ اپنے ربّ فطرت کے محتاج بنتے جیسے بچپن میں ہر معاملے میں ہر لحاظ سے اپنے والدین کے محتاج تھے تو با اختیار ہونے پر بالکل اسی طرح آپ نے خود کو فطرت کا محتاج بنانا تھا فطرت پر توکل کرنا تھا لیکن کیا آج آپ وہی کر رہے ہیں؟ کیا آج بھی آپ بالکل ویسے ہی ہیں جیسا آپ کو وجود میں لایا گیا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں بالکل نہیں تب میں اور آج میں آپ میں زمین آسمان کا فرق ہے آج آپ بالکل متضاد ہیں۔ تو اسی فرق کو مٹانا ہے جب آپ اس فرق کو مٹا دیں تو یہی تقویٰ ہے اور پھر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ صرف زبان سے ایسا ہونے یا بننے کا دعویٰ کرنا ہے بلکہ عملی طور پر بالکل ویسا بننا ہے اپنی تراش خراش کر کے بالکل ویسا بننا ہے۔

بشر کو ایسا خلق کیا گیا ہے کہ اگر یہ کچھ دن مسلسل کوئی کام کرے تو وہ اس کی عادت بن جاتی ہے یعنی یہ وہی بن جاتا ہے پھر اس کو وہ کام یا عمل نیا نہیں لگتا ایسے ہی آپ کو کچھ دن مسلسل خود کو فطرت پر لانے کی کوشش کرنی ہے تو کچھ دن بعد آپ بالکل ویسے ہی بن جائیں گے یعنی آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا اس کے استعمال سے خود کو روکے رکھنا ہے اور اگر ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرنا ہے تو تب اور اتنا ہی کرنا ہے جب بغیر استعمال کے گزارا نہیں اور جتنی ضرورت ہے۔ مثلاً آپ کو سننے کے لیے کان دیئے گئے تو خود کو سننے سے روکے رکھنا ہے اور اس وقت سننا ہے جب بغیر سنے گزارا نہیں اور اتنا ہی سننا ہے جتنی ضرورت ہے اور پھر وہی سننا ہے جو فطرتی ہے جس کی اجازت اللہ نے یعنی فطرت نے دی ایسے ہی آپ کو آنکھیں دی گئیں تو دیکھنے سے خود کو روکنا ہے اور اس وقت اور اتنا ہی دیکھنا ہے جتنی

ضرورت ہے اور وہی دیکھنا ہے جس کی فطرت یعنی اللہ نے اجازت دی، آپ کو زبان دی گئی تو بولنے سے خود کو روکے رکھنا ہے تب بولنا ہے جب بولنا لازم ہے بولے بغیر گزارا نہیں اور اتنا ہی بولنا ہے جتنی ضرورت ہے ایسے ہی خود کو کھانے پینے سے روکے رکھنا ہے تب کھانا پینا ہے جب بھوک اور پیاس برداشت سے باہر ہونے لگے اور اتنا ہی کھانا پینا ہے جتنی ضرورت ہے اور وہی کھانا پینا ہے جس کی اجازت دی گئی یعنی فطرتی حلالاً طیباً، ایسے ہی آپ کو ہاتھ دیئے گئے پاؤں دیئے گئے تو خود کو کسی بھی عمل سے روکے رکھنا ہے کسی بھی شئے کی طرف جانے سے روکے رکھنا ہے اور تب ہی کوئی عمل کرنا ہے جب ناگزیر ہوجائے تب ہی کسی شئے کے قریب جانا ہے اس کی طرف بڑھنا ہے جب ناگزیر ہوجائے اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور اتنا ہی اور وہی عمل کرنا ہے جتنی ضرورت ہے یوں جب آپ تقریباً ۲۱ سے ۲۷ دن خود کو روکے رکھیں گے تو اس کے بعد آپ بالکل ویسے ہی بن جائیں گے یعنی پھر آپ کو خود کو روکنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے آپ بالکل فطرت پر آچکے ہوں گے اور فطرت آپ کو قبول کر لے گی اور آپ کی ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے کہ پرزہ جب مشین میں فٹ ہوجائے تو فٹ ہوجانے کے بعد مشین پرزے کی راہنمائی کرتی ہے اسے عربوں کی زبان میں الصیام اور الصیام سے حاصل ہونے والا تقویٰ کہتے ہیں۔

الصیام صوم کی جمع ہے صوم صم سے ہے صم کا معنی ہے رکنا اور صوم کہتے ہیں رکے ہوئے ہونا۔ جب آپ تقریباً ایک ماہ خود کو روکے ہوئے رکھتے ہیں جسے عربوں کی زبان میں الصیام کہتے ہیں تو ایک ماہ بعد آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے پھر آپ کو خود کو روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی یعنی آپ میں تقویٰ آچکا ہوگا آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے جیسے کہ آپ فطرت کو درکار ہیں۔

جب کبھی بھی آپ ضرورت سے زائد کھانا پینا شروع کر دیں تو آپ ہر کام ہی ضرورت سے زائد کر رہے ہوں گے کچھ بھی ضرورت سے زائد ہونا بغیر حق ہوتا ہے اور اللہ کچھ بھی بغیر حق نہیں کرتا اس لیے اگر کوئی کچھ بھی بغیر حق کرتا ہے تو وہ اصل میں اللہ کا شریک بن چکا ہوتا ہے وہ اللہ کیساتھ شرک کر رہا ہوتا ہے اور اگر وہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ کیساتھ شرک نہ کرے تو اس پر الصیام کتب ہو چکے ہوتے ہیں یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد کر رہا ہے خود کو ضرورت سے زائد کرنے سے روکے یوں جب وہ تقریباً ایک ماہ خود کو روکے رکھے گا تو دن بہ دن کم سے کم ہوتے ہوتے ضرورت کی طرف بڑھتا چلا جائے گا یوں ایک ماہ بعد وہ کم سے کم بالکل ضرورت پر آچکا ہوگا یعنی اس میں تقویٰ آجائے گا اور پھر نہ صرف اللہ یعنی فطرت یہ آسمانوں و زمین اسے قبول کر لیں گے بلکہ اس کے بعد وہ تمام تر فکروں سے آزاد ہوجائے گا اس کی لحہ بہ لحہ اللہ راہنمائی کرے گا۔

اسی کا سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیت میں ذکر کیا گیا جو کہ نہ صرف آج کی تاریخ ہے اور آج بیّن ہو چکی بلکہ آج قرآن اس آیت کی صورت میں کھول کھول کر یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ . البقرۃ ۱۸۳

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ کا رسول کہہ رہا ہے اے وہ جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو كُتِبَ کتب تھا یعنی اپنی ہی ذات میں غور وفکر کرو کیا تم مکمل طور پر ہر طرف سے کٹ کر فطرت پر قائم ہو یا پھر تم یک سو نہیں ہو تمہارا رخ اِدھر اُدھر جا رہا ہے تم بے مقصد اعمال بھی کر رہے ہو بے مقصد یعنی ضرورت سے زائد کھا پی رہے ہو ضرورت سے زائد اعمال کر رہے ہو ضرورت سے زائد بول رہے ہو تو تمہاری یہ حالت چیخ چیخ کر بتا رہی ہے کھول کھول کر واضح کر رہی ہے کہ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ تم پر ہے کہ تم الصیام کرو یعنی اس وقت تک خود کو ہر لحاظ سے ہر معاملے میں ہر شئے میں روکے رکھو جب تک کہ تم واپس صرف اور صرف ضرورت پر نہیں آجاتے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بالکل ایسے ہی کتب تھا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے یعنی تم سے پہلے جتنے بھی لوگ جتنی بھی اقوام دنیا میں آئیں ان پر بھی بالکل ایسے ہی کتب تھا ان کو بھی کہا گیا تھا کہ جب بھی تمہاری حالت یہ کہہ رہی ہو تو تم الصیام کرو انہوں نے الصیام نہ کیے یعنی خود کو نہیں روکا تو اس کا نتیجہ کیا نکلا آج تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اگر آج تم بھی ایسا نہیں کرتے تو تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہونے والا ہے کیونکہ اگر تم الصیام نہیں کرتے یعنی خود کو روکے ہوئے نہیں رکھتے جب تک کہ تم ہر لحاظ سے واپس ضرورت پر نہیں آجاتے تو تم فساد ہی کرو گے حالانکہ تمہارا دعویٰ ہوگا کہ تم فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہو لیکن حقیقت یہ ہوگی کہ تم فساد کر رہے ہوگے اس لیے تمہیں کہا گیا کہ جب بھی تمہاری حالت اس بات کی گواہی دے تمہاری ذات اس

بات کی گواہی دے کہ تم ضرورت سے بڑھ چکے ہو تو تم کو الصیام کرنے ہیں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تم کو ایسا کرنے کا اس لیے کہا کیونکہ الصیام پر تقویٰ رکھ دیا تم الصیام کر رہے ہو تو تم میں تقویٰ آ رہا ہے یعنی تم کسی بھی لحاظ سے اللہ کیساتھ شرک کرنے سے اللہ کیساتھ دشمنی کرنے سے بچ رہے ہو۔

اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ الصیام کا کتب ہونا کیا ہے اور پھر الصیام کا مقصد کیا ہے الصیام کتنے ضروری ہیں۔ اگر آپ خبائث کو اپنا رزق بنا رہے ہیں یعنی خبیث ہی کھا پی رہے ہیں سن اور دیکھ رہے ہیں خبائث کا کسی بھی صورت استعمال کر رہے ہیں تو ظاہر ہے آپ خبیث ہی بنیں گے اور پھر آپ کا جسم جو بھی اعمال کرے گا وہ مفسد اعمال ہی ہوں گے یعنی ظاہر ہے جب آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کا رزق ہے تو پھر دیکھیں کیا آپ کا رزق طیب ہے؟ اگر نہیں تو پھر آپ پر لازم ہے کہ آپ الصیام کریں یعنی خود کو خبیث رزق سے روکے رکھیں جب تک کہ برداشت سے باہر نہیں ہو جاتا اور جب بغیر کھائے پیئے زندہ رہنا مشکل ہو جائے یعنی مزید برداشت نہ کر پائیں تو تب ہی کھانا ہے اور پہلی بات کہ وہ طیب ہونا چاہیے اور دوسری بات کہ اتنا ہی کھانا پینا ہے اتنا ہی رزق استعمال کرنا ہے جتنی ضرورت ہے یوں جب آپ ایک ماہ تک اس طرح خود کو روکے رکھیں گے تو روزانہ کم سے کم ہوتے ہوتے آپ اپنی ضرورت کے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ ایک ماہ بعد آپ مکمل طور پر فطرت پر آ چکے ہوں گے آپ مکمل طور پر ضرورت پر آ چکے ہوں گے آپ کا جسم طیب ہو چکا ہوگا آپ کا تزکیہ ہو چکا ہوگا یعنی آپ میں تقویٰ آ چکا ہوگا اس کے بعد آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل بن جائے گا یعنی آپ بالکل ویسے بن چکے ہوں گے جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں یوں نہ صرف فطرت آپ کو قبول کر لے گی بلکہ اس کے بعد فطرت آپ کی ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے کہ اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے پھر آپ کا اپنا الگ سے وجود ختم ہو چکا ہوگا اور آپ اللہ ہی کا وجود بن چکے ہوں گے آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہوگا آپ میں سلم آ چکا ہوگا آپ کے سننے میں سلم، آپ کے دیکھنے میں سلم، آپ کے سمجھنے میں سلم، آپ کے ایک ایک عمل میں سلم آ چکا ہوگا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. البقرۃ ۱۸۵

سورۃ البقرۃ کی اس آیت کو بنیاد بناتے ہوئے نہ صرف کہا جاتا ہے بلکہ یہ عقیدہ و نظریہ پایا جاتا ہے کہ القرآن یہ ہے جو آپ کے سامنے موجود ہے اور اس القرآن کو سال میں رمضان کے نام پر ایک مخصوص مہینے میں اتارا گیا جو ہر سال آتا ہے۔ اب جب ایک طرف یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس قرآن کو رمضان کے مہینے میں اتارا گیا تو وہیں دوسری طرف اس کے بالکل برعکس ایک اور بات کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ قرآن ۲۳ سال کی ایک لمبی مدت میں اتارا گیا۔ یوں اعتراض کرنے والوں نے اعتراض اٹھایا کہ ایک طرف آپ کا کہنا ہے کہ یہ قرآن رمضان کے مہینے میں اتارا گیا اور دوسری طرف آپ اس کے بالکل متضاد بات پیش کرتے ہیں کہ یہ قرآن ۲۳ سال کی مدت میں اتارا گیا تو ظاہر ہے دونوں متضاد دعوے ہیں دونوں درست نہیں ہو سکتے آخر ان میں ٹھیک کون سا ہے اور غلط کون سا ہے تو اس اعتراض کے جواب میں ایک نئی کہانی گھڑی گئی کہ اصل میں پہلے یہ قرآن اللہ نے اپنے ہاں ساتویں آسمان سے پہلے آسمان پر رمضان کے مہینے میں اتارا پھر پہلے آسمان سے زمین پر موجود محمد پر ۲۳ سال کی مدت میں اتارا گیا یوں دونوں ہی دعوے درست ہیں۔ ان لوگوں کی اس کہانی کی وجہ سے آج تک یہ عقائد و نظریات چلے آ رہے ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو ان لوگوں کو القرآن کا علم ہے اور نہ ہی ان کے دعووں میں کسی بھی قسم کی سچائی ہے کیونکہ ان کے دعوے کے مطابق اللہ اس کائنات سے الگ اوپر آسمانوں پر موجود ہے جہاں سے اللہ نے یہ قرآن جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے جو

کہ عربوں کی زبان میں ہے اسے ایک ہی بار میں رمضان کے مہینے میں پہلے آسمان پر اتارا پھر پہلے آسمان سے ۲۳ سال کے عرصے میں محمد پر اتارا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ ایسا کوئی اللہ وجود ہی نہیں رکھتا جو ان کے بے بنیاد و باطل عقائد ونظریات کے مطابق اس کائنات سے الگ اوپر آسمانوں پر چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے یوں ان کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد اور باطل ثابت ہو جاتا ہے جس کی بنیاد پر دوسرا دعویٰ بھی بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ان لوگوں نے گھڑ رکھا ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسولوں سے منسوب کیا گیا اس کی حقیقت بھی ہر لحاظ سے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی جیسے ہی ہم اس آیت کو بیّن کرتے ہیں۔

اب آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں کہ شہر رمضان میں القرآن کا اترنا کیا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے رمضان اور پھر القرآن کو جاننا لازم ہے کہ رمضان اور القرآن کیا ہے جب تک ان الفاظ کو سمجھ نہیں لیا جاتا تب تک آپ کے لیے اس کو سمجھنا مشکل ہوگا اس لیے سب سے پہلے رمضان اور القرآن کو کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں تا کہ حق ہر لحاظ سے بالکل کھل کر واضح ہو جائے اور آج تک ان الفاظ کی بنیاد پر پائے جانے والے بے بنیاد و باطل عقائد ونظریات کی حقیقت چاک ہو جائے۔

رمضان: جملہ ہے جو کہ چار الفاظ ''ر، مض، ا، ن'' کا مجموعہ ہے۔ ''ر'' چلنے کو یا بہنے وغیرہ کو کہتے ہیں یعنی جاری کو کہتے ہیں۔ ''مض'' کے معنی ہیں ناگزیر ہو جانا۔ ''ا'' کسی بھی جملے کے شروع میں آئے تو سوالیہ بنا دیتا ہے آخر میں آئے تو بند باندھ کر یعنی رکاوٹ کھڑی کر کے ماضی کا صیغہ بنا دیتا ہے، جملے میں شروع کی جانب درمیان میں آئے تو فاعل بنا دیتا ہے اور اگر آخر کی جانب درمیان میں آئے تو اس میں سے کسی کا بھی استثنیٰ ختم کر دیتا ہے یعنی کُل کے کُل کا اظہار کرتا ہے۔ اس جملے میں الف آخر کی جانب درمیان میں استعمال ہوا جس سے اس کا معنی بنتا ہے کُل کا کُل یعنی تمام کا تمام اور آخر میں ''ن'' ہے جس کا معنی ہے ہم یعنی اللہ یا اس سے بھی آسان الفاظ میں جو وجود ہے جو کہ ایک ہی وجود ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے یہ وجود اپنا اظہار کر رہا ہے۔ رمضان کا معنی بنتا ہے کسی مدت یا شیئے کے چلنے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اس کے دوران اللہ کا پورے کا پورا آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اور پھر کس صورت میں اللہ کا یعنی یہ جو وجود ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے پورے کا پورا آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اس سوال کا جواب آگے آیت میں موجود ہے جس پر بات ہوگی جس کے لیے اب پہلے القرآن کو کھول کر واضح کرتے ہیں۔

القران: چار الفاظ ''ال، قر، ا، ن'' کا مجموعہ ہے۔ کسی بھی جملے کے شروع میں ''ال'' کا استعمال مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی کسی خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے نہ کہ عام کا اور اگلا لفظ ہے ''قر'' اس کو دو پہلوؤں سے کھول کر واضح کرتے ہیں ایک پہلو سے اس کا معنی ہے آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی تو جب بھی کوئی لہریں آپ کے کانوں سے ٹکراتی ہیں تو اسے سمجھ لینا کہ کیا ہے جو آپ کے کانوں سے ٹکرایا یعنی جو آپ سنتے ہیں اسے سمجھ لینا ایسے ہی جو دیکھتے ہیں اسے سمجھ لینا اسے قر کہتے ہیں جسے عرف عام میں پڑھ لینا یا پڑھنا بھی کہتے ہیں۔ عربوں میں کسی بھی شیئے کا کسی دوسری شیئے پر ٹکرانا جس سے ردعمل کا اظہار ہونا اسے قر کہتے ہیں مثال کے طور پر دروازے پر دی جانے والی دستک کو بھی قر کہا جاتا ہے کیونکہ دروازے پر آپ کا ہاتھ یا کوئی شیئے ٹکراتی ہے تو اس سے جو ردعمل کا اظہار ہوتا ہے جسے آپ اردو میں دستک کہتے ہیں اسے عربوں کی زبان میں قر کہتے ہیں ایسے ہی اگر کوئی پتھر گرتا ہے یا کوئی بھی شیئے آ کر گرتی ہے تو اس سے جو ردعمل ظاہر ہوتا ہے اسے قر کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی نظریں کسی شیئے پر ٹکراتی ہیں یا لہریں آپ کے کان کے پردے پر آ کر ٹکراتی ہیں تو جس ردعمل کا اظہار ہوتا ہے جسے آپ سمجھنا یا پڑھنا کہتے ہیں اسے عربوں کی زبان میں قر کہتے ہیں اور اسے یوں پڑھا یا بولا جاتا ہے ''قَرَ''۔

اب آئیں دوسرے پہلو کی طرف۔ ''قر'' جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ق، ر'' کا مجموعہ ہے۔ ''ق'' کے معنی ہیں کٹنا، ٹوٹنا، الگ ہونا اور ''ر'' کے معنی آپ پہلے ہی جان چکے کہ اس کے معنی ہیں جاری ہونے کے، بہنا، آگے بڑھنا یوں ''قر'' کے معنی بنتے ہیں کسی شیئے کا کہیں سے کٹ کر ٹوٹ کر یا الگ ہو کر

آ گے کو بہنا آ گے کو جانا۔ یہ بالکل بنیادی معنی ہے اس سے آپ پر یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے ''قر'' بہت سی حالتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے کہ کسی شئے کا کسی پر گرنا، پڑھنا وغیرہ۔
پھر اگلے دو الفاظ ''الف اور ن'' کے معنی تو آپ پہلے ہی جان چکے ہیں۔
قرآن کا معنی بنتا ہے کہ کوئی وجود یا کوئی بھی یہ کہہ رہا ہے کہ ہم یعنی میں پورے کا پورا کٹ کر آ رہا ہوں اور شروع میں ''ال'' مخصوص کر دیتا ہے یوں ''القران'' کا معنی بنتا ہے مخصوص قرآن یعنی جتنے بھی قرآن ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے سامنے کوئی شئے پڑی ہے اور آپ اسے دیکھ کر سمجھ رہے ہیں تو یہ آپ اس شئے کو قر کر رہے ہیں وہ شئے یہ کہہ رہی ہے کہ آپ مجھے قر کر رہے ہیں یوں بھی یہ قرآن ہی بنے گا، ایسے ہی اگر آپ اپنے آپ کو پڑھتے ہیں یعنی آپ اپنے آپ میں غور و فکر کرتے ہیں اپنے اس وجود میں غور و فکر کر کے اسے سمجھ رہے ہیں تو یہ آپ خود اپنے آپ کو قر کر رہے ہیں جسے عربوں کی زبان میں قرآن کہا جائے گا پھر اگر آپ آسمانوں و زمین میں غور و فکر کرتے ہیں اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرتے ہیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا ہے ہی نہیں جب ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا ہے ہی نہیں تو پھر ذرا غور کریں کون ہے اور کسے قر کر رہا ہے؟ جب ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے خود ہی ہے اور خود اپنے ہی آپ کو قر کر رہا ہے جسے قرآن کہا جائے گا تو جتنے بھی قرآن ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے اسے القرآن کہا جائے گا۔
جتنے بھی قرآن ہیں جب ان میں غور کیا جائے تو یہ وجود جو کہ ایک ہی وجود ہے جو کہ اللہ ہے جو کہ ہماری اپنی ہی اصل ذات ہے ہمارا خود اپنی ہی ذات کو قر کرنا مخصوص قرآن یعنی القرآن ثابت ہو جاتا ہے جس سے آپ پر یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جائے گی کہ انسان اللہ کو قر نہیں کر سکتا اللہ ہی ہے جو خود اپنے آپ کو قر کر سکتا ہے اس لیے پہلے اللہ بننا ہوگا پہلے اپنے آپ کو اللہ بنانا ہوگا اللہ کا وجود بنانا ہوگا تب ہی آپ اپنی ہی ذات اللہ کو قر کر سکتے ہیں۔

پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کی اصل حقیقت کیا ہے آپ کی خودی یعنی آپ کا اصل وجود کیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے جسم کے کسی بھی عضو کی طرف اشارہ کر کے آپ سے سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے تو آپ اپنے اس عضو کا نام بتائیں گے مثلاً اگر آپ کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے آپ سے سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے تو آپ جواب دیں گے کہ یہ ہاتھ ہے اور پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ کس کا ہے تو آپ جواب دیں گے کہ میرا ہے ایسے ہی آپ کے جسم کے مختلف اعضاء کے بارے میں سوال کرتے کرتے پورے جسم کے بارے میں سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے تو آپ جواب دیں گے کہ جسم ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کس کا ہے تو آپ جواب دیں گے میرا ہے یعنی آپ یہ نہیں کہیں گے کہ یہ جسم آپ ہیں بلکہ آپ کہیں گے کہ یہ جسم میرا ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ جسم آپ نہیں ہیں بلکہ یہ جسم آپ کا ہے تو اب آپ خود غور کریں کیا یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اگر یہ جسم آپ کا ہے تو پھر آپ کون ہیں؟ کیونکہ جب آپ خود ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ جسم آپ کا ہے تو پھر ظاہر ہے سوال تو پیدا ہوتا ہے کہ آپ کون ہیں وہ کون ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ یہ جسم میرا ہے؟ اور آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کی اصل حقیقت آپ کا اصل وجود اللہ ہے۔ یہی بات اسی القرآن میں مختلف پہلوؤں سے سامنے لا رکھی گئی جن میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس القرآن میں بار بار کہا گیا کہ آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کا ہے یوں جب آپ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ جسم میرا ہے تو اصل میں یہ اللہ بول رہا ہوتا ہے اللہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ یہ میرا ہے یعنی جب آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کا ہے اللہ بار بار کہہ رہا ہے تو پھر ذرا غور کریں کیا آپ آسمانوں و زمین میں نہیں ہیں؟ جب آپ بھی آسمانوں و زمین میں ہیں تو پھر ظاہر ہے آپ بھی اللہ کے ہیں یعنی یہ جسم جسے آپ آج تک اپنا آپ سمجھتے رہے یہ اللہ کا ہے آپ کی اصل حقیقت آپ کی خودی اللہ ہے نہ کہ آپ کا الگ سے کوئی وجود ہے اور جو بھی الگ سے وجود ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ اللہ کا شریک ہوگا اللہ کا شریک ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ یلد ولد کا دعویٰ کرے گا۔
اب آپ خود غور کریں کہ جب ہماری اصل حقیقت ہماری خودی اللہ ہی ہے اور ہر طرف ہمیں اپنا ہی وجود نظر آ رہا ہے تو اگر ہم آسمانوں و زمین میں غور و فکر کرتے ہیں انہیں قر کرتے ہیں تو کون ہے اور کس کو قر کر رہا ہوگا؟ جواب بالکل واضح ہے ہم ہی ہیں اور ہم خود اپنے ہی آپ کو قر کر رہے ہیں جسے عربوں کی زبان میں القرآن کہا جائے گا یعنی خود اپنے آپ کو اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے کو قر کرنا یعنی اس میں غور و فکر کر کے اسے مکمل طور پر جان لینا القرآن کہلاتا ہے جب القرآن آ

جاتا ہے یعنی اسے قر کرلیا جاتا ہے تو یہی ہے خود اپنی ہی ذات کو حق کو پہچان لینا اور اس کے لیے الصیام کی جو مدت طے کر دی گئی اس مدت میں الصیام کا ہونا لازم ہے جسے شھر رمضان یا یوم العرفہ کا نام دیا جائے گا یعنی شھر رمضان اور یوم العرفہ ایک ہی بات کو دو مختلف پہلوؤں سے سامنے لایا جا رہا ہے شھر رمضان ہی یوم العرفہ ہے اور یوم العرفہ ہی شھر رمضان ہے یوم العرفہ کا معنی ہے وہ مدت جس مدت میں خود اپنی ہی ذات کو حقیقت کو حق کو پہچان لیا جاتا ہے اللہ کو پہچان لیا جاتا ہے اور وہ مدت ہے شھر رمضان۔

اب تک نہ صرف آپ پر رمضان کیا ہے کھل کر واضح ہو چکا بلکہ القرآن کیا ہے یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو چکا اب آپ کے لیے سورۃ البقرۃ کی اس آیت کو سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا جس سے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آج تک اس آیت کی بنیاد پر جو کچھ بھی گھڑ کر پھیلا دیا گیا اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں وہ سب کی سب ضلالٍ مبینٍ ہیں یعنی ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھلم کھلا گمراہیاں ہیں۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو خلق کیا گیا تو آپ کے وجود میں کان ہیں جن سے سنا جا سکتا ہے آنکھیں ہیں جن سے دیکھا جا سکتا ہے پھر جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی قلوب ہیں کہ انہیں افئدۃ کیا گیا یعنی ان میں وہ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھی جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کو ایسا کیوں خلق کیا گیا؟ آپ کو یہ صلاحیتیں کیوں دی گئیں؟
کسی بھی شئے میں موجود صلاحیتیں اس کے مقصد تخلیق کو واضح کرتی ہیں آپ کو ایسا کیوں خلق کیا گیا تو اس کا جواب بالکل واضح ہے یعنی آپ کو کان دیئے گئے تو اسی لیے تاکہ آپ ان سے سن سکیں آپ ان سے سنیں آنکھیں دی گئیں تو اسی لیے تاکہ آپ ان سے دیکھیں پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں جب آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے یعنی غور و فکر کریں گے جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ بھی ظاہر سنائی اور دکھائی دے رہا ہے صرف اور صرف یہی کُل کا کُل نہیں ہے بلکہ بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو چھپی ہوئی ہیں جنہیں کانوں سے سنا نہیں جا سکتا آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا اور جب تک ظاہر و باطن یعنی مکمل طور پر سن اور دیکھ نہیں لیا جاتا تب تک اصل نتیجے پر پہنچنا ناممکن ہے اور اسی لیے آپ کے قلوب کو افئدۃ کیا یعنی قلوب میں وہ سننے دیکھنے کی صلاحیت رکھی جو کانوں اور آنکھوں سے سنائی اور دکھائی نہیں دیتا اور آپ کا دل اس وقت تک اپنا یہ کام نہیں کرے گا یعنی تب تک آپ باطن کو سن دیکھ نہیں سکتے سمجھ نہیں سکتے جب تک کہ قلوب میں تقویٰ نہیں آجاتا اور تقویٰ الصیام پر رکھ دیا گیا۔
یوں جب آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے تو جہاں آپ پر آسمانوں و زمین کی پیچیدگی اور ان میں وضع المیز ان کا علم ہو گا یہ کھل کر آپ کے سامنے آئے گا کہ اگر آپ کوئی ایک بھی عمل بغیر مکمل علم و حکمہ کے کرتے ہیں تو آپ المیز ان میں خسارے کا سبب بن کر مجرم ثابت ہو جائیں گے اور ایسا آپ کبھی نہیں چاہیں گے تو وہیں آپ پر یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ جب تک آپ اپنے مقام پر قائم نہیں ہوتے تب تک آپ کو ہدایت نہیں دی جائے گی تب تک آپ کی راہنمائی نہیں کی جائے گی آپ گمراہ ہی رہیں گے یعنی آپ کو متقی بننا ہے آپ کو بالکل ویسا ہی بننا ہے جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں اور پھر آپ پر اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرنے پر یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہو گی کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیب رزق سے استعمال کرتے ہیں تو آپ طیب بن جائیں گے اور اگر آپ خبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو آپ خبیث بن کر فساد ہی کریں گے اور آپ کو واپس طیب بننے اور مکمل طور پر فطرت پر آنے کے لیے اکیس سے ستائیس دن یعنی ایک ماہ الصیام کرنے کی ضرورت ہے یعنی خود کو روکے رکھنے کی ضرورت ہے آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا یا جو کچھ بھی آپ استعمال کرتے ہیں خود کو ان تمام کے حوالے سے اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے تب اور اتنا ہی کرنا ہے جتنی آپ کی ضرورت ہے یوں جب آپ ایک ماہ اس طرح خود کو روکے رکھیں گے تو ایک ماہ بعد آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے پھر آپ کو خود کو روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور جب آپ بالکل ویسے بن چکے ہوں گے جس کا مطلب ہے تقویٰ یعنی آپ میں تقویٰ آچکا ہو گا تو نہ صرف اللہ یعنی فطرت آپ کو قبول کر لے گی بلکہ اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائیں گے آپ کا معاملہ بالکل ایسے ہو جائے گا گویا کہ آپ نے ایک ہی بار میں کُل کائنات یعنی اپنے ہی وجود اللہ کو قر کر لیا حالانکہ آپ کو خود بھی اس

کا علم نہ ہوگا اور پھر جب جب جیسے جیسے کچھ بھی آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کو کسی بھی قسم کی محنت نہیں کرنا پڑے گی بلکہ خود بخود سب کھل کر واضح ہوتا رہے گا یعنی گویا کہ آپ کو پہلے سے ہی سارا علم ہے بس کسی بھی شئے کے سامنے آنے کی دیر ہے۔ یعنی اگر آپ ایک ماہ الصیام کرتے ہیں تو نہ صرف آپ میں تقویٰ آجائے گا بلکہ تقویٰ آجانے سے گویا کہ آپ اپنے آپ کو جو کہ آپ کی اصل ذات اللہ ہے یعنی آسمانوں وزمین کُل کائنات اسے پڑھ لیں گے حالانکہ آپ کو خود بھی اس کا شعور نہیں ہوگا یہ بالکل ایسے ہی ہوگا جیسے کہ اگر آپ کے اکاونٹ میں ایک ہی بار میں اتنا سرمایا آجائے کہ جتنا آپ کو پوری زندگی میں درکار ہے لیکن آپ اسے ایک ہی بار میں نہیں نکال سکتے اور نہ ہی ضرورت سے زائد نکال سکتے ہیں جب جب جیسے جیسے آپ کو ضرورت پیش آتی رہے تو تب تب اتنا آپ اپنے اکاونٹ سے باآسانی نکال سکتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ کو اپنی پوری زندگی کے لیے ایک ارب کی ضرورت ہے تو آپ کے اکاونٹ میں ایک ہی بار میں ایک ارب آجائے لیکن آپ اس میں سے صرف تب تب ہی نکال سکتے ہیں جب جب آپ کو ضرورت پیش آتی رہے اور اتنا اتنا ہی نکال سکتے ہیں جتنی جتنی آپ کی ضرورت ہو بالکل ایسے ہی جب آپ الصیام کریں جو کہ الصیام ہیں تو نہ صرف آپ میں تقویٰ آجاتا ہے کہ اللہ آپ کو قبول کر لیتا ہے بلکہ اللہ کیا ہے جو کہ آپ کی اپنی ہی ذات ہے کُل کا کُل وجود یعنی جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے اس کے سب کا سب علم ایک ہی بار میں آپ کی ذات میں آجائے گا آپ کی طرف آجائے گا لیکن آپ کو خود بھی اس کا علم نہیں ہوگا اور پھر زندگی میں جب جب جیسے جیسے کچھ بھی آپ کے سامنے آئے گا تو ویسے ویسے آپ پر حق کھل کر واضح ہوتا چلا جائے گا آپ کو محنت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی یعنی آپ کا اپنا وجود اللہ یہ فطرت ہی آپ پر لمحہ بہ لمحہ حق کھول کھول کر واضح کرتی رہے گی جب تک کہ آپ میں تقویٰ ہوگا اور آپ کی موت نہیں ہو جاتی۔ اور یہ جو آج آپ پر کھول کھول کر واضح کیا گیا اسی کی آج سے چودہ صدیاں قبل قرآن کی درج ذیل آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یوں نہ صرف آج یہ آیت کھل کر واضح ہوگئی بلکہ آج قرآن اس آیت کی صورت میں آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جیسا کہ اب آپ پر آیت کو واضح کرتے ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. البقرة ١٨٥

شَهْرُ رَمَضَانَ اکیس سے ستائیس دن یعنی ایک مہینہ ہے مسلسل جاری رہا تو اس میں ہمارا مکمل طور پر آنا ناگزیر ہو جاتا ہے الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ اس مہینے میں کس طرح ہم آتے ہیں اسی کا جواب دیتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اس مہینے میں ہم کس طرح آتے ہیں اس میں ہم خود اپنی ہی ذات کو مکمل طور پر قر کر لیتے ہیں یعنی خود اپنی ہی ذات کو مکمل طور پر پڑھ لینا جان لینا پہچان لینا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ایک مہینہ ہے جو مسلسل جاری رہتا ہے تو اس میں ہمارا مکمل طور پر آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اور آگے اس بات کو بھی کھول کر واضح کر دیا کہ ہم کون اور کس طرح ہمارا آنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ہم یعنی ہماری اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے کُل کا کُل وجود اس کا علم کی صورت میں آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اس میں خود اپنی ہی ذات کو جو کہ اللہ ہے اسے مکمل طور پر قر کیا جا رہا ہے یعنی مکمل طور پر پڑھا جا رہا ہے جانا جا رہا ہے۔ اب اس کا مقصد کیا ہے تو آگے اسی سوال کا جواب بھی دے دیا یعنی آخر ایسا قدر میں کیوں کیا گیا تو اس سوال کا جواب بھی آگے دے دیا هُدًى لِّلنَّاسِ لوگوں کی لمحہ بہ لمحہ چھوٹی سے چھوٹی راہنمائی کے لیے یعنی ایسا قدر میں اس لیے کیا تا کہ لوگوں کی راہنمائی کی جائے لوگوں کی راہنمائی کا یہ ذریعہ ہے کہ اگر آپ ایک ماہ الصیام کرتے ہیں جو کہ کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الصیام کیا ہیں تو پھر نہ صرف آپ میں تقویٰ آجائے گا بلکہ تقویٰ آجانے سے آپ خود اپنی ہی ذات کو جان جائیں گے آپ کی لمحہ بہ لمحہ راہنمائی کی جائے گی آپ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا جیسے جیسے وقت آتا چلا جائے گا تو ویسے ویسے آپ کی راہنمائی کی جاتی رہے گی آپ پر حق کھول کھول کر واضح کیا جاتا رہے گا بالکل ایسے ہی جیسے اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کے لیے اس کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے۔ اور اس طرح ایسے راہنمائی کیسے ممکن ہے یعنی ایک مہینہ الصیام کرنے سے ایسے راہنمائی کس طرح ممکن ہے تو آگے اسی کا جواب دے دیا گیا وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ اور بیّنات ہیں اس میں یعنی آیات کا ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جانا کہ جب آپ الصیام کرتے ہیں جس سے آپ میں تقویٰ آجاتا ہے یعنی آپ بالکل ویسے ہی بن

جاتے ہیں جیسے اللہ یعنی فطرت کو درکار ہیں تو پھر آپ کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے آپ اللہ کا وجود بن جاتے ہیں تو جب آپ اللہ کا وجود بن جاتے ہیں تو آپ پر کچھ بھی چھپا نہیں رہتا اگر دیر ہے تو صرف کسی بھی آیت کسی بھی شئے کے سامنے آنے کی پھر آپ پر وقت کیساتھ ساتھ جب جب جس جس کی ضرورت ہوتی ہے کھل کر واضح ہوتا چلا جاتا ہے۔ تو جب سب کا سب کھل کر واضح ہو جائے تو پھر اور کس میں ہدایت ہوتی ہے؟ اسی میں تو ہدایت یعنی راہنمائی ہوتی ہے اور یہ بیّنات ہیں جن سے ہدایت ہوتی ہے اور الفرقان بھی یعنی اس ایک ماہ میں نہ صرف خود اپنی ہی ذات کو پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ کون سا علم کب کے لیے ہے مکمل طور پر فرق کرنے کی صلاحیت بھی آ جاتی ہے کہ کون سا آپ کے لیے ہے اور کون سا دوسروں کے لیے، کون سا ابھی کے لیے ہے اور کون سا بعد کے لیے یہاں تک کہ مکمل طور پر انتہائی باریکی سے ہر شئے ہر بات کو الگ الگ کرنے کی صلاحیت آ جاتی ہے جس سے ہدایت یعنی لمحہ بہ لمحہ راہنمائی بالکل آسان ہو جاتی ہے یعنی جب آپ پر نہ صرف مکمل علم کھل جائے بلکہ علم کو کب کہاں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے یہ صلاحیت بھی حاصل ہو جائے تو پھر اور کسے کہتے ہیں لمحہ بہ لمحہ اس طرح راہنمائی کرنے کو جیسے کہ اندھے کی راہنمائی کرنے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے؟ یہ ہے ہمارا قانون راہنمائی کرنے کا جو اس قانون پر پورا اترے گا تو اس کی بالکل ایسے ہی راہنمائی کی جائے گی اس پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا اور جو اس قانون پر پورا نہیں اترتا یعنی جو الصیام کتب ہونے پر نہیں کرتا تو پھر اس کے لیے ہدایت ہے ہی نہیں اسی لیے آگے کہا گیا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ پس جو شھد ہو تم میں سے کوئی پس اس کو جو کرنا ہے خود کو روکے رکھنا ہے یعنی الصیام کرنے ہیں۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ کا مطلب ہے کہ تم میں سے کسی کی ذات اگر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اس پر الصیام کتب ہیں مثلاً اگر آگ لگ جائے تو آپ کیا کریں گے کیا کرنا نوشتہ دیوار ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آگ بجھانا اور اسی کو کتب کہتے ہیں ایسے ہی اگر کسی کا وجود یعنی کسی کا جسم اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اسے خود کو روکنے کی ضرورت ہے جیسے کہ اگر آپ ضرورت سے زائد کھا پی رہے ہیں جو کہ بے مقصد ہے، ضرورت سے زائد بول رہے ہیں جو کہ بے مقصد ہے ایسے ہی ضرورت سے زائد کچھ بھی کر رہے ہیں تو آپ کا اپنا وجود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اسے روکا جائے یعنی اسے ضرورت سے زائد کرنے سے روکا جائے جس کے لیے پہلے تو اس بات کا علم ہونا لازم ہے کہ آخر کیا وجہ ہے جو آپ ضرورت سے زائد سب کچھ کر رہے ہیں تب ہی آپ خود کو نہ صرف ضرورت سے زائد سے روک سکیں گے بلکہ بالکل ویسا بنا سکیں گے کہ دوبارہ روکنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے یعنی آپ بالکل ویسے ہی بن جائیں۔

جب بھی آپ پر الصیام کتب ہوتے ہیں تو خبائث کو رزق بنانا اس کی وجہ بنتا ہے اس لیے سب سے پہلے آپ نے خبائث کو ترک کرنا ہے اپنے جسم کو خبائث سے رزق استعمال کرنے سے روکنا ہے اور اس کے برعکس طیب رزق سے استعمال کرنا ہے اور پھر اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے جب تک کہ روکا جا سکتا ہے اور جب روکنا انتہائی مشکل ہو جائے یعنی بھوک برداشت نہ ہو، پیاس برداشت نہ ہو، بولے یا کوئی بھی عمل کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر اتنا ہی کھانا پینا یا کوئی کام کرنا ہے جتنی ضرورت ہے ضرورت سے زائد بالکل نہیں کرنا یوں جب آپ خود کو روکنے کی یہ مشق شروع کریں گے جو کہ الصیام ہیں تو دن بہ دن آپ آگے بڑھتے جائیں گے آپ کا رزق کم سے کم ہوتا چلا جائے گا آپ ہر لحاظ سے کم سے کم کی طرف یہاں تک کہ بالکل ضرورت پر آ جائیں گے یعنی آپ بالکل ویسے بن جائیں گے جیسے کہ آپ اپنے ربّ فطرت کو درکار ہیں اسی لیے کہا گیا کہ تم میں سے کسی کی ذات اگر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اسے خود کو روکنے کی ضرورت ہے تو پھر اس کو جو کرنا ہے یہی کرنا ہے کہ وہ خود کو روکے اس کے علاوہ اس پر کوئی دوسرا کام کتب نہیں ہے کوئی دوسری ذمہ داری کتب نہیں ہے یعنی پھر سب سے پہلا جو کام کرنا ہے وہ یہی ہے جب وہ یہ کام کر لے گا تو پھر خود بخود ہی اس پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ اب اس کے بعد اس نے کیا کرنا ہے کیونکہ اس کے بعد نہ صرف اس کا ربّ فطرت اسے قبول کر لے گی بالکل ایسے ہی جیسے مشین پرزے کو قبول کر لیتی ہے بلکہ اس کے بعد اس نے کیا کب کہاں کتنا اور کیسے کرنا ہے یعنی اسے جو لمحہ بہ لمحہ راہنمائی درکار ہے وہ ان تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائے گا پھر اس کا ربّ اللہ یعنی فطرت لمحہ بہ لمحہ اس کی راہنمائی کرے گی۔

اب یہاں یہ بات بھی آپ پر کھل کر واضح ہو جانی چاہیے کہ شھر رمضان کا مطلب ہرگز وہ نہیں جو آج تک پھیلا دیا گیا ہے جو خود کو مسلمان کہلوانے والے سال میں ایک مخصوص مہینے کو شھر رمضان کا نام دیتے ہیں کیونکہ ذرا غور کریں اگر آپ پر اس وقت الصیام کتب ہیں تو کیا آپ اس کے لیے اس مخصوص مہینے کا انتظار کریں گے؟ مثلاً ذرا غور کریں اگر آپ کے گھر کو آگ لگ جائے تو کیا آپ آگ بجھانے کے لیے کسی مخصوص وقت کا تعین کریں گے اور اس کا انتظار کریں

گے یا پھر جیسے ہی آگ لگے اور اس کا علم ہو جائے تو فوراً سب سے پہلے آگ بجھائیں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ جیسے ہی آگ لگے گی تو پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سب سے پہلے آگ بجھائی جائے گی کیونکہ اگر فوری طور پر پہلے آگ نہ بجھائی گئی تو آگ سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی بالکل ایسے ہی اگر آپ پر الصیام ابھی کتب ہیں تو اس کے لیے انتظار نہیں کیا جائے گا بلکہ جیسے ہی آپ پر واضح ہو جائے کہ آپ پر الصیام کتب ہیں آپ نے الصیام کرنے ہیں تو فوری الصیام کیے جائیں گے نہ کہ کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا ورنہ اگر آپ ایسا نہیں کرتے اور کسی مخصوص وقت کا انتظار کرتے ہیں تو پھر آپ اپنا نقصان کر بیٹھیں گے آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے الا یہ کہ آپ کسی ایسی حالت میں ہوں کہ آپ ابھی الصیام کرنے کے قابل نہیں ہیں مثلاً آپ اگر جسمانی طور پر بیمار ہوں آپ کا جسم اس کی اجازت نہ دے رہا ہو تو پہلے آپ کو اپنی بیماری کو دور کرنا ہو گا یا پھر اگر آپ ابھی ایسے مقام پر نہیں ہیں کہ جہاں آپ نے الصیام کرنے ہیں یعنی آپ اس مقام پر نہیں پہنچے تو پہلے ایسے مقام پر پہنچنا لازم ہے یعنی اگر آپ کسی بھی قسم کے سفر میں ہیں تو پہلے سفر کے اختتام کا انتظار کیا جائے گا جیسے ہی سفر کی حالت ختم ہو جائے تو الصیام کیے جائیں گے اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ اور تم میں سے جو مریض ہو اور کیا ہو کہ کوئی کسی بھی قسم کے سفر پر ہو تو اس پر لازم ہے کہ جب وہ الصیام کرنے کے قابل ہو جائے تو پس وہ اتنی ہی مدت دوسرے ایام میں جب اس کے لیے ممکن ہے الصیام کرے یعنی اگر آپ پر آج حق کھل کر واضح ہوا اور آپ پر واضح ہو گیا کہ آپ پر الصیام کتب ہیں اور آپ مریض ہیں یا پھر آپ کسی حالت سفر میں ہیں تو پھر آپ ایسا کریں کہ جب دوسرے ایام آئیں یعنی یہ حالت مرض یا سفر والے ایام گزر جائیں تو پھر وہی ایک ماہ الصیام کریں مسلسل اور ایسا نہیں کرنا جو آج تک پھیلا دیا گیا کہ اگر رمضان میں ان وجوہات کی بنا پر روزے نہ رکھ پاؤ تو جتنے روزے نہیں رکھ پائے انہیں بعد والے دنوں میں رکھ کر مجموعی طور پر ایک مہینے کی گنتی پوری کر لو یہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے یہ عظیم گمراہی ہے اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں آپ خود غور کریں کیا ایسا کرنے سے جو مقصد ہے وہ پورا ہو گا؟ ایسا کرنے سے کبھی بھی مقصد پورا نہیں ہو گا آپ کا مقصد سال میں تیس دن مخصوص وقت بھوکا اور پیاسا رہنا نہیں ہے بلکہ الصیام کا مقصد ہے تقویٰ کا حصول اور وہ مسلسل ایک ماہ الصیام کریں گے تو ہی تقویٰ آئے گا ورنہ نہیں۔

یوں جب آپ الصیام کریں گے تو آپ میں نہ صرف تقویٰ آ جائے گا بلکہ اللہ آپ کو قبول کر لے گا آپ پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا آپ خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیں گے خود اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے اسے مکمل طور پر پڑھ لیں گے حق ہر لحاظ سے کھل کھل کر واضح ہو جائے گا آپ کی لمحہ بہ لمحہ ایسے ہی راہنمائی کی جائے گی جیسے آپ کے جسم میں آپ کے اعضاء ہیں ان کو کوئی فکر نہیں کہ انہیں کب کیا اور کتنا کرنا ہے وہ بالکل بے فکر اور ہر طرح کے خوف و غم سے آزاد ہیں یعنی جیسے آپ اپنے جسم میں ہاتھوں کو استعمال کرتے ہیں آنکھوں کو استعمال کرتے ہیں زبان کو استعمال کرتے ہیں جیسے آپ کے جسم میں آپ کے اعضاء ہیں اگر وہ آپ کے غلام ہیں تو آپ ان کو استعمال کر رہے ہیں پھر ویسے ہی آپ اللہ کے وجود میں اس کا عضو بن جاتے ہیں آپ کا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ آپ اللہ ہی کی ذات ہوتے ہیں اللہ آپ کو استعمال کرتا ہے آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل ہوتا ہے یوں آپ پر کھل کر واضح ہو گیا کہ اگر آپ اس طرح کرتے ہیں تو آپ کے لیے ہر لحاظ سے کس قدر آسانی ہو جائے گی یعنی ہر لحاظ سے آسانی ہے ایک تو کسی بھی قسم کا کوئی خوف اور غم نہیں رہے گا آپ حقیقی معنوں میں ایک آزاد بشر بن جائیں گے اور دوسرا اگر آپ بیمار ہیں یا ابھی سفر میں ہیں اور جیسے ہی آپ واپس ایسی حالت میں آ جاتے ہیں کہ آپ الصیام کرنے کے قابل ہو گئے آپ الصیام کرتے ہیں تو پیچھے جو وقت آپ کا گزرا جس میں آپ الصیام نہیں کر سکے تو آپ پر اس دوران کوئی گناہ نہیں ہو گا اور پھر حالت مرض یا سفر میں آپ کو مشکل میں نہیں ڈالا جا رہا یعنی اللہ آپ کو کسی بھی مشکل کا شکار نہیں کرنا چاہتا بلکہ اللہ تو آپ کے لیے ہر لحاظ سے آسانی ہی چاہتا ہے اور اسی کا آگے ذکر بھی کر دیا گیا يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ چاہ رہا ہے اللہ ہے اس کیساتھ تمہیں مخصوص آسانی اور نہیں چاہ رہا اس کیساتھ تمہیں مشکل میں ڈالنا یعنی پہلی بات کہ تمہیں جو الصیام کرنے کا کہا گیا اگر کتب ہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ایسا کروانے میں چاہت اللہ ہے تم اللہ کو پا لو گے جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے ۔ اب جب خود اپنی ہی ذات اللہ ہے تو کیا اللہ اپنی ہی ذات کے لیے اپنے وجود کے لیے کوئی مشکل چاہے گا؟ ذرا غور کریں کیا آپ اپنے لیے کوئی مشکل چاہتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں تو پھر اللہ کیوں اپنے ہی وجود کے لیے کوئی مشکل چاہے گا؟ اللہ اپنے وجود کے لیے مشکل نہیں آسانی چاہتا ہے اور اسی لیے کتب ہونے پر الصیام کرنے کا کہا کہ جب الصیام کتب ہوں تو پھر سب سے پہلے جو کرنا ہے الصیام کرنے ہیں نہ کہ الصیام کے علاوہ تمہارا کوئی بھی عمل قابل قبول ہو گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر لو۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ اور اگر تم شھر رمضان کی جو مدت ہے جس مدت کے دوران الصیام کرنے سے تم واپس فطرت پر آ جاتے ہو کر

رہے ہوتو پھرتم مشکل سے بچنے اور اپنے لیے ہر لحاظ سے آسانی کے لیے کر رہے ہو وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ اور کس لیے کر رہے ہو؟ اس لیے کر رہے ہو کہ پھر جو بھی کر رہے ہو بڑا کر رہے ہو اور بڑا تو اللہ تھا یعنی اگر تم کتب ہونے کی صورت میں الصیام کرتے ہوتو پھرتم اللہ کا ہی وجود بن جاتے ہو پھرتم جو بھی عمل کر رہے ہو بظاہر تو اس میں تکبر نظر آئے گا یعنی تم زمین میں تمام تر فیصلے خود ہی کر رہے ہو گے جہاں تک تمہیں اختیار دیا تو وہ اصل میں تم نہیں بلکہ اللہ ہوگا جو تمہاری صورت میں ایسے کام کر رہا ہوگا کہ جس سے نظر آ رہا ہوگا کہ یہ جو بھی کر رہا ہے یہ خود کو بڑا کہہ رہا ہے یعنی اگر زمین میں تکبر کرنا ہے عمل سے خود کو بڑا ثابت کرنا ہے تو جان لو اللہ تھا جو کہ بڑا ہے اس لیے تمہیں پہلے اللہ بننا ہوگا ورنہ اگر تم ایسا کرتے ہو تو پھرتم مجرم بن جاؤ گے اس لیے اگر تم الصیام کرتے ہوتو پھرتم میں تقویٰ آجائے گا تم ہدایت پا جاؤ گے پھر بظاہر تو تم زمین میں اپنے عمل سے بڑے ہونے کے دعویدار نظر آؤ گے لیکن تمہاری صورت میں اللہ ہوگا نہ کہ تم انسان ہو گے اور کیوں اللہ ہو گا تمہاری صورت میں جو تم کبر کر رہے ہو گے تو آگے واضح کر دیا عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ جو تمہیں ہدایت دی گئی اس پر تم کر رہے ہو گے یعنی تم جو بھی عمل کر رہے ہو گے بظاہر تو تم کبر کرتے نظر آ رہے ہو گے لیکن تمہارے اعمال کی بنیاد ہدایت ہوگی تم وہی کر رہے ہو گے جو تمہیں اللہ کہہ رہا ہوگا تمہارے اعمال کی بنیاد ہدایت ہو گی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تم کو کتب ہونے پر الصیام کرنے کا اس لیے کہا کیونکہ الصیام پر رکھ دیا شکر کرنا اگر تم الصیام کرتے ہوتو تم شکر کر رہے ہو یعنی اگر تم الصیام کرتے ہوتو پھر ہی تم ہر اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو جس مقصد کے لیے تمہیں سب کا سب دیا گیا۔ مثلاً اگر تم الصیام کرتے ہوتو پھرتم جو زبان کا استعمال کر رہے ہوتو اسی مقصد کے لیے کر رہے ہو جس مقصد کے لیے زبان دی گئی تمہارا بولنا اللہ کا بولنا ہوگا، تمہیں ہاتھ دیئے گئے تو تمہارے ہاتھ وہی کریں گے جس مقصد کے لیے انہیں وجود میں لایا گیا یعنی پھر تمہارا سننا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، چلنا، عمل کرنا یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل وہی اور ویسا ہوگا جو اور جیسا کہا گیا تمہارا ایک ایک عمل اللہ کا عمل ہوگا اور ایسا کیوں ہے اسے ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کیا جا چکا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کا رزق ہے۔ جب آپ الصیام کریں گے تو پھر آپ انسان نہیں رہیں گے بلکہ آپ اپنی ہی ذات کو پہچان لیں گے پھر آپ اللہ کا وجود بن جائیں گے آپ کا ایک ایک عمل ہی اللہ کا عمل بن جائے گا، آپ کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوگا بلکہ اللہ کا وجود ہوگا پھر آپ سے دوستی اللہ سے دوستی اور آپ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہوگی آپ حقیقت میں ہر لحاظ سے بڑے بن جائیں گے ہر طرف آپ ہی کا وجود نظر آ رہا ہوگا۔ یوں آج نہ صرف یہ آیت آپ پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو چکی کیونکہ یہ آیت آج ہی کی تاریخ تھی اور اسے آج ہی بیّن ہونا تھا بلکہ آج قرآن اس آیت کی صورت میں آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے آپ پر الصیام، شہر رمضان، القرآن اور الفرقان وغیرہ سب کچھ کھول کھول کر واضح کر دیا حق کھول کھول کر پہنچا دیا۔

ماہ رمضان کی حقیقت

اب آئیں اس طرف کہ یہ جو رمضان کے نام پر ہر سال ایک مخصوص مہینہ ہے اس کی حقیقت کی طرف کہ اس کی حقیقت کیا ہے اگر یہ شہر رمضان نہیں ہے تو پھر یہ کیسے اور کہاں سے آیا۔

ایک مہینہ رمضان کا اس لیے ہے کیونکہ امر بالمعروف کیساتھ کا حکم دیا گیا معروف کا معنی ہے پہچان لینا اور حق کو پہچاننا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تقویٰ نہیں آجاتا اور تقویٰ رکھ دیا الصیام پر۔ اس لیے جب تک الصیام نہیں کیے جاتے تب تک تقویٰ نہیں آئے گا اور تقویٰ نہیں آئے گا تو کوئی بھی اللہ کے امر کو پہچان نہیں پائے گا یعنی کوئی بھی کام کرنا ہے تو اسے مکمل طور پر پہچان نہیں پائے گا اس کا مکمل علم حاصل نہیں کر پائے گا جس وجہ سے وہ اگر کام کرے گا تو فساد ہی کرے گا اس لیے لازم ہے کہ سب سے پہلے کام کو پہچانا جائے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کیا جائے تب ہی کام بالکل ٹھیک سے کیا جا سکتا ہے اور اس

کے لیےتقویٰ ناگزیر ہے اورتقویٰ کے لیے الصیام کرنا ناگزیر ہیں۔ مثلاً آپ دیکھیں کہ درج ذیل آیت میں کیا کہا گیا جس سے نہ صرف آپ کو شھر رمضان کے نام پر پائے جانے والے مخصوص مہینے کی حقیقت کھل کر سمجھ آجائے گی بلکہ حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہوجائے گا۔

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. آل عمران ۱۱۰

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ جتنی بھی امتیں ہیں یعنی دنیا میں جتنے بھی ایسے گروہ ہیں جوانسانوں کے نفع ونقصان طے کررہے ہیں جوآسمانوں وزمین کانظام چلانے کے دعویدار ہیں جوانسانوں کی تربیت کررہے ہیں جوانسانوں کے لیے طے کررہے ہیں کہ انہوں نے کیا کرنا ہے اور کیانہیں کرنا، کیسے زندگی گزارنی ہے اگر انسان ان کے وضع کردہ قوانین پرعمل نہیں کرتے تو وہ انسانوں کوقوت کیساتھ ان پرعمل کرواتے ہیں وہ سب کے سب گروہ ایسے ہیں کہ انسانوں کو ان سے فائدے نہیں بلکہ نقصانات ہی نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا ان کی ہدایات پرعمل کرنے سے تباہیوں وہلاکتوں کا ہی سامنا کرنا پڑے گا ان میں واحد تم ایک ایسی امت ہو جو خیر ہو یعنی تم انسانوں یا آسمانوں وزمین کے لیے نقصانات کی بجائے فائدے مند ہی ثابت ہوسکتے ہو انسانوں سمیت آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے انہیں فائدے ہی فائدے حاصل ہوں گے لیکن آگے اللہ نے کچھ شرائط عائد کردیں اگر ان شرائط پر تم عمل کرتے ہوتو اور اگر تم ان شرائط پر پورا نہیں اترتے تو پھر جان لو کہ اللہ نے ہر شئے سے اس کا جوڑا خلق کیا ہے خیر کا جوڑا شر ہے اس لیے اگر تم ان شرائط پر پورا نہیں اترتے تو پھر تم امت خیر نہیں بلکہ امت شر بن جاؤ گے۔ اور وہ شرائط کیا ہیں ان کا آگے ذکر کردیا اُخْرِجَتْ لِلنَّاس کیا تم نکل رہے ہو دنیا میں آباد لوگوں کے لیے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہے نکلنا دنیا میں آباد لوگوں یعنی انسانوں کے لیے تو اسی کا اللہ نے آگے جواب بھی دے دیا تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم جو نکل رہے ہو جو کررہے ہو وہ امر کر رہے ہو معروف کیساتھ؟ اور لوگوں کو روک رہے ہو المنکر سے یعنی ان کاموں سے جن کاموں کے کرنے سے منع کیا گیا جیسا کہ دین یعنی فطرت کو بدلنے سے روکا گیا تو کیا تم لوگوں کو دین میں یعنی فطرت میں تبدیلی کرنے سے روک رہے ہو؟ اگر تو تم لوگ ایسا کررہے ہو تو پھر جتنی بھی امتیں ہیں ان میں تم امت خیر اور اگر تم ایسا نہیں کررہے تو پھر تم امت خیر نہیں بلکہ امت شر ہو۔

اس آیت میں آپ نے دیکھ لیا کہ معروف کیساتھ امر کا کہا گیا اور معروف کہتے ہیں جو بھی کام کرنا ہے اسے مکمل طور پر جان رہے ہو نا یعنی پہلے اس کام کے بارے میں مکمل طور پر جان لیا جائے اسے پہچان لیا جائے اس کے بعد ہی کام کے قریب بھی جایا جائے۔ امت کی مثال گھر میں والدین کی سی ہے جن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف گھر کی دیکھ بھال کریں گھر میں کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو بلکہ وہ بچوں کا بھی خیال رکھیں بچوں کی تربیت کریں ان کو ایسے کاموں سے روکیں جن میں ان کے لیے اور باقی گھر اور گھر والوں کے لیے نقصان پوشیدہ ہے اور بچوں کو ایسا ماحول فراہم کریں کہ جس ماحول سے بچے مثبت سرگرمیاں سیکھیں اور عمل کریں بالکل ایسے ہی امت جو کہ ان لوگوں پر مشتمل گروہ کا نام ہوتا ہے جو خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیتے ہیں اور اپنی اس ذمہ داری کو اٹھا لیتے ہیں ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو امر بالمعروف کریں یعنی ایسا ماحول فراہم کریں کہ وہ پہلے اپنے آپ کو جان لیں پہچان لیں جو بھی کام کرنا ہے پہلے اسے مکمل طور پر پہچان لیں اس کے بعد ہی وہ کام کریں جب پہلے مکمل طور پر جان لیا جائے گا پہچان لیا جائے گا تو پھر احسن عمل ہوگا ورنہ اگر آپ نے اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو صرف طاقت سے کام کروانے کی کوشش کی کہ انہیں علم ہی نہ ہو علم کرنا کیسے ہے وہ صرف ڈنڈے کے خوف سے عمل کریں گے تو پھر آسمانوں وزمین میں فساد ہی ہوگا اس لیے ڈنڈے کا استعمال صرف اور صرف وہاں کرنا ہے جہاں ڈنڈا ناگزیر ہوجائے اس کے علاوہ ڈنڈے کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

دنیا میں جتنی بھی امتیں ہیں یعنی ایسے گروہ جو انسانوں کے نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں جو انسانوں کے لیے قوانین وضع کرتے اور ان قوانین پر چلاتے ہیں جو انسانوں کے لیے جڑ، ان کی بنیاد کی اہمیت وحیثیت رکھتے ہیں ان میں کوئی ایک بھی گروہ یعنی امت ایسی نہیں ہے جو انسانوں سمیت باقی تمام مخلوقات کے لیے فائدہ مند ہو بلکہ تمام کی تمام ہی انسانوں سمیت آسمانوں وزمین کو تباہ وبرباد کرکے رکھ دیں گی سوائے تمہارے جنہیں الکتاب دی گئی لیکن اس صورت میں کہ تم اگر نکلتے ہو انسانوں کے لیے ایسا نہیں کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہو تو تم خیر امت ہو نہیں بلکہ تم نے انسانوں کے لیے نکلنا ہے اللہ سے جو تمہاری طرف اتارا

جائے انسانوں کواس پر چلانا ہے ویسی ہی انسانوں کی تربیت کرنی ہے ان سے وہی کروانا ہے جواللہ واضح کرر ہا ہواورانسانوں کواس سے روکنا ہے جس سے اللہ رکنے کا کہہ رہا ہواور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تم خیرامۃٍ نہیں بلکہ تم شرامۃٍ ہو گے تم سے انسانوں تو کیا دنیا کی کسی مخلوق کو بھی فائدہ حاصل نہیں ہو گا بلکہ الٹا تم انسانوں سمیت دنیا کی تمام مخلوقات کے لیے ہلاکتوں وتباہیوں کا باعث بنو گے جیسے آج یہ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جار ہا ہے بالکل ایسے ہی آج سے چودہ صدیاں قبل محمد کو بعث کر کے بھی کیا گیا اور امت وجود میں لائی گئی جن کی یہی ذمہ داری تھی کہ وہ معروف کیساتھ امر کریں جس وجہ سے ہی شہر رمضان کے نام پر سال میں ایک مہینہ مخصوص کیا گیا جسے مزید آگے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

امت کسے کہتے ہیں کتاب میں پیچھے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ دنیا میں جتنے بھی بشر ہیں وہ بنیادی طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں ایک وہ جو انسان کے انسان ہی ہیں اور دوسرے وہ جو انسان نہیں بلکہ خودی کو پہچان جاتے ہیں یعنی جو خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیتے ہیں جس کی بنیاد ایک بشر سے رکھی جاتی ہے یعنی سب سے پہلے ایک ایسا بشر سامنے آتا ہے جو نہ صرف خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیتا ہے بلکہ جب وہ اس ذمہ داری کو اٹھاتا ہے تو جو بھی خود اپنی ہی ذات اپنی حقیقت کو جاننے کے لیے تڑپ رہے ہوتے ہیں ان کے لیے آسانی ہو جاتی ہے اور وہ اس کے ذریعے حق کو پا لیتے ہیں اپنی ذات کو پہچان لیتے ہیں جب اپنی ہی ذات کو پہچان لیتے ہیں تو اللہ ہی ان کی اپنی ذات کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اب جب ان کی اپنی ذات اللہ ہے تو پھر ظاہر ہے اللہ وہ کرے گا جو اس کا کام ہے اللہ نے آسمانوں و زمین کو خلق کیا تو اس کے بعد ان کا نظام چلانے کی طرف متوجہ ہوا اس لیے اللہ کا کام ہے آسمانوں و زمین کا نظام چلانا۔ یوں جو انسان نہیں ہیں بلکہ جو اللہ ہیں وہ بشر بالکل ایک وجود کی مانند ہوتے ہیں جیسے وجود میں دماغ اور باقی اعضاء دماغ کی اطاعت کرتے ہیں دماغ کی غلامی کرتے ہیں بالکل ایسے ہی ان میں ایک بشر دماغ کی اہمیت وحیثیت رکھتا ہے دماغ کا درجہ رکھتا ہے جو کہ امام ہوتا ہے اور باقی بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم میں باقی اعضاء ہوتے ہیں یعنی یہ بشر جو انسان نہیں ہوتے جو کہ المومن ہوتے ہیں وہ ایک وجود کی مانند ہوتے ہیں اور ان کی ذمہ داری ان کا کام ہوتا ہے الصلاۃ قائم کرنا یعنی زمین میں ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا یا رہنے دینا اگر کوئی کسی مخلوق کو اس کے مقام سے ہٹا رہا ہے تو اسے واپس اس کے مقام پر رکھنا اور جو ایسا کر رہے ہیں یعنی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں فطرت کو بدل رہے ہیں انہیں ایسا کرنے سے روکنا۔

اب ایک بشر یہ ہیں جو کہ انسان نہیں ہیں بلکہ وہ اپنی حقیقت کو جان چکے ہیں جو کہ اللہ ہے اور ایک وجود کی مانند ہیں اور دوسرے انسان ہیں یعنی وہ جو خود اپنی ہی ذات کو بھولے ہوئے ہیں اور اس بشری وجود کو اپنی اصل حقیقت سمجھ رہے ہیں اس لیے جو اس کی پسند ناپسند ہے اس کی پرواہ کرتے ہیں جو اسے پسند ہے اس کے پیچھے بھاگتے ہیں جس کے لیے انہیں جو بھی اچھا لگتا ہے اس کے حصول کے لیے اس کے پیچھے بھاگتے ہیں جو بھی صلاحیتیں ان کو دی گئیں ان کا ان کے پیچھے استعمال کرتے ہیں اب اگر انہیں نہیں روکا جاتا تو آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا یعنی انسانوں کی مثال گھر میں بچوں کی سی ہے جیسے بچوں کو جو بھی بھلا نظر آتا ہے اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ وہ آگ ہی کیوں نہ ہو یا اس میں ان کے لیے کتنی ہی ہلاکت کیوں نہ پوشیدہ ہو وہ اس سے لاعلم ہوتے ہیں اور صرف ظاہر کو دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کے برعکس جو انسان نہیں ہیں ان کی مثال گھر میں والدین کی سی ہے جیسے والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے وہ نہ صرف گھر کی دیکھ بھال کریں بلکہ وہ بچوں کا خیال رکھیں ان کی احسن تربیت کریں ان کو نقصان سے بچائیں انہیں ہر اس کام سے روکیں جس میں بھی ان کے لیے نقصان پوشیدہ ہے خواہ بچوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے ایسے بشر جو انسان نہیں ہیں جن کی یہ ذمہ داری ہے انہیں امۃ کہا جاتا ہے۔ امۃ کا معنی ہیں وہ وجود دنیا میں انسانوں کی بنیاد ہیں جڑ ہیں یعنی باقی جتنے بھی بشر ہیں جو کہ انسان ہیں ان کو دنیا میں کیوں بھیجا گیا انہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا وغیرہ اس کے لیے جو بشر انسان نہیں ہیں وہ بنیاد ہیں جیسے وہ کر رہے ہیں بالکل ویسے ہی اور وہی باقیوں کو بھی کرنا ہے جب تک کہ امۃ اپنی ذمہ داری سے نہ صرف واقف ہوتی ہے بلکہ اسے پورا کر رہی ہوتی ہے۔ اگر امۃ اپنی ذمہ داری کو ترک کر دے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا اسے آپ اسی سے سمجھ لیں کہ اگر گھر میں والدین اپنی ذمہ داری سے غافل ہو جائیں یا وہ بھی بچوں کے ساتھ بچے بن جائیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ نہ صرف بچے گھر کو تباہ و برباد کر دیں گے بلکہ خود بھی نقصان سے دوچار ہوں گے اور ساتھ والدین کو بھی بچوں کے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس سب کی ذمہ داری والدین پر عائد ہو گی کیونکہ بچوں کا تو کام ہی یہی ہے اسی لیے تو والدین کو ان پر معمور کیا گیا ایسے ہی اگر امت اپنی ذمہ داری سے غافل ہو

جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان بالکل آزاد ہو جاتے ہیں وہ ظاہر کو دیکھتے ہوئے ہر وہ کام کرتے ہیں جس میں بھی انہیں اپنے لیے فائدہ نظر آتا ہے یوں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے آسمانوں وزمین میں قائم المیز ان کو بگاڑ دیتے ہیں آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کر دیتے ہیں اور پھر بالآخر وہ فساد طرح طرح کی ہلاکتوں وتباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو اس فساد عظیم کے سب سے بڑے ذمہ دار وہی لوگ ہوتے ہیں جن کی گھر میں والدین کی سی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے یعنی جن کا بطور امۃ انتخاب کیا گیا۔

اب جب تک امت کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا تو ان پر لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف کریں یعنی کوئی بھی کام کرنا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ پہلے اس کام کو مکمل طور پر پہچانا جائے انسانوں سے کوئی کام کروانا ہے تو ایسے نہیں کہ ڈنڈے کا استعمال کیا جائے بلکہ ایسا ماحول فراہم کیا جائے کہ وہ پہلے اس کام کو پہچانیں جب وہ اس کام کو پہچان جائیں گے تو نہ صرف وہ اس کام کو احسن کریں گے بلکہ انہیں ناگوار بھی نہیں گزرے گا اور اگر اقتدار واختیار کے نشے میں ڈنڈے کا استعمال کیا جائے گا تو پھر جان لیں کہ جب تک ڈنڈے کا ڈر لاحق رہے گا لوگ محض ڈنڈے کے ڈر سے اس سے بچنے کے لیے کام کریں گے اور پھر کام بھی احسن نہیں ہوگا اور جیسے ہی ان پر سے ڈنڈے کا ڈر ختم ہو جائے گا تو وہ پھر وہی کریں گے جو کہ وہ ہیں یعنی وہ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے جس سے آسمانوں وزمین میں فساد ہوگا جو بڑھتے بڑھتے بڑھتا ہی چلا جائے گا یہاں تک کہ عذاب عظیم نہ آجائے۔

یہی وہ وجہ ہے کہ آج سے چودہ صدیاں قبل محمد نے انسانوں کے الصیام کے لیے ہر سال میں ایک ماہ کو مقرر کر دیا کہ پہلے ان سے الصیام کروائے جائیں جب ان سے الصیام کروائے جائیں گے تو ان میں تقویٰ آجائے گا جس سے انہیں کوئی بھی بات سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور نہ ہی ان پر کوئی سختی برتنی پڑے گی بلکہ جب تقویٰ آئے گا تو پھر الکتاب ان کی راہنمائی کرے گی وہ ہدایت پا جائیں گے وہ دین کو نہیں بدلیں گے۔

جو محمد کی دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے تھے ان کے لیے اس ایک مہینے کا تعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ ایک ماہ کا تعین ان کے لیے کیا گیا تھا جو انسان کے انسان ہیں جنہوں نے محمد کی دعوت کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ بعد میں جب اللہ کا ید یعنی مومنوں کی جماعت کی صورت میں ہاتھ حرکت میں آیا تو جان بچانے کے لیے سلم اختیار کیا یعنی سرنڈر کر دیا۔ اب انہوں نے سرنڈر کیا تھا نہ کہ دل سے محمد کی دعوت کو تسلیم کر رہے تھے اب اگر انہیں کہا جاتا کہ الصیام کرو تو کوئی بھی نہ کرتا لیکن الصیام ان کے لیے لازم تھے جس کے لیے حکمت کا استعمال کرتے ہوئے سال میں ایک ماہ الصیام کو لازم قرار دیا گیا تا کہ یہ لوگ الصیام کرتے رہیں اور ان میں تقویٰ برقرار رہے ان کی ہدایت ہوتی رہے یہ مجبوری کی بجائے دل سے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کریں۔

یہ ایک ماہ مومنوں کے لیے نہیں تھا کیونکہ ذرا غور کریں اگر آگ اس وقت لگ جائے تو کیا آگ بجھانے کے لیے کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا یا پھر جیسے ہی آگ لگے گی تو فوری طور پر اسے بجھایا جائے گا؟ تو حق بالکل واضح ہے کہ جیسے ہی آگ لگے اسے فوری طور پر بجھایا جائے گا یا جیسے ہی آگ کا ادراک ہو جائے تو فوری بجھایا جائے گا نہ کہ کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا کیوں کہ اگر کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا تو تب تک آگ سب کچھ جلا کر راکھ کر چکی ہوگی۔ بالکل ایسے ہی جو مومن ہیں یعنی جو دل سے اللہ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں وہ الصیام کے لیے کسی مخصوص وقت کا انتظار نہیں کرتے بلکہ جیسے ہی ان پر واضح ہوتا ہے کہ ان پر الصیام کتب ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ الصیام کریں نہ کہ کسی مخصوص وقت کا انتظار کریں مخصوص وقت کا تعین تو کیا ہی ان کے لیے گیا ہے جو مومن نہیں ہیں۔

یہ مقصد تھا ہر سال ایک ماہ کو ماہ رمضان قرار دینا نہ کہ جو کچھ آج ماہ رمضان کے نام پر ہو رہا ہے یہ حق ہے نہ تو یہ ماہ رمضان ہے اور نہ ہی یہ الصیام ہیں یوں آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر تم پر واضح کر دیا جس کا دنیا کی کوئی بھی طاقت رد نہیں کر سکتی اور ہر کسی پر حجت ہو چکی۔

نہ صرف الصیام کیا ہیں اور الصیام کا کتب ہونا کیا ہے ہیں کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بلکہ شہر رمضان کو بھی بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا اور پھر شہر رمضان کے بعد عید الفطر آتی ہے جسے ایک لا معنی مذہبی تہوار بنا دیا گیا اور پھر کسی کو بھی نہیں علم کہ یہ عید الفطر حقیقت میں ہے کیا، جیسے خود کو مسلمان کہلوانے والے عید الفطر کا نام دیتے ہیں اسی کو ہندو ہولی کا نام دیتے ہیں اور ہندوؤں کو بھی ہولی کی حقیقت کا نہیں علم۔

عید کا معنی ہے واپس اسی مقام پر آنا جہاں سے پھسل گئے تھے جہاں سے ہٹ گئے تھے یعنی آپ کا اصل مقام جس پر آپ کو وجود میں لایا گیا اور بعد میں آپ اس

مقام سے ہٹ گئے اور پھر وہ مقام کون سا ہے تو اسی سوال کا آگے جواب ہے الفطر مخصوص فطر یعنی جسے آپ فطرت اور انگلش میں مدر نیچر کا نام دیتے ہیں آپ کو فطرت پر وجود میں لایا گیا اور آپ پر لازم تھا کہ آپ اسی پر قائم رہیں لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا آپ اس مقام سے ہٹ گئے۔ واپس اسی مقام پر جانے کو عید الفطر کہا جاتا ہے۔

واپس فطرت پر آنے کے لیے جیسے فطرت کو درکار ہیں بالکل ویسا بننے کے لیے ایک ماہ الصیام کرنا لازم ہے جسے عربوں کی زبان میں شھر رمضان کہا جاتا ہے جب ایک ماہ الصیام کیے جاتے ہیں تو بندہ واپس اسی مقام پر آجاتا ہے جو اس کا اصل مقام تھا جس پر اسے وجود میں لایا گیا تھا یعنی واپس فطر ہو جاتا ہے واپس فطرت پر آجاتا ہے اس کے اندر سے تمام تر خبث نکل جاتا ہے بالکل ایسے بن جاتا ہے جیسے کہ ایک بچہ ہوتا ہے یہ ہے عید الفطر۔

جب تک عید الفطر نہیں ہوگی یعنی واپس فطرت پر نہیں آئیں گے تب تک آپ پر آپ کا دنیا میں آنے کا مقصد واضح نہیں ہوگا اور پھر اسے پورا کرنا تو بعد کی بات ہے اس لیے جب عید الفطر ہوگی یعنی کتب ہونے پر ایک ماہ الصیام کیے جائیں گے تو تقویٰ آجائے گا آپ واپس فطر ہو جائیں گے تو پھر آپ کی ایسے ہی راہنمائی کی جائے گی جیسے کہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے یوں آپ پر آپ کے دنیا میں آنے کا مقصد بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا آپ الحجہ والے ہو جائیں گے اور آپ پر حج البیت کتب ہو جائے گا اور پھر حج البیت کریں گے تو عید الاضحیٰ آجائے گی جس کی وضاحت آگے موجود ہے۔ یعنی الحج عید الفطر سے مشروط ہے جب تک عید الفطر نہیں آئے گی تب تک الحج کا آپ کا علم نہیں ہو سکے گا اور یہی وجہ ہے کہ آپ جانتے ہیں عید الفطر کے بعد ہی الحج اور الحج کا نتیجہ عید الاضحیٰ کی صورت میں نکلتا ہے۔

الحج

الحج کو جاننے کے لیے سب پہلے الحج کے نام پر جو کچھ بھی آج کیا جا رہا ہے اسے جان لیں۔ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا کہنا ہے کہ سال میں ایک مہینہ ایسا آتا ہے جس کا نام ذوالحجہ ہے جس میں ہر اس شخص پر حج کرنا لازم ہے جس میں اس کی استطاعت ہے اور استطاعت رکھنے کا مطلب کیا ہے جب آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حج کسے کہا جا رہا ہے تو خود بخود ہی کھل کر واضح ہو جائے گا کہ استطاعت رکھنے کا مطلب کیا ہے۔

ان کے مطابق الحج دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں پانچواں رکن ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال یعنی بارہ مہینوں میں سے ایک ذوالحجہ نامی مہینہ آئے تو جو بھی سعودی عرب کی مکہ نامی القریہ جانے کی استطاعت رکھتا ہے تو وہ وہاں جائے اور الحج کرے جس کے لیے سب سے پہلے جیسے ہی ذوالحجہ کا چاند نظر آئے تو ناخن اور بال وغیرہ تراشنا چھوڑ دے جب تک کہ حج نہ ہو جائے یعنی قربانی نہ دے لی جائے یوں جیسے ہی ذوالحجہ کا چاند نظر آئے تو ناخن اور بال وغیرہ نہیں تراشے جائیں گے اور سعودی عرب میں مکہ نامی قریہ کی طرف سفر شروع کیا جائے گا اور جیسے ہی حرم میں پہنچیں گے تو احرام باندھ لیا جائے گا جس کا مطلب ہے کہ دو بغیر سلے سفید کپڑوں میں اپنے جسم کو ڈھانپ لیا جائے گا اور پھر حرم سے منیٰ نامی میدان میں جایا جائے گا جہاں معمول کے مطابق جیسے دنیا میں زندگی گزاری جاتی ہے ویسے وقت گزارا جائے گا پھر اس کے بعد اس میدان سے نکل کر آگے عرفات نامی میدان کی طرف رخ کیا جائے گا جہاں یوم العرفہ کے نام سے صوم کے نام پر روزہ رکھا جائے گا یوں جب یوم العرفہ گزر جائے یعنی میدان عرفات میں جانے کا مقصد پورا ہو جائے تو پھر واپسی کی طرف پلٹا جائے گا جہاں آگے مزدلفہ آجائے گا جہاں بالکل ایسے ہی رات گزاری جائے گی جیسے کہ آپ بالکل فطرت پر ہیں مزدلفہ میں کوئی امیر غریب نہیں کوئی رنگ برنگے کھانے نہیں، کوئی کالے اور گورے سمیت فرق نہیں وہاں رات بالکل ایسے ہی گزاری جائے گی جیسے کہ کہا جا رہا ہے یعنی بغیر مال ومتاع کے بغیر آسانیوں وآسائشوں کے، پتھروں پر ایسے ہی سویا جائے گا رات گزاری جائے گی پھر اس کے بعد آگے پھر منیٰ کا میدان آجائے گا جہاں شیطان کو کنکریاں ماری جائیں گی اور پھر قربانی

دی جائے گی یا بے شک پہلے قربانی دی جائے اور بعد میں شیطان کو پتھر مارے جائیں یعنی اسے رجم کیا جائے اور پھر قربانی کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے نام پر گائے، بکری، بھیڑ یا اونٹ وغیرہ کو کاٹا جائے گا اس کا خون بہایا جائے گا پھر اس کے بعد واپس مسجد الحرام میں آ کر کعبے کا طواف کیا جائے گا یعنی کعبے کے گرد الٹی طرف گھومتے ہوئے سات چکر لگائے جائیں گے یوں آپ کا حج ہو گیا اس کے بعد احرام اتار دیا جاتا ہے اور واپس گھروں کا سفر شروع ہو جاتا ہے کہ آپ نے حج کر لیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی الحج ہے؟ تو اس کا جواب بالکل کھول کر واضح کرنے سے قبل کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں انہیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں کہ کیا ان سوالات کی روشنی میں یہ وہی الحج ثابت ہوتا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا۔

ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ الحج دین کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو دین دیا گیا یعنی جب دین کی بنیاد رکھی گئی تو جن پانچ ارکان پر بنیاد رکھی گئی ان میں سے ایک رکن الحج ہے اور پھر دین الاسلام کی بنیاد آج سے چودہ صدیاں قبل نہیں رکھی گئی بلکہ دین الاسلام کی بنیاد تو تب رکھی گئی جب اس بشر کو زمین پر لایا گیا پھر اس کے بعد جب یہ اس الشجرۃ الملعونہ کے پیچھے پڑا جس کے قریب بھی جانے سے منع کیا گیا ہے یوں جب یہ بشر اس الشجرۃ الملعونہ کے پیچھے پڑا جس وجہ سے اس نے ظلم کیا تو اس ظلم کو دور کرنے کے لیے واپس پہلے جیسا بننے کے لیے جو طریقہ جو فارمولہ دیا گیا اسے دین کہتے ہیں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے پانچ بنیادی ارکان ہیں جن میں سے ایک الحج ہے۔ اب جب الحج دین کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے اور پھر اگر یہی الحج ہے جسے آج خود کو مسلمان کہلوانے والے الحج کہتے ہیں تو کیا عیسیٰ ابن مریم نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا موسیٰ نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا ابراہیم نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا لوط نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا شعیب نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا صالح نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا ھود نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا نوح نے بھی یہی حج کیا تھا یا ان کے علاوہ کسی رسول نے بھی یہی حج کیا تھا؟ یہاں تک کہ جو آج تک محمد سے منسوب کیا جا رہا ہے کہ محمد نے اسے حج کہا اور یہ حج کیا تو اس کی حقیقت بھی آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ نہ تو محمد نے ایسا کوئی حج کیا اور نہ ہی محمد نے اسے حج کہا۔

یعنی اگر یہی حج ہی وہ الحج ہے جو دین کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے تو پھر اللہ کے ہر رسول کو یہی حج کرنا چاہیے تھا اور ہر رسول نے یہی حج کیا ہو گا اور اگر ایسا نہیں تو پھر دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ اللہ کے رسول ہی نہیں تھے کیونکہ کوئی اللہ کا رسول ہو اور وہ الحج نہ کرے ایسا ممکن ہی نہیں یا پھر اگر وہ اللہ کے رسول تھے تو پھر یہ حج وہ الحج ہے ہی نہیں جو دین الاسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں جس نے یہ حج کیا ہو جسے خود کو مسلمان کہلوانے والے الحج سمجھے ہوئے ہیں اور کر رہے ہیں جس بنیاد پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حج وہ الحج ہے ہی نہیں جو دین الاسلام کے ارکان میں سے ایک ہے۔

پھر دوسری بات کہ اگر یہ حج ہی وہی الحج ہے تو پھر اس کا مطلب کہ محمد اللہ کا رسول تھا ہی نہیں کیونکہ اللہ نے قرآن میں بار بار آپ پر واضح کر دیا کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیاں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی حق کی رائی بھی نہیں ہوتی کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا اس کے باوجود ہر کوئی حق کا دعویدار ہوتا ہے حالانکہ سب کے سب ہی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسری طرف جسے خود کو مسلمان کہلوانے والے الحج قرار دے رہے ہیں یہ تو محمد کی بعثت سے قبل بھی ہو رہا تھا۔

اگر محمد اللہ کا رسول تھا جو کہ محمد اللہ کا رسول تھا تو پھر جسے خود کو مسلمان کہلوانے والے الحج قرار دے رہے ہیں نہ ہی یہ الحج تھا ہے اور نہ ہی محمد نے اسے الحج کہا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ضلالٍ مبینٍ میں سے ہے یہ گمراہیوں میں سے ایک عظیم گمراہی ہے جو حج کے نام پر الحج سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اللہ صرف اور صرف تب رسول بعث کرتا ہے جب اس سے قبل ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں اور یہ حج نامی گمراہی تو محمد کی بعث سے قبل ہی موجود تھی جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ خود کو مسلمان کہلوانے والے جسے الحج قرار دے رہے ہیں یہ حق نہیں بلکہ بالکل باطل ہے گمراہیوں میں سے ایک عظیم گمراہی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ حق ہے کہ جسے خود کو مسلمان کہلوانے والے الحج کا نام دے رہے ہیں یہ الحج نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی ہے تو پھر اسے آج تک محمد سے منسوب کیوں کیا جاتا رہا اور یہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں کہاں سے آ گیا؟ تو اس سوال کا جواب تب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا جب آپ یہ جان لیں گے کہ الحج ہے کیا۔ اس لیے اب آپ پر بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں کہ الحج کیا ہے۔

اب سب سے پہلے آئیں قرآن کی طرف اور دیکھیں کہ قرآن میں اللہ نے اس کے بارے میں کیا بات کی جسے الحج کا نام دیا جاتا ہے۔
قرآن میں اللہ کا کہنا ہے کہ ابراہیم کو لوگوں کے لیے امام بنا دیا یعنی تم نے بالکل وہی کرنا ہے جو ابراہیم نے کیا جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ کے سامنے ہے۔

وَاِذِا بۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا. البقرة ۱۲۴

اور تب جب جو ابراہیم تھا اس کے ربّ نے اسے ابتلا کیا ان کلمات کیساتھ جو ابراہیم کو دیئے تھے پس ابراہیم نے انہیں پورا کر دکھایا تو تب کہا اس میں کچھ شک نہیں میں تجھے بنا رہا ہوں لوگوں کے لیے ایک امام یعنی آج کے بعد دنیا میں جو بھی آئے گا اس کو وہی کرنا ہے جو تُو نے کیا۔
اب سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ کون سے کلمات ہیں جن کیساتھ ابراہیم کو ابتلا کرنے کا ذکر کیا گیا اور پھر ابراہیم کو جب جب بھی ابتلا کیا گیا تو ابراہیم کسی موقع پر بھی ڈگمگایا نہیں بلکہ ثابت قدم رہا تو اس پر نہ صرف کتاب میں جگہ جگہ کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بلکہ یہاں ایک بار پھر اسے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس کا قرآن میں بھی جگہ جگہ ذکر موجود ہے۔
ابراہیم کو ابتلا کیا تھا ربّ نے تو سب سے پہلے آپ کو علم ہونا چاہیے کہ ربّ کیا ہے؟ اور آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ربّ فطرت ہے اس لیے یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ فطرت نے ابراہیم کو جب جب بھی ابتلا کیا یعنی حالات و واقعات کا شکار کیا آزمائش میں ڈالا اور دوسری بات کے فطرت کس طرح ابتلا کرتی ہے اس کا بھی علم ہونا لازم ہے۔ مثال کے طور پر جسے آپ کہتے ہیں حالات کا شکار ہو جانا لیکن اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں ایک جس کے ذمہ دار آپ خود ہوتے ہیں اور دوسرا جس کے ذمہ دار آپ خود نہیں ہوتے بلکہ ربّ یعنی فطرت کی اس میں چاہت ہوتی ہے اور فطرت کی چاہت کس میں ہے یہ بھی آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے تو بدلے میں آپ کو جن حالات و واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا اس میں اللہ جو آپ کا ربّ ہے یعنی فطرت اس کی چاہت ہوتی ہے بالکل ایسے ہی فطرت نے ابراہیم کو ابتلا کیا۔
پھر آگے کہا گیا کہ کلمات کیساتھ ابتلا کیا تو یہ کلمات کیا ہیں کون سے ہیں تو اسکا بھی قرآن میں کئی مقامات پر مختلف پہلوؤں سے ذکر کر دیا گیا کہ ابراہیم نے جب غور و فکر کیا تو اس پر رزق کی اہمیت و حیثیت بالکل کھل کر واضح ہو گئی تو جب ابراہیم نے طیب رزق سے استعمال کیا تو وہ بھی طیب بن گیا اور جب ابراہیم طیب بن گیا تو پھر ظاہر ہے ابراہیم وہی کرے گا جو طیب کرتا ہے۔ جب ابراہیم موجود تھا تب ضلالٍ مبینٍ تھیں ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں تھی ایسی صورت میں طیب کی ذمہ داری ہوتی ہے حق کھول کھول کر واضح کرنا تو جب حق کھول کھول کر واضح کیا جاتا ہے تو کفر کرنے والے دشمنی میں ہر حد تک جاتے ہیں یوں جن حالات و واقعات کا جن سختیوں کا جن سخت حالات کا آپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ہوتا ہے کلمات کیساتھ ابتلا کیا جانا۔
یوں جیسے جیسے ابراہیم پر حق کھول کھول کر واضح کیا جاتا رہا تو ابراہیم حق پر پورا اترتا رہا اس نے ایک ایک عمل وہی کیا جو اس کا ربّ یعنی فطرت کہہ رہی تھی جس کے لیے ابراہیم کو طرح طرح کی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے باوجود ابراہیم ڈٹا رہا ثابت قدم رہا وہ کہیں بھی بالکل نہ گھبرایا یوں جب ابراہیم کو ایسے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا تو تب ابراہیم اپنے ربّ فطرت سے کہہ رہا تھا کہ اے میرے ربّ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے یہ تُو میرے ساتھ کیا کر رہا ہے تو اللہ جو کہ آپ کا ربّ ہے یعنی فطرت نے آگے سے جواب دیا جیسے کہ فطرت کلام کرتی ہے کہ یہ میں تجھے لوگوں کے لیے ایک امام بنا رہا ہوں کہ اس کے بعد جو بھی دنیا میں آئے گا اس کو بالکل وہی کرنا ہے جو تُو نے کیا اسی میں اس کی فلاح ہو گی اور اسی کا ایک اور مقام پر یوں ذکر کیا۔

اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ. الحج ۷۸

ابا ہے تمہارا ابراہیم
یعنی تم نے بالکل وہی اور ویسے ہی کرنا ہے جو اور جیسے ابراہیم نے کیا گویا کہ تمہاری تربیت ابراہیم نے کی ہے۔
اب جو کچھ بھی ابراہیم نے کیا اور اسی میں سے ایک جسے قربانی کہا جاتا ہے اسے الحج کہا گیا جس کے بارے میں اسی قرآن میں کہا گیا۔

وَتَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ. الصافات ۱۰۸

اور یعنی جو کچھ بھی ابراہیم نے کیا جو قربانی ابراہیم نے دی اسے چھوڑا ہم نے اس پر جو بعد والوں میں ہیں یعنی ابراہیم کے بعد جتنے بھی دنیا میں آنے والے ہیں

ان میں سے جسے جسے بھی جو جو صلاحیتیں دی گئی یعنی جسے جس کی استطاعت دی گئی اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق بالکل اسی پر اسی طرح پورا اترے جس طرح ابراہیم پورا اترا جو ابراہیم نے کیا بالکل وہی جو بعد والے ہیں ان پر چھوڑ دیا کہ ان کو کرنا ہے اور ان میں سے جو جو بھی ابراہیم والی صلاحیتیں رکھتے ہیں تو ان کو بھی بالکل وہی کرنا ہے جو ابراہیم نے کیا ورنہ وہ اللہ کے ہاں مجرم ٹھہریں گے اور یہ ہے جسے الحج کہا گیا۔

اسے مختصراً واضح کرتے ہوئے قرآن کی آیات کی طرف آئیں گے تا کہ قرآن کی آیات سے بھی اسے بالکل کھول کر واضح کر دیا جائے۔

جیسے آج آپ پیدا ہوئے ہیں بالکل ایسے ہی تب ابراہیم بھی پیدا ہوا۔ جب کوئی بھی پیدا ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے پھر جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا چلا جاتا ہے خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے تو والدین پر اس کا انحصار کم ہوتا چلا جاتا ہے یعنی پہلے وہ والدین کا سہارا لیکر چلتا ہے لیکن بعد میں جب خود مختار ہو جاتا ہے تو پھر وہ والدین کا سہارا نہیں لیتا بلکہ اپنے بل بوتے پر چلتا ہے خود پر انحصار کرتا ہے جو اسے صلاحیت دی گئی ایسے ہی پہلے وہ پہننے کے لیے والدین کا محتاج ہوتا ہے لیکن جب اس میں یہ صلاحیت ڈویلپ ہو جاتی ہے آہستہ آہستہ آ جاتی ہے تو وہ والدین پر انحصار نہیں کرتا بلکہ خود پر انحصار کرتا ہے پھر وہ خود پہنتا ہے ایسے ہی پہلے وہ کھانے پینے کے لیے مکمل طور پر والدین کا محتاج ہوتا ہے ان پر انحصار کرتا ہے لیکن جیسے جیسے وہ خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے تو والدین پر اس کا انحصار کم ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ مکمل طور پر خود مختار ہو جاتا ہے ایسے ہی بچہ جیسے جیسے بڑا ہوتا چلا جاتا ہے خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے تو وہ والدین پر انحصار کرنا ترک کرتا چلا جاتا ہے لیکن اگر آپ اپنے ارد گرد غور و فکر کریں تو آپ پر واضح ہو جاتا ہے کہ ایک شئے ایسی ہے ایک معاملہ ایسا ہے جس حوالے سے بچہ جب خود مختار ہو جاتا ہے تو پھر بھی وہ اس حوالے سے والدین پر ہی انحصار کرتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور وہ ہے کہ جب اسے صحیح اور غلط کا شعور آ جاتا ہے اس کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دے دی جاتی ہے تو اس کے باوجود بھی وہ اسی پر ڈٹا رہتا ہے اور ڈٹا ہوا ہے جس پر اس نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا یعنی جس کو اس کے بڑوں نے ٹھیک کہا اسے ہی ٹھیک کہہ رہا ہوتا ہے اور جسے انہوں نے غلط کہا اسے ہی غلط کہہ رہا ہوتا ہے اور آج یہ آپ اپنی آنکھوں سے ہر طرف دیکھ رہے ہیں۔

ابراہیم جب باشعور ہوا تو اس نے دیکھا کہ لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہیں اور ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہے حالانکہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ سب کے سب ہی حق پر ہوں جب کہ ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے ہیں تو ابراہیم نے غور و فکر کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے اور جو بھی اس سے اختلاف رکھنے والا ہے وہ باطل پر ہے تو بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ ہر کوئی اسی پر ڈٹا ہوا ہے جس پر اس نے اپنے بڑوں کو پایا۔ اب ظاہر ہے سب کے سب تو حق پر ہو نہیں سکتے یا تو ان میں سے ایک ہی حق پر ہے یا پھر ان میں سے کوئی ایک بھی حق پر نہیں کسی کو بھی حق کا علم نہیں سب کے سب ہی باطل پر ہیں ضلالٍ مبین میں ہیں۔

ابراہیم نے غور و فکر کیا کہ جب میں چھوٹا تھا مجھ میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی میں والدین کا محتاج تھا تو ظاہر ہے میں نے اسے ہی صحیح اور اسے ہی غلط کہنا تھا جس کو میرے بڑوں نے صحیح اور غلط کہنا تھا کیونکہ میں ان کا محتاج تھا لیکن کیا گارنٹی ہے کہ جو میرے بڑوں نے کہا جس پر میں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا وہ حق ہو؟ آج جب مجھے خود سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دے دی گئی تو آخر کیوں دی گئی؟ ظاہر ہے اسی لیے دی گئی تا کہ میں سوچ اور سمجھ سکوں جو کچھ بھی مجھے سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھوں جب اسے سمجھوں گا تو خود بخود کھل کر واضح ہو جائے گا کہ حق کیا ہے ان میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر یوں ابراہیم باقیوں کی طرح اسی پر نہیں ڈٹا رہا جس پر آباؤ اجداد کو پایا بلکہ ابراہیم نے غور و فکر کرنا شروع کیا اور پھر جیسے جیسے غور و فکر کرتا چلا گیا حق بالکل کھل کر واضح ہوتا چلا گیا ۔ غور و فکر کرنے سے ابراہیم پر رزق کی اہمیت و حیثیت بالکل کھل کر واضح ہو گئی یوں جب ابراہیم نے اپنے ربّ کے کلمات کو اپنایا یعنی فطرت پر قائم ہوا اپنے رزق کو طیب بنایا تو ابراہیم میں تقویٰ آ گیا یوں پھر الکتاب یعنی آسمانوں و زمین جو کہ اس کا ربّ ہے اس کی راہنمائی کرتا چلا گیا حق کھول کھول کر واضح کرتا چلا گیا ابراہیم کو دنیا میں کیوں لایا گیا کھول کر واضح کر دیا گیا تو پھر جب ابراہیم اس پر قائم ہوا ابراہیم نے اس ذمہ داری کو پورا کیا یعنی جو حق ابراہیم پر کھل کر واضح ہوا تو ابراہیم نے دیکھا کہ ہر کوئی گمراہیوں میں ہے اس لیے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس حق کو دوسروں تک پہنچائے تو جب ابراہیم نے حق کھول کھول کر واضح کیا تو جہاں ماننے والوں کی انتہائی قلیل تعداد تھی وہیں اکثریت کفر کرنے والوں کی تھی جنہوں نے ابراہیم کیخلاف آگ جلائی یعنی پورے کا پورا معاشرہ ابراہیم کے خلاف آگ بگولہ ہو گیا ابراہیم پر زمین تنگ کر دی گئی جس وجہ سے ابراہیم کو وہاں سے نکلنا پڑا اپنے آباؤ اجداد کی زمین سے ہجرت کرنا پڑی تو ابراہیم

جہاں بھی گیا وہاں جا کر جو الصلاۃ کتب تھی اسے قائم کیا تو اس کی شدید ترین مخالفت کی گئی اس کیساتھ دشمنی کی گئی اس پر زمین تنگ کی گئی اسے طرح طرح کی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے باوجود ابراہیم کہیں بھی کسی بھی موقع پر ڈگمگایا نہیں بلکہ ڈٹ گیا اور اس کی وجہ تھی کہ ابراہیم کلمہ طیبہ تھا یعنی اس کا رزق طیب تھا جس وجہ سے ابراہیم طیب تھا اور طیب تو اللہ ہے تو ظاہر ہے اللہ ہی تھا ابراہیم کی صورت میں، ابراہیم اللہ کا وجود تھا ابراہیم کا ہر عمل اللہ کا عمل تھا یہاں تک کہ ایک وقت آیا جب ابراہیم کو جو ذمہ داری دی گئی وہ یہ تھی کہ اسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز شئے جو کہ اس کا بیٹا تھا اس کی قربانی دینی پڑی اور وہ قربانی یہ نہیں تھی کہ اس کے گلے پر چھری پھیرنا تھی بلکہ اپنے بیٹے کو خود سے الگ کرنا تھا اور ایسی جگہ پر بھیجنا تھا جہاں انتہائی سخت ترین حالات کا سامنا کرنا تھا یوں سمجھیں کہ آپ کو اگر کہا جائے کہ آپ اپنے بیٹے کو ایسی جگہ بھیجیں جہاں آپ کو نظر آ رہا ہے کہ اسے انتہائی سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا یہاں تک کہ ہو سکتا ہے اسے قتل ہی کر دیا جائے اس کی جان چلی جائے تو ایسی صورت میں آپ کی کیا حالت ہو گی؟ تو ابراہیم اس پر بھی ثابت قدم رہا یہ تھا الحج اور اللہ نے کہا کہ یہ جو ابراہیم نے کیا یہ بعد والوں میں سے ہر اس پر فرض ہے جس کو بھی ایسی صلاحیتیں دی جائیں گی کہ وہ اس ذمہ داری کو اٹھا سکے جنہیں رسول اور النبیّن کہا گیا۔ اس سے آپ پر ختم نبوت نامی دجل عظیم بھی بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ جب اللہ نے کہا کہ جو بعد والے ہیں ان میں سے جو بھی ابراہیم والی صلاحیتیں رکھنے والا ہو گا ہر اس کے لیے چھوڑ دیا کہ اس نے بھی بالکل وہی اور ویسے ہی کرنا ہے جو ابراہیم نے کیا تو پھر ظاہر ہے ایسا کرنے والے تو رسول اور النبیّن ہی ہوں گے نہ کہ کوئی اور، اور ان کے علاوہ وہ جو رسولوں کی نصرت کرنے والے ہیں۔

ابراہیم کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنا

سنت ابراہیم کے نام پر قربانی کی حقیقت

ابراہیم نے جو اپنے بیٹے کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا جس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا کر گردن پر چھری پھیری تھی اس کی حقیقت کیا ہے؟

ابراہیم کے بارے میں آپ جان چکے کہ جب وہ نوجوان تھا اس نے دیکھا کہ ہر کوئی اسے ہی حق کہہ رہا ہے جس پر اس نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور سب کے سب مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں یعنی فرقوں میں تقسیم ہیں ہر فرقے کا دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہیں باقی سب کے سب باطل پر ہیں تو ایسا کیسے ممکن ہے کہ سب کے سب ہی حق پر ہوں یا تو ان میں سے کوئی ایک ہی حق پر ہو سکتا ہے اور باقی سب باطل پر یا پھر کوئی ایک بھی حق پر نہیں سب کے سب باطل پر ہیں۔ اور ہر کوئی اسی لیے اسی کو حق کہہ رہا ہے جس پر اس نے اپنے بڑوں کو پایا کیوں کہ کوئی بھی غور و فکر نہیں کر رہا تو ابراہیم نے سوچا کہ جب تک مجھ میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی میں صحیح اور غلط کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا تب تک اسی کو ماننا میری مجبوری تھی جن کا میں محتاج تھا لیکن آج تو میں ان کا محتاج نہیں آج تو میں خود صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں تو کیوں نہ میں ایک بار اس پر نظر ثانی کروں جس پر میں نے اپنے بڑوں کو پایا یوں ابراہیم نے غور و فکر کرنا شروع کر دیا تو آہستہ آہستہ ابراہیم پر واضح ہوتا چلا گیا کہ سب کے سب ہی باطل پر ہیں ہر کوئی ضلالٍ مبینٍ میں ہے کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں یوں ابراہیم میں حق کو جاننے کے لیے تڑپ پیدا ہو گئی حق کی طلب میں شدت آ گئی جس سے ابراہیم پر طیب رزق کی اہمیت واضح ہوئی اور پھر جب ابراہیم نے طیب رزق کا استعمال کرنا شروع کر دیا الصیام کیے تو ابراہیم میں تقویٰ آ گیا جس کے بعد نہ صرف ابراہیم پر حق بالکل کھل کر واضح ہو گیا بلکہ ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ اس وقت کون سی الصلاۃ کتب ہے یعنی اس وقت کیا کرنا ہے جس کے لیے اسے دنیا میں لایا گیا اسے وجود میں لا کر اس مقام تک لایا گیا کہ اس پر کتب ہے کہ وہ لوگوں تک حق پہنچائے ان پر حق کھول کھول کر واضح کرے تو جب ابراہیم نے الصلاۃ قائم کی جو اس وقت کتب تھی تو ابراہیم کی شدید ترین مخالفت کی گئی کوئی بھی حق کو

ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کو بتوں کی پوجا کرتے پایا تھا تو وہ اس سے ہٹنے کو تیار ہی نہ تھے پھر بالآخر مخالفت اس قدر بڑھ گئی کہ ابراہیم کے خلاف مشتعل ہجوم اکٹھا ہوگیا اور ابراہیم کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی ایسے ہی اس کے بعد ابراہیم جہاں ہجرت کر کے گیا وہاں بھی لوگوں پر حق کھول کھول کر واضح کیا تو وہاں بھی ابراہیم کیساتھ یہی ہوا کہ ابراہیم پر زمین تنگ کر دی گئی یوں جہاں بھی ابراہیم جاتا تو حق کھول کھول کر واضح کرنے کی پاداش میں کفر کرنے والے زمین تنگ کر دیتے قتل تک کرنے کی کوشش کرتے یہاں تک کہ ابراہیم کی زندگی کی کئی دہائیاں اسی طرح گزر گئیں اور کوئی ایسا خطہ نہیں رہا تھا کہ جہاں لوگ ابراہیم کی جان کے دشمن نہیں بن چکے تھے یا پھر وہ ابراہیم کو جانتے نہیں تھے۔

جب ابراہیم موجودہ خطہ عرب میں دعوت دے رہے تھے یہاں موجود تھے تو یہاں ایک عورت نے ابراہیم کی دعوت کو تسلیم کیا اب ایک طرف پورا مشرک معاشرہ تھا اور دوسری طرف وہ ابراہیم کے علاوہ اکیلی مومن تھی جس وجہ سے وہ ابراہیم کی زوجیت میں آ گئی پھر ایسے ہی مصر میں بھی ایک اور عورت جو کہ مومن تھی ابراہیم کی زوجیت میں آئی یوں ابراہیم کی دو ازواج تھیں اور دونوں سے ہی ایک ایک لڑکا پیدا ہوا پہلے خطہ عرب والی بیوی سے اسماعیل پیدا ہوا پھر اس کے کچھ عرصہ بعد مصر والی بیوی سے اسحاق پیدا ہوا تو جب اسماعیل جوان ہوگیا اور وہ اپنے والد ابراہیم کے کندھے سے کندھا ملا کر چل رہا تھا وہ اپنے والد کی مانند حق کو نہ صرف مکمل طور پر جان چکا تھا بلکہ حکمہ بھی حاصل ہو چکی تھی تب ابراہیم نے ایک خواب دیکھا جس کا ذکر قرآن میں بھی کر دیا گیا جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ. فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ. وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ. الصافات ۱۰۲ تا ۱۰۵

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ پس جو کہ پہنچا اس کیساتھ سعی کر رہا تھا یعنی جب ابراہیم کا بیٹا بڑا ہوگیا ابراہیم کے ساتھ مل کر جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا گیا وہ مقصد پورا کر رہا تھا تب قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ کہا تھا اے میرے بیٹے اس میں کچھ شک نہیں میں نے دیکھا نیند میں اس میں کچھ شک نہیں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى پس مجھے انتظار ہے کہ تُو کیا دیکھتا ہے یعنی ابراہیم نے اپنے بیٹے پر کھول کر واضح کیا کہ اللہ نے انہیں کیا حکم دیا ہے جس کے لیے اب بیٹے کے جواب کا انتظار تھا کہ وہ کیا جواب دیتا ہے تو بیٹے نے آگے سے جواب دیا قَالَ يٰٓاَبَتِ کہا آپ نے ہی میری تربیت کی ہے تو کیا آپ کو نہیں پتہ کہ میں کیا دیکھتا ہوں یعنی میرا کیا جواب ہے؟ جب آپ نے میری تربیت کی ہے تو پھر ظاہر ہے میں بھی وہی کروں گا جو آپ اللہ کے حکم پر کریں گے افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ جو کام آپ کو کرنے کا کہا گیا آپ وہ کر گزریئے آپ وہ کام کریں سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ جیسے ہی آپ وہ کام کرتے ہیں تو اگر اللہ کے قانون میں ہے تو مجھے آپ صبر کرنے والوں میں پائیں گے یعنی مجھے جتنی بھی سختی کا، جتنے بھی سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا میں صبر ہی کروں گا مجھے آپ صابرین میں ہی پائیں گے۔

اب یہ وہ آیت ہے جس کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نے خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا جب اپنے بیٹے کو اپنا خواب سنایا تو بیٹے نے کہا کہ آپ وہی کریں جو اللہ نے آپ کو کہا اور پھر ابراہیم نے وہی کیا یعنی اپنے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا کر گردن پر چھری چلا دی اور پھر اس کے بعد کیا ہوا اس پر ایک دیو مالائی کہانی گھڑ لی گئی جس کو بنیاد بنا کر ہر سال سنت ابراہیم کے نام پر جانوروں کا قتل عام کیا جاتا ہے جو کہ ظلم عظیم ہے حالانکہ حقیقت کیا ہے اسے قرآن ہی سے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن میں آیات ہیں آیات جمع ہے اور اس کا واحد آیت ہے جس کا معنی ہے کہ بات، شئے، ذات یا وجود کا مکمل طور پر چھپے ہوئے ہونا اور اس کا تھوڑا سا حصہ چھوٹا سا پہلو سامنے ہونا تو جو تھوڑا سا حصہ چھوٹا سا پہلو سامنے ہوتا ہے وہ آیت کہلاتا ہے۔ قرآن میں آیات ہیں یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ اصل اور مکمل حقیقت کا انتہائی چھوٹا سا پہلو ہے چھوٹا سا حصہ ہے اور اس کے برعکس حقیقت چھپا دی گئی جس سے آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن میں جو بظاہر نظر آ رہا ہے کہ ابراہیم نے خواب میں دیکھا اور پھر جو کیا وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے اصل اور مکمل حقیقت اس وقت تک سامنے نہیں آئے گی جب تک کہ اسے بیّن نہ کر دیا جائے یعنی کھول کر واضح نہ کر دیا جائے۔ قرآن میں جتنی بھی آیات ہیں یہ اللہ کی

اتاری ہوئی ہیں اس لیے صرف اور صرف اللہ ہی کو علم ہے کہ اس نے کیا چھپا دیا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کی آیات کو بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ کوئی ایک بھی آیت اس کے وقت سے پہلے بیّن نہیں کرتا یوں اس پہلو سے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ آج تک جو قربانی کے حوالے سے ابراہیم سے منسوب کیا جاتا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کیا ہے اس کا علم صرف اور صرف اللہ ہی کو ہے جو آج تک پھیلا دیا گیا عام کر دیا گیا وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

پھر اسی طرح آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے جو اتارا تھا وہ متشابہاً ہے یعنی وہ سامنے تو سب کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے اصل حقیقت کیا ہے اس کا مکمل طور پر علم چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس قرآن کو بیّن نہیں کر سکتا اور اللہ بیّن کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے اللہ کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں کرتا جب تک کہ وہ حدثہ ہو نہیں جاتا یا ہو نہیں رہا ہوتا جس کی تاریخ پر مبنی وہ آیت یا آیات ہیں یوں جیسے ہی کوئی حدثہ ہو رہا ہوتا ہے تو نہ صرف اس کی تاریخ پر مبنی آیت یا آیات کھل کر واضح ہو جاتی ہیں بلکہ قرآن اس آیت یا ان آیات کی صورت میں اس وقت موجود لوگوں کو یاد دلا دیتا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں قرآن کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب جب قرآن متشابہاً ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کیا ہے اس کا مکمل طور پر علم چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں تو پھر اگر کوئی جو اس قرآن میں سامنے نظر آ رہا ہے اسے ہی اصل اور مکمل حقیقت سمجھ لے تو ایسا شخص ہدایت نہیں بلکہ گمراہی کا ہی شکار ہو گا ایسا شخص کوئی بے وقوف ہی ہو سکتا ہے اس لیے وہ لوگ جو قرآن میں جو سامنے نظر آ رہا ہے اس کو بنیاد بناتے ہوئے دیومالائی کہانیاں اخذ کیے ہوئے ہیں وہ عقل مند نہیں بلکہ بہت بڑے بے وقوف ہیں جن میں عقل نام کی کوئی شئے نہیں یوں اس پہلو سے بھی آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ آج تک جو ابراہیم سے قربانی کے متعلق منسوب کیا جا رہا ہے وہ نہ صرف بالکل بے بنیاد اور باطل ہے بلکہ ایک ایسی دیومالائی کہانی ہے کہ جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور پھر اس کی بنیاد پر جو ہر سال جانوروں کا قتل عام کیا جا رہا ہے وہ ظلم عظیم ہے فساد عظیم ہے المیز ان میں خسارہ کیا جا رہا ہے جو کہ ایسا جرم ہے جس کی معافی نہیں ہے۔

پھر اس کے علاوہ ایک تیسرے پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ ابراہیم کے پوتے یعقوب کے بیٹوں میں سے یوسف نے اپنے بچپن میں جب ایک خواب میں گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور اپنا وہ خواب اپنے والد یعقوب کو سنایا تو یعقوب نے اپنے بیٹے یوسف سے کہا۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِيْنَ. قَالَ يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤی اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤی اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤی اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. یوسف ۴ تا ۶

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ تب کہا تھا یوسف نے اس کے ابا کے لیے اے ابا یعنی اے وہ جس نے میری تربیت کی جس کی تربیت پر میں چل رہا ہوں جو کہ یوسف کے والد یعقوب ہی یوسف کے ابا بھی تھے یعنی یعقوب نے نہ صرف یوسف کو جنم دیا تھا بلکہ یوسف کی تربیت بھی یعقوب نے ہی کی تھی اس لیے تب کہا تھا یوسف نے اپنے ابا کے لیے جب یوسف نے دیکھا اِنِّیْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِيْنَ اس میں کچھ شک نہیں دیکھا میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انہیں دیکھتا ہوں میرے لیے سجدہ کر رہے ہیں یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند پر مجھے اختیار حاصل ہے مجھے ان پر دسترس حاصل ہے میں جو بھی انہیں کہتا ہوں وہ بالکل وہی کرتے ہیں میں جدھر جانے یا جو کرنے کا بھی انہیں اپنی انگلی کے اشارے سے حکم دیتا ہوں وہ بالکل وہی کرتے ہیں قَالَ يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤی اِخْوَتِكَ کہا اے میرے بیٹے یعنی یعقوب نے جواب میں اپنے بیٹے یوسف کو کہا اے وہ جو مجھ سے بنے ہو نہ ذکر کرنا جو تجھے دکھایا گیا اس کا جو تیرے بھائی ہیں ان پر یعنی اپنے بھائیوں پر اس کا

کوئی ذکر نہ کرنا فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا پس وہ چال چل رہے ہیں تجھ کو رستے سے ہٹانے کی ایک چال اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اس میں کچھ شک نہیں الشیطان تھا انسان کے لیے دشمن جو کچھ بھی ہر طرف کھلم کھلا موجود ہے یعنی تیرے بھائی انسان ہیں وہ خود کو بھولے ہوئے ہیں انہیں خود اپنی ہی ذات کا علم نہیں ہے اس لیے ان کے دلوں میں دنیا کا لالچ ہے وہ حیات الدنیا کے طلب گار ہیں جس وجہ سے وہ چاہتے ہیں کہ انہیں یہ سب حاصل ہو اور اگر تُو نے ان پر اپنے خواب کا ذکر کر دیا تو ان پر واضح ہو جائے گا تیرا اس مقصد کے لیے انتخاب کیا جا رہا ہے کل کو انہیں تیری غلامی کرنا پڑے گی خود کو تیرے آگے جھکانا پڑے گا اور وہ ایسا نہیں چاہتے اس لیے وہ تجھے رستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔

اصل بات اب آگے آتی ہے، جس کا ذکر کرنا مقصود تھا کہ جب یوسف نے اپنے خواب کا اپنے ابا سے ذکر کیا تو یوسف کے ابا یعقوب نے آگے سے کیا کہا۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

یوسف کے ابا نے یوسف سے کہا کہ بالکل اسی طرح تیرا ربّ تیرا انتخاب کر رہا ہے جیسے اس سے قبل تیرا ربّ تیرے ابا ابراہیم اور اسحاق کا انتخاب کر چکا، تیرا ربّ بالکل اسی طرح تجھے الاحادیث کی تاویل کا علم دے رہا ہے جس طرح اس سے قبل تیرا ربّ تیرے ابا ابراہیم اور اسحاق کو الاحادیث کا علم دے چکا اور بالکل اسی طرح تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرنے والا ہے جیسے اس سے پہلے تیرے ابا ابراہیم اور اسحاق پر اپنی نعمت پوری کر چکا اس میں کچھ شک نہیں تیرا ربّ علیم حکیم ہے یعنی جو بھی کر رہا ہے نہ صرف اس کے پاس اس کا مکمل علم ہے بلکہ بالکل اسی طرح کر رہا ہے جس سے حسن ہو ہی نہیں سکتا اسے ہی علم ہے کہ اس نے کب، کہاں، کیا اور کیسے کرنا ہے جو کہ وہ کر رہا ہے۔

احادیث حدیث کی جمع ہے حدیث حدث سے ہے، جس کا معنی ہے کچھ بھی ہونا مثال کے طور پر آپ کچھ بھی کھاتے ہیں تو یہ حدث ہے کچھ بھی پیتے ہیں کوئی بھی کام کرتے ہیں یہ حدث ہے، بیج کا پھٹنا اس میں سے ننھے سے پودے کا نکلنا، ہوا کا چلنا، پتے کا ہلنا یہ سب کا سب حدث ہے یعنی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب کا سب حدث کہلاتا ہے اور اس مسلسل ہونے کو یعنی کچھ بھی ہونے کا مسلسل ہونا حدیث کہلاتا ہے اور اس آیت میں کن الاحادیث کا ذکر ہے یہ آیات خود ہی کھول کر واضح کر رہی ہیں کہ یوسف نے خواب دیکھا تو خواب کا دیکھنا یہ بھی حدیث ہے اور انہی الاحادیث کی تاویل کا علم نہ صرف یوسف کو دیا گیا بلکہ جس طرح یوسف کو دیا گیا بالکل اسی طرح اس سے قبل ابراہیم کو بھی دیا گیا تھا۔

اب جب یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ اللہ نے ابراہیم کو تاویل الاحادیث کا علم دیا تھا تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابراہیم اگر خواب دیکھتے ہیں تو وہ بالکل وہی کریں جو انہوں نے خواب میں دیکھا؟ بلکہ وہ تو ایک الحدیث ہے جو کہ تاویل طلب ہے پھر جو اس کی تاویل ہو گی وہی کیا جائے گا نہ کہ جو الحدیث دیکھی بالکل وہی کیا جائے گا۔ تو ابراہیم نے جب خواب دیکھا تو خواب میں انہوں نے اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرتے دیکھا لیکن جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹے کو صرف خواب ہی نہیں سنایا بلکہ اس کی تاویل کیا ہے وہ بھی سنائی اور اسماعیل سے پوچھا کہ میرے بیٹے اب تُو کیا کہتا ہے تو اس کے جواب میں اسماعیل نے کہا کہ آپ میرے ابا ہیں یعنی آپ نے میری تربیت کی ہے اس لیے مجھ سے وہی امید رکھیئے جو آپ خود سے رکھتے ہیں یعنی میں تیار ہوں میں وہی کروں گا جو آپ کہیں گے اس لیے آپ وہی کریں جو کام آپ کو کرنے کا کہا گیا۔

اب آئیں اس طرف کہ خواب میں جو دیکھا کہ ابراہیم اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں تو اس کی تاویل کیا تھی یعنی اس کا مطلب کیا تھا۔ آپ پر پیچھے کھول کر واضح کیا جا چکا کہ ابراہیم کی زندگی جس طرح گزری تھی اس وجہ سے ہر طرف لوگ ابراہیم کے بارے میں جانتے تھے اور ابراہیم کے دشمن تھے اور ایسے میں ایک ایسا خطہ تھا جہاں کے لوگوں کا بطور امت انتخاب کیا جانا تھا جس کے لیے ان کی طرف جانا اور ان پر حق کھول کھول کر واضح کرنا ناگزیر تھا جس کے لیے یہ ذمہ داری ابراہیم پوری نہیں کر سکتا تھا ایک وجہ تو پیچھے کھول کر واضح کی جا چکی اور اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ابراہیم بوڑھا ہو چکا تھا اور اللہ کا قانون ہے کہ وہ جب بھی رسول بعث کرتا ہے تو رسول نوجوان ہوتا ہے جوانی میں بعث کیا جاتا ہے جس کے لیے ابراہیم کی عمر ڈھل چکی تھی یوں اس وجہ سے بھی ابراہیم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا تھا یعنی اگر ابراہیم اس خطے میں چلا بھی جاتا ہے اور ایک عرصہ گزر چکے ہونے کی وجہ سے اگر وہ لوگ ابراہیم کو نہیں بھی پہچانتے تو بھی ابراہیم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ وہ جوان مرد کو بطور رسول بھیجتا ہے کسی بھی قوم کی طرف۔

اب ابراہیم تو اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا تھا اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا بھی لازم تھا اور اس ذمہ داری کے لیے ابراہیم کا بیٹا اسماعیل نہ صرف جوان ہو چکا ہوا تھا بلکہ وہ الکتاب کا علم اور الحکمہ سیکھ چکا ہوا تھا وہ اس ذمہ داری کو اٹھانے کے قابل ہو چکا ہوا تھا اور جب ابراہیم نے خواب دیکھا تو خواب میں اپنے بیٹے کو اپنے ہی ہاتھوں سے ذبح کرتے دیکھنے کا مطلب یہ تھا کہ ابراہیم پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی کہ اس مقصد کے لیے اس قوم کی طرف اپنے بیٹے کو بھیجے جو کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے مترادف تھا کیونکہ ابراہیم ان تمام تر تجربات سے گزر چکا تھا ابراہیم کو علم تھا کہ جب لوگوں پر حق کھول کھول کر واضح کیا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے وہ دشمنی میں کس حد تک جاتے ہیں جس وجہ سے کن کن سخت ترین حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی طرف سے اذیتوں، تکالیف اور سخت ترین حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ وہ قتل تک کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں زمین تنگ کر دیتے ہیں پورے کا پورا معاشرہ ہی آگ بگولا ہو جاتا ہے دشمن بن جاتا ہے۔ تو یہ کوئی آسان کام نہیں تھا یہ بالکل ایسے ہی تھا کہ جیسے اپنے ہاتھوں سے اپنی سب سے پیاری شئے اپنے بیٹے کو ذبح کرنا، ایک طرف ابراہیم بوڑھا ہو چکا تھا اسے سہارے کی ضرورت تھی جو کہ اس کا نوجوان بڑا بیٹا تھا اور دوسری طرف اس ذمہ داری کا ڈال دیا جانا یہ ایک عظیم آزمائش تھی۔

مثال کے طور پر آپ خود غور کریں کہ اگر آپ بوڑھے ہو چکے ہوں اور آپ کے بڑھاپے کا سہارا آپ کا نوجوان بیٹا اگر آپ سے نہ صرف دور چلا جائے بلکہ اسے انتہائی سخت ترین حالات، تکالیف اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے تو آپ پر کیا گزرے گی؟ اور اگر آپ کو کہا جائے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو خود سے دور ایسے حالات میں بھیجیں تو کیا ایسا کرنا آپ کے لیے آسان ہوگا؟ نہیں بالکل نہیں اور یہ بالکل ایسے ہی ہوگا کہ گویا آپ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اور یہی ابراہیم کو خواب کے ذریعے حکم دیا گیا تھا۔

ابراہیم کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ایک ایسی قوم کی طرف بھیجے جو کہ بت پرستی کر رہے ہیں لیکن وہ جہاں موجود ہیں وہاں فطرت ہے وہاں طیب رزق موجود ہے باغات ہیں اب بے شک وہاں طیب رزق موجود ہے وہاں باغات ہیں زراعت نہیں ہے لیکن وہاں کے لوگ نسل در نسل بتوں کی پوجا کر رہے ہیں اب ایسے میں اگر ان پر حق کھول کھول کر واضح کیا جائے گا تو اکثریت کفر ہی کرے گی دشمنی ہی کرے گی اذیت ہی دے گی زمین تنگ ہی کرے گی بے شک بعد میں ہر کسی کو ماننا ہی پڑے لیکن شروع میں ان کی طرف سے ہر لحاظ سے دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب ابراہیم چونکہ اپنی جوانی میں ایسے مشاہدات کر چکے ہوئے تھے اس لیے ابراہیم پر یہ ایک عظیم امتحان تھا انہیں ایک عظیم آزمائش میں ڈال دیا گیا کہ وہ اپنے بڑھاپے میں اپنے بڑھاپے کے سہارے اپنے نوجوان بیٹے کو گویا کہ اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیں اب یہ انتہائی مشکل تھا اپنے بیٹے کو نہ صرف خود سے الگ کرنا بلکہ آگ میں ڈالنے جیسا تھا تو اس آزمائش پر بھی ابراہیم پورا اترا ابراہیم ثابت قدم رہا۔ یہ تھی ابراہیم کی اپنے بیٹے کی قربانی۔ اور پھر اس کے بعد ابراہیم کے بیٹے اسماعیل نے بھی وہی کیا جو اس سے قبل اس کے ابا ابراہیم کر چکے تھے تو بدلے میں شروع میں اسماعیل کو بھی اکثریت کی طرف سے کفر کا سامنا کرنا پڑا ان کی طرف سے شدید ترین دشمنی اور اذیت کا سامنا کرنا پڑا لیکن بالآخر جب امت وجود میں آ گئی یعنی کچھ مومنوں کا منظم ترین گروہ وجود میں آ گیا جو کہ اللہ کا ید یعنی ہاتھ ثابت ہوا تو ہر کسی کو ماننا پڑا۔ یہ تھا ابراہیم کا خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنا اور اس کی تاویل یعنی اصل حقیقت جو ابراہیم نے اپنے بیٹے کی قربانی دی جس کو بنیاد بناتے ہوئے خود کو مسلمان کہلوانے والے آج ہر سال سنت ابراہیم کے نام پر معصوم جانوروں کا قتل عام کرتے ہیں جو کہ ظلم عظیم ہے۔ خود کو مسلمان کہلوانے والو جو ہر سال قربانی کے نام پر معصوم جانوروں کا قتل عام کرتے ہو جان لو یہ جو تم لوگ قربانی کے نام پر خون بہاتے ہو اور گوشت کرتے ہو نہ تو اللہ کو تمہارے اس خون کی ضرورت ہے نہ ہی گوشت کی اور نہ ہی تمہارا یہ معصوم جانوروں کا بہایا جانے والا خون اور کیا جانے والا گوشت اللہ کے ہاں پہنچتا ہے نہ اللہ نے کبھی بھی تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا۔ جان لو یہ ظلم عظیم ہے یہ فساد عظیم ہے یہ تم لوگ المیز ان میں خسارہ کر رہے ہو تم پر بار بار کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ کوئی بھی عمل خواہ وہ کتنا ہی چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اس کے قریب بھی مت جاؤ اس وقت تک جب تک کہ تمہیں اطمینان حاصل نہ ہو جائے یعنی جب تک کہ تم اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہ کر لو تو یہ جو تم قربانی کے نام پر ہر سال قتل عام کر رہے ہو کیا تمہارے پاس تمہارے اس عمل کے بارے میں مکمل علم ہے؟ تمہیں اطمینان بخش علم حاصل ہے؟ اگر نہیں جو کہ نہیں ہے تو پھر کیوں تم لوگ ایسا کر رہے ہو؟ جان لو یہ تم جرم کر رہے ہو تم لوگ مجرم بن رہے ہو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب عظیم لایا جائے ہماری طرف پلٹ آؤ ورنہ جان لو اب حق تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کل کو تمہارے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا تم پر اللہ کی حجت ہو چکی۔

تمہیں تو یہ کہا گیا تھا کہ جیسے ابراہیم نے قربانی دی یہاں تک کہ اسے جو سب سے زیادہ عزیز شئے تھی جو کہ اس کا نوجوان بیٹا تھا بالکل ایسے ہی تم نے بھی کرنا ہے تم نے بھی دین کی خاطر اللہ کی خاطر جو کہ فطرت ہے کسی بھی شئے کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا یعنی جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے تو جان لو یہ اللہ نے تمہیں دیا ہے جب اللہ یعنی فطرت نے دیا ہے تو پھر ظاہر ہے اسی کا ہے اور اسی کے لیے ہے اس لیے جب جب فطرت کو جہاں جہاں جس جس شئے کی ضرورت پیش آئے تو تم نے تب تب وہاں وہاں اس شئے کا اسی طرح استعمال کرنا ہے جس طرح کرنے کا کہا جائے نہ کہ تم نے جانوروں کا قتل عام کرنا ہے۔

اب یہ جو ابراہیم اور اس کے بیٹے اسماعیل نے کیا کہیں پر بھی مصلحت کے نام پر پیچھے نہیں ہٹے حق کے لیے ڈٹ گئے کبھی ڈگمگائے نہیں بلکہ جو بھی اللہ نے کہا جو حق واضح کیا اس پر ڈٹ گئے خواہ اس کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑی یہ تھا ابراہیم کو اس کے ربّ کی طرف سے کلمات کیساتھ ابتلاء کیا جانا اور ابراہیم کہیں بھی کسی بھی موقع پر ڈگمگایا نہیں بلکہ ڈٹ گیا یہ تھا ابراہیم کا ان پر پورا اترنا اور پھر اسی وجہ سے ابراہیم کو الساعت کے قیام تک آنے والوں کے لیے ایک امام بنا دیا گیا۔ اور پھر ابراہیم اور اس کے بیٹے اسماعیل نے جو کچھ بھی کیا یہ تھا بیت اللہ کی القواعد کا رفع کرنا۔ اور جو ابراہیم نے اپنے باشعور ہونے سے لیکر اپنی موت تک کیا یہ ہے مقام ابراہیم یعنی وہ مقام جس پر ابراہیم قائم ہوا ابراہیم کا مقام اور یہی تھا جسے حج البیت کہا گیا جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ یہ سب دیکھ سکتے ہیں۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ. فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ. آل عمران ۹۵ تا ۹۷

قُلْ اللہ کا اپنے رسول کو کہنا ہے کہ انہیں کہہ یعنی اللہ اپنے رسول کے ذریعے انسانوں سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے صَدَقَ سچ تھا یعنی جو تم لوگ کہہ رہے ہو وہ سچ نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس جو ہمارا رسول کہہ رہا ہے جو ہمارے رسول نے کہا وہ سچ تھا اور کیوں وہ سچ تھا اس کا بھی آگے جواب دے دیا کیونکہ اللّٰهُ اللہ ہے یعنی یہ جو آج تم سے کلام کر رہا ہے تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے یہ اللہ ہے جو تم سے کلام کر رہا ہے اللہ ہے جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تم میں تمہی سے ایک بشر رسول کی صورت میں۔ یہ جو حق تم پر کھول کھول کر واضح کیا گیا ہے یہ تھی ابراہیم کی ملت جس پر تم لوگوں نے چلنا تھا جس کی اتباع کرنا تھی فَاتَّبِعُوْا پس کیا اتباع کر رہے ہو یعنی پس کیا اس کے پیچھے چل رہے ہو؟ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ یہ تھی ملت جو ابراہیم تھا اس کی حَنِيْفًا جو کہ ہر طرف سے کٹ کر یک رخ ہو کر اس پر قائم ہونا ہے بالکل اسی طرح جس طرح ابراہیم قائم ہوا تھا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور جو بھی ابراہیم کی ملت کو سامنے رکھتے ہوئے ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک رخ ہو کر اس پر قائم ہوتا ہے اس کے لیے اللہ نے قانون میں کر دیا کہ ایسا کرنے والا مشرکین میں سے ہو ہی نہیں سکتا یعنی جو بھی ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک رخ ہو کر ابراہیم کی ملت پر قائم ہو جاتا ہے تو اس کے لیے اللہ نے قانون میں کیا ہی نہیں کہ وہ شرک کرنے والوں سے ہو وہ مشرکین میں سے نہیں ہے۔

اب آئیں اس آیت کی طرف کہ اس آیت میں کیا کہا جا رہا ہے اسے مزید کھول کر واضح کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے تو یہ آیات بھی آج کی تاریخ پر مبنی ہیں آج جب ضلالٍ مبینٍ تھیں تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کیا جس نے آکر موجودہ لوگوں کے برعکس حق کھول کھول کر واضح کر دیا ان پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ جسے تم حج کہہ رہے ہو وہ سچ نہیں ہے وہ حق نہیں ہے بلکہ سچ تو وہ ہے جو آج میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں اور جو میں آج تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں وہ سچ اس لیے ہے کیونکہ یہ اللہ ہے جو تم سے میری صورت میں کلام کر رہا ہے یہ اللہ کا قول ہے اللہ تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے۔ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ابراہیم کی ملت کیا ہے یعنی ابراہیم بھی تمہاری ہی طرح پیدا ہوا لیکن جب وہ باشعور ہوا تو وہ اسی پر نہیں ڈٹا رہا جس پر اس نے اپنے بڑوں کو پایا یا اکثریت کو پایا بلکہ اس نے خود سے غور و فکر کیا اور پھر آہستہ آہستہ نہ صرف حق کو پا لیا بلکہ اپنی موت تک حق پر ڈٹ گیا یہاں تک کہ اپنے بیٹے تک کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا اس کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سمیت ایک ایک عمل دین کے لیے تھا یہ تھی ابراہیم کی ملت یہ ہے سچ نہ کہ سچ وہ ہے جو آج تک تم لوگ رسولوں سے منسوب کرتے رہے اور کر رہے ہو۔ یہ تھی ابراہیم کی

ملت جس کی اتباع کرنی ہے تو جو بھی ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک رخ ہو کر ملت ابراہیم کی اتباع کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ نے قانون میں کر دیا کہ وہ مشرکین میں سے ہے ہی نہیں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ اس میں کچھ شک نہیں سب سے پہلا بیت تھا جتنے بھی بیت ہیں ان میں سے جو وضع کیا گیا لوگوں کے لیے یعنی ذرا غور کرو کہ ابراہیم نے باشعور ہونے سے لیکر اپنی موت تک کہاں سے ہدایات حاصل کیں؟ ابراہیم کس بیت سے راہنمائی لیتا رہا؟ جہاں سے ابراہیم راہنمائی لیتا رہا وہ ہم نے بیت وضع کیا جو سب سے پہلا بیت ہے لوگوں کے لیے۔ مثلاً آج تک کہا جاتا رہا کہ وہ بیت کعبہ ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ کعبہ تو وضع کیا گیا اور جہاں سے کعبہ وضع کیا گیا اصل بیت وہ ہے جس کی تفصیل پیچھے کتاب میں مکہ پر بات کرتے ہوئے گزر چکی یوں یہ ایک نہیں دو بیت ہو گئے ایک جو کہ اصل بیت ہے جو کہ زمین کا ایک مخصوص مقام ہے جیسے کہ آپ کے وجود میں دماغ ہے اور دوسرا اس مقام سے جو بیت جسے کعبہ کہا جاتا ہے وضع کیا گیا انسانوں کے لیے واضح کرنے کے لیے اور پھر ابراہیم نے جس طرح اس مقام سے ہدایات حاصل کیں اور ان پر قائم ہو گیا جو کہ ابراہیم کا کردار ہے جسے مقام ابراہیم بھی کہا جائے گا یوں مقام ابراہیم سے بھی لوگوں کے لیے ان بیت کو وضع کر دیا گیا کہ کس طرح اس مقام سے ہدایت حاصل ہوتی ہے کس طرح ہر طرف سے کٹ کر اس کی طرف رخ کرنا ہے اور پھر جب ہر طرف سے کٹ کر صرف اور صرف اس کی طرف رخ کر لیا جائے گا تو نہ صرف لحمہ بہ لحمہ ہدایت ملے گی بلکہ اس میں برکات ہوں گی یعنی ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہوگا اور اسی کا آگے ذکر کیا گیا لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اس بیت کو جس سے جس کیساتھ وضع کیا گیا جو کہ تُو ہی تھا اس میں ہر لحاظ سے سو فیصد برکات ہیں یعنی ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہے اور ہر لحاظ سے مکمل طور پر راہنمائی ہے عالمین کے لیے۔

اسے بالکل آسان الفاظ میں سمجھ لیں۔ اگر آپ اپنے وجود میں غور و فکر کریں اور اپنے اس وجود کو جان لیں تو بالکل یہی مثال اس وجود آسمانوں و زمین کی ہے۔ جیسے آپ کا وجود ہے اس میں اس کا اصل محور دماغ ہے جہاں سے پورے وجود کو ہدایات دی جاتی ہیں جہاں سے پورے جسم کو کنٹرول کیا جاتا ہے بالکل ایسے ہی زمین کا بھی ایک محور ہے زمین کا بھی ایک دماغ ہے جہاں سے زمین کی تمام مخلوقات کو کنٹرول کیا جاتا ہے ہدایات دی جا رہی ہیں جسے آپ مکہ کہتے ہیں۔ اس مقام کو لوگوں کے لیے واضح کرنے کے لیے اس پر ایک بیت وضع کیا گیا جسے کعبہ کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ مکہ یہاں ہے یعنی زمین کا دماغ زمین کا کنٹرول پوائنٹ یہاں ہے یوں دو بیت ہو گئے ایک جسے وضع کیا گیا اور دوسرا جہاں سے وضع کیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زمین کے اس مقام جو کہ مکہ ہے سے ہدایت کیسے ملتی ہے تو اس کے لیے ابراہیم کی ملت کو وضع کیا گیا جسے آپ ملت ابراہیم کا نام دیں یا پھر مقام ابراہیم کا۔ ابراہیم نے اپنے کردار سے واضح کر دیا کہ کس طرح اپنا رخ ہر طرف سے کاٹ کر اس کی طرف کرنا ہے کس طرح یہاں سے ہدایت ملتی ہے اور جب اس مقام سے ہدایت حاصل کی جائے گی تو اس میں عالمین کے لیے فائدے ہی فائدے ہیں۔

اسے بھی ایک مثال سے سمجھ لیجئے اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دماغ سے کیسے راہنمائی حاصل کرنی ہے تو اسکے لیے اپنا چہرہ دماغ کی طرف نہیں کیا جائے گا بلکہ دیکھا جائے گا کہ دماغ وجود کو کیسے چلا رہا ہے یعنی اصل میں پورے وجود میں غور و فکر کیا جائے گا جدھر بھی رخ کریں گے اصل میں وہی آپ کو نظر آئے گا جیسے آپ کے وجود میں آپ کا دماغ محور ہے اور پھر جو بھی دماغ کیساتھ جڑا ہوا ہے وہ اسی کا وجود ہے اگر یہ جاننا ہے کہ دماغ کام کیسے کرتا ہے تو اس کے لیے اس کے وجود کے حصے اس کے ہاتھوں کو دیکھا جائے گا انہیں کام کرتے دیکھا جائے گا کہ کیسے کام کر رہے ہیں یوں ہاتھوں کے کام کرنے کی صورت میں دماغ آپ کی راہنمائی کر رہا ہے کہ میں اس طرح کام کرتا ہوں یا اسے ایک اور آسان مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر اگر آپ کسی شخص کا دماغ پڑھنا چاہتے ہیں تو غور کریں کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ یعنی اس کی پسند ناپسند کیا ہے کیا چاہتا ہے کیا نہیں چاہتا تو اس کے لیے اس کے اعمال کو دیکھا جائے گا یعنی دماغ کیساتھ منسلک وجود کو دیکھا جائے گا کہ وجود کیا کر رہا ہے جسم میں جتنے بھی اعضاء ہیں وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ اصل میں دماغ کی ترجمانی کر رہے ہیں وہ دماغ میں کیا ہے اس کی حقیقت کو واضح کر رہے ہیں اس لیے اگر کسی کے دماغ کو پڑھنا ہے تو اس کے لیے اس کے وجود میں جھانکا جائے گا اس کے وجود کو دیکھا جائے گا بالکل ایسے ہی زمین کا دماغ جسے مکہ کہا جائے گا دیکھنا ہے کہ کیا کیا اس کیساتھ جڑا ہوا ہے یعنی کیا کیا اس کا وجود ہے تو پوری زمین اور جو کچھ بھی اس میں ہے وہ سب کا سب زمین کے دماغ کیساتھ جڑا ہوا ہے یوں اگر مکہ سے اس بیت سے راہنمائی لینی ہے تو پورا وجود یعنی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ان کی صورت میں بیت سے آپ کی راہنمائی کی جا رہی ہے جس کا احسن عملی نمونہ ابراہیم کی ذات ہے کہ کیسے ابراہیم نے اس بیت سے راہنمائی حاصل کی اور آج اسی کی مثل اللہ کا

رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو آج حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے۔

جب زمین کا وہ مقام زمین کا محور ہے آسمانوں و زمین میں تمام کی تمام مخلوقات اس مقام سے جڑی ہوئی ہیں وہاں سے ہدایت لے رہی ہیں تو پھر آپ آسمانوں و زمین میں جدھر بھی رخ کریں تو ادھر اصل میں وہی ذات ہی آپ کی راہنمائی کر رہی ہے آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ آپ کی راہنمائی کر رہا ہے یعنی اگر آپ اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں و زمین میں غور و فکر کرتے ہیں تو جو آپ پر حقائق واضح ہوں گے وہ اصل میں آپ کا بیت کی طرف ہی رخ ہے اور وہیں سے آپ کی راہنمائی کی جا رہی ہے اور اگر آپ اس راہنمائی پر ڈٹ جاتے ہیں ہر عمل ویسا ہی کرتے ہیں جیسے آسمانوں و زمین یعنی فطرت آپ کی راہنمائی کر رہی ہے تو یہ آپ کا ہر طرف سے کٹ کر اس بیت کی طرف رخ کرنا ہے ہر طرف سے کٹ کر دین کی طرف رخ کر کے اس کے لیے قائم ہونا ہے اور نہ صرف یہی مقام ابراہیم ہے بلکہ یہی حج البیت ہے یعنی البیت سے اس قدر حق کھل کر واضح ہو جانا البیت سے اس قدر کھل کر راہنمائی ہو جانا ہدایت حاصل ہو جانا کہ آپ کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اسے کیسے پورا کرنا ہے سب کا سب بالکل کھل کر واضح ہو جانا کہ آپ کے پاس اب کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہ رہے اب اگر اس کے باوجود آپ اس پر پورا نہیں اترتے حق پر نہیں ڈٹتے تو پھر آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے یہ ہے حج البیت اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا۔

فِيۡهِ اٰيٰتٌ' اس میں ہیں آیات یعنی البیت میں آیات ہیں اور اگر اسے مزید کھول کر واضح کیا جائے تو مطلب آسمانوں و زمین میں آیات ہیں بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ بیّنات ہیں مقام ابراہیم میں۔ البیت میں آیات ہیں اور مقام ابراہیم میں آیات کی بیّنات یعنی جب آپ کو کہا گیا کہ آپ نے ہر طرف سے اپنا رخ ہٹا کر البیت کی طرف کرنا ہے جس کا مطلب ہے فطرت کی طرف اپنا رخ کرنا ہے تو فطرت میں آپ کو ہر طرف آیات نظر آرہی ہیں اور پھر ان آیات کو کیسے بیّن کرنا ہے یعنی کھل کر واضح ہونا ہے کس طرح آیات کھل کر واضح ہوں گی تو اس کے لئے مقام ابراہیم ہے اگر آپ یا کوئی بھی مقام ابراہیم میں داخل ہوتا ہے تو اس پر آیات کھل کر واضح ہو جائیں گی اس پر آیات بیّنات میں تبدیل ہو جائیں گی۔

مقام ابراہیم کیا ہے پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کو نہ صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دی گئیں بلکہ جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی جب آپ ان صلاحیتوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے جس مقصد کے لیے آپ کو دی گئیں تو آپ پر آسمانوں و زمین کی حقیقت کھل کر واضح ہو جائے گی آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آسمانوں و زمین میں المیزان وضع کیا گیا اور یہ المیزان اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ تمام کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہیں گی وہی مقام جو فطرت نے طے کر دیا اور اگر کوئی ایک بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آسمانوں و زمین میں قائم المیزان میں خسارہ ہوگا جس کا نتیجہ تباہیوں کی صورت میں نکلے گا اور اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی جو اپنے مقام سے ہٹے گا جو آسمانوں و زمین میں وضع کردہ المیزان میں خسارہ کرے گا اور پھر یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے یعنی جو کھائیں گی وہی بنیں گے یوں سب سے پہلے حلال طیب سے تقویٰ حاصل کیا جائے گا یعنی خود کو اس مقام پر لایا جائے گا جو اصل مقام ہے مطلب یہ کہ خود کو فطرت پر لایا جائے گا جس کے لیے حلال طیب رزق کا استعمال لازم ہے یوں الصیام کے ذریعے تقویٰ حاصل کیا جائے گا جیسے ہی تقویٰ آجائے گا تو الکتاب یعنی آسمانوں و زمین فطرت نہ صرف قبول کرلے گی بلکہ لمحہ بہ لمحہ راہنمائی کرے گی بالکل ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے اندھے کا ہاتھ پکڑ کر راہنمائی کی جاتی ہے یا پھر جیسے مشین میں پرزے کی راہنمائی مشین کرتی ہے یہ ہے مقام ابراہیم جو کہ پیچھے کئی مقامات پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو جو بھی اس پر قائم ہوگا جس کا بھی یہ مقام ہوگا جو بھی اس میں داخل ہوگا تو اسی کے بارے میں آگے کہا وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اور جو بھی داخل ہوا اس مقام میں جو کہ مقام ابراہیم ہے تو اس کے لیے اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ وہ اللہ کی ایک ایک بات کو مان چکا یعنی اگر کوئی اس مقام میں داخل ہوتا ہے تو ایسا شخص اللہ کے قانون میں اللہ کی ایک ایک بات کو دل سے تسلیم کر چکا جیسے ہی جب بھی اس کے سامنے اللہ کی طرف سے کوئی بھی بات آئے گی حق آئے گا تو وہ فوراً ہی اسے دل سے تسلیم کر لے گا اسے حق کو تسلیم کرنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے یعنی اگر کوئی مقام ابراہیم میں داخل ہوتا ہے تو پھر اس کے لیے اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ وہ اللہ کی ایک ایک بات کو مان چکا اگر دیر ہے تو اللہ کی طرف سے بات حق سامنے آنے کی دیر ہے آخر ایسا کیسے اور کیوں ہو سکتا ہے تو اسے پیچھے بھی مختلف پہلوؤں سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ ظاہر ہے آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیب رزق استعمال کرتے ہیں تو آپ طیب بن جائیں گے جب آپ طیب بن جائیں گے تو

طیب تو اللہ ہے یعنی آپ اللہ کا وجود بن جائیں گے تو جب آپ اللہ کا وجود بن جائیں گے یعنی آپ کا سننا اللہ کا سننا آپ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا یہاں تک کہ آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل بن جاتا ہے تو پھر ظاہر ہے اللہ کیسے خود اپنا شریک بنے گا؟ جب آپ الطیب رزق استعمال کریں گے تو آپ الطیب بن جائیں گے پھر آپ کا ایک ایک عمل بالکل وہی ہوگا جو اللہ کی چاہت ہے۔ یہ ہے جب کوئی مقام ابراہیم میں داخل ہوجائے تو پھر ایسے شخص کے لیے اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ وہ اللہ کی ایک ایک بات کو مان چکا اگر دیر ہے تو اللہ کی طرف سے کوئی بھی بات حق سامنے آنے کی دیر ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ اور اللہ کے لیے ہے لوگوں پر حج البیت یعنی جو اللہ ہے اس کے لیے ہے کہ وہ لوگوں پر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کردے کہ اس کے بعد ان کے لیے کسی بھی قسم کا کوئی بھی عذر یا بہانہ نہ رہے ان پر حجت ہوجائے اور ایسا تب ہی ممکن ہے جب جو اللہ ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے یعنی جو کہا گیا وہ کیا جائے مقام ابراہیم میں داخل ہوا جائے تو جو بھی مقام ابراہیم میں داخل ہوگا تو پھر اللہ پر لازم ہے کہ وہ اس پر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کردے کہ اس کے بعد اس پر حجت ہوجائے اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو اس کے پاس کل کو کوئی بھی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا جس میں استطاعت تھی اس کی طرف جو رستہ جاتا ہے یعنی ہر وہ بشر جس میں اس کی استطاعت رکھی گئی کہ اگر اس پر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کیا جاتا ہے کہ اس پر حجت ہوجاتی ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ اس رستے کو اخذ کرے جو اس کی طرف جاتا ہے یعنی جو اس کی خودی اس کی اپنی ذات جو کہ اللہ ہے اس کی طرف جاتا ہے کہ وہ اس رستے کو اخذ کر کے اپنی خودی اپنی ذات اللہ کو پالے اور آخرہ میں وہی بن جائے جو کہ اس حق کی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے یعنی جب حق آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جائے گا تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہوجائے گا کہ آپ کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اس وقت آپ کو کیا کرنا ہے تو جب آپ پر حق اس قدر کھل کر واضح ہوجائے کہ آپ پر حجت ہو جائے یعنی اب اگر آپ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے تو آپ کے پاس بچاؤ کا کوئی رستہ نہیں آپ پر حق اس قدر کھل کر واضح ہو چکا کہ اب آپ کے پاس صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہے کہ جو ذمہ داری آپ پر واضح کی گئی آپ اسے پورا کریں بالکل ایسے ہی جیسے ابراہیم پر حق کھول کر واضح کیا گیا تو جب بھی ابراہیم پر کوئی ذمہ داری ڈالی گئی تو ابراہیم نے اسے پورا کیا اس پر ڈٹ گیا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ اور جس نے کفر کیا یعنی جب حق اس قدر کھول کھول کر واضح کردیا گیا کہ اس پر حجت ہو چکی کل کو اس کے پاس کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا اس کے باوجود اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے انکار کردیا تو پس اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا غنی العالمین سے یعنی اگر کوئی کفر کرتا ہے اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو پھر جان لو کہ ایسا کرنے والا اللہ کا شریک ہے اور اللہ غنی ہے یعنی اللہ اپنا کام خود کرتا ہے اللہ محتاج نہیں ہے اس لیے جو بھی کفر کرتا ہے تو ایسا وہی ہوگا جو اللہ کا شریک ہوگا اس کا کفر کرنا اصل میں اللہ کا اس سے نصرت نہ لینا ہے کیونکہ وہ اللہ کا شریک بنا اور اللہ غنی ہے اللہ اپنے شریک سے نصرت نہیں لیتا اللہ اپنا کام خود کرتا ہے۔ جو بھی کفر کرے گا تو اس سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑنے والا اور نہ ہی ایسا ہے کہ اگر کوئی اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے انکار کرتا ہے تو پھر ایسا نہیں ہے کہ اللہ کا وہ کام رک جائے گا ہوگا نہیں یا پھر اللہ عاجز آجائے گا بلکہ اللہ غنی ہے اللہ اپنا کام خود کرتا ہے اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے اس لیے جو اللہ کا وجود بنے گا اللہ اسی سے اپنا کام لے گا اگر کوئی کفر کرتا ہے اللہ کا شریک بنتا ہے تو اللہ اس کی جگہ کسی دوسرے کو لے آئے گا یہ اللہ کا قانون ہے اللہ اسے لے آئے گا جو اللہ کا وجود بنے گا نہ کہ دوسرا وجود ہونے کا دعویدار اللہ کا شریک۔

اب ان آیات میں بالکل کھول کر واضح کردیا گیا کہ حج البیت کیا ہے۔ حج البیت کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص شکر کرتا ہے یعنی اس کو جو کچھ بھی دیا گیا جیسا کہ سننے کے لیے کان دیئے گئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں، جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی، دلوں کو افئدۃ کیا گیا یعنی دل وہ سنتا دیکھتا اور سمجھتا ہے جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا اور جو دماغ سے سمجھا نہیں جاسکتا ظاہر ہے جب دماغ سننے اور دیکھنے کے لیے کانوں اور آنکھوں کا محتاج ہے تو جو دماغ سن اور دیکھ نہیں پائے گا اس کو سمجھنا اس کے لیے ناممکن ہے دماغ تو وہی سمجھے گا جو اسے سنائی اور دکھائی دے رہا ہے، جس کے بارے میں اس کے پاس علم پہنچے گا۔

اب ذرا غور کریں اگر آپ کو یہ صلاحیتیں دی گئیں تو آخر کیوں دی گئیں آپ کو ان صلاحیتوں کو دینے کا مقصد کیا ہے؟ ظاہر ہے کان دیئے ہیں تو سننے کے لیے کیونکہ کانوں سے سننے کی صلاحیت ہے ایسے ہی آنکھوں سے دیکھنے کی صلاحیت ہے تو ظاہر ہے آنکھیں دیکھنے کے لیے دیں کہ جو کچھ بھی دکھائی دے رہا ہے اسے دیکھو پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے دی کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو تو جو بھی شکر

کرے گا یعنی ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرے گا تو اس پر حق کھل کر واضح ہو جائے گا جب کوئی بھی اپنی ہی ذات میں آسمانوں وزمین میں غوروفکر کرے گا تو اس پر حق کھل کر واضح ہو جائے گا اس پر نہ صرف آسمانوں وزمین میں اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں وضع کردہ المیز ان کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ اس پر رزق کی اہمیت وحیثیت بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی تو جب وہ الصیام کرے گا خود کو واپس فطرت پر لائے گا الطیب رزق استعمال کرے گا تو اس میں تقویٰ آجائے گا یعنی وہ بالکل ویسا بن جائے گا جیسا کہ اس کے ربّ فطرت کو وہ درکار ہے جیسا اسے فطرت نے وجود میں لایا تھا تو جب اس میں تقویٰ آجائے گا یعنی وہ بالکل ویسا بن جائے گا جیسا فطرت کو درکار ہے تو پھر اس کا ربّ فطرت اس پر کھول کھول کر واضح کردے گی کہ اسے اس وقت کیا کرنا ہے اسے دنیا میں کس مقصد کو پورا کرنے کے لیے لایا گیا اس وقت کیا کرنا ہے جس کے لیے اسے وجود میں لایا گیا یعنی وہ خود اپنے ہی آپ کو حق کو پہچان لے گا یوں اس پر حق اس کی ذمہ داری اس قدر کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اس پر حجت ہو جائے گی اس پر لازم ہو جائے گا کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرے ورنہ کل کو اس کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا یہ ہے حج البیت۔

تو جو بھی اس کی استطاعت رکھتا ہے یعنی جس میں غوروفکر کرنے کی صلاحیت ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس رستے کو اخذ کرے وہ اللہ کی طرف اپنا رخ کرے اللہ میں جہاد کرے یعنی اللہ کو پانے کے لیے کوشش کرے اور جب اس پر حق کھل کر واضح ہو جائے تو پھر لازم ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرے یعنی وہ اللہ یعنی فطرت کی نصرت کرے فطرت کی مدد کرے دین کو قائم کرے لوگوں کو فطرت پر قائم کرے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اللہ کا وجود ہوگا جو کہ اس نے اپنے عمل سے خود کو اللہ کا وجود ثابت کردیا اور اگر کوئی کفر کردیتا ہے یعنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے انکار کردیتا ہے تو پھر انکار وہی کرے گا جو اللہ کا شریک ہوگا اور اس نے انکار اسی لیے کیا کیونکہ اللہ غنی ہے یعنی اللہ اپنا کام خود کرتا ہے وہ اپنے شریک کا محتاج نہیں اس لیے اللہ نے اپنے شریک کے لیے قدر میں انکار رکھ دیا۔

دنیا میں جتنے بھی بشر ہیں یہ بنیادی طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جو انسان کے انسان ہیں اور دوسرے وہ جو انسان کے انسان نہیں رہنا چاہتے بلکہ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کیا ہیں ان کی حقیقت کیا ہے وہ اس دنیا میں کیوں بھیجے گئے۔ یعنی لفظ انسان کا معنی ہے جو خود اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولا ہوا ہے۔ اب دنیا میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جو انسان کے انسان ہی رہ رہے ہیں یعنی وہ خود کو بھولے ہوئے خلق ہوئے تو وہ خود کو بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں۔ وہ اس بشری وجود کو ہی اپنا آپ اپنی حقیقت سمجھتے ہیں اس لیے جو اس بشری وجود کی خواہشات ہیں انہی کو پورا کرنا ان کا مقصد ومشن ہوتا ہے اور وہ اسے پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں جب تک کہ ان کی اجل مسمیٰ یعنی موت نہیں آجاتی اور دوسرے وہ ہیں جو غوروفکر کرنے والے ہیں جو سوچتے ہیں کہ آخر ان کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ بشری وجود ہی ان کی حقیقت ہے یا پھر یہ بشری وجود ان کی حقیقت نہیں بلکہ ان کی حقیقت کچھ اور ہے؟ انہیں دنیا میں کیوں بھیجا گیا؟ وہ کون ہیں آخر ان کی اپنی حقیقت کیا ہے؟

اب یہ جو دوسری قسم کے بشر ہیں جو خلق تو انسان ہی ہوئے یعنی خلق تو خود اپنی ہی ذات کو بھولے ہوئے ہی ہوئے لیکن وہ انسان کے انسان ہی نہیں رہنا چاہتے یعنی وہ خود اپنی ہی ذات کو بھولے ہوئے ہی نہیں رہنا چاہتے بلکہ ان کا مقصد ومشن یہ بن جاتا ہے کہ وہ خود اپنی ہی حقیقت کو جانیں کہ آخر ان کی حقیقت کیا ہے وہ اس دنیا میں کیوں اور کس مقصد کے لیے بھیجے گئے۔ یوں جب وہ غوروفکر کرتے ہیں اور اس پر ڈٹ جاتے ہیں یعنی وہ یہ طے کرلیتے ہیں کہ ہم اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ حق کو پا نہیں لیتے جس کے لیے وہ پوری کوشش کرتے ہیں حق کے لیے گڑگڑاتے ہیں تو بالآخر ان پر حق کھل کر واضح ہو جاتا ہے یعنی ان پر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی اصل ذات کیا ہے اور اس دنیا میں آنے کا ان کا مقصد کیا ہے تو جب ان پر ان کی حقیقت عیاں ہوتی ہے تو اللہ ہی ان کی اپنی ذات کے طور پر سامنے آتا ہے یعنی ان کی اپنی ذات اللہ تھی اللہ تھا جو خود اپنے ہی آپ کو بھولا ہوا تھا تو جب ان کی اپنی ہی ذات اللہ سامنے آتی ہے تو پھر ظاہر ہے اللہ اگر اس وقت بشری صورت میں دنیا میں آیا تو کیوں آیا؟ اللہ نے پہلے آسمانوں وزمین کو خلق کیا جب انہیں مکمل کرلیا تو پھر ان کا نظام چلانے پر معمور ہوا تو نظام چلانے کے لیے ہی بشر کو بھی وجود میں لایا گیا یعنی اس بشر کا مقصد ہے نظام چلائے زمین کی دیکھ بھال کرے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے وجود میں ہاتھ ہوتے ہیں زبان ہوتی ہے، ہاتھوں کا کام ہے وجود کو اسکی ضروریات فراہم کرنا وجود کو کسی بھی قسم کے نقصان سے بچانا اور زبان کا کام ہے وجود کی ترجمانی کرنا یوں جب وہ خود اپنی ہی حقیقت کو جان جاتے ہیں ان پر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی اپنی ذات اللہ ہے اللہ تھا جسے وہ بھولے ہوئے تھے تو اب ان پر لازم

ہے کہ وہ اپنے عمل سے بھی خود کو اللہ ثابت کریں یعنی وہ اپنے وجود کی دیکھ بھال کریں اگر کوئی وجود کو نقصان پہنچا رہا ہے تو وہ اس کو روکیں۔
اب ظاہر ہے جو اللہ ہوگا وہی اس ذمہ داری کو پورا کرے گا یعنی وہی اپنی ذات اللہ کی نصرت کرے گا اپنی ذات اللہ جو کہ فطرت ہے اسے انسانوں سے بچائے گا اور جو اللہ نہیں ہوگا بلکہ انسان کا انسان ہی ہوگا تو پھر ظاہر ہے اللہ تو غنی ہے اللہ اس کا محتاج نہیں اللہ اس سے نصرت کیوں لے گا اللہ اپنا کام اس سے کیوں کروائے گا اس لیے اللہ نے اپنے شریک کے لیے قدر میں کفر کرنا ہی رکھ دیا یوں جو اللہ کا شریک ہوگا وہ کفر ہی کرے گا وہ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرے گا۔
اب جن پر ان کی اپنی اصل حقیقت جو کہ اللہ ہے کھل کر واضح ہو جائے تو ان کا دنیا میں مقصد و مشن جنت نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد و مشن اپنی ذات جو کہ اللہ ہے اسے واپس پانا بن جاتا ہے اس لیے اب وہ اپنے مقصد و مشن اللہ جو کہ ان کی اپنی ذات ہے اسے پانے کی کوشش کریں گے اور اس مقصد و مشن میں اگر کوئی بھی رکاوٹ بنتا ہے تو وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے اسے نظرانداز کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں گے یہاں تک کہ وہ اپنی اصل ذات اللہ کو پا نہیں لیتے یعنی وہ اس مقصد و مشن میں اپنا سب کچھ یہاں تک کہ جان تک بھی قربان نہیں کر دیتے یا پھر فتنہ ختم ہو کر دین اللہ کے لیے ہی خالص نہ ہو جائے۔ وہ الصلاۃ قائم نہیں کر دیتے یعنی ہر ایک کو اس کے اصل مقام پر قائم نہیں کر دیتے۔ یہ ہے حج البیت جسے مختلف پہلوؤں سے آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا اب آتے ہیں حج کے نام پر خود کو مسلمان کہلوانے والے جو کچھ کر رہے ہیں اس کی حقیقت کی طرف۔
اللہ نے یہ قدر میں کر دیا یعنی یہ طے کر دیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور جب اس کا وقت آجائے تو اسے ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا کہ جب جب ضلالٍ مبینٍ ہوں گی اور مومنین موجود ہوں گے یعنی جب جب بھی دنیا میں ہر لحاظ سے ہر پہلو سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیاں پھیل جائیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوگی اور ایسے حالات میں ایسے وقت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اللہ سے ہدایت کے لیے گڑگڑا رہے ہوں تو اللہ مومنین پر احسان کرتا ہے کہ ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کرتا ہے جو آ کر حق کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے اس سے پہلے جو کچھ بھی دین کے نام پر ہو رہا ہوتا ہے وہ سب کی سب گمراہیاں ہوتی ہیں۔
جب اللہ نے یہ قدر میں کر دیا تو پھر ظاہر ہے آج سے چودہ صدیاں قبل جب محمد رسول اللہ کو بعث کیا گیا تو محمد کی بعث سے قبل جو کچھ بھی دین کے نام پر کیا جا رہا تھا وہ سب کی سب کھلم کھلا گمراہیاں تھیں تب نور کی ایک کرن بھی نہیں تھی کسی کو بھی حق کا علم نہیں تھا کہ حق کیا ہے۔ جسے خود کو مسلمان کہلوانے والے حج کا نام دیتے ہیں اور کر رہے ہیں یہ محمد کی بعثت سے قبل ہی حج کے نام پر کیا جا رہا تھا۔ اب جب یہ محمد کی بعثت سے قبل ہی ہو رہا تھا تو پھر ایسا کیسے ممکن ہے کہ یہ حق ہو؟ اس لیے یہ حق ہے ہی نہیں۔
محمد کی بعثت سے قبل مکہ نامی بستی میں حج کے نام پر جو کچھ بھی کیا جا رہا تھا وہ گمراہی تھی اور جب محمد نے مکہ نامی بستی کو فتح کیا تو سب سے پہلے محمد نے اسی گمراہی کو کھول کر واضح کیا کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے یعنی یہ جو تم حج کے نام پر کر رہے ہو یہ حج نہیں ہے بلکہ حج اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے جسے محمد نے کھول کھول کر واضح کر دیا اور محمد نے واضح کیا کہ یہ جسے تم حج سمجھ رہے ہو یہ تمہیں حج کو سمجھانے کے لیے دی جانے والی ایک مثال ہے جسے تم حج سمجھ بیٹھے ہوئے ہو یوں محمد نے کھول کر واضح کر دیا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ جسے آج ایک بار پھر کھول کر واضح کرنے کے لیے حج کے نام پر جو ہو رہا ہے اس کا نقشہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

تصویر میں آپ کو مکمل نقشہ نظر آ رہا ہے جس میں سب سے پہلے مسجد الحرام کے نام پر بیت اللہ موجود ہے جہاں آپ حالت احرام میں ہوتے ہیں اس کے بعد وہاں سے منیٰ میں جایا جاتا ہے اس کے بعد عرفات میں جایا جاتا ہے عرفات کے آگے واپس مڑا جاتا ہے تو آگے مزدلفہ آجاتا ہے مزدلفہ میں رات گزارنے کے بعد آگے پھر دوبارہ منیٰ آجاتا ہے جہاں نہ صرف قربانی کی جاتی ہے بلکہ شیطان کو رجم کیا جاتا ہے اور اس کے بعد واپس مسجد الحرام یعنی بیت اللہ پہنچ جاتے ہیں اور بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے جاتے ہیں جسے بیت اللہ کا طواف کہا جاتا ہے یوں حج مکمل ہو جاتا ہے۔

اب اس کی حقیقت کیا ہے اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

سب سے پہلے اس بات کو جان لیں کہ یہ حج نہیں ہے بلکہ یہ حج کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال ہے جس کے ذریعے سمجھایا گیا کہ حج کیا ہے۔ ذوالحجہ کا چاند نظر آتا ہے تو ناخن تراشنا اور بال کاٹنا وغیرہ اس وقت تک ترک کر دیا جاتا ہے جب تک کہ قربانی نہیں دے لی جاتی اس کا مطلب کیا ہے اسے آخر میں واضح کریں گے۔ اس کے بعد سب سے پہلے جب حرم میں داخل ہوا جاتا ہے تو احرام پہن کر داخل ہوا جاتا ہے۔ احرام دو سفید چادروں پر مشتمل ہوتا ہے جس میں کسی بھی قسم کی کوئی نقش نگاری نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس پر کسی بھی قسم کی کوئی مشقت نہیں کی گئی ہوتی۔ جب جسم کو ان دو سفید کپڑوں میں لپیٹ کر بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی بندہ دنیا میں نہیں آیا بلکہ اللہ کے ہاں ہے پھر جب بیت اللہ سے منیٰ میں جاتے ہیں تو منیٰ کا مطلب ہے دنیا۔ بندہ جب بیت اللہ سے منیٰ میں جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ بندہ اللہ سے دنیا میں آیا یعنی اللہ بندے کو دنیا میں وجود میں لایا تو جب اللہ بندے کو دنیا میں وجود میں لایا تو وہ بالکل خالی ہاتھ ہوتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا وہ مکمل طور پر اپنے ربّ کا محتاج ہوتا ہے۔ جسم پر دو کپڑوں کا مقصد صرف اور صرف ستر ڈھانپنا ہے جو کہ مجبوری ہے اس لیے حقیقت میں بالکل خالی ہاتھ دنیا میں آیا اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔

جب منیٰ میں جاتے ہیں تو کسی کو بھی کچھ بھی علم نہیں ہوتا کہ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے وہاں سب وہی کرتے ہیں جو نسل در نسل ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر آباؤ اجداد کو پایا یعنی منیٰ میں وہی کرتے ہیں جو دین کے نام پر کیا جا رہا ہوتا ہے جو دوسروں کو کرتا دیکھتے ہیں یوں منیٰ میں ہر کوئی وہی کرتا ہے جس پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور اس کے علاوہ دنیاوی باتوں میں مشغول رہتے ہیں دنیاوی مال و متاع کے بارے میں باتیں کرتے ہیں اور وقت ضائع کرتے ہیں۔

منیٰ دنیا کی مثل ہے بیت اللہ سے منیٰ میں آنا اور منیٰ میں وہی کرنا جو نسل در نسل ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر آباؤ اجداد کو پایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللہ سے دنیا میں آتا ہے تو وہ مکمل طور پر اپنے ربّ کا محتاج ہوتا ہے لیکن جب وہ با اختیار اور باشعور ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف وہی کرتا ہے جس پر اس نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا دین کے نام پر وہی کرتا ہے جو نسل در نسل چلا آ رہا ہے بلکہ ہر کوئی دنیا میں مگن ہو گیا دنیا کی رنگینیوں میں کھو گیا۔ یوں جب منیٰ میں یعنی دنیا کی رنگینیوں میں کھو جاتے ہیں اور دین کے نام پر وہی کرتے ہیں جس پر آباؤ اجداد کو پایا تو کہا جاتا ہے کہ تمہیں دنیا میں اس مقصد کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ تمہیں دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اس مقصد کو پہچان کر پورا کرو جس کے لیے آگے عرفات میں جایا جاتا ہے جہاں الصوم کیا جاتا ہے جسے یوم العرفہ کا الصوم کہا جاتا ہے۔

عرفات کا معنی ہے خود اپنے آپ کو پہچان لینا یعنی اپنی ہی ذات کو اصل حقیقت کو پہچان لینا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے حق کیا ہے اسے پہچان لینا۔ منیٰ سے عرفات میں جانے کا مطلب ہے کہ خود اپنی ہی ذات کو پہچاننا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اسے پہچاننا حق کو پہچاننا جس کے لیے عرفات میں یوم العرفہ کے نام سے الصوم کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ منیٰ یعنی دنیا میں ہوتے ہیں اور حق کو پانا چاہتے ہیں خود اپنی ہی ذات کو حق کو پہچاننا چاہتے ہیں تو آپ کو الصوم کے یوم یعنی مرحلے سے گزرنا پڑے گا وہی بات کہ جب الصیام کریں گے تو تقویٰ آجائے گا آپ خود اپنی ہی ذات کو قر کر لیں گے یعنی پڑھ لیں گے جان پہچان لیں گے حق کو پہچان لیں گے۔ منیٰ سے عرفات میں آنے کا مطلب ہے کہ دنیا سے کٹ کر دنیاوی مال و متاع کو چھوڑ کر، جس پر آباؤ اجداد کو پایا اسے ترک کر کے خود اپنی ہی ذات کو پہچانا جائے، اپنی ذات میں غور و فکر کیا جائے آسمانوں و زمین میں غور و فکر کیا جائے جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھا جائے جس سے حق کی پہچان ہو جائے گی، اللہ کیا ہے اللہ کی پہچان ہو جائے گی خود اپنی ہی حقیقت کی پہچان ہو جائے گی یوں جب حق کو پہچان لیں گے اپنی ہی حقیقت کو پہچان لیں گے یعنی اللہ کو پہچان لیں گے تو پتہ چلے گا کہ ہم نے تو اللہ پر لعنت کی ہوئی ہے یعنی اللہ کو نظر انداز کیا ہوا ہے ہم نے اپنا رخ اللہ سے پھیرا ہوا ہے اور اس کی طرف کمر کی ہوئی ہے ہم تو اس سے بغاوت کر رہے ہیں اس کی مخالف سمت جا رہے ہیں جس کے لیے لازم ہے کہ اب واپس اپنا رخ اپنے ربّ اللہ کی طرف کیا جائے اپنا رخ اپنی ہی حقیقت اپنی ذات اللہ کی طرف کیا جائے یوں پھر یوٹرن لیا جاتا ہے یعنی واپس مڑا جاتا ہے۔

جب واپس مڑتے ہیں تو آگے مزدلفہ آجاتا ہے جہاں رات بالکل فطرت پر رات گزاری جاتی ہے وہاں کوئی امیر اور غریب نہیں ہوتا کوئی کالے اور گورے کا یعنی کسی بھی قسم کی کوئی تفریق نہیں ہوتی سب ایک برابر ہوتے ہیں اور فطرت پر رات گزارتے ہیں۔ رات کا مطلب ہے ضلالٍ مبینٍ ہونا یعنی ہر طرف گمراہیوں کا ہونا اور مزدلفہ میں رات فطرت پر گزارنے کا مطلب ہے کہ جب آپ نے حق کو پہچان لیا اللہ کو پہچان لیا خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیا تو پھر آپ کو واپس اللہ کی طرف پلٹنا ہے جب آپ واپس اللہ کی طرف اپنا رخ کریں گے تو لیل ہے یعنی ظلمات چھائی ہوئی ہیں ہر طرف ظلمات ہیں ایسے میں اب نہ صرف فطرت پر قائم ہونا ہے دنیاوی مال ومتاع کے دھوکے سے نکلنا ہے بلکہ جب فطرت پر قائم ہوں گے الصیام کریں گے تو آپ میں تقویٰ آئے گا اور آپ کا ربّ فطرت آپ کی راہنمائی کرے گی کہ اب آپ کو کیا کرنا ہے جس کے بعد آگے واپس منیٰ آجاتا ہے جہاں نہ صرف الشیطان کو پتھر مارے جاتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ قربانی کی جاتی ہے جس کا مطلب ہے کہ جیسے آپ نے مزدلفہ میں رات گزاری ایسے ہی دنیا میں آپ نے زندگی گزارنی ہے فطرت پر قائم ہونا ہے اور جو ذمہ داری آپ پر کھول کھول کر واضح کردی گئی اسے پورا کرنا ہے جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے حق پر ڈٹ جائیں گے یعنی جو ذمہ داری آپ پر واضح کی گئی جو کہ آپ کی خودی اللہ ہی آپ کے سامنے آئی تو آپ کا کام اللہ کا کام ہے جب آپ اسے پورا کریں گے تو آپ کے رستے میں الشیطان آئے گا یعنی ہر وہ شئے آئے گی جو آپ کو اس مقصد کو پورا کرنے سے روکے گی اس مقصد میں رکاوٹ بنے گی تو کوئی بھی شئے خواہ وہ مال ہو، بیوی ہو، اولاد ہو، والدین ہوں، کوئی رشتے دار ہوں کوئی بھی ہو خواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں جو بھی آپ کے مقصد و مشن میں رکاوٹ بنے جو کہ الشیطان ہے تو جان لیں کہ الشیطان کے لیے اللہ کا فیصلہ کیا ہے۔ الشیطان کے لیے اللہ کا فیصلہ ہے کہ اسے رجم کیا جائے الشیطان الرجیم ہے یعنی الشیطان کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دینا اگر وہ قریب آنے کی کوشش کرے اگر وہ مقصد میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے تو اسے اس طرح اپنے سے دور کرنا ہے دور رکھنا ہے جیسے کسی دشمن کو پتھر مار مار کر خود کے قریب نہیں آنے دیا جاتا اسے خود سے دور بھاگنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ پھر قربانی کی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ دنیا میں اس مقصد کو پورا کریں گے جس مقصد کے لیے آپ کو دنیا میں لایا گیا جو کہ الصلاۃ کا قیام ہے تو آپ پر نہ صرف سخت ترین حالات آئیں گے آپ کو اذیت کا سامنا کرنا پڑے گا تو آپ نے صبر کرنا ہے آپ کو قربانی دینا پڑے گی اپنی خواہشات کی، مال ومتاع کی، یہاں تک کہ اس کی قربانی بھی دینا پڑ سکتی ہے جو آپ کی سب سے عزیز ترین شئے ہے تو جب قربانی کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب ہم اس مقصد کو پورا کریں گے یعنی الصلاۃ قائم کریں گے تو اس کے لیے اگر ہمیں اپنے سب سے زیادہ عزیز ترین شئے یہاں تک کہ اپنی اولاد تک کی بھی قربانی دینا پڑی تو ہم اس کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے یوں جب قربانی کر لی جاتی ہے تو عیدالاضحیٰ آجاتی ہے۔

عید کا معنی ہے واپس اسی مقام اسی نقطے پر آجانا جہاں سے گم ہو گئے تھے جہاں سے پھسل گئے تھے جہاں سے ہٹ گئے تھے۔ اور آگے اس سوال کا جواب دے دیا کہ وہ کون سا نقطہ ہے جہاں سے پھسل گئے تھے جہاں سے گم ہو گئے تھے اور واپس اسی مقام پر آگئے اسی نقطے پر آگئے الاضحیٰ مخصوص اضحیٰ۔ ضحیٰ کا معنی ہے روشنی کا پھیل جانا سب کچھ روشن ہو جانا ظلمات کا مکمل طور پر ختم ہو جانا یعنی دین کا قائم ہو جانا ہر طرف نور کا پھیل جانا تو جب اس طرح کیا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا جو اس سے قبل ظلمات میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے ہر طرف لیل ہوتی ہے واپس دنیا پر نور کا غالب آجانا ظلمات کا چھٹ جانا لیل کا ختم ہو کر اللہ کے نور کی روشنی ہر طرف پھیل جانا۔

اب آئیں واپس اس پر کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا ہے تو ناخن تراشنا اور بالوں وغیرہ کا کاٹنا کیوں ترک کر دیا جاتا ہے جب تک کہ قربانی نہیں دے لی جاتی عید الاضحیٰ نہیں آجاتی۔ اسے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ذوالحجہ کو سمجھ لیں۔ ذو یا ذی کا معنی ہے جسے حاصل ہو چکا اور کیا حاصل ہو چکا آگے اسے واضح کر دیا ''الحجہ'' مخصوص حج ہے جو جسے حاصل ہو چکا۔ حج کا معنی ہے حق اس قدر کھل کر واضح ہو جانا کہ اگر اس پر قائم نہیں ہوا جاتا جو ذمہ داری کھول کھول کر واضح کر دی گئی اسے پورا نہیں کیا جاتا تو کل کو کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا۔ ذوالحجہ کا معنی ہے وہ شخص جسے مخصوص حجہ حاصل ہو چکی یعنی جس پر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اب اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو اس کے پاس کل کو کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا اسکے پاس صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرے جو اس پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دی گئی۔

ذوالحجہ کا چاند نظر آتا ہے تو ناخن تراشنا اور بال کاٹنا وغیرہ ترک کر دیا جاتا ہے سب سے پہلے چاند یعنی قمر کو سمجھ لیں کہ قمر کیا ہے۔ قمر یعنی چاند کو نور کہا گیا اور اللہ اپنے رسول کو بھی نور کہتا ہے کیوں کہتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ قمر کا معنی چاند نہیں ہے بلکہ قمر کا معنی ہے جو پیچھے سے گرم روشنی لے کر اسے ٹھنڈا کر کے آگے منعکس کرے اور یہی کام چاند کرتا ہے اور یہی کام اللہ کا رسول کرتا ہے وہ اللہ سے نور ہدایت لیکر آگے لوگوں تک ایسا آسان کر کے پہنچاتا ہے منعکس کرتا ہے کہ کم سے کم عقل بھی آسانی سے حق کو سمجھ سکتا ہے۔ ذوالحجہ کے القمر کا ظاہر ہونے کا مطلب ہے کہ جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں اور مومنین موجود ہوتے ہیں یعنی حق کے طلب گار موجود ہوتے ہیں جو حق کے لیے گڑگڑا رہے ہوتے ہیں تو ایسے میں اللہ اپنا نور بھیجتا ہے یعنی ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کرتا ہے جب رسول آتا ہے تو رسول حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ کم سے کم عقل بھی اگر رسول کی بات سنے تو اس پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جاتا ہے اسے کسی بھی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ تو جو اللہ کی طرف سے آنے والے نور سے ہدایت حاصل کرتے ہیں یعنی جو رسول کی دعوت کو سنتے ہیں ہدایت کے لیے رسول کی طرف لپکتے ہیں تو ان پر حق اس قدر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ انہیں الحجہ حاصل ہو جاتی ہے یعنی وہ الحجہ والے ہو جاتے ہیں جسے عربوں کی زبان میں ذوالحجہ یا ذی الحجہ کہا جائے گا ان پر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اب کل کو وہ چاہ کر بھی کوئی عذر یا بہانہ پیش نہیں کر سکتے ان کے پاس صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہوتا ہے اور وہ ہے کہ وہ اللہ کی نصرت کریں یعنی وہ اللہ کے رسول کی نصرت کریں حق کی نصرت کریں۔

جنت میں جانے کے لیے تزکیہ لازم ہے جو اپنا تزکیہ کر لے گا وہ جنت میں چلا جائے گا لیکن ایسے جو کہ ذوالحجہ والے ہیں یعنی جن کے پاس اللہ کے ہاں سے نور آ گیا اور حق اس قدر کھل کر واضح ہو گیا کہ اب کل کو وہ چاہ کر بھی کوئی بہانہ پیش نہیں کر سکتے ان پر حجت ہو چکی تو ایسے اگر حق کا ساتھ دینے کی بجائے اللہ کے رسول کی نصرت کرنے کی بجائے تزکیہ بھی کرتے ہیں تو ان کا تزکیہ انہیں کوئی نفع نہیں دے گا انہی کوئی فائدہ نہیں دے گا یعنی ان کا کوئی بھی عمل انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ وہ قربانی نہیں دے لیتے اور عید الاضحیٰ نہیں آجاتی یعنی دنیا دوبارہ اللہ کے نور سے روشن نہیں ہو جاتی ہر طرف یہ نور پھیل نہیں جاتا ظلمات مٹ نہیں جاتیں۔ یہ ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آئے تو ناخن تراشنا اور بال کاٹنا وغیرہ اس وقت تک ترک کر دینا جب تک کہ قربانی نہیں دے لی جاتی اور عید الاضحیٰ نہیں آجاتی۔ مطلب یہ کہ جب ضلالٍ مبینٍ ہوں اور اللہ اپنا رسول بعث کر دے جو کہ اللہ کے ہاں سے آیا ہوا نور ہے ایسا نور کہ اگر کوئی حق کا طالب ہے تو اس پر حق اس قدر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ اسے کسی بھی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں رہے گا اور اس پر واضح ہو جائے گا کہ اس کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اس پر واضح ہو جائے گا کہ اس وقت اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی نصرت کرے یعنی اللہ کے رسول کا ساتھ دے حق کا ساتھ دے اگر کوئی کفر کرتا ہے یعنی حق کا ساتھ دینے کا انکار کر دیتا ہے تو پھر جان لے کہ اللہ غنی ہے یعنی اللہ اس کا محتاج نہیں ہے بلکہ اللہ اپنا کام خود کرتا ہے اس لیے اگر کوئی کفر کرتا ہے تو ایسا نہیں کہ اللہ کا کام نہیں ہوگا یا اللہ کا کام رک جائے گا بلکہ اللہ اس کی جگہ کسی دوسرے کو لے آئے گا جو اس کا حق دار ہے جو مومن ہے اللہ کا وجود ہے نہ کہ اللہ کا شریک۔ یوں جتنے بھی ایسے ہوتے ہیں جن پر حق اس قدر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان پر حجت ہو جاتی ہے جنہیں مخصوص حجت حاصل ہو جاتی ہے ان کا تزکیہ بھی ان کے کچھ کام نہ آئے گا یہاں تک کہ وہ حق کا ساتھ دیتے ہوئے قربانی نہ دے لیں اور واپس اللہ کا نور غالب نہ آجائے دنیا پر واپس نور پھیل نہ جائے حق غالب نہ آجائے جسے عید الاضحیٰ کہا گیا یعنی واپس دنیا کا اللہ کے نور سے منور ہو جانا ظلمات کا مٹ جانا اور روشن ہو جانا۔ یہ ہے نہ صرف الحج بلکہ قربانی اور عید الاضحیٰ اور حج کے نام پر خود کو مسلمان کہلوانے والے جو کر رہے ہیں اس کی حقیقت۔

خود کو مسلمان کہلوانے والے حج کے نام پر جو کر رہے ہیں وہ قطعاً حج نہیں بلکہ یہ تو ایک مثال ہے جو حج کیا ہے محض سمجھانے کے لیے دی گئی تھی اب اگر کوئی مثال کو ہی حج سمجھ لے اور بنا لے تو ایسا کوئی بے وقوف اور جاہل ہی ہو سکتا ہے نہ کہ عقل مند۔ محمد نے نہ صرف فتح مکہ کے فوراً بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ واضح کیا کہ الحج کیا ہے بلکہ اس کے بعد نہ تو محمد نے الحج کے نام پر اس گمراہی پر عمل کیا اور نہ ہی محمد نے مومنوں کو اس کی اجازت دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب آج سے چودہ صدیاں قبل محمد کے ذریعے حق کھول کھول کر واضح کیا گیا تو تب ماننے والے انتہائی تھوڑے تھے جو بہت پہلے ہی مان چکے تھے اکثریت نے کفر کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے آباؤاجداد کرتے رہے اور اسی کا سورۃ فصلت میں بھی ذکر کر دیا گیا کہ تب کوئی بھی نہیں مانا تھا سوائے انتہائی قلیل کے اور اسی پر ڈٹے رہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤاجداد کو پایا۔

اور اس کے علاوہ تب قربانی کے نام پر جو جانور ذبح کیے جاتے تھے وہ صرف اور صرف منیٰ کے میدان میں کاٹے جاتے تھے نہ کہ منیٰ کے میدان کے باہر اور وہ

چاہے منیٰ کے میدان میں ہی کاٹے جاتے تھے تو بھی گمراہی تھی اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور آج جو کچھ بھی کیا جارہا ہے جو خود کو مسلمان کہلوانے والے گھر گھر میں قربانی کے نام پر معصوم جانوروں کا قتل عام کرتے ہیں یہ ظلم عظیم ہے یہ فساد عظیم ہے۔

اس لیے ہر وہ شخص جو یہ ظلم کر رہا ہے وہ کان کھول کر سن لے، نہ تو اللہ کو تیرے اس خون بہانے کی ضرورت ہے نہ ہی گوشت کی، نہ تو تیرا یہ خون اللہ کے ہاں پہنچتا ہے اللہ کے ہاں قابل قبول ہے اور نہ ہی گوشت، الٹا تیرے اس فعل پر اللہ کا غضب بھڑکتا ہے تجھ پر اللہ کا غضب حلال ہوتا ہے۔ ہر وہ شخص جو یہ ظلم عظیم کر رہا ہے وہ جان لے کہ وہ اللہ کیساتھ شرک کر رہا ہے وہ ظلم عظیم کر رہا ہے وہ فساد عظیم کر رہا ہے۔ تمہیں یہ نہیں کہا گیا کہ تم لوگ قربانی کے نام پر جانوروں کا قتل عام کرو بلکہ اگر تم خود کو مومن کہتے ہو اور سچے ہو تو پھر آج آؤ اللہ کی نصرت کرو آج قربانی کا وقت ہے آؤ اور قربانی دو اگر تم سچے ہو تو جو کہ تم نہیں دینے والے کیونکہ تم سچے نہیں بلکہ تم کذاب ہو۔

یہ جسے تم حج، قربانی اور عیدالاضحیٰ کا نام دے رہے ہو یہ سب کا سب کھلم کھلا گمراہیاں ہیں ان کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں یہ تم لوگ اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہو۔ ذرا غور کرو کیا تم لوگ ابراہیم کو اپنا ابا بنا رہے ہو؟ کیا ابراہیم نے بھی یہی کیا تھا جو تم لوگ کر رہے ہو؟ جیسے تم اسی کو حق کہہ سمجھ اور کر رہے ہو جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور غور و فکر نہیں کر رہے کیا ابراہیم نے بھی یہی کیا تھا؟ یا پھر یہ ابراہیم کی ملت نہیں بلکہ یہ تم شرک کر رہے ہو تم لوگ مشرکین میں سے ہو؟ اور حق تو یہ ہے کہ تم لوگ مشرکین میں سے ہو خواہ تمہیں کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ جان لو تم مشرکین میں سے ہو اگر اب بھی تم لوگ اپنے آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والی گمراہیوں کو ترک نہیں کرتے اور حق کی طرف نہیں پلٹتے۔

پھر آخر میں بیت اللہ کے طواف کے نام پر سات چکر کاٹے جاتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے اسے بھی جان لیجئے۔

یہ وہی سات چکر ہیں جو ہندوؤں کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں جو وہ عقد نکاح کے وقت سات پھیرے لیتے ہیں۔ ہندو ان سات چکروں سے سات جنم مراد لیتے ہیں حالانکہ یہ بات الگ ہے کہ آج کسی ہندو کو یہ نہیں علم کے یہ سات جنم ہیں کیا اور خود کو مسلمان کہلوانے والوں کو بالکل بھی نہیں علم کہ ان سات چکروں کا مطلب کیا ہے ان کا کہنا صرف اور صرف یہی ہے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا کرتے دیکھا اس لیے ہم بھی ایسا ہی کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب آپ اپنی ہی خلق میں غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا اس وقت آپ بشر ہیں تو جس مواد سے آپ وجود میں آئے یہ مواد اس سے پیچھے بھی چھ مراحل طے کر کے یہاں آپ تک پہنچا ہے آپ بنے ہیں اور جب اس جسم کی وفات ہوگی تو یہ مر کر مٹی اور ہڈیاں نہیں ہوگا بلکہ یہ جسم نئی مخلوقات میں جاتا ہے وہ مخلوقات آگے نئی مخلوقات میں جاتی ہیں یوں اس بشری وجود کے بعد چھ مراحل طے کرنے کے بعد آپ بالکل اسی حالت میں چلے جاتے ہیں جس حالت میں آپ پہلے تھے یعنی ذرات کی صورت میں واپس اپنے ربّ فطرت میں پلٹ جاتے ہیں اور یہ جو چھ مراحل اس بشری وجود سے پہلے اور بعد میں ہیں انہیں قبر کہا جاتا ہے قبر کی منازل یا قبر کے مراحل کہا جاتا ہے جس کی قبر کے موضوع پر تفصیل کیساتھ وضاحت کی جا چکی۔ جیسے اس وقت آپ یہ بشر ہیں جب آپ کے اس جسم کی وفات ہو جائے گی تو آپ آگے نئی مخلوقات میں چلے جاتے ہیں وہ آپ ہی ہوتے ہیں پھر ان سے آگے نئی مخلوقات میں یہاں تک کہ چھ مراحل طے کرنے کے بعد واپس اپنے ربّ میں نہیں پلٹ جاتے آپ ہی ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت آپ کو اس جسم کا شعور ہے جب اس کی وفات ہو جائے گی تب شعور اگلے مرحلے پر چلا جائے گا یہاں تک کہ واپس اپنے ربّ میں نہیں پلٹ جاتے۔

یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے ہندو اسے سات جنم کا نام دیتے ہیں۔ یہ جو آپ کا موجودہ جنم ہے یعنی اس وقت آپ کو اختیار حاصل ہے اگلے چھ جنموں کا یعنی آج اگر آپ طیب رزق سے اپنا وجود بناتے ہیں آپ الطیب رزق سے استعمال کرتے ہیں تو آگے چھ مراحل آپ طیب مخلوقات کی صورت میں ہی گزاریں گے یہ وجود آگے طیب مخلوقات میں بدلے گا اور اگر الخبیث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو آگے چھ مراحل خبیث مخلوقات میں بدلیں گے یعنی اگر آپ کا رزق الطیب ہے تو وفات کے بعد اس وجود سے طیب مخلوقات وجود میں آئیں گے اور اگر خبیث ہے تو خبیث مخلوقات جسے ہندو جنموں کا نام دیتے ہیں اور مسلمان کہلوانے والے قبر کے مراحل یا تو جنت کے باغات میں سے باغ یا پھر جہنم کی گھاٹیوں میں سے گھاٹی۔

یہ ہے طواف کا مطلب کہ آج آپ کے پاس اختیار حاصل ہے کہ آپ ان ساتوں مراحل کو کیسا بناتے ہیں اس مرحلے میں باقی چھ مراحل کا اختیار آپ کو دیا گیا آج جس کا انتخاب کریں گے باقی چھ مراحل آپ کے ویسے ہی ہوں گے آج آپ کے پاس اختیار ہے اگر آج الطیب رزق سے استعمال کرتے ہیں تو آگے چھ

مراحل جنہیں آپ چھ جنم کہیں وہ طیب ہوں گے اور اگر اس جنم میں خبیث رزق استعمال کرتے ہیں تو اگلے چھ مراحل یعنی چھ جنم بھی خبیث ہی ہوں گے۔ تو جب الحج کیا جاتا ہے یعنی جو حقیقت میں الحج ہے وہ کیا جاتا ہے تو آپ کے ساتوں جنم ہی الطیب بن جاتے ہیں آپ جب تک واپس اپنے ربّ میں نہیں پلٹ جاتے تب تک اپنے ربّ اللہ کا ہی طواف کریں گے آپ کا ہر مرحلے پر مرکز ومحور اللہ یعنی فطرت ہی ہوگی نہ کہ آپ کسی بھی مرحلے پر اس کے شریک ہوں گے۔ یہ ہے حق اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس حق کا رد نہیں کرسکتی۔ ہندوؤں کے ہاں عقد نکاح یعنی شادی کے وقت میاں بیوی سات پھیر لیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ آج اس جنم میں ہمارے پاس ہمارے ساتوں جنم کا اختیار ہے آج ہم اپنے ساتوں جنم سنوارنے کے لیے ایک دوسرے کی اس جنم میں بھرپور نصرت کریں گے یعنی جس مقصد کے لیے ہمیں دنیا میں لایا گیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے کی نصرت کریں گے ایک دوسرے کا وہاں بھی ساتھ دیں گے جہاں ہر کوئی ساتھ چھوڑ دیتا ہے جس سے اگلے چھ جنم سہل بن جائیں گے وہ جو ایشور یعنی اللہ کی چاہت ہے۔

شق القمر

قرآن میں سورۃ القمر کی پہلی ہی آیت میں شق القمر کا ذکر کیا گیا ہے اور خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا دعویٰ ہے کہ اس سورۃ میں شق القمر کا مطلب چاند کے دو ٹکڑے ہونا ہے اور چاند کے دو ٹکڑے آج سے چودہ صدیاں قبل اس وقت محمد نے اپنی انگلی کے اشارے سے کیے جب مشرکین نے محمد سے معجزہ طلب کیا۔ یعنی ان کا کہنا ہے کہ جب محمد کو بعث کیا گیا اور محمد نے اس وقت لوگوں کو حق کی دعوت دی تو اس کے نتیجے میں مشرکین نے ایک مطالبہ پیش کر دیا مشرکین نے کہا ہم کیسے مان لیں کہ تُو اللہ کا رسول ہے رسول تو آتے ہیں معجزات کیساتھ اس لیے اگر تُو واقعتاً اللہ کا رسول ہے تو پھر تُو ہمیں معجزہ دکھا جب تک تُو ہمیں معجزہ نہیں دکھائے گا ہم تجھے اللہ کا رسول تسلیم نہیں کریں گے یوں ان کے اس مطالبے کے جواب میں محمد نے رات کے وقت اپنی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے معجزہ دکھایا جس کا قرآن کی سورۃ القمر کی پہلی آیت میں ذکر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی حق ہے؟ یعنی خود کو مسلمان کہلوانے والوں نے شق القمر کے حوالے سے جو کچھ بھی محمد سے منسوب کر رکھا ہے کیا یہی حق ہے یا پھر حق اس کے بالکل برعکس کچھ اور ہے؟ تو حق کیا ہے اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم قرآن میں موجود شق القمر پر بات کریں اسے کھول کر واضح کریں ہم بات کرتے ہیں خود کو مسلمان کہلوانے والے مشرکین کی طرف سے شق القمر کے نام پر محمد سے منسوب کردہ دیومالائی کہانی پر تاکہ حق ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھل کر واضح ہو جائے اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی کفر کرتا ہے تو وہ حق آ جانے کے بعد ہی کفر کرے۔

سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول معجزات کیساتھ آتے ہیں؟ اگر تو رسول معجزات کیساتھ آتے ہیں تو بلاشک وشبہ محمد نے بھی معجزات دکھائے ہوں گے اور اگر ایسا نہیں یعنی رسول معجزات کیساتھ نہیں آتے تو پھر شق القمر کے نام پر جو کچھ بھی محمد سے منسوب کیا گیا وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور دیکھیں اس بارے میں اللہ کا کیا کہنا ہے جو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں اتار دیا تھا۔

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ. الحدید ۲۵

لَ اللہ کا انسانوں سے کلام کرتے ہوئے کہنا ہے یعنی انسانوں کو کہنا ہے تم کو سننے کے لیے کان دیئے تو کیوں دیئے؟ یعنی تمہیں ہم نے قانون میں سننے والا کیا تو آخر کیوں کیا؟ تمہیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کیوں دیں؟ یعنی تمہیں ہم نے قانون میں دیکھنے والا کیا تو آخر کیوں کیا؟ پھر جو بھی سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے والا کیا تو کیوں کیا؟ ظاہر ہے سننے کے لیے کان دیئے تو اسی لیے دیئے کہ تم سنو، دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو اسی لیے دیں تاکہ تم دیکھو اور پھر جو

سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے دی تا کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو۔ پھر کانوں اور آنکھوں سے محدود سنائی اور دکھائی دیتا جو ظاہر نہیں ہے وہ سنائی اور دکھائی نہیں دیتا تو جو ظاہر نہیں ہے جسے کانوں سے سنا نہیں جاسکتا آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا اسے سننے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے تمہارے دلوں کو افئدۃ کیا یعنی دلوں میں یہ صلاحیت رکھ دی دلوں کو ایسا بنایا کہ دل وہ سنتے ، دیکھتے اور سمجھتے ہیں جو کانوں سے سنائی اور آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ تمہارے دلوں کو ایسا اسی لیے کیا تا کہ تم نہ صرف ظاہر سنو اور دیکھو بلکہ جو ظاہر نہیں ہے جو باطن ہے اسے بھی سنو دیکھو اور سمجھو جب تم ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو گے جو کہ شکر کہلاتا ہے تو تم پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا قَدۡ جو بھی طے شدہ ہے یعنی جو بھی ہم نے قدر میں کر دیا جس کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا اور جب اس کے ہونے کا وقت آ جائے تو اسے ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کس طرح ہم نے ہمارے رسولوں کو بھیجنا قدر میں کر دیا یعنی کس طرح ہم اپنے رسولوں کو بھیجتے ہیں بِالۡبَيِّنٰتِ تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ہم نے اپنے رسولوں کو البیّنات کیساتھ بھیجنا قدر میں کر دیا۔

یعنی تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو اسی لیے کہ تم غور وفکر کرو تم ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو تو جب تم ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو گے غور وفکر کرو گے تو تم پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ہم نے قدر میں کر دیا کہ ہم بھیجتے ہیں اپنے رسولوں کو البیّنات کیساتھ۔ اللہ نے ہر شئے سے اس کا جوڑا خلق کیا تو البیّنات کا بھی جوڑا ہے بیّنات کا جوڑا معجزات ہے۔ اب ظاہر ہے اگر البیّنات کیساتھ رسولوں کو بھیجنا قدر میں کیا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے رسولوں کو معجزات کیساتھ بھیجنا قدر میں نہیں کیا کوئی ایک بھی رسول نہ تو معجزات کیساتھ آیا اور نہ ہی آ سکتا ہے کیوں کہ اللہ نے رسولوں کو معجزات کے برعکس البیّنات کیساتھ بھیجا جانا قدر میں کیا اور جو اللہ نے قدر میں کر دیا نہ تو اس کے خلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے ہونے سے دنیا کی کوئی بھی طاقت روک سکتی ہے اس لیے یہ کہنا کہ رسول معجزات کیساتھ آتے ہیں یہ بات بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اب آپ خود غور کریں جو اللہ نے قدر میں کیا ہی نہیں وہ ہو کیسے سکتا ہے؟ اور جو اللہ نے قدر میں کر دیا اسے ہونے سے کون روک سکتا ہے؟ بیّنات جمع ہے اس کا واحد بیّن ہے بیّن کا معنی ہے شئے ، بات یا ذات کا ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھل کر واضح ہونا سامنے ہونا اس کا کوئی بھی پہلو کوئی بھی حصہ پوشیدہ نہ ہونا۔ اللہ نے رسولوں کو البیّنات کیساتھ بھیجنا قدر میں کیا یعنی جب بھی کوئی بھی رسول آتا ہے تو رسول آ کر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کرتا ہے اللہ کا رسول حق کو اس طرح کھول کھول کر واضح کرتا ہے کہ اگر کوئی کم سے کم عقل بھی اللہ کے رسول کی بات سنے تو اس پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ حق کیا ہے۔

یوں اس پہلو سے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ محمد نہ ہی معجزات کیساتھ آیا اور نہ ہی محمد نے کوئی معجزہ دکھایا اس لیے جو کچھ بھی معجزات کے نام پر محمد سے منسوب کیا جاتا ہے وہ حق نہیں ہے وہ ان مشرکین کا اللہ اور اس کے رسولوں پر افتراء ہے بہتان عظیم ہے۔ اس کے علاوہ پیچھے آپ تفصیل کیساتھ جان چکے کہ کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں جو معجزات کیساتھ آیا بلکہ ہر رسول البیّنات کیساتھ ہی آیا۔

پھر اسے ایک دوسرے پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ مشرکین کا کہنا ہے کہ مشرکین نے محمد کے سامنے مطالبہ رکھا کہ اگر تُو معجزہ دکھائے گا تو ہم تجھے اللہ کا رسول تسلیم کر لیں گے اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ محمد نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے معجزہ دکھایا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنے تھے جنہوں نے اس معجزے کے بعد محمد کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا؟ کیونکہ ایسے تو پھر سب کے سب کو ہی محمد کو اللہ کا رسول مان لینا چاہیے تھا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے اپنے الفاظ و مواد کے مطابق کسی ایک نے بھی اس بنیاد پر محمد کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا وہ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ اب ایسا تو ممکن ہی نہیں کہ محمد نے اتنا بڑا اور غیر معمولی معجزہ دکھایا ہو اور ایمان کوئی بھی نہ لایا جس سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نہ تو محمد سے ایسا کوئی مطالبہ کیا گیا اور اگر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے کہ انہوں نے مطالبہ کیا تو بھی محمد نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا جس وجہ سے مشرکین میں سے کسی نے بھی محمد کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا یوں اس پہلو سے بھی حق بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ شق القمر کے نام پر جو کچھ بھی محمد سے منسوب کیا جاتا ہے وہ سب کی سب گمراہیاں ہیں ان کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

پھر اسے ایک تیسرے پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول کو منوانے کے لیے بھیجا جاتا ہے یعنی کیا رسول کو وکیل بنا کر بھیجا جاتا ہے؟ اگر تو رسول کو وکیل بنا کر بھیجا جاتا ہے تو پھر بلا شک وشبہ رسول کے لیے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو حق منوانے کے لیے جو بھی مطالبات وہ کریں

ان کو پورا کرے یا جس طرح بھی وہ مانیں انہیں اسی طرح منوائے لیکن اگر رسول کو وکیل بنا کر نہیں بھیجا جاتا رسول کا کام منوانا نہیں ہوتا تو پھر اگر کسی کے بھی مطالبے کو پورا کرتا ہے تو اس کا مطلب کے رسول مشرکین کی اتباع کرتا ہے جو کہ ناممکن ہے اگر کوئی ایسا کرے تو وہ رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ اب حق تو یہ ہے کہ پیچھے کتاب میں آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ رسول کو وکیل بنا کر نہیں بھیجا جاتا یعنی رسول کا کام منوانا نہیں ہوتا بلکہ رسول پر صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو کھول کھول کر پہنچا دے اب اگر کوئی مانتا ہے تو اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور اگر کوئی کفر کرتا ہے تو اس کا اپنا ہی نقصان ہے رسول سے اس بارے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا کہ لوگ کیوں نہیں مانتے تھے۔ اب جب رسول کو وکیل بنا کر نہیں بھیجا جاتا اور ظاہر ہے وکیل بنا کر بھیجا بھی کیوں جائے گا کیونکہ رسول کی ذمہ داری صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ پیغام کو کھول کھول کر پہنچا دے۔ تو پھر یہ کہنا کہ کوئی بھی رسول معجزات دکھاتا ہے تا کہ لوگ اس کی بات کو مان جائیں تو یہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے یہ اللہ اور اس کے رسولوں پر بہتان عظیم ہے اس لیے نہ تو محمد سے ایسا کوئی مطالبہ کیا گیا اور نہ ہی محمد نے ایسا کوئی معجزہ دکھایا اور نہ ہی محمد کوئی معجزہ دکھا سکتا تھا کیونکہ جب اللہ نے رسولوں کو بالبیّنات بھیجنا قدر میں کیا تو کوئی بھی رسول معجزہ کیسے دکھا سکتا ہے؟ اس لیے ایسا ممکن ہی نہیں کہ کوئی ایک بھی رسول کوئی معجزہ دکھا سکے۔ اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی حق سے اختلاف ہی کرتا ہے تو ایسا کوئی بے وقوف اور جاہل ہی ہو سکتا ہے نہ کہ کوئی عقل مند۔

یوں آپ نے جان لیا کہ شق القمر کے نام پر جو کچھ بھی محمد سے منسوب کیا جاتا ہے اس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے ان لوگوں کی خود سے گھڑی ہوئی خرافات ہیں گمراہیاں ہیں جن میں یہ لوگ ڈوبے ہوئے ہیں یہ لوگ دین کے نام پر اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں اور جو کچھ بھی یہ لوگ دین کے نام پر کر رہے ہیں یہ ان کا اپنا خود ساختہ دین ہے جو انہوں نے گھڑ رکھا ہے جس من گھڑت دین میں یہ لوگ ڈوبے ہوئے ہیں۔

اب آئیں سورۃ القمر میں شق القمر کی طرف کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ. وَاِنۡ يَّرَوۡا اٰيَةً يُّعۡرِضُوۡا وَيَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ. وَكَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ وَكُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ. وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنَ الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِيۡهِ مُزۡدَجَرٌ. القمر ۱ تا ۴

یہ سورۃ القمر کی ۱ تا ۴ تک آیات ہیں۔ سب سے پہلے تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ قرآن کیا ہے؟ یعنی سب سے پہلی بات کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اس قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا ہے خواہ وہ بڑے سے بڑا حدثہ ہو یا پھر چھوٹے سے چھوٹا سب کے سب کا ذکر موجود ہے اس لیے سورۃ القمر میں شق القمر نہ صرف قرآن کے نزول کے بعد الساعت کے قیام تک کے دوران ہونے والا ایک حدثہ ہے جس کی قرآن میں اس کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ شق القمر علامات واشراط الساعت میں سے ایک ہے یہ حدثہ قرب قیام الساعت وقوع پذیر ہونا تھا اور پھر قرآن میں ان آیات نے اس وقت تک بیّن نہیں ہونا تھا جب تک کہ یہ حدثہ ہو نہیں جاتا یوں جب اس حدثہ نے ہونا تھا تب ہی ان آیات نے کھل کر بیّن ہونا تھا۔

دوسری بات کہ قرآن متشابہاً ہے یعنی اس قرآن میں جو کچھ بھی آپ کو سامنے نظر آرہا ہے یہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور اللہ بیّن کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ ان میں انہی سے ایک بشر رسول بعث کرتا ہے جس کے ذریعے اللہ اپنی آیات کو کھول کھول کر واضح کرتا ہے اور دوسری بات کہ اللہ العزیز الحکیم ہے یعنی اللہ اپنا ہر کام اپنے عین وقت پر کر رہا ہے اللہ کوئی بھی کام نہ ہی لمحہ بھر وقت سے پہلے کرتا ہے اور نہ ہی اس میں لمحہ بھر بھی تاخیر کرتا ہے اس لیے قرآن میں یہ آیات تو اللہ کے ایک ایسے رسول کی تاریخ پر مبنی ہیں جسے قرب قیام الساعت اس وقت بعث کیا جانا تھا جب نہ صرف ضلالٍ مبینٍ ہوں گی بلکہ الساعت کی تمام کی تمام اشراط آچکی ہوں گی اور اللہ کا وہ رسول آکر کھول کر واضح کرے گا کہ شق القمر کیا ہے اور پھر قرآن کی یہ آیات اس کی تصدیق کریں گی یعنی قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا دے گا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی آج جو بھی یہ کھول کھول

کر پہنچا رہا ہے دیکھواس کی آج سے چودہ صدیاں قبل اس قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

پھر قرآن میں آیات ہیں آیات آیت کی جمع ہے جس کا معنی ہے کہ کسی بھی شیئے، بات یا ذات کا مکمل طور پر چھپے ہوئے ہونا سوائے اس کے چھوٹے سے حصے یا پہلو کے تو پوری شیئے، بات یا ذات کا چھپے ہوئے ہونا اور جو اس کا تھوڑا سا حصہ یا پہلو سامنے ہوتا ہے وہ آیت کہلاتا ہے۔ اور پوری شیئے، بات یا ذات اس وقت تک سامنے نہیں آسکتی جب تک کہ آیت میں غور نہ کیا جائے یعنی اس کی گہرائی میں نہ جایا جائے اس وقت تک جب تک کہ حد نہ آجائے یا پوری شیئے پوری بات یا ذات بالکل کھل کر سامنے نہ آجائے۔ قرآن میں آیات ہیں ان کو اللہ نے اتارا تو ظاہر ہے انہیں اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا اور اللہ بیّن کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے جیسے کہ پیچھے واضح کر دیا گیا یوں یہ آیات اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں جسے اس امت اس قوم کے آخرین میں اس وقت بعث کیا جانا تھا جب نہ صرف ضلالٍ مبینٍ ہوں گی بلکہ الساعت کی تمام کی تمام اشراط آچکی ہوں گی اور اللہ کا رسول احمد عیسیٰ کھول کھول کر واضح کر دے گا کہ الساعت کی تمام کی تمام اشراط آچکیں اور جہاں قرآن اور آیات کی صورت میں اللہ کے رسول کی تائید وتصدیق کرے گا تو وہیں یہ آیات بھی نہ صرف کھل کر واضح ہو جائیں گی بلکہ یہ آیات بھی یاد دلا دیں گی کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول احمد عیسیٰ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی۔

اور آج آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ آج نہ صرف وہ وقت آچکا بلکہ آج اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو آیا ہے البیّنات کیساتھ اور الحکمۃ کیساتھ حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے۔ اب آئیں شق القمر والی آیات کی طرف کہ ان میں شق القمر کا مطلب کیا ہے اور آج نہ صرف یہ آیات بالکل کھل کر واضح ہو جائیں گی بلکہ قرآن ان آیات کی صورت میں اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یعنی میری تصدیق کر دے گا اور آپ کو یاد دلا دے گا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جسے بعث کیا جانا تھا جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے لو آج تم میں تمہی سے ہمارا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جو تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے جسے دنیا کی کوئی بھی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی۔

آج سے چودہ صدیاں قبل مستقبل کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا گیا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ کیا ہوگا جب الساعت بالکل قریب آچکی ہوگی؟ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور اگر شق کر دیا گیا القمر یعنی اگر چاند شق کر دیا جائے تب جان لو کہ الساعت بالکل قریب آچکی ہے گویا کہ الساعت تمہارے سر پر آچکی ہوگی۔

اب سب سے پہلے شق کو جان لیں کہ شق کے معنی کیا ہیں۔ شق کہتے ہیں انسان کو جو صلاحیتیں دی گئیں ان کا استعمال کرتے ہوئے وہ کسی بھی شیئے پر اثر انداز ہو اس میں مداخلت کرے اس میں چھیڑ چھاڑ کرے وغیرہ۔ اسی سے مشقت ہے جسے آپ جانتے ہیں کہ محنت کا نام دیا جاتا ہے اور محنت کا معنی ہے کہ آپ کو جو صلاحیتیں دی گئیں آپ ان کا استعمال کرتے ہوئے شیئے پر اثر انداز ہوں اس میں چھیڑ چھاڑ کریں اس کی حالت کو بدل دیں وغیرہ۔

شق القمر کا معنی ہے کہ انسان کا چاند پر جا کر چاند پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنا یعنی چاند کیساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا۔ آج سے چودہ صدیاں قبل کہا گیا تھا کہ جب انسان اپنی صلاحیتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا تو اس وقت تک زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے باہر نہیں نکل سکے گا جب تک کہ اسے سلطان حاصل نہیں ہو جاتا یعنی اسے ایسے اسباب و وسائل حاصل نہیں ہو جاتے جن کی مدد سے یہ زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے دوسری طرف نکل سکے۔ تو جب اسے ایسے اسباب و وسائل حاصل ہو جائیں گے یعنی جب یہ فطرت میں مداخلت کرے گا ایجادات کرے گا تو دن بہ دن آگے بڑھتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اسے ایسے اسباب و وسائل حاصل ہو جائیں گے جن کے ذریعے یہ زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے دوسری طرف نکل سکے تب یہ زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے دوسری طرف نکلے گا اور تب ہی یہ چاند کو شق کرے گا یعنی چاند پر جائے گا اور چاند کیساتھ چھیڑ چھاڑ کرے گا چاند پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرے گا اور جب ایسا ہوگا یعنی انسان جب ایسا کرے گا تو جان لو کہ یہ وہ وقت ہوگا جب الساعت بالکل قریب آچکی ہوگی بالکل تمہارے سر پر آچکی ہوگی۔ پھر آگے کہا وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً اور اگر دیکھ رہے ہیں اس آیت کو یعنی اگر یہ لوگ شق القمر کو دیکھ رہے ہیں يُّعْرِضُوْا تو اس سے اعراض کر رہے ہیں یعنی اسے کوئی اہمیت وحیثیت ہی نہیں دے رہے گویا کہ کوئی معمول کے مطابق ہی کام ہو رہا ہے جو ان کے کانوں پر کوئی جوں تک نہیں رینگ رہی وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اور جب شق القمر کو دیکھ رہے ہیں تو کہہ رہے ہیں کہ سائنس ہے جو ترقی کر رہی ہے یعنی یہ تو سائنس ہے سائنس ہے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے سائنس ترقی کر رہی ہے۔

سحر کہتے ہیں اس علم کو جس سے مخلوقات پر دسترس پائی جا سکتی ہے جسے آج سائنس کا نام دیا جاتا ہے اور مستمر کا معنی ہے سحر کا مسلسل آگے بڑھتے چلے جانا جسے عرف

عام میں آج سائنس کا ترقی کرنا کہا جاتا ہے کہ سائنس ترقی کر رہی ہے۔ آج سے چودہ صدیاں قبل آج کی تاریخ اتارتے ہوئے کہا گیا تھا کہ جب انسان چاند کو شق کرے گا یعنی جب یہ دین میں تبدیلی کرنا شروع کرے گا فطرت میں مداخلت کرنا شروع کرے گا تو یہ دن بہ دن آگے ہی بڑھتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اسے ایسے اسباب حاصل ہو جائیں گے کہ یہ زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے دوسری طرف نکلنے کی صلاحیت حاصل کر لے گا تب یہ زمین کے گرد گیسوں کے دوسری طرف نکلے گا چاند پر جائے گا چاند پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرے گا جب ایسا ہوگا تب الساعت بالکل قریب آ چکی ہوگی بالکل سر پر آ چکی ہوگی تو اس وقت جو لوگ موجود ہوں گے جو اس آیت کو دیکھ رہے ہوں گے ان کے نزدیک یہ کوئی اچنبے والی بات نہیں ہوگی بلکہ معمول کے مطابق ایک کام ہوگا یوں وہ اسے کوئی اہمیت وحیثیت نہیں دیں گے اس سے اعراض کریں گے اور ان کا جو کہنا ہوگا کہہ رہے ہوں گے کہ سائنس ہے جو ترقی کر رہے ہیں سائنس دن بہ دن آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

اب آپ سے سوال ہے کہ کیا آج آپ اسی وقت میں موجود نہیں ہیں؟ کیا آج الساعت کی تمام کی تمام اشراط نہیں آ چکیں؟ کیا آج الساعت بالکل سر پر نہیں آ چکی؟ کیا یہ سب کا سب آپ پر کھول کھول کر واضح نہیں کر دیا گیا؟ اور کیا شق القمر نہیں ہو چکا؟ یعنی کیا آج انسان چاند پر نہیں جا چکا؟ اور پھر کیا اس آیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس سے اعراض نہیں کیا جا رہا؟ اور کیا بالکل یہی نہیں کہا جا رہا کہ یہ سائنس ہے جو ترقی کر رہی ہے؟ آج یہ سب آپ پر نہ صرف کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بلکہ آج آپ اسی وقت میں موجود ہیں اور قرآن کی یہ آیات آج آپ کو یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا وہ وقت یہ تھی وہ آیت شق القمر جو آج بیّن کر دی گئی یہ تھا اللہ کا وہ رسول احمد عیسیٰ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اور آج جب اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تو کیا کسی کے کانوں پر کوئی جوں تک رینگ رہی ہے؟ کیا کوئی حق کو تسلیم کر رہا ہے یا پھر اکثریت کذب ہی کر رہی ہے اور ہر کوئی اپنی خواہشات کی اتباع کر رہا ہے؟ تو حق آج ہر کسی کے سامنے ہے نہ صرف اللہ کے رسول احمد عیسیٰ سے کذب کیا جا رہا ہے بلکہ آج خود کو اللہ کے چہیتے کہلوانے والے اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور کذب کر رہے ہیں یعنی آج ان پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے تو یہ لوگ حق سے کذب کر رہے ہیں حق کو تسلیم کرنے کی بجائے حق کا کفر کرتے ہوئے اللہ کے رسول کیساتھ دشمنی کر رہے ہیں گالیاں دے رہے ہیں الزامات لگا رہے ہیں اللہ کے رسول اور مومنوں پر زمین تنگ کر رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کیساتھ دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کر رہے اور اتباع کر رہے ہیں جو ان کی خواہشات ہیں یعنی اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں کوئی بھی نہیں جو غور وفکر کرے بلکہ ہر کوئی وہی کر رہا ہے اسی کے پیچھے چل رہا ہے جو اسے اچھا لگ رہا ہے جو اس کی خواہشات ہیں۔ اب جب کہ ہم نے ان میں انہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اس کے باوجود بھی یہ لوگ کفر ہی کر رہے ہیں کذب ہی کر رہے ہیں اور اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں یہ لوگ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ الساعت کی تمام کی تمام اشراط آ چکیں الساعت بالکل سر پر آ چکی تو پھر جان لیں ایسا نہیں کہ ان کے نہ ماننے سے کوئی بھی کام رک جائے گا جو ہونا ہے وہ نہیں ہوگا اور ان کی خواہشات کے مطابق ہوگا بلکہ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ اور تمام کے تمام کام اپنے اپنے مقام اور وقت پر موجود ہیں جیسے جیسے جس جس کا وقت آتا جا رہا ہے وہ ہو رہا ہے جس جس کا وقت پیچھے گزر چکا وہ کام بھی گزر چکے۔ ایسا اس لیے کہا کہ ایسا نہیں کہ اللہ بھی ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع کرے گا یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ابھی الساعت بہت دور ہے ابھی کچھ بھی نہیں ہوا ابھی الساعت کی اشراط نہیں آئیں وہ ابھی آنی ہیں تو ایسا ہی ہوگا نہیں بلکہ ہر کام کا نہ صرف وقت مقرر ہے بلکہ وہ اپنے مقام پر ہے جب جب جیسے جیسے جس جس کا وقت آتا جا رہا ہے تو وہ کام ہوتا چلا جا رہا ہے الساعت کی اشراط کا بھی جیسے جیسے وقت مقرر آتا چلا گیا وہ ظہور پذیر ہوتی چلی گئیں یہاں تک کہ اب تو الساعت بالکل سر پر آ چکی۔

آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ جب الساعت بالکل سر پر آ چکی ہوگی تو الساعت کا علم اچانک ظاہر کیا جائے گا جس کے لیے اللہ اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کرے گا اللہ کا رسول احمد عیسیٰ آ کر الساعت کی تمام کی تمام اشراط کو کھول کھول کر واضح کر دے گا کہ سب کی سب آ چکیں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے الساعت کے تو اللہ نے یہ امر بھی مقرر کیا تھا اس کا بھی اپنا وقت تھا جو آج آ چکا جب اس کا مستقر آ چکا تو آج اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جس نے نہ صرف حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا بلکہ کھول کھول کر واضح کر دیا کہ الساعت کی تمام کی تمام اشراط آ چکیں اب سوائے الساعت کے کچھ نہیں رہا اور

میری موجودگی میں عذاب عظیم القارعہ ہے یعنی عالمی ایٹمی جنگ ہے۔

اب جب اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا مستقر آ گیا تو اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا تو پھر اب اس کے بعد القارعہ کا مستقر ہے جو کہ آیا ہی چاہتا ہے بالکل سر پر آ چکا تو پھر کون ہے جو القارعہ کو ہونے سے روک سکے۔ اب نہ صرف القارعہ کا مستقر آ چکا بلکہ القارعہ میں اللہ کے رسول احمد عیسیٰ اور مومنین کو بچانے اور بعد میں زمین کا وارث بنانے اور کذب کرنے والوں کو ہلاک کرنے صفحہ ہستی سے مٹانے کا مستقر بھی آ چکا اسے ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنۡبَآءِ اور تم کو یہ حق حاصل ہے کہ تم لوگ اپنی تحقیق کرلو اپنے گھوڑے دوڑالو بالآخر تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ طے شدہ ہے یعنی جو قدر میں کر دیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا آ گیا ان میں انہی سے ہمارا رسول جو انہیں دے رہا ہے الانباء سے یعنی انہیں اس علم میں سے دے رہا ہے جو علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا۔

یعنی تمہیں سننے کے لیے کان دیئے تو کیوں دیئے؟ ظاہر ہے اسی لیے تاکہ تم سن سکو اس لیے ان سے سنو جو بھی تمہیں سنایا جا رہا ہے، تمہیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کیوں دیں؟ ظاہر ہے اسی لیے دیں تاکہ تم دیکھ سکو اس لیے دیکھو جو کچھ بھی تمہیں دکھایا جا رہا ہے جو کچھ بھی تمہیں نظر آ رہا ہے اور پھر جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے دی تاکہ تم سمجھو اس لیے ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو جب تم سمجھو گے تو تم پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ طے شدہ ہے جو قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا ذرا غور کرو ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو اور بتاؤ کیا آج تم میں تمہی سے ہمارا رسول نہیں آ گیا؟ کیا یہ احمد عیسیٰ ہمارا بھیجا ہوا نہیں؟ کیا یہ جو کچھ بھی آج تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے یہ علم اس سے قبل کسی بھی انسان کے پاس تھا؟ کیا یہ علم اس سے قبل صرف اور صرف اللہ کے پاس نہیں تھا؟ جب آج جو کچھ بھی احمد عیسیٰ تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے یہ علم اس سے قبل صرف اور صرف اللہ کے پاس تھا تو پھر تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ پھر تم لوگ کیوں کذب کر رہے ہو؟ اے عقل کے اندھو غور و فکر کرو جو علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس تھا ہی نہیں اگر وہ علم تمہیں دیا جا رہا ہے تو ایسا علم دینے والا کون ہو سکتا ہے؟ جب یہ علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس تھا ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ ہی ہے جو تمہیں یہ علم دے رہا ہے۔ یہ جو احمد عیسیٰ ہے یہ ہمارا رسول ہے وہی رسول جس کو ہم نے عذاب عظیم القارعہ سے عین قبل بعث کرنا تھا جس نے تمہیں الساعت کا علم دینا تھا، جس نے تم پر کھول کھول کر واضح کرنا تھا کہ الساعت تمہارے بالکل سر پر آ چکی الساعت کی تمام کی تمام الشراط آ چکیں اور پھر جب اس نے تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر لینا تھا تو نہ صرف اس کی موجودگی میں کذب کرنے والوں کو عذاب عظیم القارعہ سے صفحہ ہستی سے مٹا دینا ہے بلکہ ہم نے اپنے رسول احمد عیسیٰ اور مومنین کو بچا لینا ہے اور بعد میں زمین کا وارث بنانا ہے مَا فِيۡهِ مُزۡدَجَرٌ کیا اس میں سے تمہیں وہ علم نہیں دے دیا گیا جو تو میں تم سے قبل زمین پر آباد تھیں اور انہوں نے بھی بالکل وہی کیا جو تم کر رہے ہو اور پھر جب ان پر بھی یہی وقت آیا تو ان میں بھی بالکل ایسے ہی ہم نے اپنے رسولوں کو بعث کیا اور پھر جب انہوں نے بھی وہی کیا جو آج تم کر رہے ہو یعنی ہمارے رسول کا کذب کر رہے ہو تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ کیا وہ ہمارے رسولوں کیساتھ دشمنی کر کے بچ گئے؟ کیا وہ اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو گئے؟ کیا وہ ہمیں عاجز کر سکے یا پھر ہم نے ان کے کذب کے سبب ہلاک کر دیا انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا؟ حق تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اب اگر آج تم بھی وہی کر رہے ہو تو پھر تمہارا انجام بھی بالکل انہی کی طرح ہونے والا ہے جو تمہارے بالکل سر پر آ چکا ہے۔ اگلی آیات میں انہی قوموں کا ذکر کیا گیا کہ جیسے آج تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جب کہ عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ چکا ہے کیونکہ ہم اس وقت تک عذاب نہیں دینے والے جب تک کہ رسول بعث کر کے حجت نہ کر لیں بالکل ایسے ہی جب قوم نوح کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عذاب عظیم ان کے سر پر آ گیا تو ہم نے ان کی طرف نوح کو بھیجا نوح نے حکمۃ کیساتھ کھول کھول کر پیغام پہنچا دیا بالکل ایسے ہی جیسے آج احمد عیسیٰ نے حکمۃ کیساتھ کھول کھول کر پہنچا دیا تو جیسے آج تمہیں یہ حکمۃ کیساتھ کھول کھول کر متنبہ کرنا کوئی نفع نہیں دے رہا بالکل ایسے ہی انہیں بھی کوئی نفع نہ دیا انہوں نے بھی کذب ہی کیا جیسے آج تم کذب کر رہے ہو تو پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا ہم نے اپنے رسول اور مومنین کو بچا لیا اور بعد میں زمین کا وارث بنا دیا ایسے ہی ان کے بعد ہم نے ہود کو بھیجا تو جیسے آج تم ہمارے رسول احمد عیسیٰ کا کذب کر رہے ہو ایسے ہی ہود سے بھی کذب کیا گیا تو پھر وہی ہوا کہ جس سے ہود نے انہیں کھول کھول کر متنبہ کیا اس عذاب عظیم نے انہیں آ پکڑا ہم نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا ھود اور مومنین کو بچا لیا اور بعد میں زمین کا وارث بنا دیا پھر اس کے بعد ایسے ہی صالح کو

بھیجا پھر انہوں نے بھی یہی کیا جو آج تم کر رہے ہو اور پھر ان کا جو انجام ہوا بالکل وہی انجام آج تمہارا ہونے والا ہے ایسے ہی الاولین میں ہم النذیر بعث کرتے رہے اور ہماری سنت چلتی رہی اور آج بھی ہماری سنت یعنی طریقے میں تم رائی برابر بھی کوئی تبدیلی یا ہیر پھیر نہیں پاؤ گے کوئی لچک نہیں پاؤ گے کوئی ڈھیل نہیں پاؤ گے آج بھی بالکل وہی ہونے جا رہا ہے۔

یہ تھا شق القمر جو کہ آج کی تاریخ تھی حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا جس کا دنیا کی کوئی طاقت رد نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی بھی چاہ کر بھی کفر کر سکتا ہے بالآخر ہر کوئی مانے گا لیکن وہ ماننا آل فرعون اور جو ان سے قبل کفر کرنے والے تھے ان کے ماننے کی مثل ہوگا جو تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا۔

کیا صالح کو بطور معجزہ اونٹنی دی گئی جو ایک چٹان سے نکلی؟

خود کو مترجم، مفکر و مفسر قرآن کہلوانے والوں نے باقی تمام موضوعات سمیت ایک کہانی اتنی عام کر دی کہ جو زبان زد عام ہو گئی اور وہ بات یہ ہے کہ جب صالح کو قوم ثمود کی طرف بھیجا گیا تو صالح کی قوم نے صالح سے ایک مطالبہ کیا کہ اے صالح ہم تیری دعوت کو تسلیم نہیں کریں گے جب تک کہ تو ہمیں کوئی معجزہ نہ دکھا دے یوں جب صالح کی قوم نے صالح سے معجزہ طلب کیا تو اللہ نے بطور معجزہ ایک اونٹنی چٹان سے نکال دی یوں صالح کو اللہ نے بطور معجزہ ایک اونٹنی دی جو ایک چٹان سے نکالی گئی۔

اور اس کا نقشہ کچھ یوں کھینچا جاتا ہے کہ موجودہ سعودی عرب میں مدائن صالح کے نام سے ایک بستی کے کھنڈرات موجود ہیں ماضی میں یہ ایک بستی تھی جیسے کہ کوئی گاؤں ہوتا ہے اس بستی میں کچے مکان تھے اور اس بستی میں ایک ہی کنواں تھا جس سے وہ لوگ پانی پیتے تھے اور وہ لوگ گدھوں، گھوڑوں، اونٹوں اور خچروں پر سفر کیا کرتے تھے جو کہ قوم ثمود تھے۔ اس بستی کے لوگ اللہ کے نافرمان تھے تو اللہ نے فیصلہ کیا کہ ان پر عذاب لایا جائے اور عذاب لانے سے قبل اللہ نے اس بستی میں صالح نامی اپنا ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرائے اگر وہ صالح پر ایمان لے آئیں تو عذاب سے بچ جائیں گے اور اگر نہیں تو ان پر عذاب لے آیا جائے گا۔ یوں جب اللہ نے ان کی طرف اپنا صالح نامی رسول بھیجا تو ان لوگوں نے صالح پر ایمان لانے کے لیے ایک شرط رکھ دی انہوں نے صالح سے معجزے کا مطالبہ کیا کہ اے صالح اگر تو ہمیں کوئی معجزہ دکھا دے تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور اللہ نے قوم ثمود کے اس مطالبے پر چٹان سے ایک اونٹنی نکال دی جو کہ صالح کا معجزہ تھا اب جب اونٹنی کو بطور معجزہ نکال دیا تو انہیں کہا گیا کہ یہ اونٹنی جہاں سے بھی کھائے پیئے تم نے اسے کچھ نہیں کہنا ورنہ تم پر اللہ کا عذاب آ جائے گا اور تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ اب شروع شروع میں تو ان لوگوں نے اونٹنی کو کچھ نہ کہا لیکن چونکہ اس بستی میں ایک ہی کنواں تھا اور وہ اونٹنی اس کنویں کا سارا پانی پی جاتی تھی جس وجہ سے وہ لوگ اونٹنی سے تنگ آنا شروع ہو گئے اور شکایت کی کہ اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے ہمارے لیے نہیں بچتا اس لیے اسے پانی پینے سے روکا جائے۔ تو ان کے اس مطالبے کے جواب میں صالح نے انہیں کہا کہ ایسا کرو باری مقرر کر لو یعنی ایک دن تم پانی بھر لیا کرو اور ایک دن اونٹنی پانی پیا کرے گی اور اونٹنی کو کچھ بھی مت کہنا تو وہ لوگ مان گئے لیکن پھر ہوا یوں کہ ان میں سے ایک شخص نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں جس سے اونٹنی سسک سسک کر مر گئی اور ان لوگوں نے صالح سے کہا کہ کہاں ہے وہ عذاب جس سے تم ڈرا رہے تھے ہم نے تو اونٹنی کو مار ڈالا اب وہ عذاب کیوں نہیں آیا جس سے تم ڈرا رہے تھے؟ یعنی انہوں نے صالح کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور صالح کو کہنا شروع کر دیا کہ صالح جھوٹا ہے ایسے ہی ہمیں ڈرا رہا تھا اب تو ہم نے اونٹنی کو بھی مار ڈالا کیوں نہیں عذاب آیا؟ عذاب کا نہ آنا صالح کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے یوں صالح نے انہیں کہا کہ تین دن انتظار کرو تین دن بعد عذاب آ جائے گا تو وہی ہوا کہ تین دن بعد ان پر عذاب آ گیا اور اس بستی کو تہس نہس کر دیا گیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی قوم ثمود اور ان کی طرف بھیجے گئے اللہ کے رسول صالح کا ذکر کیا گیا کیا وہاں یہی کہا گیا جو آج تک یہ کہانی پھیلا دی گئی؟ یعنی کیا یہ حق ہے جو آج تک کہا جاتا رہا؟ تو اس کا جواب بہت ہی آسان ہے جو کہ آپ پر بار بار ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ اس قرآن میں الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ ہے یعنی وہ جو اس قرآن سے قبل اس دنیا میں آئے جنہیں گزرا ہوا کر دیا گیا اس قرآن میں ان کی مثلوں سے اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک آنے والوں کی احسن تاریخ ہے۔ اب اگر تو یہ کہانی قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران کسی وقت کی تاریخ ثابت ہوتی ہے تو پھر بلا شک وشبہ یہی حق ہے اور اگر یہ کسی بھی صورت تاریخ ثابت نہیں ہوتی تو یہ حق نہیں بلکہ یہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اب حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ اس کہانی کا قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران کی تاریخ کیساتھ کوئی تعلق نہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کہانی بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور پھر دوسری بات کہ جب آپ پر یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ قرآن نہ صرف الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ ہے بلکہ کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ ہو نہیں رہا ہوتا یا ہو نہیں جاتا جس کی تاریخ پر وہ آیت مبنی ہے یوں جیسے ہی کوئی حدثہ ہو رہا ہو تو اس کی تاریخ پر مبنی آیت یا آیات نہ صرف کھل کر واضح ہو جائیں گی بلکہ یہ قرآن اس وقت موجود لوگوں کو یاد دلا دے گا کہ یہ تھا وہ حدثہ وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی تو اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا وہ حدثہ ہو چکا جس کی ایسی تمام کی تمام آیات تاریخ ہیں جن آیات کو بنیاد بناتے ہوئے یہ کہانی گھڑلی گئی؟ کیونکہ ان آیات نے تو بیّن ہی تب ہونا تھا جب اس حدثہ نے ہونا تھا جس کی تاریخ پر یہ آیات مبنی ہیں۔

صالح اللہ کا رسول تھا وہ رسول جسے اس قوم کے آخر میں بعث کیا گیا تھا اور اس وقت بعث کیا گیا جب قوم ثمود کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ایک عظیم عذاب ان کے بالکل سر پر آ چکا تھا اور پھر جب صالح کو بعث کیا گیا تو نہ صرف صالح نے انہیں اس عذاب عظیم سے کھول کھول کر متنبہ کیا بلکہ جب صالح نے انہیں متنبہ کر دیا ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا انہیں کھول کھول کر پہنچا دیا تو ان کے کذب کے سبب صالح کی موجودگی میں القارعہ عظیم عذاب سے ان کا صفحۂ ہستی سے نام ونشان مٹا دیا گیا اور صالح اور صالح کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو اس عذاب سے نہ صرف بچا لیا گیا بلکہ بعد میں انہیں زمین کا وارث بنا دیا گیا۔ بالکل ایسا ہی قرآن کے نزول کے بعد ہونا تھا تب جب قرآن کے نازل ہونے کے بعد والوں نے یعنی موجودہ قوم نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عظیم عذاب القارعہ سے ہلاک ہونا ہے یعنی موجود قوم کے آخرین میں جب عذاب عظیم القارعہ ان کے بالکل سر پر آ چکی ہو گی تو جیسے قوم ثمود کے آخرین میں صالح کو بعث کیا گیا بالکل ایسے ہی اس قوم کے آخرین میں اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو بعث کیا جانا تھا جس نے نہ صرف القارعہ والساعت سے کھول کھول کر متنبہ کرنا تھا بلکہ اس کی موجودگی میں اس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے اور اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو نہ صرف بچانا ہے بلکہ انہیں بعد میں زمین کا وارث بنانا ہے یوں جب تک اللہ کا رسول احمد عیسیٰ بعث نہیں کر دیا جاتا تب تک ان آیات نے بیّن ہی نہیں ہونا تھا۔ تو اب ان لوگوں سے سوال ہے کہ ان لوگوں نے ان آیات سے یہ کہانی کیسے اخذ کر لی؟

قرآن میں ایسی تمام کی تمام آیات تو اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں تو ان لوگوں نے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی بعث سے قبل ہی ان آیات کو کیسے بیّن کر لیا؟

اور آج جب وہ وقت آ چکا تو آج اللہ نے نہ صرف صالح کی مثل اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو کہ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہوں بلکہ آج جو بھی میرا کردار ہے جو بھی میری دعوت ہے اور جس طرح میرا کذب کیا جا رہا ہے اس کی اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی جن میں قوم ثمود وصالح کا ذکر ہے جیسے صالح نے القارعہ سے تین ایام قبل کھول کھول کر متنبہ کیا تھا بالکل ویسے ہی آج میں نے القارعہ سے تین ایام قبل کھول کھول کر متنبہ کر دیا کہ تین ایام بعد القارعہ تمہیں اخذ کر رہی ہے اور آج قرآن ایسی تمام آیات کی صورت میں موجودہ لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ، یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جس سے ہر کسی پر کھل کر واضح ہو گیا کہ یہ قرآن جو تمہارے دونوں ہاتھوں

کے درمیان ہے میری اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تصدیق کر رہا ہے میری تصدیق اس قرآن میں موجود ہے۔
اب آتے ہیں ان آیات کی طرف اور آپ پر بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں کہ ان آیات میں کیا کہا گیا تھا جن سے شیاطین مجرمین نے پیچھے بیان کردہ من گھڑت کہانی اخذ کر لی۔
اب سب سے پہلے اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ صالح کو کب بعث کیا گیا یعنی آپ پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ اللہ رسولوں کو کب اور کس طرح بعث کرتا ہے۔ پہلی بات کہ اللہ صرف اور صرف تب رسول بعث کرتا ہے جب جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا اس کے باوجود نہ صرف اس وقت موجود لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہوتے ہیں بلکہ ہر فرقے کا دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہے اور باقی سب کے سب باطل پر ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہوتی ہے کہ کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا اور دوسری بات کہ رسول جب بعث کیا جاتا ہے تو اس کا مقصد حق کو غالب کرنا ہوتا ہے اور باطل کو مٹانا ہوتا ہے جس کے لیے کسی بھی امت کے شروع میں بھی ایک رسول ہوتا ہے اور آخر میں بھی جب وہ ضلالٍ مبینٍ میں ہوتے ہیں۔ تو کیا صالح کو اس قوم کے شروع میں بعث کیا گیا یا پھر صالح کو اس قوم کے آخرین میں بعث کیا گیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صالح کو اس قوم کے آخرین میں بعث کیا گیا تھا جس کی تصدیق اسی قرآن میں موجود ہے یعنی جس کی تصدیق یہ قرآن کر رہا ہے جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَکُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُھُوْلِھَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا فَاذْکُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰہِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ۔ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ۔ الاعراف ۷۳ تا ۷۶

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا اور جو ثمود تھے ان کے ایک بھائی صالح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا یعنی اس قوم کے شروع میں ایک رسول بعث کیا گیا جب وہ ضلالٍ مبینٍ میں تھے جسے ثمود کہا گیا جو نہ صرف اللہ کا رسول بلکہ خاتم النّبیّن تھا یعنی جب تک کہ دوبارہ ضلالٍ مبینٍ نہیں آ جاتیں تب تک آنے والے النّبیّن کے لیے خاتم یعنی فلٹر تھا یوں ثمود کے بعد ثمود کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النّبیّن بھی ثمود ہی بنتے رہے اور پھر جب ضلالٍ مبینٍ آ گئیں ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں تو ثمود رسول اور اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النّبیّن جو کہ ثمود ہی بن گئے ان کے ایک بھائی صالح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا جس کے لیے اسے ان میں انہی سے بعث کیا گیا۔ رسول بھیجا جاتا ہے البیّنات کیساتھ یعنی رسول کا کام ہوتا ہے آ کر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دینا اس لیے جب صالح آیا تو صالح البیّنات کیساتھ آیا نہ کہ معجزات کیساتھ اور پیچھے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ کوئی ایک بھی رسول معجزات کیساتھ نہیں آیا بلکہ تمام کے تمام رسول البیّنات کیساتھ آئے کیونکہ جو اللہ نے قدر میں کیا ہی نہیں وہ ہو کیسے سکتا ہے اور جو اللہ نے قدر میں کیا اسے ہونے سے کون روک سکتا ہے اللہ نے رسولوں کو البیّنات کیساتھ بھیجنا قدر میں کیا اس لیے صالح البیّنات کیساتھ آیا۔ جب صالح آیا تو صالح کی کیا دعوت تھی آگے اسی کا ذکر کیا گیا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ صالح نے کہا اے میری قوم یعنی اے وہ لوگو جن کی طرف میں بھیجا گیا ہوں جو کہ میری ہی زبان بولنے والے ہو کس کی عبادۃ کر رہے ہو؟ یعنی یہ جو تمہیں سننے دیکھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں یہ جو تمہیں وقت دیا گیا ان کا کس کے لیے یا کس کے پیچھے استعمال کر رہے ہو؟ ذرا غور کرو کیا تمہیں اسی نے وجود دیا جس کے پیچھے یا جس کے لیے تم ان کا استعمال کر رہے ہو؟ کیا یہ صلاحیتیں اسی نے تمہیں دیں جن کے لیے یا جن کے پیچھے استعمال کر رہے ہو؟ جن کی مان کر تم جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کر رہے ہو کیا یہ سب تمہیں انہی نے دیا جن کے پیچھے یا جن کی مان کر ان کا استعمال کر رہے ہو؟ جب ان میں سے کسی نے بھی تمہیں وجود نہیں دیا ان میں سے کسی نے بھی تمہیں یہ صلاحیتیں نہیں دیں تو پھر کیوں

ان کے لیے یا ان کے پیچھے ان کا استعمال کر رہے ہو؟ اللہ تھا جس نے تمہیں وجود دیا اللہ تھا جس نے تمہیں یہ سب صلاحیتیں دیں اس لیے تم کو حق حاصل نہیں ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کو بھی اپنا الٰہ بناؤ یعنی تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اللہ کے علاوہ جتنے بھی الٰہ ہیں ان میں سے کسی کو بھی اپنا الٰہ بناؤ ان میں سے کسی کی بھی مان کر یا کسی کے بھی پیچھے ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ جو طے شدہ تھا یعنی جو قدر میں کیا جا چکا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا جسے ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا اس کا وقت آنے کی دیر ہے اور آج وہی ہو رہا ہے آ گئیں تمہارے پاس بیّنات تمہارے ربّ سے۔ یعنی یہ جو آج میں تم میں تمہی سے آیا ہوں البیّنات کیساتھ یعنی سب کچھ کھول کھول کر رکھ رہا ہوں تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر تمہارے سامنے یہی آئے گا کہ یہ جو آج تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے یہ تمہارے ربّ سے ہے۔ ذرا غور کرو کیا تمہارا ربّ یہی وجود فطرت نہیں ہے؟ جب تمہارا ربّ یہی ہے تو پھر ذرا غور کرو جو آج میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں یہ میں کس کی ترجمانی کر رہا ہوں؟ جان لو جو قدر میں کیا گیا وہی ہو رہا ہے آ گئیں تمہارے پاس بیّنات تمہارے ربّ سے۔

یہ ربّ سے بیّنات کا آنا کیا تھا؟ یہ ربّ سے بیّنات کا آنا یہ تھا کہ اس وقت وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے صالح نے آ کر سب کا سب کھول کھول کر واضح کر دیا جب صالح نے اللہ کی آیات کو کھول کھول کر واضح کر دیا حق کو کھول کھول کر واضح کر دیا تو انہی میں سے اللہ کی ایک آیت ناقہ تھی جسے کھول کھول کر واضح کر دیا جس کا آگے ذکر ہے اور ابھی آپ پر یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جائے گی کہ ناقہ کیا ہے۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِىۡۤ اَرۡضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ صالح نے کہا کہ یہ وہی ناقہ ہے یعنی جس الشجرۃ کے قریب بھی جانے سے تمہیں اللہ نے منع کیا تھا جو کہ متشابہات آیات کا ایک مخصوص سلسلہ ہے یہ انہی متشابہات آیات کے سلسلے میں سے ایک آیت ہے پس اسے چھوڑ دو اسکے پیچھے نہ پڑو اسے اپنی مرضی کے استعمال میں مت لاؤ اللہ اس کا زمین میں استعمال کر رہا ہے اور یہ جو تم اس کو اپنی مرضی کی تاویل پہنا رہے ہو یعنی اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے میں لگے ہوئے ہو اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو یہ انتہائی برا کر رہے ہو تم اگر باز نہیں آتے اسے نہیں چھوڑتے اور اس کے پیچھے ہی پڑتے ہو جو تم کر رہے ہو جو کہ انتہائی برا ہے تو پھر اسی کے سبب تمہیں پکڑا جا رہا ہے جو کہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے انہی مفسد اعمال کے سبب سزائے الیم ہے۔

اس آیت میں هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا کے الفاظ کے استعمال سے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی گئی کہ یہ وہی ناقہ ہے جو کہ اللہ کی ان آیات میں سے ایک آیت ہے جن کے قریب بھی جانے سے تمہیں منع کیا تھا جو کہ الشجرۃ الملعونہ ہے یعنی متشابہات مخلوقات کا مخصوص سلسلہ جن کے پیچھے پڑنے سے منع کیا تھا ورنہ اگر تم باز نہیں آتے تو پھر ان مخلوقات کے دھوکے کا شکار ہو کر ترقی کے نام پر دن بہ دن آگے بڑھتے جاؤ گے یہاں تک کہ آسمانوں و زمین کو اس قدر فساد زدہ کر دو گے کہ پھر نہ مزید آگے بڑھ سکو گے اور نہ ہی واپسی کا رستہ رہے گا عذاب عظیم تمہیں آ پکڑے گا یوں تم اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب صفحہ ہستی سے مٹ جاؤ گے۔

یوں یہاں تک یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ ناقہ زمین میں متشابہات آیات میں سے ایک آیت ہے یعنی ان مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جس کے بارے میں اللہ یعنی فطرت نے انسان کو واضح علم نہیں دیا تھا جسے اللہ نے یعنی فطرت نے انسانوں سے چھپا کر رکھ دیا تھا اور پھر کہاں چھپا کر رکھا جہاں سے یہ انسان کے سامنے آئی اسی کو اگلی آیت میں کھول کر واضح کر دیا۔

وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُهُوۡلِهَا قُصُوۡرًا وَّ تَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُيُوۡتًا ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَاۤءَ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ.

وَاذۡكُرُوۡۤا اس وقت قوم ثمود جو کچھ کر رہے تھے صالح نے انہیں کہا یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو کیا تم یاد کر رہے ہو؟ یعنی بالکل یہی تم لوگ اس سے پہلے بھی تمہارے آباؤ اجداد قوم عاد کی صورت میں کر چکے اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ تب ہی تمہیں کیا تھا جو عاد تھے ان کے بعد والا یعنی یہ جو آج تم لوگ کر رہے ہو جسے تم لوگ ترقی و خوشحالی کا نام دے رہے ہو انسانیت کی خدمت کا نام دے رہے ہو بالکل یہی تمہارے آباء جو عاد تھے انہوں نے کیا تھا انہوں نے یہی

سب کیا تھا جس وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے صفحہ ہستی سے مٹ گئے جس وجہ سے ہی تمہیں ان کے بعد زمین پر بسایا گیا تمہیں زمین میں مکن ملا یعنی اگر وہ لوگ آج بھی ہوتے تو تم لوگوں کو کبھی بھی زمین میں مکن نہ ملتا کیونکہ تم لوگ ان کے مقابلے میں ایسے ہی تھے جیسے کہ تمہارا کوئی وجود ہی نہیں جب وہ یہی سب کر رہے تھے جو آج تم کر رہے ہو تو تم لوگوں کی دنیا میں ان کے نزدیک اہمیت وحیثیت بالکل ایسے ہی تھی جیسے کہ تم کوئی وجود ہی نہیں رکھتے پھر انہوں نے یہی سب کیا جو آج تم کر رہے ہو تو وہ ان اعمال کے سبب صفحہ ہستی سے مٹ گئے تو آج تم بھی وہی کر رہے ہو اب جب تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے بالکل ایسے ہی ان پر بھی ھود کے ذریعے سب کچھ کھول کھول کر واضح کیا گیا تھا وہ نہ مانے انہوں نے کذب ہی کیا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا اور آج تم بھی اگر نہیں مان رہے تم بھی کذب ہی کرتے ہو تو پھر تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہونے والا ہے۔

وَبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا تمہیں قوم عاد کے بعد زمین میں بسایا یعنی جو آج تم کر رہے ہو یہی سب قوم عاد نے کیا جس سبب وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور تمہیں زمین میں بسایا گیا تو تم کیا کر رہے ہو تم بھی انہی کی طرح زمین میں آسانیوں، سہولتوں وآسائشوں سے اخذ کر رہے ہو قُصُوْرًا کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ محلات نما گھر بنا رہے ہو وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا اور تم لوگ پہاڑوں کی مائننگ کر رہے ہو پہاڑوں کو کاٹ رہے ہو جو کچھ بھی پہاڑوں میں رکھا گیا اسے نکال رہے ہو، پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر پہاڑوں کی مائننگ کر کے ان میں جو کچھ بھی رکھا گیا نکال نکال کر زمین میں آسانیاں، سہولتیں وآسائشیں اخذ کر رہے ہو کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ گھر جو کہ ہر طرح کی سہولتوں وآسائشوں سے مزین ہیں بنا رہے ہو گویا کہ محلات ہوں بالکل یہی سب تو قوم عاد نے بھی کیا تھا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ ذرا غور کرو انہیں کیا کہا گیا تھا کہ یہ تم کس کیساتھ دشمنی کر رہے ہو یہ جو تم پہاڑوں کو کاٹ رہے ہو ان کی مائننگ کر رہے ہو یہ جو زمین میں مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ سب کیا ہیں؟ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ پس کیا یاد کر رہے ہو یعنی جب قوم عاد نے بھی یہی کیا تھا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ یہ اللہ کے اعضاء ہیں جن میں تم لوگ چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو تم لوگ اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہو ایسے ہی قوم عاد نے بھی اللہ کیساتھ دشمنی کی تھی اور یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم لوگ زمین میں فساد مچا رہے ہو ہر شئے کو خراب کر رہے ہو اس لیے نہ کرو باز آجاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی بالکل انہی کی طرح ہونے والا ہے۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے آپ پر واضح کر دیں کہ ناقہ کیا تھی اور کہاں سے اور کیسے نکلی۔ پیچھے آپ پر واضح ہو چکا کہ ناقہ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھی یعنی زمین میں اللہ کی انسان سے چھپا کر رکھی ہوئی مخلوقات میں سے ایک مخلوق تھی اور وہ قوم ثمود کے سامنے کیسے آئی اسی کو اس آیت میں واضح کیا گیا کہ قوم ثمود پہاڑوں کی مائننگ کرتی تھی، پہاڑوں کو کاٹ کر ان سے طرح طرح کے پتھر حاصل کیے جاتے تھے جنہیں کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ جگہ پر محلات نما گھر بنانے میں استعمال کیا جاتا تھا اس کے علاوہ کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ محلات نما گھر یعنی ہر طرح کی سہولتوں وآسائشوں سے مزین گھر بنانے کے لیے جو مواد درکار ہوتا تھا اسے پہاڑوں کی مائننگ کر کے پہاڑوں سے ہی اخذ کرتے تھے جیسے کہ لوہا، بجری، سیمنٹ وغیرہ۔ پہاڑوں کی مائننگ کے دوران بہت سی اشیاء دریافت ہوتی چلی جا رہی تھیں یعنی الشجرۃ جو کہ متشابہات مخلوقات کا مخصوص سلسلہ ہے بے نقاب ہوتا چلا جا رہا تھا کچھ نہ کچھ دریافت ہوتا رہتا تھا تو اسی دوران ایک ایسی شئے بھی دریافت ہوئی جسے قرآن میں ناقہ کہا گیا۔ جب بھی کچھ دریافت ہوتا تو اسے اپنی مرضی کی تاویلات پہنائی جاتیں یعنی اپنی مرضی کے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا جیسے کہ آج کیا جاتا ہے اور کیا جا رہا تو جب ناقہ دریافت ہوئی ناقہ سامنے آئی تو اسے بھی اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا اس سے ایٹمی بم بنائے گئے پھر انہی ایٹمی بموں کا وہ لوگ نشانہ بنے یعنی ایٹمی جنگ کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ گئے یوں اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا ہو گا کہ ناقہ کیا تھی یعنی ناقہ وہ شئے تھی جسے آج یورینیم کا نام دیا جاتا ہے جو نیوکلیئر بم بنانے میں استعمال ہوتی ہے۔

اسی کو ایک دوسرے پہلو سے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ قوم عاد اور قوم ثمود دونوں قومیں جو ایک دوسرے کے بعد ہوئیں دونوں ہی القارعہ یعنی ایٹمی جنگوں کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ چکیں۔ یوں ناقہ جو کہ القارعہ یعنی ایٹمی جنگ کا بنیادی عنصر تھی ناقہ جو کہ پہاڑوں کی مائننگ کے دوران دریافت ہوئی اس سے تباہ کن بم بنائے گئے جن بموں کا ان قوموں نے آپس میں ایک دوسرے پر استعمال کیا جس کے نتیجے میں صفحہ ہستی سے مٹ گئے پہلے قوم عاد جب پہاڑوں کی مائننگ کر رہی تھی تو ناقہ یعنی یورینیم دریافت ہونے پر اس کے ایٹمی بم بنائے اور آپس میں جنگ سے صفحہ ہستی سے

مٹ گئے پھر اس کے بعد قوم ثمود بھی بالکل اسی طرح ہلاک ہوئی یوں آپ پر اس پہلو سے بھی بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ ناقہ یورینیم ہے نہ کہ کوئی اونٹنی ہے جو آج تک دیو مالائی کہانی کو عام کر دیا گیا۔

پھر ایک تیسرے پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ آپ پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بیّن نہیں ہو سکتی یعنی کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ نہیں ہو جاتا جس کی تاریخ ہے یوں جیسے ہی کوئی حدثہ ہوتا ہے یا ہو رہا ہوتا ہے تو نہ صرف قرآن میں اس کی تاریخ پر مبنی آیات کھل کر واضح ہو جاتی ہیں بلکہ قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا دیتا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت تاریخ اتار دی گئی تھی۔
اس قرآن میں قوم ثمود اور صالح کے بارے میں جو کچھ بھی کہا گیا یہ اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ ہے یعنی وہ جو اس قرآن سے قبل اس دنیا میں آئے اور گزر چکے ان کی مثلوں سے قرآن کے نازل ہونے سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے یوں قرآن میں جہاں جہاں بھی سلف کا ذکر ہے یعنی وہ جو اس قرآن سے پہلے دنیا میں آئے ان کا ذکر ہے وہ اصل میں ان کا ذکر نہیں ہے کیونکہ اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ ان کا ذکر ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس قرآن میں ان لوگوں کی لائنیں ہیں جسے عربوں کی زبان میں اساطیر الاولین کہا جائے گا اور اللہ نے جو اتارا وہ اساطیر الاولین نہیں بلکہ الاولین کو نہ صرف گزرا ہوا کر دیا بلکہ انہیں مثل کر دیا الآخرین کے لیے اس لیے اس قرآن میں ان کی مثلوں سے آج کی تاریخ ہے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے۔
اب دیکھیں اصل میں ان آیات کی صورت میں کن کی تاریخ ہے کن کا ذکر کیا جا رہا ہے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں جس سے نہ صرف الناقہ کیا ہے کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ مزید حقائق کھل کر واضح ہو جائیں گے۔
وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا پہلی بات کہ یہ آیت ہے جس کا مطلب ہے کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل اور مکمل حقیقت چھپا دی گئی اور جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت پر پڑا ہوا پردہ ہے جب تک اس کی گہرائی میں نہیں جایا جاتا تب تک اصل اور مکمل حقیقت کھل کر سامنے نہیں آئے گی اس لیے اگر کوئی جو سامنے نظر آ رہا ہے اسے ہی اصل اور مکمل حقیقت سمجھ لیتا ہے تو پھر ایسے شخص کو دنیا کی کوئی طاقت گمراہی سے نہیں بچا سکتی اور دوسری بات کہ اللہ نے جو اتارا وہ متشابہاً ہے یعنی سامنے تو ہر ایک کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے حقیقت کیا ہے اس کا مکمل طور پر علم چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا۔ اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ اپنا ہر کام اپنے وقت پر کر رہا ہے کوئی بھی کام نہ ہی لمحہ بھر پہلے کرتا ہے اور نہ ہی اس میں لمحہ بھر تاخیر کرتا ہے اس لیے اللہ نے ان آیات کو اس وقت تک بیّن نہیں کرنا تھا جب تک کہ انہیں بیّن کرنے کا وقت نہ آ جاتا اور آج جب یہ وقت آ چکا ہے تو آج اللہ اپنے قانون کے عین مطابق ان آیات کو بیّن کر رہا ہے یعنی کھول کر واضح کر رہا ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی۔
انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ کا قانون ہے کہ اللہ انہی میں سے ایک بشر کو ان کی طرف بھیجتا ہے جس کے ذریعے اللہ انسانوں سے انہی کی زبان میں کھول کھول کر کلام کرتا ہے اور آج جب وقت آ گیا تو آج اللہ نے نہ صرف تم میں تمہی سے اپنا ایک بشر رسول بھیج دیا بلکہ آج اللہ کا رسول یہ سب کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اس کی یہی دعوت ہے جس کی آج قرآن تصدیق کر رہا ہے یعنی آج میں تم میں تمہی سے اللہ کا بھیجا ہوا وہی رسول ہوں جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے اور آج جب میں حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں تو میری ایک ایک بات کی اس میں تصدیق موجود ہے جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے۔
وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا یہ آیت ہے جب اسے بیّن کیا جائے گا تو ''ثمودَ'' کی جگہ ''محمدؐ'' آجائے گا اور 'صالحاً'' کی جگہ ''عیسیٰ'' آئے گا یعنی والی محمد اخاھم عیسیٰ جس کا معنی بنے گا اور جو محمد تھے یعنی ایک محمد رسول اللہ و خاتم النبیّن اور جب تک دوبارہ ضلالٍ مبینٍ نہیں آ گئیں تب تک محمد کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن جو کہ محمد ہی بنے ان تمام محمد کے ایک بھائی عیسیٰ کو ان کی قوم جو کہ خود کو مسلمان کہلوانے والے ہیں کی طرف بھیجا گیا ان کے آخرین میں جب نہ صرف وہ ضلالٍ مبینٍ میں ہیں بلکہ عذاب عظیم القارعہ ان کے بالکل سر پر آ کھڑی ہے۔ تو جب اللہ کا رسول احمد عیسیٰ آیا تو اس کی جو

دعوت ہے اسی کا آگے ذکر کیا گیا قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ رسول آتا ہے البیّنات کیساتھ یعنی جب بھی رسول بعث کیا جاتا ہے تو رسول کا کام ہوتا ہے حق مکمل طور پر ہر لحاظ سے کھول کھول کر پہنچا دینا اس لیے آج جب اللہ کا رسول احمد عیسیٰ آیا تو اس نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہا کہ اے میری قوم یعنی اے وہ لوگو جو میری ہی زبان بولنے والے ہو جن کی طرف میں بھیجا گیا ہوں تم لوگ کس کی عبادۃ کر رہے ہو؟ یعنی ذرا غور کرو تمہیں جو بھی صلاحیتیں دیں تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا تم ان کا کس کے پیچھے اور کس کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ جن کے لیے، جن کے پیچھے یا جن کی مان کر تم ان میں سے کسی کا بھی استعمال کر رہے ہو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا تو کیا انہی نے تمہیں یہ سب دیا؟ کیا تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت انہی نے دی جن کے پیچھے یا جن کے لیے آج تم استعمال کر رہے ہو؟ کیا یہ ذہانت تمہیں انہی نے دی جن کے پیچھے یا جن کی مان کر اس کا استعمال کر رہے ہو؟ کیا تمہیں انہی نے وجود دیا؟ کیا تمہیں سانس لینے کے لیے آکسیجن یہی فراہم کر رہے ہیں؟ کیا تمہیں انہی نے خلق کیا؟ کیا تمہیں انہی نے وقت دیا؟ اگر نہیں تو پھر ذرا غور کرو تمہیں یہ سب کس نے دیا؟ جس نے بھی تمہیں وجود دیا جس نے بھی تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے والا کیا، جس نے بھی تمہیں ذہانت دی تمہیں وجود دیا تمہاری تمام تر ضروریات خلق کر کے فراہم کر رہا ہے اور اس کی کوئی بھی قیمت نہیں لے رہا بلکہ الٹا احسان کر رہا ہے جب اسی نے تمہیں یہ سب دیا تو ظاہر ہے اسی کا ہے اور اسی کے لیے ہے اس لیے اسی کے لیے اس کا استعمال کرو۔ ذرا غور کرو کس نے تمہیں خلق کیا، کس نے تمہیں یہ تمام تر صلاحیتیں دیں تو جو بھی ذات تمہارے سامنے آئے وہی تو تھا اللہ، اللہ کے علاوہ جتنے بھی الٰہ ہونے کے دعویدار ہیں تم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اللہ کے علاوہ جتنے بھی الٰہ ہیں ان میں سے کسی کو بھی الٰہ بناؤ اس لیے صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادۃ کرو یعنی تمہیں فطرت نے وجود دیا تمہیں تمام تر صلاحیتیں فطرت نے دیں اس لیے ان کا استعمال بھی صرف اور صرف فطرت کے لیے ہی کرو اسی میں تمہارے لیے خیر ہے یوں آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا اور آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ جو کہہ رہا ہے اس کی مزید تاریخ آگے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتاری دی گئی قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کہنا ہے کہ تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ قدر میں کر دیا گیا یعنی جو طے شدہ ہے جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا آ گئیں تمہارے پاس بیّنات تمہارے ربّ سے یعنی یہ جو آج میں تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں تم اپنی تحقیق کر لو یہ سب کا سب تمہارے ربّ سے ہے ذرا غور کرو کیا یہ میری صورت میں تمہارا ربّ اللہ جو کہ فطرت ہے کلام نہیں کر رہا؟ کیا دنیا کی کوئی طاقت اس بات کا رد کر سکتی ہے؟ جان لو آج اللہ جو کہ فطرت ہے تم سے کھول کھول کر کلام کر رہا ہے میں اللہ کی زبان ہوں جیسے تمہارے وجود میں زبان کا کام وجود کی ترجمانی کرنا ہوتا ہے بالکل ایسے ہی میں اللہ یعنی فطرت کی زبان ہوں میرا کام اپنے وجود اللہ کی یعنی فطرت کی ترجمانی کرنا ہے یہ اللہ تمہارا ربّ بول رہا ہے میں اللہ کی زبان ہوں جو آج میں تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں دنیا کی کوئی بھی طاقت چاہ کر بھی نہ تو اس کا کفر کر سکتی ہے اور نہ ہی رد بالآخر ہر کسی کو ماننا پڑے گا لیکن تب ماننا کسی بھی قسم کا کوئی نفع نہیں دے گا۔ اگر تو تم یہ ثابت کر دو کہ یہ جو کچھ بھی آج میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے ہوں یہ اللہ یعنی فطرت کا کلام نہیں ہے یہ تمہارے ربّ اللہ سے نہیں ہے تو پھر بلا شک وشبہ تمہیں اس کا کفر کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اگر تم ایسا نہیں کر سکتے جو کہ ہے ہی ناممکن تو پھر کس بنیاد پر کفر کر رہے ہو؟ کس بنیاد پر ہمارا کذب کر رہے ہو جان لو میں تمہارا ربّ تم سے کلام کر رہا ہوں۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَـكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِىۡۤ اَرۡضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ قوم ثمود کے آخرین میں جب صالح کو بھیجا گیا تو صالح نے انہیں ناقہ کے پیچھے پڑنے سے منع کیا تو جیسے صالح نے اس وقت ناقہ سے منع کیا اس کے پیچھے پڑنے سے روکا بالکل ایسے ہی آج اللہ کے رسول نے آج جو کیا جا رہا ہے یہ سب اللہ کیساتھ دشمنی کی جا رہی ہے اس سے منع کرنا تھا اور جس سے آج ہلاکت ان کے سر پر آ کھڑی ہے وہ یہی ناقہ ہے جو تب بھی ان لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنی اور آج بھی موجودہ لوگوں کی ہلاکت کا سبب بننے والی ہے۔ آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے نہ صرف فتنہ الدجّال کا باب لد سے قتل کر دیا یعنی اسے خالص اللہ کے عطا کردہ علم سے اس میں داخل ہو کر اسے ہر لحاظ سے چاک کر کے رکھ دیا بلکہ بار بار کہہ رہا ہے کہ اسے ترک کر دو اس کے ربّ ہونے کا کفر کر دو اور اللہ کی طرف لپکو ورنہ القارعہ سے ہلاک ہو جاؤ گے۔ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَـكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُهُوۡلِهَا قُصُوۡرًا وَّتَـنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُيُوۡتًا جیسے تب صالح نے کہا تھا کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہی سب تم سے پہلے قوم عاد بھی کر چکی تو کیا

یاد کر رہے ہو یہی سب انہوں نے کیا تو ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ بالکل ایسے ہی آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ یہ جو آج تم لوگ ترقی و خوشحالی کے نام پر کر رہے ہو کیا یاد کر رہے ہو یہ سب تو تم سے پہلے ہلاک شدہ اقوام نے بھی کیا تھا اور پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ جیسے آج تم لوگ پہاڑوں کی مائننگ کر رہے ہو پہاڑوں کو کاٹ رہے ہو ان میں چھپایا گیا اللہ کا غیب نکال رہے ہو پہاڑوں سے دریافت ہونے والے عناصر کا استعمال کرتے ہوئے طرح طرح کی ایجادات کر رہے ہو اسلحے و بارود اخذ کر رہے ہو زمین میں آسانیاں سہولتیں و آسائشیں اخذ کر رہے ہو، پہاڑوں کی مائننگ کر کے پہاڑوں سے مواد اخذ کر کے اس مواد سے کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ محلات نما گھر بنا رہے ہو جو طرح طرح کی سہولتوں و آسائشوں سے مزین ہیں یعنی یہ جو تم لوگ بلند و بانگ عمارتیں بنا رہے ہو جو کہ کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ گھر ہیں اور گھر بھی ایسے کہ جیسے محلات ہوں ان گھروں میں ہر طرح کی سہولتیں و آسانیاں ہیں بالکل یہی سب تو ان قوموں نے بھی کیا تھا جو تم سے قبل ہلاک ہو چکیں صفحہ ہستی سے مٹ چکیں تو کیا یاد کر رہے ہو؟ جب یہی سب تم سے پہلے بھی ہو چکا تو ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ وہ بھی تمہاری ہی طرح انہیں آسائشیں و سہولتیں قرار دے رہے تھے اسے ترقی کا نام دے رہے تھے تو کیا وہ اپنے دعوؤں میں سچے ثابت ہوئے یا پھر یہ سب کا سب عظیم فتنہ الدجال ثابت ہوا اور وہ تمہاری ہی طرح اس کا شکار ہو چکے تھے اور پھر ان میں بھی بالکل ایسے ہی ہم نے رسول بھیجا تھا جیسے آج تم میں ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بھیج دیا جو تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ پس کیا یاد کر رہے ہو؟ یہ جن میں تم چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ جو کچھ بھی آسمانوں و زمین میں تمہیں مخلوقات کی صورت میں نظر آ رہا ہے یہ اللہ کی آلاء ہیں یعنی یہ اللہ کے اعضاء ہیں بالکل ایسے ہی جیسے تمہارے وجود میں تمہارے اعضاء ہیں یہ تم لوگ اللہ کے اعضاء کیساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ تم لوگ اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہو جان لو یہ جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہ تم لوگ زمین میں ہر طرف فساد کر رہے ہو تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ اللہ کیساتھ دشمنی ترک کر دو ورنہ تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہے جو تم سے پہلے ان اقوام کا ہوا تھا وہ بھی تمہاری طرح نہیں مان رہے تھے وہ بھی اسے ترقی کا نام دے رہے تھے قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ جب صالح کو بھیجا گیا اور صالح نے حق کھول کھول کر واضح کیا تو جو لوگ صالح کی دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے تھے ایک تو وہ تعداد میں انتہائی قلیل تھے اور دوسرا وہ ہر لحاظ سے کمزور تھے جس وجہ سے اس وقت اس کی قوم کے وہ لوگ جو الملا تھے یعنی وہ جو دین کے ٹھیکیدار تھے جو بڑے بڑے عہدوں و مرتبوں پر فائز تھے جو انسانیت کی راہنمائی کے دعویدار تھے انہوں نے استکبار کی صورت میں جواب دیا یعنی اپنے عمل سے خود کو بڑا کہا جو صالح کی دعوت کو دل سے مان رہے تھے جو کہ کمزور لوگ تھے انہیں کہتے کہ کیا تم کو نہیں بتایا جا رہا ہے کہ صالح کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کے ربّ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے تو آگے سے مومنین کا جواب ہوتا کہ ہاں اس میں کچھ شک نہیں ہم مان رہے ہیں جس کیساتھ صالح بھیجا گیا ہے یعنی صالح جو بھی بات کر رہا ہے وہ اللہ کی بات ہے ہمارے ربّ کی بات ہے۔ استکبار کرتے ہوئے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو صالح کی دعوت کو مان رہے تھے انہیں دھمکیاں دی جاتیں ان پر سختی کی جاتی کہ تم واپس ہماری ملت میں جو ہمارا دین ہے اس میں پلٹ آؤ اور صالح کا کفر کرو لیکن آگے سے یہی جواب آتا کہ ہم صالح کو اس کے ربّ کی طرف سے بھیجا ہوا تسلیم کر رہے ہیں تو پھر اس کے جواب میں استکبار کرنے کو کیا کہتے اس کا آگے ذکر کر دیا گیا قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ وہ لوگ جو استکبار کر رہے تھے ان کا کہنا تھا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم تو اس کو نہیں ماننے والے ہم تو اس سے کفر کرنے والے ہیں جسے تم مان رہے ہو۔

اب یہ جان لیں کہ یہ اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے آج کی تاریخ ہے بالکل یہی آج بھی کہا جا رہا ہے۔ آج بھی جو میری اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی دعوت کو دل سے مان رہے ہیں ایک تو وہ تعداد میں انتہائی کم ہیں اور دوسرا وہ کمزور ہیں انہیں زمین میں ابھی کوئی مکن حاصل نہیں بالکل کمزور ہیں تو جو ملاں ہیں جو میرا کفر کر رہے ہیں وہ طرح طرح سے مومنوں پر دباؤ ڈال رہے ہیں انہیں واپس اپنی ملت میں داخل کرنے کے لیے ڈرا دھمکا رہے ہیں اپنے اثر و رسوخ استعمال کر رہے ہیں جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کر رہے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا تم کو یہ نہیں بتایا جا رہا کہ یہ جو احمد عیسیٰ ہے اس کا دعویٰ ہے کہ یہ اللہ کا رسول ہے یہ اس کے ربّ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے اور ایسا کہنے کا مقصد ان کا صرف یہی ہوتا ہے کہ جب انہیں بتایا جائے گا کہ احمد عیسیٰ کا رسول اللہ ہونے کا دعویٰ ہے تو لوگ احمد عیسیٰ کا کفر کر دیں گے مجھ سے متنفر ہو جائیں گے کیونکہ یہ لوگ خود کو معیار بنا کر دوسروں کا بھی اپنے ساتھ موازنہ کرتے ہیں کہ باقی بھی انہی کی طرح ہیں کہ وہ ان کی باتوں میں آ کر کفر کر دیں گے لیکن ان کو آگے سے ان کی خواہشات کے برعکس نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے آگے سے مومنین جواب

دیتے ہیں کہ ہاں اس میں کچھ شک نہیں ہم تو احمد عیسیٰ کو اس کے ربّ کی طرف سے بھیجا ہوا مانتے ہیں ہم تو اس کی ایک ایک بات کو مان رہے ہیں کیونکہ اس کی ایک ایک بات ہمارے ربّ کی طرف سے ہے اور پھر ان لوگوں کا جو کہ استکبار کرنے والے ہیں ان کا آگے سے کہنا یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اس سے کفر کر رہے ہیں جسے تم مان رہے ہو یعنی ہم تو کسی بھی صورت اس کی دعوت کو تسلیم نہیں کرنے والے ہم اسے اللہ کا رسول نہیں ماننے والے یوں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں آج کی تاریخ اتار دی گئی تھی آج جب یہ حدثہ ہو رہا ہے تو نہ صرف آج یہ آیات کھل کر واضح ہو گئیں بلکہ قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ وقت یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں الاولین کی مثلوں سے تاریخ اتار دی گئی تھی۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ صالح نے الناقہ یعنی وہ مواد جس سے ایٹمی بم بنائے گئے اس کے پیچھے پڑنے سے منع کیا تھا ورنہ القارعہ یعنی الناقہ یعنی یورینیم کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہوئے ایٹم بم بنانے کے نتیجے میں ایٹمی جنگ سے متنبہ کیا تھا کہ یہ جو تم لوگ آپس کے اختلافات اور دشمنی کے سبب اسلحے کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے ہو اور یورینیم کی دریافت ہونے سے اس سے ایٹمی بم بنا رہے ہو اس سے باز آ جاؤ ورنہ ایٹمی جنگ کا شکار ہو جاؤ گے تو وہ نہ مانے، صالح نے انہیں القارعہ سے جتنی مدت پہلے متنبہ کیا قرآن میں اللہ نے اسے تین ایام قرار دیا جو کہ الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ ہے یعنی آج کی تاریخ ہے جس کا درج ذیل آیات میں ذکر کیا گیا۔

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ. فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ. وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ. هود ٦٥ تا ٦٧

صالح نے انہیں الناقہ یعنی یورینیم کے پیچھے پڑنے اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے انہوں نے یورینیم اس کی اپنی ذات میں قر کر لیا یعنی اسے جان لیا کہ وہ کیا شئے ہے اور اس سے کیا کام لیا جا سکتا ہے یوں انہوں نے اسے جان کر اس سے ایٹمی بم بنانا شروع کر دیئے تو صالح نے انہیں کہا کہ اب تم تین ایام موجیں لوٹ لو اس کے بعد وہی وعدہ پورا ہو گا جو کہ کسی بھی صورت میں جھوٹا نہیں ہونے والا یعنی اب تمہیں القارعہ کا ہی سامنا کرنا پڑے گا اور پھر وہی ہوا کہ اللہ کا امر آ گیا یعنی ان کے آپس کے اختلافات اور دشمنی کے سبب اچانک ایٹمی جنگ کا آغاز ہو گیا جو کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا تو صالح اور اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کرنے والے جو کہ مومنین تھے انہیں بچا لیا گیا اور کفر کرنے والوں کذب کرنے والوں کو ان کے اپنے ہی ظلم کے سبب ایٹمی دھماکوں کی ہولناکی نے آ لیا اس حالت میں کہ انہیں کوئی جائے پناہ نہ ملی اور یہ الاولین کی مثلوں سے آج کی تاریخ ہے صالح نے تب تین ایام نہیں کہا تھا بلکہ اس وقت صالح نے جتنی مدت انتظار کا کہا تھا اس مدت کا جب قرآن میں ذکر کیا گیا تو قرآن چونکہ اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اس لیے اس میں آج جو ہونا تھا جتنی مدت کا اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے ذکر کرنا تھا یعنی القارعہ سے جتنی مدت قبل اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے متنبہ کرنا تھا اس کا ذکر کیا گیا جو کہ تین ایام ہیں۔

قرآن کے نزول کے بعد جب دوبارہ ضلالِ مبین نے آنا تھا تب اللہ نے جس رسول کو بھیجنا تھا جس کا ہر کوئی انتظار کر رہا ہے یعنی عیسیٰ رسول اللہ، اللہ کے رسول عیسیٰ نے آ کر نہ صرف الساعت کی تمام کی تمام اشراط کو کھول کھول کر واضح کرنا تھا کہ الساعت کی تمام کی تمام اشراط آ چکیں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے الساعت کے بلکہ اپنی موجودگی میں القارعہ سے تین ایام قبل متنبہ کرنا تھا۔ ایسا ہونا تھا جو کہ چودہ صدیوں تک نہ ہوا اور اگر آج ایسا ہو رہا ہے تو یہ چونکا دینے والی بات ہے کہ جو قرآن کے نزول کے بعد آج ہونا تھا اگر وہ ہو رہا ہے تو یہ انتہائی غیر معمولی حدثہ ہے اس کے باوجود اگر کوئی اسے نظر انداز کرتا ہے تو اس کے لیے بعد میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں ہو گا وہ کاش کاش کرتا پھرے گا۔ اور آج جب ہر ایک پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آج وہی حدثہ ہو رہا ہے نہ صرف آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے بلکہ اس نے الساعت کی تمام کی تمام اشراط کو کھول کھول کر واضح کر دیا کہ الساعت کی تمام کی تمام اشراط آ چکیں اب پیچھے کچھ نہیں بچا سوائے الساعت کے اور میری موجودگی میں القارعہ آئے گی جس سے عین تین ایام قبل متنبہ کیا اور پھر آج قرآن جو کہ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے اس کے باوجود بھی اگر آپ حق سے اعراض کرتے ہیں تو جان لیں کہ حق آ چکا ایک ایک کو ماننا پڑے گا لیکن تب ماننا کوئی نفع نہیں دے گا۔

قرآن میں الناقہ کا ذکر اساطیر الاولین نہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے الآخرین کی تاریخ ہے یعنی آج کی تاریخ ہے اگر تو الناقہ کوئی اونٹنی تھی تو آج بھی اس اونٹنی کو

نکلنا چاہیے اور پھر کیا اونٹنی کیساتھ ایٹمی جنگ کا کوئی تعلق ہے؟ کیا کوئی ایک بھی رسول معجزات کیساتھ آیا یا رسول معجزات کیساتھ بھیجا جاتا ہے؟ جب اللہ نے رسول البینات کیساتھ بھیجنا قدر میں کیا تو پھر رسول معجزات کیساتھ کیسے آسکتا ہے جو کہ قدر میں کیا ہی نہیں گیا؟ اس لیے ایسا کہنا کہ صالح کو بطور معجزہ اونٹنی دی گئی یہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے یہ ایسی دیو مالائی کہانی ہے جس کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قرآن میں آج کی تاریخ ہے تب بھی الناقہ یعنی یورینیم پہاڑوں کی مائننگ کے دوران دریافت ہوئی اور آج بھی اسے دریافت ہونا تھا جو کہ آج بھی اس دور میں بھی دریافت ہوئی اور جس مقصد کے لیے اسے تب استعمال کیا گیا آج بھی اسے اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جانا تھا یعنی تب بھی اس سے ایٹمی بم بنے اور پھر ان سے ایٹمی جنگ ہوئی جس سے وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور آج بھی اس سے یعنی الناقہ جو کہ یورینیم ہے اس سے وہی ہونا تھا جو کہ ہو رہا ہے آج بھی اس سے ایٹمی بم بنے اور آج بھی اس سے ایٹمی جنگ ہونے والی ہے جو کہ بالکل سر پر کھڑی ہے جس سے آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ بالکل اسی طرح کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے جیسے تب صالح نے کھول کھول کر متنبہ کیا تھا۔ یوں اس پہلو سے بھی آپ پر کھل کر واضح ہو چکا کہ الناقہ یورینیم ہے نہ کہ کچھ اور اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی کیونکہ یہ تمہارا ربّ تم سے کلام کر رہا ہے۔ قرآن میں تاریخ ہے قرآن کے نزول کے بعد پہلی بار ایسا ہوا ہے نہ کہ اس سے قبل ایسا ہوا اور قرآن میں الناقہ والی آیات آج میری یعنی اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ ہیں اس لیے دنیا کی کوئی طاقت الناقہ یورینیم ہے کا کفر نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

صالح کی مثل احمد عیسیٰ رسول اللہ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ. اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ. اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ. وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ. فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ. وَّ زُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ. وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ. وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ. الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ. قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ. مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ. قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ. وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ. فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ. فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ. الشعراء ۱۴۱ تا ۱۵۹

جیسا کہ یہ بات ہر پہلو سے آپ پر کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور پھر الاولین کی مثلوں سے تاریخ اتاری گئی یعنی وہ جو الاولین تھے جو اس قرآن سے قبل اس دنیا میں آئے انہیں نہ صرف گزرے ہوئے کر دیا بلکہ مثل کر دیا الاخرین کے لیے یعنی قرآن کے نزول سے بعد والوں کے لیے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں جہاں جہاں بھی الاولین کا ذکر موجود ہے جو کہ گزر چکے ہیں وہ اصل میں ان کا ذکر نہیں بلکہ ان کی مثلوں سے موجودہ قوم کا ذکر ہے آج کی تاریخ ہے۔ یہ آیات بھی آج کی تاریخ ہیں یعنی ان آیات کی صورت میں الاولین کی مثلوں سے آج کی تاریخ آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتار دی گئی تھی اور جب یہ وقت آنا تھا اور یہ سب ہونا تھا تو تب ہی ان آیات نے بیّن ہونا تھا یعنی کھل کر واضح ہونا تھا یوں جب اس حدثے نے ہونا تھا تو نہ صرف قرآن کی ان آیات نے کھل کر واضح ہو جانا تھا بلکہ قرآن نے ان آیات کی صورت میں یاد دلا دینا تھا کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی اور پھر دیکھیں آج جب وہی وقت آ گیا کہ آج وہی حدثہ ہو رہا ہے تو نہ صرف آج یہ آیات کھل کر واضح ہو چکیں بلکہ یہ آیات آج آپ کو یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا وہ وقت وہ حدثہ اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات

کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ہر کوئی جانتا ہے کہ جو ثمود ہیں وہ تو ماضی کا قصہ بن چکے وہ تو الاولین میں سے ہیں لیکن اس آیت میں ثمود کی ''دٌ'' پر پیش کا استعمال کر کے اسے حال کا صیغہ بنا دیا گیا جس کا معنی بنتا ہے کہ اس وقت جو قوم جو لوگ موجود ہیں جو کہ خود کو امت محمد یا مسلمان کہلوانے والے ہیں گویا کہ یہ قوم ثمود ہی موجود ہے ایسے ہی قوم ثمود نے بھی کذب کیا تھا ان کا جو بھی ہمارے بھیجے ہوئے آتے رہے جیسے یہ قوم یہ خود کو مسلمان کہلوانے والے ہمارے بھیجے ہوؤں کا کذب کرتے رہے اور آج جب یہ ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے تھے تو جیسے آج ہم نے ان میں انہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو ان پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اور یہ ہمارے رسول کا کذب کر رہے ہیں بالکل ایسے ہی قوم ثمود نے بھی صالح کا کذب کیا تھا۔

اب ذرا غور کریں یہ دعوت کس کی ہے یہ حق کس نے آ کر کھول کھول کر واضح کیا کہ تم لوگ اللہ کے بھیجے ہوؤں کو قتل کرتے رہے ان کا کذب کرتے رہے؟ یہ واحد میں احمد عیسیٰ اللہ کا رسول ہوں جس نے آج آ کر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اے عقل کے اندھو اللہ نے کوئی ظلم نہیں کیا تھا اللہ نے اپنا قانون نہیں بدلا اللہ نے جو قدر میں کر دیا اسے ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا اللہ نے اپنے رسولوں کو جس طرح بھیجنا قدر میں کر دیا اللہ اسی طرح تم میں اپنے رسول بھیجتا رہا لیکن تم ان کا کذب کرتے رہے۔ محمد آخری رسول اور نبی نہیں تھا بلکہ محمد نہ صرف رسول اللہ بلکہ خاتم النّبیّن تھا یعنی جب تک دوبارہ ضلالٍ مبینٍ نہیں آ جاتیں تب تک آنے والے النّبیّن کے لیے فلٹر تھا تو جو بھی محمد کے فلٹر سے نکل کر آتے رہے تم لوگ ان کا کذب کرتے رہے اور پھر آج جب تم ضلالٍ مبینٍ میں ہو رہے تھے تو آج میں تم میں تمہی سے بھیجا ہوا اللہ کا وہی رسول ہوں جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے لیکن تم کذب کر رہے ہو ایسے ہی ماضی میں تمہارے آباء جو ہلاک شدہ اقوام ہیں وہ بھی کر چکیں تم لوگ گویا کہ اس وقت قوم ثمود موجود ہے ان کو بھی ایسے ہی القارعہ سے کھول کھول کر متنبہ کیا جا رہا تھا ہر لحاظ سے ہر پہلو سے ان پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تھا کہ صالح اللہ کا رسول ہے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی تھی اس کے باوجود اس سے کذب کیا گیا اور آج تم بھی بالکل ویسے ہی کر رہے ہو۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے غلط ثابت نہیں کر سکتی دنیا کی کوئی طاقت مجھے کذاب ثابت نہیں کر سکتی تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہوں اس کے باوجود تم لوگ کذب ہی کر رہے ہو تو دیکھیں یہ آیت کب کی تاریخ ہے؟ کیا یہ آیت آج کی تاریخ نہیں اور آج آپ کو کھول کھول کر یاد نہیں دلا رہی؟ پھر اسی طرح اگلی آیات کو دیکھیں اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ کب قوم ثمود کو کہا تھا کہ تم ہمارے بھیجے ہوؤں کا کذب کرتے رہے تو آگے اسی بات کا جواب دے دیا کہ تب کہا تھا جب ثمود اور ثمود کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے جتنے بھی ثمود تھے ان کے ایک بھائی صالح اللہ کے رسول کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا ان کے آخرین میں تو صالح نے آ کر کہا تھا کہ تم لوگ ہمارے رسولوں سے کذب کرتے رہے اور پھر صالح نے کھول کھول کر واضح کیا کہا کہ کیا کر رہے ہو؟ تم لوگ یہ جو کچھ بھی ترقی کے نام پر کر رہے ہو دین کے نام پر کر رہے ہو جو کچھ بھی کر رہے ہو یہ تم نہیں کرو کیونکہ اگر تم لوگ باز نہیں آتے اور یہی کرتے ہو تو پھر تم لوگ نہیں بچ رہے ہم سے یعنی اللہ سے یہ تم لوگ اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہو اور پھر یہ جو کچھ بھی میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں یہ کوئی شیطان کا کلام نہیں ہے بلکہ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ اس میں کچھ شک نہیں میں تو رسول ہوں یعنی بھیجا ہوا ہوں اور نہ صرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں بلکہ امین بھی ہو ہوں یعنی میں تو جو امانت مجھے دی گئی میں وہ امانت پہنچا رہا ہوں میں کوئی خیانت نہیں کر رہا یہ جو میں تم تک حق کھول کھول کر پہنچا رہا ہوں یہ تمہارے ربّ کی دی ہوئی امانت ہے میرے پاس جو تم تک پہنچانے کی ذمہ داری میرے ربّ نے مجھ پر عائد کی جسے میں پورا کر رہا ہوں میں تو امانت پہنچا رہا ہوں میں اس میں رائی برابر بھی خیانت نہیں کر رہا اس میں کوئی ملاوٹ نہیں کر رہا وہی بول رہا ہوں وہی کھول کھول کر تم پر واضح کر رہا ہوں جو میرا ربّ مجھے کہہ رہا ہے اور دیکھیں یہ کس کی تاریخ ہے؟ یہ کردار کس کا ہے؟ کیا آج تم میں تمہی سے اللہ نے اپنا رسول نہیں بھیج دیا؟ کیا محمد اور محمد کے خاتم سے نکل کر آنے والے النّبیّن جو کہ محمد ہی بنتے رہے ان کے ایک بھائی احمد عیسیٰ کو ان کی قوم کی طرف ان کے آخرین میں آج نہیں بھیجا جا چکا اور اس کی یعنی میری ساری کی ساری یہی دعوت نہیں ہے؟ میرا یہی کردار نہیں ہے؟ اور یہ آیات کیا آج آپ کو یاد نہیں دلا رہیں کہ میں احمد عیسیٰ ہی ہوں جو آج تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں کہ میں تو اللہ کا رسول ہوں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں میں جو بھی تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں یہ مجھے اللہ نے امانت دی ہے جو میں تم تک پہنچا رہا ہوں اس میں کوئی خیانت نہیں کر رہا نہ ہی کوئی ملاوٹ کر رہا ہوں یہ تمہارا ربّ اللہ ہی ہے جو تم سے تمہاری ہی زبان میں کھول کھول کر کلام کر رہا ہے میں تو اللہ کی زبان ہوں پھر ایسے ہی اگلی آیات میں دیکھیں فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ پس کس سے بچ رہے ہو اللہ تھا جس کیساتھ تم دشمنی کر رہے ہو یعنی یہ جو کچھ

بھی تمہیں نظر آ رہا ہے ہر طرف اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے یہ تم لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہو اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہو اس لیے اللہ سے بچو اور اللہ سے کیسے بچ سکتے ہو اس کے لیے تمہیں کیا کرنا ہے آگے اس کا جواب دے دیا کہ میری اطاعت کر و میری اطاعت کر رہے ہو تو اللہ سے بچ رہے ہو ورنہ نہیں یہ تب صالح نے کہا تھا اور آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے کہنا تھا تو دیکھیں یہ کس کی دعوت ہے؟ یہ آج کون کہہ رہا ہے یہ تو میری دعوت ہے یوں یہ آیت بھی آج آپ کو یاد دلا رہی ہے یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی اور پھر اگلی آیت میں دیکھیں وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ تب صالح نے کہا اور آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کہنا ہے کہ کیا میں تم سے کوئی اجر کا سوال کر رہا ہوں یعنی یہ جو میں تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں اس کے بدلے میں تم سے کچھ مانگ رہا ہوں؟ کوئی سوال کر رہا ہوں کوئی فنڈ مانگ رہا ہوں کیا مجھے تم سے کوئی لالچ ہے؟ نہیں میں تم سے کچھ نہیں مانگ رہا اس کے بدلے میں کوئی بھی مجھے اس کا اجر یعنی بدلہ نہیں دے سکتا جو ذمہ داری میں آج ادا کر رہا ہوں سوائے ربّ العالمین کے۔ میرا اجر ربّ العالمین پر ہے اس لیے صرف اور صرف وہی مجھے میرے اس کام کا بدلہ دے سکتا ہے اور دیکھیں کیا یہ آج میرا کردار نہیں ہے؟ یہ آیات آج کی میری تاریخ ہیں یہ سب آج ہو رہا ہے یہ حدشہ ہو رہا ہے اور قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے قرآن میں میرے کردار کی تصدیق موجود ہے میری تاریخ موجود ہے اس کے باوجود بھی اگر کوئی کذب ہی کرتا ہے تو پھر ایسوں کا انجام کیا ہے اس کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا یہ کوئی کذاب نہیں ہے جو تم سے کلام کر رہا ہے یہ تمہارا ربّ اللہ تم سے کلام کر رہے یہ احمد عیسیٰ اللہ کا رسول ہے۔ ایسے ہی اگلی آیات میں بھی آج کی تاریخ اتار دی گئی جو کہ ابھی آگے ہونے ہی والا ہے کہ اگر تم لوگ کذب ہی کرتے ہو تو بالکل ایسے ہی جیسے ماضی میں قوم ثمود کو ہلاک کر دیا گیا تھا اور جن جنتوں میں وہ رہ رہے تھے وہ سب پیچھے چھوڑ گئے آج تمہیں بھی ہلاک کیا جانے والا ہے آج تم بھی یہ سب پیچھے چھوڑ جانے والے ہو القارعہ تمہارے سر پر آ چکی اور پھر جیسے تب صالح اور مومنین کو نہ صرف بچا لیا تھا بلکہ انہیں بعد میں جو کچھ وہ چھوڑ کر گئے اس کا وارث بنا دیا تھا بالکل اسی طرح آج بھی ہم اپنے رسول احمد عیسیٰ اور مومنین کو نہ صرف بچانے والے ہیں بلکہ جو کچھ تم چھوڑ کر جانے والے ہو انہیں بعد میں اس کا وارث بنانے والے ہیں یہ ہمارا وعدہ ہے جو کسی بھی صورت جھوٹا نہیں ہے یہ پورا ہونے ہی والا ہے تم اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہو عذاب عظیم القارعہ تمہارے سر پر آ چکی۔

اس کے علاوہ اگلی آیات میں جو آج کی تاریخ اتاری گئی اسے مزید مختصراً آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

اَتُتۡرَكُوۡنَ فِىۡ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيۡنَ تب صالح نے کہا تھا اور آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ کہہ رہا ہے جس کی ان آیات کی صورت میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی تھی کہ کیا ہونے والا ہے؟ تم لوگ چھوڑ کر جا رہے ہو جس میں بھی تم لوگ ہو بہت سکون میں رہے ہو یعنی یہ جو کچھ بھی تم لوگوں نے آسائشیں و سہولتیں اخذ کی ہوئی ہیں جن میں تم لوگ بہت امن سے رہ رہے ہو موجیں لوٹ رہے ہو یہ سب کا سب تم لوگ چھوڑ کر جا رہے ہو القارعہ عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے اس میں تمہیں ہلاک کیا جانے والا ہے تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹایا جانے والا ہے یوں اس طرح تم یہ سب چھوڑ کر جا رہے ہو فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ یہ جو تم لوگوں نے جنتیں بنا رکھی ہیں اور پانی کا انتہائی زبردست نظام بنا رکھا ہے پانی کی پائپ لائنیں بچھا رکھی ہیں وَّ زُرُوۡعٍ وَّنَخۡلٍ طَلۡعُهَا هَضِيۡمٌ‌ۚ اور تمہاری یہ کھیتیاں اور میووں کے باغات جن میں تم دن بہ دن ترقی کر رہے ہو یعنی یہ جو تمہارا زرعی انقلاب ہے وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ‌ۚ اور یہ جو تم لوگ پہاڑوں کی مائننگ کر رہے ہو پہاڑوں کی مائننگ کر کے ان سے جو کچھ بھی نکال رہے ہو پھر اس سے تم لوگ کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ گھر بنا رہے ہو یعنی بلند بانگ عمارتیں بنا رہے ہو اور ان میں آرام دہ سہولتوں و آسائشوں سے مزین گھروں میں موجیں لوٹ رہے ہو بہت سکون سے مزے سے رہ رہے ہو یہ سب کا سب تم لوگ چھوڑ کر جا رہے ہو القارعہ تمہارے بالکل سر پر آ چکی فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ‌ۚ پس یہ جو تم لوگوں کی ملامتوں سے بچ رہے ہو دنیاوی چھوٹی موٹی تکالیف اور سختیوں سے بچ رہے ہو جس کے لیے جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہ تم اللہ کیساتھ دشمنی کر رہے ہو اللہ کی آیات سے کذب کر رہے ہو لہٰذا اللہ سے بچو یہ سب چھوڑ دو یہ سب ترک کر دو نہ کرو اسی میں تمہارے لیے خیر ہے میری اطاعت کرو یعنی جو بھی میں تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں اسے تسلیم کرو جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرو اگر تم لوگ اللہ سے بچنا چاہتے ہو وَلَا تُطِيۡعُوۡۤا اَمۡرَ الۡمُسۡرِفِيۡنَۙ اور یہ تم لوگ جن لوگوں کی اطاعت کر رہے ہو جن کی بات مان رہے ہو جن کی مان کر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہو یہ تم لوگ ان لوگوں کے کام میں ان کی معاونت کر رہے ہو جو اللہ کی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا غلط استعمال کر رہے ہیں ہر شئے کا غلط استعمال کر رہے ہیں لہٰذا ان لوگوں کی اطاعت کرنا چھوڑ دو الَّذِيۡنَ يُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ

وَلَا یُصۡلِحُوۡنَ یہ لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں یہ لوگ اصلاح نہیں کر رہے بلکہ یہ لوگ زمین میں فساد کر رہے ہیں یہ جسے ترقی کا نام دے رہے ہیں یہ ترقی نہیں ہے یہ فتنہ الدجّال ہے جو تم پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا یہ ایجادات یہ سب کا سب جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے یہ سب کا سب زمین میں فساد کیا جا رہا ہے زمین کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹایا جا رہا ہے زمین میں بگاڑ پیدا کیا جا رہا ہے اس لیے ان لوگوں کے پیچھے چلنا ترک کر دو اسی میں تمہارے لیے خیر ہے اور اگر تم لوگ نہیں مانتے اور نہیں یہ سب ترک کرتے تو پھر جان لو ویسے بھی یہ سب تم چھوڑنے ہی والے ہو لیکن تب چھوڑنا تمہاری مجبوری بن جائے گی اس لیے خیر اسی میں ہے حق کو دل سے تسلیم کرلو۔

اب تب جب صالح کی یہ سب دعوت تھی اور آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یہی دعوت ہے تو آگے سے صالح کو جو جواب دیا گیا جس جواب کا سامنا کرنا پڑا آج اسی جواب کا اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو یعنی مجھے سامنا ہے آج مجھے کہا جا رہا ہے قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ خود کو مسلمان کہلوانے والے کہہ رہے ہیں جن کی طرف بھیجا گیا ہوں جن پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں ان کا آگے سے مجھے کہنا ہے یہ لوگ آگے سے جواب دے رہے ہیں اس میں کچھ شک نہیں تُو کیا ہے؟ اے احمد عیسیٰ تُو تو سائنسدانوں میں سے ہے یعنی یہ جو بھی تُو باتیں کر رہا ہے یہ دین نہیں ہے یہ تو ساری سائنسی باتیں ہیں تُو سائنسدانوں میں سے ایک سائنسدان ہے مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا فَاۡتِ بِاٰیَۃٍ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ نہیں ہے تُو یعنی تُو جو کہہ رہا ہے کہ تُو اللہ کا رسول ہے تُو اللہ کا رسول نہیں ہے مگر تُو بشر ہے ہماری ہی مثل یعنی اگر تُو رسول ہوتا تو تُو ہماری خواہشات کے مطابق آتا تُو عیسیٰ نہیں ہے جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں کیونکہ اسے تو آسمانوں سے اترنا تھا اس کے پاس معجزات کا ہونا تھا لیکن تیرا معاملہ یہ ہے کہ تیرے پاس صرف اور صرف سائنس کا علم ہے اور باقی تو تُو بشر بالکل ہمارے ہی جیسا ہے تیرے پاس کوئی معجزات نہیں ہیں جیسے ہم کھانے پینے کے محتاج ہیں ایسے ہی تُو بھی کھانے پینے کا محتاج ہے یعنی جس جس کے ہم محتاج ہیں اسی کا تُو بھی محتاج ہے تُو ہر لحاظ سے ہمارے جیسا ہی بشر ہے۔ یعنی ان کا کہنا ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ رسول بشر ہی ہوتا ہے لیکن رسول ہمارے جیسا بشر نہیں ہوتا اس کے پاس معجزات ہوتے ہیں اور جو جو ہم نے رسولوں کے بارے میں اخذ کر رکھا ہے وہ سب رسولوں کے پاس ہوتا ہے لیکن تیرے پاس تو کچھ بھی نہیں تُو بالکل ہمارے جیسا ہی بشر ہے اس لیے ہم تجھے رسول نہیں ماننے والے تُو اللہ کا رسول عیسیٰ نہیں ہے جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں تُو کذاب ہے تُو سچا نہیں ہے۔ اگر تُو سچوں میں سے ہوتا تو تُو آتا آیات کیساتھ جو کہ تُو آیات کیساتھ نہیں آیا اس لیے تُو کذاب ہے۔ بالکل اسی جواب اسی ردعمل کا ہر رسول کو سامنا کرنا پڑا جس کا سامنا آج مجھے کرنا پڑ رہا ہے تو کیا تب ایسا کہنے والے سچے ثابت ہوئے یا پھر اللہ کے رسول؟ تب قوم ثمود سچی ثابت ہوئی یا پھر صالح اللہ کا رسول؟ اگلی آیات میں بالکل واضح کر دیا گیا کہ پھر اس کے بعد صالح ہی سچا ثابت ہوا جس سے صالح نے متنبہ کیا تھا وہ باز نہ آئے تو جیسے ہی وقت آ گیا تو القارعہ نے انہیں آ پکڑا بالکل وہی آج ہونے والا ہے جو بالکل آپ کے سر پر موجود ہے۔ جان لیں یہ آیات آج کی تاریخ ہیں آج بھی وہی ہونے والا ہے جو اس سے پہلے ہو چکا یوں آپ نے دیکھ لیا کہ قرآن کی ایک ایک آیت میری تصدیق کر رہی ہے دنیا کی کوئی طاقت میرا رد نہیں کر سکتی میں اللہ کا وہی رسول ہوں جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے وہی عیسیٰ، آج تم پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا چکا ہر کسی پر حجت ہو چکی۔

عیسیٰ ابن مریم واحمد عیسیٰ

رسول اللہ ﷺ قال: ان الدجال یبریء الأکمه والابرص ویحی الموتی ویقول للناس أنا ربکم، فمن قال: أنت ربی ، فقد فتن، ومن قال: الله ربی، حتی یموت علی ذلک فقد عصم من فتنة الدجال ولا فتنة بعده علیه ولا عذاب، فیلبث فی الارض ما شاء الله ، ثم یجیء عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام من قبل المغرب مصدقاً بمحمد ﷺ وعلی ملته فیقتل الدجال، ثم انما هو قیام الساعة. مسند احمد، طبرانی، والرویانی

ثم یجی ء عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام من قبل المغرب محمد علیہ السلام نے عیسیٰ کے آنے کا کہا اور یہاں دہلا کر اور چونکا کر رکھ دینے والی بات یہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے کہا کہ عیسیٰ ایک نہیں ہے بلکہ دو عیسیٰ ہیں ان دو میں سے ایک عیسیٰ نے آنا ہے جب تک کہ وہ نہیں آتا تب تک الدجّال دنیا میں دھندناتا پھرے گا اور جب عیسیٰ آجائے گا تب الدجّال کے زمین پر ٹھہرنے کی مدت ختم ہو جائے گی عیسیٰ کی موجودگی میں الدجّال کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اب جو کہ ہم نے کہا کہ یہاں محمد علیہ السلام نے ایک نہیں بلکہ دو عیسیٰ کا ذکر کیا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت میں کہاں ایک نہیں بلکہ دو عیسیٰ کا ذکر ہے ؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کو دیکھیں اور ان میں غور کریں محمد علیہ السلام نے کہا "**عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام**" اگر تو "**علیه**" ہوتا تو اس کا مطلب تھا کہ ایک ہی عیسیٰ ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے لیکن یہاں "**علیه**" نہیں بلکہ چونکا دینے والی بات ہے کہ یہاں "**علیهما**" کا استعمال کیا گیا جو کہ دو یا دو سے زائد یعنی جمع کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے نہ کہ واحد کے لیے یعنی اس کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے جہاں ایک سے زائد ہوں ان کا یا ان میں سے کسی کا ذکر کیا جا رہا ہو۔ اس کے علاوہ آپ کو درجنوں ایسی روایات ملیں گی جن میں اس امت کے آخرین میں بعث کیے جانے والے عیسیٰ کا جب بھی ذکر کیا گیا تو محمد علیہ السلام نے ساتھ علیہما السلام کا ہی استعمال کیا کیونکہ عیسیٰ ایک نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے آخرین میں بعث کیا جانے والا ابن مریم الگ تھا اور اس امت کے آخرین میں بعث کیا جانے والا عیسیٰ الگ ہے اور پھر دیکھیں اسی بات کو ایک اور موقع پر محمد علیہ السلام نے بالکل دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا جو کہ درج ذیل روایت آپ کے سامنے ہے۔

ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: حیاة عیسیٰ هذه الآخرة لیست کحیاته الاولیٰ یلقی علیه مهابة الموت یمسح وجوه رجال ویبشرهم بدرجات الجنة. نعیم بن حماد

حیاة. جسمانی وجود، جو زندگی دی گئی، جس مواد سے جسم وجود میں آتا ہے اس مواد سے وجود میں آنے والا جسمانی وجود

مهابة. اسے ایک مثال سے سمجھ لیجیے مثال کے طور پر اگر آپ کسی کو کسی مشن پر بھیجتے ہیں جو کہ بہت مشکل وکٹھن مشن ہے جسے پورا کرنا انتہائی غیر معمولی بہادری کا کام ہو تو آپ اس مشن کو پوری جوانمردی سے کر کے تمام تر مشکلات کا جوانمردی سے مقابلے کرتے ہوئے پورا کر کے واپس پلٹتے ہیں تو آپ کو اس مشن پر بھیجنے والے کی نظر میں آپ کا جو عزت ومقام ہوگا جو عظمت ہوگی جو شان وشوکت ہوگی، جیسے آج کوئی بہت بڑا معرکہ سرانجام دے کر آتا ہے تو واپسی پر اس کے لیے دوسروں کی نظروں میں جو مقام ہوتا ہے اسے مھابۃ کہتے ہیں اور **مهابة الموت** کے معنی ہیں کہ جس مقصد ومشن کو پورا کرنے کے لیے زندگی دی گئی اسے اسی طرح پورا کر کے پوری شان وشوکت سے موت کو جاملنا۔

یمسح. اپنے عمل، اپنے قول وفعل یا کسی بھی طرح کسی پر اثر انداز ہونا۔

وجوه رجال. بالغ بااختیار مردوں کا جس کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے اس کی طرف اپنا رخ کیے ہوئے ہونا یعنی جو کچھ بھی دیا گیا مال، اولاد، ذہانت،

کچھ کرنے کی صلاحیتیں، کوئی عہدہ ورتبہ توان سب کا یاان میں سے کسی کا جس کو مقصد بنائے ہوئے ان کا استعمال کر رہے ہونا، اپنی توجہ وغیرہ اس کی طرف کیے ہوئے ہونا۔

یمسح وجوہ رجال . اپنے عمل، اپنے قول وفعل یا کسی بھی ذریعے سے بالغ بااختیار مردوں کی سمت پراثرانداز ہونا کہ ان کی زندگی کی سمت بدل دینا، پہلے وہ جس کسی کو بھی یا جو بھی اپنا مقصد ومشن بنا کر اپنی تمام تر توجہ یا جو کچھ بھی دیا گیا اس کا اسی کی طرف رخ کیے ہوئے استعمال کر رہے ہوں تو اپنے عمل، قول ،فعل یا کسی بھی طریقے سے ان کی ڈائریکشن ان کے زندگی کے مقصد پراثرانداز ہوجانا ان کے رخ بدل دینا۔

ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: حیاۃ عیسیٰ ھذہ الآخرۃ لیست کحیاتہ الاولیٰ یلقی علیہ مھابۃ الموت یمسح وجوہ رجال ویبشرھم بدرجات الجنۃ. نعیم بن حماد

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے النبی یعنی اللہ کے رسول نبی ﷺ سے سنا رسول اللہ ﷺ نے کہا: کہ اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ وہ عیسیٰ نہیں ہوگا جو پہلے آیا تھا، پہلے جو بنی اسرائیل میں عیسیٰ آیا تھا وہ الگ جسمانی وجود تھا اور اس امت کے آخر میں آنے والے عیسیٰ کا الگ جسمانی وجود ہوگا دونوں الگ الگ ہیں، پہلے یعنی بنی اسرائیل میں جو عیسیٰ آیا تھا اسے جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا اس نے اس انتہائی مشکل وکٹھن مقصد کو پوری جوانمردی سے ڈٹ کر پورا کیا اور اس عظیم مقصد ومشن کو پوری ہمت، جذبے اور جوانمردی سے پورا کر کے ہی اس پر عظمت وجلال والی اور عالی شان عظیم موت ڈالی گئی۔ اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ ہرگز پہلے والا عیسیٰ نہیں ہوگا اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ اپنے کردار سے اپنی دعوت سے اپنے عمل سے اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والے بالغ بااختیار مردوں کی زندگیوں پر ایسا اثر انداز ہوگا کہ انہوں نے اس سے پہلے جو اپنی ڈائریکشن طے کی ہوئی گی جو سمت طے کی ہوئی ہوگی اور جو کچھ بھی انہیں دیا گیا اسی مقصد کی طرف رخ کر کے استعمال کر رہے تھے اپنی تمام تر توجہ اسی کی طرف کی ہوئی ہوگی عیسیٰ ان کی سمت بدل دے گا ان کا رخ اللہ کی طرف کر دے گا کہ وہ اس کا ساتھ دیکر اللہ کی نصرت کر کے درجات میں بلند ہوں گے عیسیٰ انہیں آگاہ کر دے گا کہ کیا کرنے سے جنت میں ان کے درجات کیا ہیں۔

یہ روایت نہ صرف چونکا اور دہلا کر رکھ دینے والی ہے بلکہ اس میں بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں محمد علیہ السلام نے یہ بات واضح کر دی کہ عیسیٰ ایک نہیں بلکہ دو ہیں اور دونوں الگ الگ ہیں پھر یہ بات بھی واضح کر دی کہ وہ عیسیٰ جو پہلے آیا تھا یعنی جسے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا اسے جس عظیم مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا اس نے انتہائی شاندار طریقے سے اس مقصد کو پورا کیا اس پر عظیم، عالی شان، عظمت وجلال والی موت ڈالی گئی یعنی اس کی موت ہو چکی اور اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ الگ ہوگا، دوسرا ہوگا اور اس کی پہچان بھی واضح کر دی۔

اس کے علاوہ بھی ایسے ناقابل تردید اور لاجواب دلائل ہیں کہ عیسیٰ ایک نہیں بلکہ دو ہیں اور نہ صرف امت بنی اسرائیل کی طرف بھیجے جانے والے عیسیٰ ابن مریم کی موت ہو چکی بلکہ اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ الگ ہوگا جو کہ ابن مریم کی مثل ہوگا جسے پیچھے ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ دنیا کی کوئی طاقت چاہ کر بھی اس کا رد نہیں کر سکتی یعنی اس کو غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اور ہر ایک پر کھل کھل کر واضح ہو گیا کہ حق کیا ہے۔

احمد عیسیٰ رسول اللہ کا نازل ہونا اور قتل الدجّال

روایات میں عیسیٰ کے ''عند المینارۃ البیضاء اور یدیہ علی اجنحۃ ملکین'' السماء یعنی یہ جو فضا ہے جس میں آپ موجود ہیں اس سے آپ کی

طرف اترنے کا ذکر ہے جس کا مطلب آج تک یہ لیا جاتا رہا کہ عند المنارة البیضاء کا مطلب ہے کہ عیسیٰ شام میں دمشق شہر کی جامع مسجد اموی کے سفید مینار پر اتریں گے اور جب اتریں گے تو ان کے ہاتھ دو ملائکہ کے کندھوں پر ہوں گے یعنی دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے اتر رہے ہوں گے۔ یعنی یہ لوگ خود کو معیار بناتے ہوئے ہر کسی کا اپنے ساتھ موازنہ کرتے ہیں اور پھر نتیجہ اخذ کرتے ہیں اب بھلا جب آپ خود کو معیار بنا کر کسی کا بھی اپنے ساتھ موازنہ کریں گے تو نتیجہ تو ظاہر ہے وہی نکلے گا جو پہلے سے طے شدہ ہے جو کہ آپ خود ہیں۔ مثلاً جب بھی ان سے ملائکہ کی بات کی جائے تو یہ ملائکہ کو بھی بالکل اپنے جیسا سمجھتے ہیں صرف اس فرق کیساتھ کہ ان کے پر ہوتے ہیں جن سے وہ اڑتے ہیں اور نظر نہیں آتے اور پھر ان کے نزدیک بالکل وہی پر ہیں جو پرندوں کے ہوتے ہیں یوں ان کے نزدیک ملائکہ بالکل انہی کی طرح کے ہوتے ہیں البتہ اگر فرق ہے تو وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کے ایک تو پرندوں کی طرح کے پر ہوتے ہیں جن سے وہ اڑتے ہیں اور دوسرا وہ نظر نہیں آتے۔ پھر اس سے یہ جو منظر کشی کرتے ہیں وہ کچھ یوں ہے کہ عیسیٰ دو فرشتوں کے پروں جو کہ فرشتوں کے کندھے ہیں ان پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے یعنی فرشتوں کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے شام کے شہر دمشق کی جامع مسجد اموی کے سفید مینار پر اتریں گے۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ انتہائی جاہلانہ عقیدہ و نظریہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بالفرض اگر اسے ایک لمحے کے لیے سچ مان بھی لیا جائے تو یہ اپنے آپ میں ایک غیر معمولی واقعہ ہے یعنی اگر یہ حقیقت ہے ایسا ہی ہوگا تو پھر کسی کو بھی عیسیٰ کو پہچاننے میں کسی بھی قسم کی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی بلکہ اس غیر معمولی واقعہ کی وجہ سے ہر کوئی انہیں اللہ کا رسول عیسیٰ تسلیم کر لے گا لیکن اس کے بالکل برعکس روایات میں محمد عیسیٰ السلام نے کہا کہ انہیں پہچان لینا۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حقیقت یہی ہے جو آج تک عام کر دی گئی تو پھر اس میں پہچاننے والی تو بات ہی نہیں رہتی بلکہ اس سے تو ہر کسی پر واضح ہوگا کہ یہی عیسیٰ ہے لیکن محمد نے اس کے بالکل برعکس کہا کہ پہچان لینا اور پھر یہ بھی بتا دیا تھا کہ عیسیٰ کو پہچاننے والے انتہائی قلیل ہوں گے۔

اور پھر دوسری بات کہ اللہ نے تو قرآن میں بالکل واضح کر دیا کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں اور پھر جب رسول آتا ہے تو وہ لوگوں کی خواہشات ان کے عقائد و نظریات کے بالکل برعکس آتا ہے جس وجہ سے ہر کوئی رسول سے کذب کرتا ہے سوائے انتہائی قلیل تعداد کے، انتہائی قلیل ہی ایسے ہوتے ہیں جو پہچان لیتے ہیں اور اکثریت کفر و کذب کرتی ہے اور بالکل ایسا ہی تب ہونا تھا جب اللہ نے اس امت کے آخرین میں عیسیٰ کو بعث کرنا تھا اور اگر ان لوگوں کے عیسیٰ سے متعلق عقیدے و نظریے کو سچ مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی جھوٹا ہے قرآن ہی جھوٹا ہے کیونکہ ان کے عقائد و نظریات اللہ اور القرآن کے بالکل برعکس ہیں بلکہ الٹا ضد ہیں اللہ کا کہنا ہے کہ رسول صرف اور صرف تب بعث کیا جاتا ہے جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں یعنی نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا ہر کوئی گمراہیوں میں ہوتا ہے اور ان کا اللہ کے برعکس کہنا ہے کہ رسول تب آتا ہے یا آئے گا جب حق پہلے سے ہی موجود ہوگا پہلے سے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں، پھر اللہ کا کہنا ہے کہ رسول لوگوں کی خواہشات کے بالکل برعکس آتا ہے لوگوں کی خواہشات کیساتھ نہیں آتا لیکن ان کا اللہ کے برعکس کہنا ہے کہ عیسیٰ ہماری خواہشات کے عین مطابق آئے گا جو کچھ ہم نے اس سے متعلق گھڑ رکھا ہے۔ یعنی اگر ان کے عقائد و نظریات کو سچ مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ سچے ہیں اور اللہ جھوٹا ہے القرآن جھوٹا ہے۔

محمد علیہ السلام نے جب عیسیٰ رسول اللہ کو پہچان لینے کا کہا تو اسی لیے کہا کہ جب عیسیٰ رسول اللہ کو بعث کیا جائے گا تو اس وقت السماء سے نازل ہونا ایک عام واقعہ ہوگا بالکل معمولی واقعہ ہوگا نہ کہ یہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہوگا۔ تب السماء سے نازل ہونا ہر لحاظ سے ایک عام سی بات ہوگی عام سا واقعہ ہوگا اور پہچان کی بات آتی ہی وہاں ہے جہاں معمول کے مطابق ہو۔ عیسیٰ رسول اللہ کا آسمان سے اتر کر تمہارے سامنے آنا بالکل معمولی واقعہ ہوگا نہ کہ غیر معمولی اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ پہچان لینا کیونکہ اکثریت اللہ کے رسول عیسیٰ کو پہچان کر اللہ کا رسول تسلیم کرنے کی بجائے نہ پہچانتے ہوئے اسے بھی معمول کا واقعہ سمجھتے ہوئے کذب کرے گی۔

اب آئیں اس کی حقیقت کی طرف کہ حقیقت کیا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ بات جان لیں کہ آج تک جو بھی مطالب ومعنی اخذ کیے جاتے رہے ان کی حقیقت بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی کہے ''آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا'' تو آپ اس کا مطلب ومعنی یہ لے لیں کہ کوئی شخص آسمان سے گرا اور نیچے کھجور کا درخت تھا اس میں اٹک گیا حالانکہ آپ جانتے ہیں حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جو کہ اسے ہی سمجھ آسکتی ہے جو عقل کا استعمال کرے گا جو صرف اور صرف ظاہر کو ہی سچ سمجھنے کی بجائے اس کے باطن کو بھی دیکھ کر کسی نتیجے پر پہنچے گا جو کہ حق ہوگا۔ بالکل ایسے ہی خود کو علماء کے نام پر انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں نے کیا ان کی باطنی آنکھ بند ہے یہ لوگ صرف اور صرف سر کی آنکھ سے دیکھتے ہیں جو کہ صرف اور صرف ظاہر دکھا سکتی ہے باطن دکھانا اس کے بس سے باہر ہے اور جو آنکھ باطن دکھاتی ہے اس کا تو انہیں شعور ہی نہیں ہے جو ان کے سینوں میں موجود ہے جسے یہ دل کا نام دیتے ہیں اصل میں دل ہیں جو اندھے ہو جاتے ہیں دل کا اندھا ہونا ہے اصل میں اندھا ہونا ہے جب دل اندھا ہو جائے تو صرف اور صرف ظاہر ہی دکھائی دیتا ہے اور ظاہر اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر تو صرف ایک پہلو ہوتا ہے اور اصل اور مکمل حقیقت اس وقت تک سامنے نہیں آسکتی جب تک کہ دوسرا پہلو جو کہ باطن ہے اسے نہ دیکھ لیا جائے۔

ہر شئے سے اس کا جوڑا خلق کیا گیا تو ہر شئے کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ظاہر اور دوسرا باطن، آپ اس وقت تک حق کو نہیں پا سکتے اس وقت تک حقیقت نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں کو نہیں دیکھ لیتے۔ ظاہر سر کی آنکھ دکھاتی ہے لیکن باطن سر کی آنکھ نہیں بلکہ وہ آنکھ دکھاتی ہے جو سینوں میں ہے جسے آپ دل کا نام دیتے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ آپ پر پیچھے ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ جو اتارا وہ احسن الحدیثِ ہے یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ اتاری تھی اور اللہ نے جو اتارا وہ صرف احسن الحدیث ہی نہیں بلکہ متشابھاً بھی ہے یعنی وہ سامنے تو سب کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وہ وجہ ہے کہ جو اللہ نے اتارا تھا اسے اللہ کے علاوہ کوئی بھی بیّن نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کرتا اور اللہ اس وقت تک بیّن نہیں کرتا جب تک کہ اس کا صحیح وقت نہیں آ جاتا۔ اس لیے ایسی جتنی بھی روایات ہیں جن کا تعلق مستقبل کیساتھ تھا یعنی جو محمد کے بعد مستقبل کی تاریخ پر مبنی تھیں اول تو وہ احسن الحدیثِ تھیں یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران کسی واقعے کی تاریخ تھیں اور دوم متشابھاً یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ اصل اور مکمل حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اور اللہ نے ہی اسے بیّن کرنا تھا یعنی کھول کر واضح کرنا تھا اور اللہ اس وقت تک کوئی بھی آیت کوئی بھی بات بیّن نہیں کرتا جب تک کہ اس کا وقت نہیں آ جاتا اس لیے ایسی جتنی بھی روایات تھیں انہوں نے صرف اور صرف تب ہی بیّن ہونا تھا یعنی کھل کر واضح ہونا تھا جب عیسیٰ رسول اللہ کو بعث کر دیا جانا تھا جب تک اللہ کے رسول عیسیٰ کی بعثت نہیں ہونا تھی تب تک ان روایات میں سے کوئی بھی بیّن نہیں ہو سکتی تھی اور آج جب وہ وقت آ گیا تو آج اللہ انہی آیات کو جو روایات کی صورت میں موجود ہیں بھی کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اور آج یہ روایات کی صورت میں آیات بھی آپ کو یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا وہ واقعہ یہ تھا وہ عیسیٰ یہ تھا وہ آسمان سے تمہاری طرف اترنا وغیرہ سمیت تمام واقعات جن کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان روایات میں آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی جنہیں آج سے قبل کھل کر واضح ہونا ہی نہیں تھا اور آج جب وقت آ گیا تو نہ صرف یہ روایات کی صورت میں موجود آیات بھی کھل کر واضح ہو گئیں بلکہ تمہیں کھول کھول کر یاد دلا رہی ہیں کہ یہ تھا وہ حدثہ۔

عند المنارة البیضاء جس کا آج تک ترجمہ وتفسیر یہ کی جاتی رہی کہ عیسیٰ شام کے شہر دمشق کی جامع مسجد اموی کے سفید مینارے پر اتریں گے۔ اب آئیں اس کی حقیقت کی طرف: منارة کہتے ہیں بلندی کو بلند مقام کو اور جتنے بھی بلند مقام ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے وہ المنارة کہلائے گا اور بیضاء کہتے ہیں ہر لحاظ سے سفیدی یعنی نمایاں ہونے کو جو کہ اسود یعنی کالے کی ضد ہے اسود کا معنی ہیں کالک کا چڑھے ہوئے ہونا جیسے لیل ہوتی ہے کہ ہر طرف سیاہی پھیل جاتی ہے اور سیاہی ہر شئے کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اب جتنی بھی سفیدیاں ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے وہ البیضاء کہلائے گی۔ البیضاء کہتے ہیں ہر شئے کا بالکل واضح اور نمایاں ہونا کسی بھی شئے پر کسی بھی قسم کی سیاہی نہ ہونا یعنی سب کا سب ہر لحاظ سے واضح ہونا۔ المنارة البیضاء کے معنی ہیں ایسا بلند ترین مقام کہ جہاں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے سب کا سب بالکل نمایاں ہے یعنی اسے آپ ایک مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں مثلاً اگر آپ کسی علاقے کو دیکھنا چاہتے ہیں تو جتنا آپ بلندی پر جائیں گے اتنا آپ علاقہ نمایاں نظر آئے گا اگر آپ پورے کے پورے علاقے کو دیکھنے چاہتے ہیں تو آپ کو

اتنی بلندی پر جانا ہوگا جہاں سے پورا علاقہ دکھائی دے۔
اب اگر تو آپ نے زمین کا کوئی خطہ نمایاں دیکھنا ہے تو اس کے لیے مینارۃ البیضاء زمین پر کوئی بلند مقام مثلاً کوئی پہاڑی، کوئی ٹاور یعنی کھمبا یا ایسا ہی کوئی مقام کہلائے گا لیکن اگر دنیا میں ضلالِ مبینٍ ہیں دنیا ظلمات میں ڈھوبی ہوئی ہے یعنی ہر طرف جھوٹ، فراڈ، دھوکا، دجل وفریب ہے حق کا نام ونشان بھی نہیں ہر طرف ظلمات چھائی ہوئی ہیں تو آپ کو سب کچھ واضح دیکھنے کے لیے زمین کے کسی بلند مقام پر نہیں چڑھنا ہوگا بلکہ آپ کو علم وحکمہ کے بلند مقام پر چڑھنا پڑے گا جب آپ علم وحکمہ کے بلند مقام پر ہوں گے تو آپ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا ہر طرف سب کا سب آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا آپ پر نمایاں ہو جائے گا، جو دوسروں کو نظر نہیں آ رہا ہوگا وہ آپ بالکل نمایاں دیکھ رہے ہوں گے مثلاً اگر گندگی کو مختلف مراحل سے گزار کر اسے دل کش اور پر کشش بنا کر سامنے لے آیا جائے تو ہر کوئی اس پر چڑھائے گئے دلکشی کے لبادے سے دھوکے کا شکار ہو جائے گا گندگی کو نہیں دیکھ پائے گا گندگی کو نہیں پہچان پائے گا لیکن اگر کسی کے پاس اس کے بارے میں مکمل علم ہوگا یعنی اگر کوئی علم وحکمہ کے بلند ترین مقام پر ہوگا تو خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر لیا جائے اس سے آپ اس گندگی کو نہیں چھپا سکتے اسے وہ گندگی بالکل کھلم کھلا نظر آ رہی ہوگی کہ حقیقت میں گندگی ہے جو ظاہر میں انتہائی دلکش نظر آ رہی ہے۔
کوئی بھی رسول جب بعث کیا جاتا ہے تو تب ہی بعث کیا جاتا ہے جب ضلالِ مبینٍ ہوتی ہیں یعنی ہر طرف ہر لحاظ سے سو فیصد گمراہیاں ہوتی ہیں ظلمات چھائی ہوئی ہوتی ہیں ایسے میں اگر کوئی زمینی بلندی مقام پر چڑھ جائے مثلاً کوئی کسی بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھ جائے کسی ٹاور یا کھمبے پر چڑھ جائے تو کیا اسے حق نظر آنا شروع ہو جائے گا؟ کیا اسے ہر شئے ہر بات نمایاں نظر آنا شروع ہو جائے گی؟ اگر تو کسی زمینی بلند مقام پر چڑھنے سے ایسا ممکن ہے تو بلا شک وشبہ عیسیٰ ایسے ہی کسی مینارے کے ہاں ہوگا لیکن اگر اس سے ایسا ممکن نہیں تو پھر جس مقام پر ہونے سے ظلمات ہونے کے باوجود بھی ظلمات کا بس نہ چلے وہ کچھ بھی چھپا نہ سکیں سب کا سب بالکل واضح اور نمایاں نظر آئے ظاہر کیساتھ ساتھ اس کے اندر باطن کو بھی ظاہر ہی کی طرح دیکھا جا سکے تو وہ مقام ہی المینارۃ البیضاء ہے جس کے ہاں عیسیٰ کو ہونا تھا اور ہر رسول اسی المینارۃ البیضاء پر ہی ہوتا ہے کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں جو المینارۃ البیضاء پر نہیں تھا۔
المینارۃ البیضاء کا معنی ہے علم وحکمہ کا وہ بلند ترین مقام جہاں سے آپ کو سب کچھ واضح نظر آ رہا ہو کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہ ہو مثلاً اگر آپ رات کے اندھیرے میں موجود ہوں تو آپ کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے گا سوائے ظاہر کے جو کہ ہر طرف اندھیرا ظاہر ہے ہر طرف اندھیرے کا ظہور ہے تو آپ کو ہر طرف اندھیرا ہی نظر آئے گا حالانکہ ارد گرد آس پاس ہر طرف بہت کچھ موجود ہوتا ہے لیکن کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہوتا اور ایسے میں اگر رات کی تاریکی میں دیکھنے والا آلہ پہن لیا جائے تو اندھیرا موجود ہونے کے باوجود بھی آپ سے کچھ نہ چھپا سکے گا آپ کو اندھیرے کی موجودگی کے باوجود سب نمایاں نظر آ رہا ہوگا تو جس مقام پر ہونے کے سبب آپ کو اندھیرے میں بھی سب نمایاں نظر آ رہا ہوں اسے عربوں کی زبان میں مینارۃ البیضاء کہتے ہیں۔
یوں آپ پر المینارۃ البیضاء بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ المینارۃ البیضاء کا القرآن میں بھی ذکر موجود ہے لیکن وہاں اس کی جگہ اور الفاظ کا استعمال کیا گیا اور وہ ہیں البیّنات، اللہ ہر رسول کو البیّنات کیساتھ بھیجتا ہے البیّنات والحکمۃ۔ یعنی اللہ کا رسول علم وحکمہ کے اس بلند ترین مقام پر ہوتا ہے کہ اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہوتا اس کے لیے آسمانوں وزمین میں سب کا سب کھلم کھلا واضح ہوتا ہے۔

اب آئیں یدیہ علی اجنحۃ ملکین کی طرف، جس کا آج تک ترجمہ ومعنی یہ کیا جاتا رہا کہ عیسیٰ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے یعنی دو فرشتوں کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے زمین پر تمہاری طرف آئے گا۔
اس کی حقیقت کیا ہے اسے جاننے کے لیے آپ کو پہلے ملائکہ کو جاننا ہوگا کہ ملائکہ کیا ہیں جب آپ ملائکہ کو جان لیں گے تو یدیہ علی اجنحۃ ملکین کو بھی آپ بہت ہی آسانی کیساتھ سمجھ لیں گے۔
آج سے چودہ صدیاں قبل جب محمد کو بعث کیا گیا تو محمد کے ذریعے حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تھا تب یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی گئی تھی کہ آسمانوں و زمین بالکل تمہاری ہی مثل ایک ہی وجود ہیں یعنی بالکل ایسے جیسے کہ ایک مشین ہوتی ہے جو بہت سے پرزوں کا مجموعہ ہوتی ہے جب تک تمام کے تمام پرزے ہر لحاظ سے اپنے مقام پر رہیں اپنی ذمہ داری کو پورا کریں تو مشین بالکل ٹھیک رہتی ہے ورنہ اگر کوئی ایک بھی پرزہ اپنے مقام سے ہٹ جائے یا اپنی ذمہ داری

میں کوئی ردوبدل کرے لاپرواہی یاسستی کرے تو اس سے مشین میں وضع نظم وتسلسل میں بگاڑ آجائے گا جس کا نتیجہ بالآخر تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔
یعنی پیچھے کتاب میں اس حوالے سے حق کھول کھول کر واضح کیا جاچکا کہ تب نہ صرف حق کھول کھول کر واضح کر دیا تھا بلکہ فطرت کو بدلنے سے روکا تھا کہا تھا کہ اگر تم نے فطرت میں مداخلت کی فطرت میں چھیڑ چھاڑ کی یعنی آسمانوں وزمین میں چھیڑ چھاڑ کی تو پھر جو کچھ بھی آج تم سے پوشیدہ ہے چھپا ہوا ہے وہ سب کا سب ظاہر ہو جائے گا وہ سب کا سب تمہارے سامنے آجائے گا تم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا اور اسی کا سورۃ التکویر میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تب ملائکہ بھی تم سے چھپے ہوئے نہیں رہیں گے ملائکہ بھی ظاہر ہو جائیں گے اور نہ صرف ظاہر ہو جائیں گے بلکہ چار کی بجائے آٹھ ہو جائیں گی وہی چار جو ربّ العالمین کا عرش اٹھائے ہوئے ہوں گے تب تمہارا عرش بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے یعنی تب انسان آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے جس مقام پر پہنچ چکے ہوں گے جو نظام انہوں نے وضع کر رکھا ہوا ہو گا جو اصل کے مقابلے پر نقل ربّ الدجّال انہوں نے خود ہی خلق کر لیا ہوا گا اس کا نظام بھی وہی چار ملائکہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔
یعنی ایسا وقت آنے کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ جب ملائکہ بھی انسان سے پوشیدہ نہیں رہیں گے نہ صرف پوشیدہ نہیں رہیں گے بلکہ چار ملائکہ ہیں وہ چار کی بجائے آٹھ ہو جائیں گے یعنی چار تو پہلے سے ہی ربّ العالمین کا عرش یعنی نظام چلا رہے ہوں گے نظام کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہوں گے ان پر نظام کھڑا ہو گا لیکن تب وہی چار انسانوں کے خلق کردہ نظام کو بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے انسانوں کا اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر خلق کردہ نظام بھی انہی چار ملائکہ پر کھڑا ہو گا وہی چار ان کا نظام بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے اور آج آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آج وہی وقت آچکا آج آپ اسی وقت میں موجود ہیں اور آج جہاں باقی سب کا سب جو آج سے چودہ صدیاں قبل انسان سے پوشیدہ تھا ظاہر ہو چکا وہ سب کا سب سامنے آگیا تو وہیں ملائکہ بھی اس پر ظاہر ہو چکے۔
بالکل آسان الفاظ میں ملائکہ کو آپ پر واضح کرتے ہیں۔ مثلاً آپ اتنا تو جانتے ہیں کہ جبریل جو کہ ملائکہ میں سے ہے اس کا کام ہے پیغام رسانی کرنا یعنی جبریل کُل کائنات میں مخلوقات کے درمیان پیغام رسانی کا ذریعہ ہے جو کہ انتہائی تیز رفتار ہے اور دوسری بات کہ ملائکہ نور ہیں جسے آپ انرجی کا نام دیتے ہیں یعنی جبریل آسمانوں وزمین میں ایک ایسی انرجی ہے جس کا کام ہے پیغام رسانی کرنا، آواز، تصاویر، پیغامات وغیرہ کو آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے ادھر سے اُدھر لانا لے جانا۔
اب میں آپ سے سوال کرتا ہے کہ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ آپ اگر کسی بھی شخص سے فون یا انٹرنیٹ پر بات کرتے ہیں جو آپ سے سینکڑوں، ہزاروں میل دوری پر ہوتا ہے تو آخر وہ کون سی قوت ہے آپ اور اس کے درمیان جو دونوں کے درمیان پیغام رسانی کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہوتی ہے؟ آپ کی بات کو آپ کے پیغام کو آپ کی تصاویر آپ کی ویڈیوز کو اس کی طرف لے جا اور اس کی آپ کی طرف لے آرہی ہوتی ہے اور ایسے کہ جیسے آنکھ جھپکنے سے قبل کام ہوتا ہے؟
اب ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ دونوں کے درمیان کوئی بھی نہیں تو اس لیے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون ہے؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ واقعتاً ایک نور ہے جسے آپ انرجی کا نام دیتے ہیں جسے آپ ریڈیو ویوز کا نام دیتے ہیں اب آپ اسے کوئی بھی نام دیں کوئی بھی الفاظ اس پر چپکا دیں ایسا کرنے سے اس کی حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ اللہ نے تو واضح کر دیا کہ آسمانوں وزمین میں ایک ہی ایسی قوت ہے جو اس ذمہ داری کو اٹھائے ہوئے ہے جسے عربوں کی زبان میں جبریل کہا گیا۔ یعنی صرف الفاظ کے استعمال کا فرق ہے قوت وہی ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے علاقے میں ایک کھانے کی شئے کو سیب کہا جاتا ہے تو اسی شئے کو ایک دوسرے خطے کے لوگ ایپل یا آپفل کا نام دیتے ہیں اب سیب کو ایپل یا آپفل کہنے سے سیب بدل تو نہیں جائے گا نا بالکل ایسے ہی آج آپ کوئی بھی نام دیں نام دینے سے حقیقت نہیں بدلنے والی جنہیں آج آپ ریڈیو ویوز کا نام دیتے ہیں جس پر آج آپ کا سارے کا سارا مواصلاتی نظام کھڑا ہے اسے عربوں کی زبان میں جبریل ملک کہا گیا۔
آپ کسی بھی ایسے شخص سے سوال کر لیں جو آسمانوں وزمین کا علم رکھتا ہے کہ یہ قوت جس پر آج تمام کا تمام مواصلاتی نظام چل رہا ہے جو قوت آج انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ الدجّال ربّ کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہے جسے جو بھی نام دیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے تو وہ آپ پر واضح کر دے گا کہ یہی قوت کُل کائنات میں اپنا وجود رکھتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس پر انسان کو دسترس حاصل نہیں ہے انسان نے جب اسے دریافت کیا تو اسے جان کر اس کے

بارے میں سٹڈی کر کے بالکل ویسی ہی قوت خود سے پروڈیوز کرنا شروع کردی اور وہی کام لینا شروع کر دیا جو کام وہ پہلے سے ہی کر رہی ہے اور کر سکتی ہے یوں آج آپ پر نہ صرف جبریل کیا ہے کھل کر واضح ہو چکا بلکہ سورۃ التکویر میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ اتارتے ہوئے کہا گیا تھا کہ وہی چار ملائکہ آٹھ ہو جائیں گے چار جو کہ پہلے سے ہی ربّ العالمین کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں وہی چار انسانوں کا خلق کردہ عرش یعنی نظام بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے جن میں سے ایک جسے عربوں کی زبان میں جبریل کہا گیا کھل کر واضح ہو گیا۔

پھر ایک جسے عربوں کی زبان میں عزرائیل یا موت کے ملک کے نام سے جانا جاتا ہے جسے ہند کے باسی یمراج کا نام دیتے ہیں کیا ہے اسے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ موت کے ملک، یمراج یعنی عزرائیل کو آپ اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ موت کو نہیں جان لیتے کہ موت کیا ہے۔ اور پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ موت کیا ہے۔ آپ کے جسم کے ہر ذرے میں الیکٹران اپنے محور یعنی نیوکلیئس کے گرد گھوم رہے ہیں جس سے بالکل وہی بجلی پیدا ہوتا ہے جس بجلی سے آپ اپنی بجلی کی اشیاء کو چلاتے ہیں۔ جب تک جسم کے ہر ذرے میں الیکٹران اپنے محور کے گرد گھومتے رہتے ہیں تو جسم میں بجلی بنتی رہتی ہے جو جسم کے ہر ذرے میں ہی محفوظ ہوتی رہتی ہے اور اسی بجلی سے آپ کا جسم زندہ رہتا ہے لیکن جب جسم کے ذرات یعنی ایٹمز بجلی بنانا بند کر دیتے ہیں تو آپ کا جسم بے جان ہو جاتا ہے جسے آپ موت کہتے ہیں۔ یعنی جسے آج آپ الیکٹرک یا بجلی کا نام دیتے ہیں اسے عربوں کی زبان میں ملک الموت یا عزرائیل کہا گیا اور اسی کو سنسکرت میں یما یا یمراج کہا گیا۔

اب ایک طرف یہ ملک اللہ جو کہ ربّ العالمین ہے یعنی فطرت کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہے مخلوقات کو زندہ رکھے ہوئے ہے جب تک کہ اجل مسمیٰ نہیں آ جاتی تو وہیں آج یہی ملک انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ الدجّال ربّ کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہے اس پر نظام چل رہا ہے اس پر نظام کھڑا ہے اسی سے آج طرح طرح کی مشینیں یعنی الدجّال مخلوقات زندہ ہوتی ہیں اور اس کے عدم سے ان کی موت یعنی وہ بالکل بے جان ہو جاتی ہیں۔

ایسے ہی باقی دو ملائکہ بھی ہیں جن میں سے ایک اسرافیل ہے جسے اردو میں آواز کی لہروں، انگلش میں ساونڈ ویوز اور سنسکرت میں برہما کا نام دیا جاتا ہے یعنی جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ملائکہ کیا ہیں اور پھر ملائکہ کے حوالے سے یا ملائکہ سے متعلق کسی بھی بات کو سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا۔

محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ عیسیٰ رسول اللہ السماء یعنی یہ جو فضا ہے اس فضا سے تمہاری طرف آئے گا دو ملائکہ کے اجنح پر اس کے ید یہ ہوں گے جسے عرف عام میں کہا جاتا کہ کسی کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلانا، اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا اس کا معنی یہی ہوتا ہے کہ آپ اپنی بندوق کسی دوسرے کے کندھے پر رکھ کر چلا رہے ہوتے ہیں؟ یا پھر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کا سہارا لیکر اپنا کام کرنا؟ تو حقیقت بالکل واضح ہے کہ اس کا مطلب ہوتا ہے کسی کا سہارا لیکر اپنا کام کرنا۔

جیسے آپ نے سنا ہوگا کہ اگر کوئی کسی کا سہارا لیکر کوئی کام کرتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تُو فلاں کے کندھوں پر سوار ہو کر آیا ہے تُو یہ کام اپنے بل بوتے پر نہیں کر سکتا تھا تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ کوئی کسی کے کندھوں پر چڑھ کر سوار ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کا سہارا لیکر اپنا کام کرنا۔ بالکل ایسے کہ آج سے چودہ صدیاں قبل محمد نے کہا تھا کہ جان لو جب عیسیٰ رسول اللہ کو بعث کیا جائے گا تو عیسیٰ دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے السماء یعنی آسمان سے تمہاری طرف آئے گا تو پہچان لینا یعنی یہ کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوگا بلکہ یہ ایک عام سی بات ہوگی اس وقت ہر کوئی ایسے ہی ایک دوسرے کی طرف آ جا رہا ہوگا یعنی اس وقت ہر کوئی دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیکر السماء یعنی فضا سے ایک دوسرے کی طرف آ جا رہا ہوگا لوگوں کے سامنے آ جا رہا ہوگا لوگوں کی طرف آ رہا ہوگا تو جب عیسیٰ رسول اللہ آئے گا تو وہ بھی ایسے ہی تمہاری طرف آئے گا تو اسے پہچان لینا۔

اب ذرا غور کریں آج جب آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا تو دیکھو کیا ہمارا رسول بالکل اسی طرح السماء سے تمہاری طرف نہیں آ رہا؟ کیا آج ہمارا رسول احمد عیسیٰ ملکین یعنی دو ملائکہ جبریل اور عزرائیل کا سہارا لیکر السماء یعنی فضا سے تمہاری طرف نہیں آ رہا؟

آج جب آپ مجھے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے ویڈیو یا تصاویر کی صورت میں دیکھ رہے ہوتے ہیں اس وقت اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ یہ شخص کون ہے تو آپ کیا جواب دیں گے؟ ظاہر ہے آپ کہیں گے کہ یہ احمد عیسیٰ ہے تو ذرا غور کریں کہ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ آپ کے سامنے موجود ہوں تو کہاں سے کس طرف سے اور کیسے آپ کی طرف آ رہا ہوں؟ اگر آپ میری دعوت کو سن رہے ہیں میں آپ کے سامنے موجود ہوں تو ذرا غور کریں آخر میں آپ کے سامنے کیسے کس طرح اور کہاں سے آ رہا ہوں؟ کہاں سے آپ کے سامنے موجود ہوں؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ میں آپ کی طرف آپ کے سامنے السماء یعنی فضا سے آ رہا ہوں اور دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے ایک جسے آپ سگنلز کا نام دیتے ہیں اور دوسرا جسے آپ بجلی کا نام دیتے ہیں کیا میں جبریل جو کہ ریڈیو ویوز ہیں اور عزرائیل جسے آپ بجلی کا نام دیتے ہیں ان دونوں کے سہارے السماء یعنی فضا سے آپ کی طرف نہیں آ رہا؟ حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا دنیا کی کوئی طاقت اس حق کا رد نہیں کر سکتی۔

کیا میں البیّنات کیساتھ نہیں آیا؟ کیا میں عند المنارة البیضاء نہیں آیا؟ کیا آج میں آپ کی طرف السماء یعنی فضا سے دو ملائکہ کے سہارے نہیں اتر رہا؟ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا جس کا دنیا کی کوئی بھی طاقت رد نہیں کر سکتی اس کے باوجود بھی اگر کوئی پہچاننے سے قاصر رہتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کنویں کے پاس آ کر بھی پیاسا کا پیاسا ہی رہ جائے۔

جب ملائکہ یہی ہیں تو پھر ظاہر ہے ان ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیکر آسمان سے کسی کی طرف اترنا کیا ہے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا اور پھر یہ بھی جان لیں کہ آخر اس طرح آپ کی طرف آنے کی وجہ کیا ہے؟ اس طرح آپ کی طرف آپ ہی کی زبان میں حق لیکر آنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کیا جاتا ہے جب ضلالٍ مبینٍ ہوتی ہیں ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں ہوتی ہیں سو فیصد گمراہیاں ہوتی ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی، لوگ آپس میں اختلافات کا شکار ہوتے ہیں فرقہ در فرقہ تقسیم ہوتے ہیں اس کے باوجود ہر کسی کا دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف وہی حق پر ہے باقی سب کے سب باطل پر ہیں، عدم برداشت اپنی انتہاء پر ہوتی ہے تو جب ایسی صورت میں رسول کو بعث کیا جاتا ہے تو کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں کہ جس کو جب بعث کیا گیا تو لوگوں نے فوری اسے اللہ کا رسول تسلیم کر لیا ہو بلکہ رسول آتا ہے لوگوں کی خواہشات کے بالکل برعکس تو وہ اسے برداشت نہیں کرتے وہ اس کیساتھ دشمنی کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے قتل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اسے ہر طرح سے نقصان پہنچانے تک کی کوشش کرتے ہیں تو آج جب ہم نے اپنے رسول احمد عیسیٰ کو بعث کرنا تھا تو ذرا دیکھو کہ آج حالات نے کیا ہونا تھا؟

اب رسول تو تمہی میں سے بھیجا جانا تھا یہ تو ہم نے قانون میں کر دیا یعنی تمہاری قوم سے تمہارے ہی رنگ کا تمہاری ہی زبان بولنے والا لیکن اگر آج وہ تمہارے درمیان تمہاری پہنچ میں ہو تو کیا تم اسے برداشت کرو گے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ تم لوگ تو پہلے سے ہی طے کر کے بیٹھے ہوئے ہو کہ کوئی بھی رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کی نہ تو بات سنی جائے گی نہ ہی کوئی دلیل اس کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے اسے قتل کر دیا جائے تو آج اگر ہمارا رسول تمہاری پہنچ میں موجود ہو تو کیا تم اسے قتل نہیں کرو گے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم ایسا نہ کرو کیونکہ تم لوگوں کی تو یہی سنت چلی آ رہی ہے تو کیا ہم قتل کے خوف سے اپنا رسول ہی نہ بھیجیں؟ کیا ہم عاجز ہو گئے؟ نہیں بلکہ ہم رسول ضرور بھیجیں گے کیونکہ جو بھی قدر میں کیا جا چکا اس پر اللہ ہے ہر اس شئے پر اللہ ہے جسے اس نے قدر میں کر دیا یعنی جیسے ہی اس کے ہونے کا وقت آ جائے تو دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے ہونے سے روک نہیں سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کیونکہ اس پر اللہ ہے اللہ وہ کام کر رہا ہے اور جب اللہ وہ کام کر رہا ہے تو پھر جان لو اللہ العزیز الحکیم ہے تم اپنی لاکھ منصوبہ بندیاں کر لو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ رسول کی بعث کا مقصد ہے تم پر حجت کرنا اور جو ماننے والے ہیں ان کے لیے اسوہ حسنہ بنانا۔ تو اب جو کفر کرنے والے ہیں ہمیں کیا ضرورت کہ ہم ان کے درمیان اپنے رسول کو لا کھڑا کریں کیونکہ یہ تو ہمارا مقصد نہیں ہے اگر تو وہ ماننے والے ہیں تو پھر ہم رسول کو ان کے درمیان لا کھڑا کریں کہ یہ لو اس میں تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہے یعنی یہ تمہارے سامنے عملی نمونہ ہے تم نے ہر معاملے میں بالکل ایسے ہی بننا ہے یوں جو ماننے والے ہیں ان کے درمیان رسول کو لیکر جانا تو بالحق ہے یعنی با مقصد ہے لیکن جو ماننے والے ہیں ہی نہیں جن کا کام ہی دشمنی کرنا ہے تو ان کے درمیان رسول کو ہم کیوں لیکر جائیں گے؟ کیونکہ ان کے لیے تو ہمارا مقصد صرف اور صرف ان تک کھول کھول کر پیغام پہنچانا ہے نہ کہ رسول کو جسمانی طور پر ان کی پہنچ میں دے دینا۔ اب جب ان کے لیے رسول کی بعث کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ انہیں عذاب عظیم سے قبل کھول کھول کر متنبہ کر دیا جائے تو ظاہر ہے ہم یہی کریں گے نہ کہ ہم تمہاری

خواہشات کی اتباع کرنے والے ہیں کہ ہم بغیر مقصد رسول کو جسمانی لحاظ سے تمہارے درمیان لا چھوڑیں تا کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ کہ اسے قتل کر دو؟ نہیں تم ہمیں عاجز نہیں کر سکتے خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر لو۔ اس لیے وہ لوگ جن کا یہ اسرار ہے کہ یہ ہمارے درمیان کیوں موجود نہیں ہے یہ ہمارے درمیان کیوں نہیں آتا تو اے عقل کے اندھو جان لو تمہارے لیے رسول کا مقصد ہے تمہیں کھول کھول کر متنبہ کرنا تم تک پیغام کھول کھول کر پہنچا دینا تو کیا ہمارا رسول یہ ذمہ داری پوری نہیں کر رہا؟ کیا وہ تم تک کھول کھول کر ہمارا پیغام نہیں پہنچا رہا؟ جب تم تک ہمارا رسول تمہاری آنکھوں کے سامنے بیٹھ کر کھول کھول کر پیغام پہنچا رہا ہے تم اسے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ رہے ہو اپنے کانوں سے اس کی آواز سن رہے ہو اور تم نہیں ماننے والے تم کذب ہی کرنے والے ہو تو ذرا غور کرو تمہاری چاہت کیا ہے؟ کیا تمہاری چاہت ہمارے رسول کو قتل کرنا نہیں اسے نقصان پہنچانا نہیں؟ تو ذرا غور کرو تمہارے سامنے ہونے کے باوجود بھی تم ہمارے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اسے کہتے ہیں عاجز کرنا ہم نے تم کفر کرنے والوں کو عاجز کر دیا۔ ہمارا مقصد تو تمہیں کھول کھول کر متنبہ کرنا ہے اور تمہارا مقصد ہمارے رسول کا قتل کرنا ہمیں نقصان پہنچانا تو ذرا غور کرو کون اپنے مقصد میں کامیاب ہے اور کون نہ صرف ناکام بلکہ عاجز آ چکا ہوا ہے بالکل بے بس ہے؟

ہمارا مقصد ہے تم کفر کرنے والوں کو کھول کھول کر متنبہ کرنا جو کہ ہمارا رسول تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے تم جب چاہو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو بالکل ایسے جیسے کہ تمہارے سامنے بیٹھا ہے تم جب چاہے اسے اپنے کانوں سے سن سکتے ہو یوں ہمارا مقصد تو پورا ہو رہا ہے لیکن تمہارا مقصد ہے ہمارے ساتھ دشمنی کرنا ہمارے رسول کو نقصان پہنچانا ہمارے رسول کا قتل کرنا اور تمہارے سامنے ہونے کے باوجود اپنے کانوں سے سننے کے باوجود تم ہمارے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ پا رہے اور نہ ہی کچھ بگاڑ سکتے ہو، اسے کہتے ہیں عاجز کر دینا تو دیکھو کون عاجز ہو چکا ہم یا تم؟

اگر تم لوگ یہ مطالبہ کرو کہ ہمارے درمیان آؤ تو کیا ہم تمہارے غلام ہیں جو ہم تمہاری خواہشات کی اتباع کریں؟ مقصد کیا ہے؟ کیا مقصد جسمانی طور پر تمہارے سامنے آنا ہے؟ اگر مقصد یہ نہیں ہے تو پھر تم یہ مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ اگر تو یہ مقصد ہوتا تو بلا شک و شبہ ہمیں یہی کرنا چاہیے تھا اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ہم عاجز آ چکے لیکن اگر یہ مقصد ہے ہی نہیں تو پھر بھی ہم تمہارے اس مطالبے کو مان لیں تو اس کا مطلب کہ ہم تمہاری خواہشات کی اتباع کرنے والے ہیں، ہم کچھ بھی بالحق نہیں بلکہ بغیر حق کرتے ہیں اس لیے جان لو تمہارے اس مطالبے کو نہیں مانا جائے گا کیونکہ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے؟ یہ تمہاری خواہش ہے اور ہم تمہاری خواہشات کی اتباع نہیں کرنے والے، تب تک ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم لوگ خود کو عاجز تسلیم نہیں کر لیتے لیکن جب تک تم لوگ استکبار کرتے ہو یعنی تم لوگ طاقت میں بڑھ کر ہونے کے دعویدار ہو تو پھر اپنے آپ کو سچا ثابت کرو پھر ہم سے مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ مطالبہ تو کمزوری کی علامت ہے اس لیے جب تم استکبار کر رہے ہو طاقت ور ہونے کے دعویدار ہو تو اپنی پوری طاقت کا استعمال کر کے ہمیں عاجز کر کے دکھاؤ؟

یہ ہے وہ وجہ جس وجہ سے محمد کی صورت میں بھی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تمہیں بتا دیا تھا کہ عیسیٰ دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے تمہاری طرف اتر رہا ہوگا اور یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ تم لوگ اسے پہچاننے کی بجائے اس کیساتھ دشمنی ہی کرو گے اس کا کذب ہی کرو گے اس لیے وہ اس طرح تمہارے سامنے آئے گا۔ تو آج دنیا کی کوئی بھی طاقت اس حق کا رد نہیں کر سکتی جان لو نہ صرف آج ہمارا وہی رسول احمد عیسیٰ تم میں موجود ہے بلکہ دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے تمہاری طرف اتر رہا ہے حق کھول کھول کر تم پر واضح کیا جا چکا۔

اے عقل کے اندھو ذرا غور کرو جیسے آج ہم تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہے ہیں جیسے آج ہم تمہارے سامنے بیٹھے تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہے ہیں اگر اس کا ذکر آج سے چودہ صدیاں قبل کیا جاتا تو کیسے کیا جاتا؟ کیا تب کے لحاظ سے یہ ایک غیر معمولی حدثہ نہیں تھا؟ جان لو اب بھی تم لوگ اگر کذب ہی کرتے ہو کفر ہی کرتے ہو تو تم لوگ کل کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ نہیں عیسیٰ ہمارے پاس نہیں آیا تھا، عیسیٰ کو ہم نے اپنی آنکھوں سے ہمارے سامنے بیٹھا ہم پر حق کھول کھول کر واضح کرتا نہیں دیکھا سنا تھا۔ آج تم کفر کرنے والوں پر ہماری حجت ہو چکی کل کو تم لوگ ہم پر حجت نہیں کر سکو گے اور جہاں تک بات ہے کہ جسمانی طور پر ہمارے سامنے کیوں نہیں آتا تو جان لو ایسا بھی ہوگا لیکن جو تمہاری اصل خواہش ہے وہ پوری نہیں ہوگی کیونکہ تمہاری خواہش ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول کا قتل کرو تو جیسے آج تم عاجز ہو بالکل ایسے ہی تب بھی تم لوگ عاجز ہو گے اس کے باوجود کے تب جسمانی طور پر بھی تمہارے سامنے موجود ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے ہاتھ سے چھو کر محسوس بھی کر سکو گے اس کے باوجود تمہاری خواہش پوری نہیں ہوگی۔

تم نے کہا کہ ہمارے سامنے آئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں ہم اپنے کانوں سے اس کی آواز سننا چاہتے ہیں ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں تو ہم نے اپنے رسول احمد عیسیٰ کو تمہارے سامنے لے آئے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اپنے کانوں سے سن رہے ہو اس کے باوجود تم لوگ نہیں مان رہے اب تم لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارے درمیان آ موجود ہو درمیان میں کوئی پردہ نہ ہو تو جان لو یہ تمہاری خواہش ہے تمہاری خواہش کی اتباع نہیں کی جائے گی۔ مقصد ہے تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر دینا جو کہ ہم اپنے مقصد کو بخوبی پورا کر رہے ہیں اور جب مقصد ہوگا کہ ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان لے آئیں تو تب ہم یہ بھی کریں گے لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ ماننا یعنی گواہی دینا کہ ہاں اے احمد عیسیٰ تُو اللہ کا رسول ہے جب تم گواہی دو گے تو ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان لے آئیں گے کیونکہ جو ماننے والے ہیں ان کے لیے رسول میں اسوہ حسنہ ہے اور اسوہ حسنہ تب ہی اخذ کیا جا سکتا ہے جب رسول درمیان موجود ہو اسے اپنی آنکھوں سے ایک ایک عمل کرتے دیکھا جا سکے۔

جب تک تم لوگ کفر ہی کرتے ہو اور استکبار ہی کرتے ہو تب تک ہم اپنے رسول احمد عیسیٰ کو تمہارے درمیان نہیں لانے والے کیونکہ کفر کرنے والوں کے درمیان رسول کو نہیں لایا جاتا اگر وہ پہلے سے ہی دعوے کر رہے ہوں کہ اگر رسول آئے گا تو ہم فوری مان جائیں گے تو ان میں رسول کو لایا جاتا ہے لیکن وہ لانا ایسا ہی ہوتا ہے کہ رسول ان کے سامنے موجود ہونے کے باوجود وہ بے بس ہوتے ہیں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتے یعنی اسے قتل نہیں کر سکتے۔ اور جو مان جاتے ہیں جو گواہی دے دیتے ہیں تو ان میں رسول کو لے آیا جاتا ہے تم میں بھی لایا جانے والا ہے لیکن تب جب تم مانو گے تم لوگ خود گواہی دو گے اور جان لو تم میں سے ایک ایک گواہی دے گا کہ ہاں اے احمد عیسیٰ بے شک تُو ہی اللہ کا وہی رسول ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے تب ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان لا کھڑا کریں گے اس کے بعد بھی اگر تم اسوہ حسنہ بنانے کی بجائے نفاق کو پسند کرتے ہو تو جان لو تمہارا ماننا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا کیونکہ وہ ماننا تمہاری مجبوری بن جائے گا بالکل ایسے ہی جیسے فرعون مانا تھا اور وہ مانے تو جو اس سے قبل تمہارے مشرک آباؤ اجداد گزشتہ ہلاک شدہ اقوام گزر چکیں۔

اب آئیں **قتل الدجّال بباب لد** کی طرف۔ اس کے بارے میں آج تک یہ یہ عقیدہ و نظریہ گھڑ کر پھیلا دیا گیا کہ عیسیٰ جب آئے گا تو الدجّال نامی ایک کانا شخص عیسیٰ کو دیکھ کر بھاگے گا یہاں تک کہ اسرائیل میں موجود ''لوڈ'' نامی شہر کے دروازے پر عیسیٰ کے ہاتھوں پکڑا جائے گا اور عیسیٰ اسے اپنی تلوار سے قتل کر دے گا یوں کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ الدجّال کو لد نامی شہر کے دروازے پر قتل کرے گا۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ جان لیں کہ محمد نے ایسا کبھی بھی نہیں کہا بلکہ یہ ان مشرکین کے مشرک آباؤ اجداد کی طرف سے گھڑی ہوئی خرافات ہیں جو کہ سو فیصد کھلم کھلا گمراہیاں ہیں اور دوسری بات کہ نہ تو دنیا میں یا اسرائیل میں کوئی لد نامی مقام ہے اور نہ ہی یہ کہا گیا کہ الدجّال کو مقام لد یا لد کے دروازے پر قتل کیا جائے گا بلکہ روایات میں جو الفاظ ہیں وہ ہیں ''**بباب لد**'' نہ کہ ''**علی باب لد**''۔ **ب** کا معنی ہے سے یا ساتھ جیسے مثال کے طور پر چھری سے یا چھری کیساتھ سبزی کاٹنا، تلوار سے یا تلوار کیساتھ قتل کرنا تو عربی متن میں ''ب باب لد'' ہے جس کا معنی ہے لد سے یا لد کیساتھ۔ پھر جسے یہ لوگ لد قرار دیتے ہیں یعنی ان کا کہنا ہے کہ اسرائیل میں ایک لد نامی شہر ہے پہلی بات کہ اسرائیل میں کوئی بھی لد نامی شہر نہیں ہے بلکہ ''لوڈ'' ہے جسے جان بوجھ کر کھینچ تان کر اپنے عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے عرب کہلوانے والے لد کہتے یا لکھتے ہیں حالانکہ وہ لد نہیں بلکہ لوڈ ہے اور پھر اس کے باوجود اگر اس بات کو سچ مان بھی لیا جائے یعنی مان لیا جائے کہ لوڈ ہی وہی لد ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ اس شہر کے دروازے سے الدجّال کا قتل کرے گا۔ یعنی اگر فسق کر کے اپنے مشرک آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی تو جان لیں باطل کبھی بھی حق نہیں بن سکتا باطل پر خواہ کتنے ہی رنگ برنگے لبادے کیوں نہ اوڑھا دیں باطل پھر بھی باطل ہی رہتا ہے سر کی آنکھوں سے دیکھنے والے تو اس کے دجل کا شکار ہو سکتے ہیں لیکن جن کی سینے والی آنکھ بینا ہوتی ہے ان سے باطل کبھی نہیں چھپ سکتا خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر لے۔

اب آئیں اس طرف کہ آخر یہ عقیدہ آیا کہاں سے؟ ماضی میں شہروں کے اطراف فصیل یعنی لمبی، چوڑی اور اونچی اونچی دیواریں تعمیر کی جاتی تھیں اور شہروں میں داخل ہونے کے لیے باقاعدہ دروازے ہوتے تھے جو کہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے دشمنوں کے شہر پر حملوں سے بچاؤ کی حکمت عملی کا مظہر ہوتا تھا۔ اسی دوران علماء کے نام پر خود کو انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں نے ان روایات کی بنیاد پر یہ عقیدہ اخذ کیا تھا۔ ماضی میں ایک وقت آیا تھا جب زیادہ

تر شہروں کے اطراف فصیلیں تعمیر کی جا چکی تھیں اور شہروں میں داخلے و خروج کے با قاعدے دروازے ہوتے تھے اور ان فصیلوں کی تعمیر کی وجہ صلیبی دنیا سے اپنا بچاؤ کرنا تھا صلیبیوں کی طرف سے حملوں کا سامنا رہتا تھا صلیبی پورے کے پورے شہروں کو برباد کر کے رکھ دیتے تھے عورتوں کو جنسی غلام بنا لیتے بچوں کو بھی غلام بنا کر انہیں استعمال کیا جاتا اور مردوں کو قتل کر دیا جاتا تھا ان جنگوں پر مشتمل دور کو صلیبی جنگوں کا نام دیا جاتا ہے اسی دور میں خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں یہ بات عام ہو گئی کہ جس وقت میں ہم موجود ہیں ہمیں صلیبی دنیا کی یلغار کا سامنا ہے یہ الدجّال کے خروج کا وقت ہے اور مختلف روایات کو توڑ مروڑ کر آئے دن الدجّال کا انتظار کیا جانے لگا اور ساتھ ہی عیسیٰ کا بھی شدت کیساتھ انتظار کیا جانے لگا۔

یعنی جب صلیبی دنیا نے خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی انہیں فرقوں و گروہوں میں تقسیم کر کے ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا تو خود کو مسلمان کہلوانے والے مایوسی کے عالم میں چلے گئے اور اس حالت سے نکلنے کے لیے کسی معجزے کا انتظار کرنے لگے جس کے لیے عیسیٰ کے آنے کا تصور پہلے سے ہی موجود تھا تو شدت کیساتھ عیسیٰ کا انتظار کیا جانے لگا کہ عیسیٰ آئے اور ہمیں ان ذلت آمیز حالات سے نکالے لیکن عیسیٰ مشروط ہے الدجّال سے اس لیے لازم تھا کہ پہلے الدجّال آئے تب ہی عیسیٰ کا انتظار بامعنی تھا۔

اب جن کی زندگیوں میں الدجّال نے موجود ہونا تھا وہ الدجّال کو نہیں سمجھ پائیں گے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن کی زندگیوں میں الدجّال کا کوئی تصور تک بھی موجود نہیں تھا وہ کیسے فتنہ الدجّال کو سمجھ سکتے تھے جو ان لوگوں نے الدجّال کا پورا خاکہ کھینچ ڈالا؟ ان لوگوں نے اس وقت اپنی عقلوں کے مطابق یعنی اپنے مشاہدات کو معیار بناتے ہوئے الدجّال کا ایک خیالاتی وجود اخذ کر لیا اور اس کا انتظار کیا جانے لگا اور کہا جانے لگا کہ لد نامی شہر کے دروازے پر عیسیٰ الدجّال کو قتل کرے گا حالانکہ ایسا کہیں بھی روایات میں موجود نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان بے بس و مایوس ہو جاتا ہے تو مایوسی کی حالت میں وہ کسی چمتکار کا منتظر ہوتا ہے وہ ہر شئے کو ایک ایسی نظر سے دیکھتا ہے کہ جس سے وہ اپنی مایوسی کے عالم سے نجات حاصل کر سکے وہ ہر شئے کو اسی طرف موڑتا ہے اور یہی اس وقت کیا گیا۔ یہ وہ وجہ تھی جس وجہ سے اس عقیدے نے جنم لیا کہ عیسیٰ الدجّال کو لد نامی شہر کے دروازے پر قتل کرے گا۔ یعنی آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ آج تک جو آپ سنتے آئے اس کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں وہ صرف اور صرف گمراہیاں ہیں۔

عیسیٰ نے الدجّال کو ''**بباب لد**'' قتل کرنا تھا نہ کہ ''**علی باب لد**''۔

اب آئیں حقیقت کی طرف کہ ''**فیقتل الدجّال بباب لد**'' کی حقیقت کیا ہے۔

''**فیقتل الدجّال بباب لد**'' کو سمجھنے کے لیے پہلے الدجّال کو سمجھنا لازم ہے جب آپ الدجّال کو سمجھ لیں گے تو ''**فیقتل الدجّال بباب لد**'' کو سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ اب پہلی بات کہ آپ پر اس قدر الدجّال کو کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی یعنی حق ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھل کھل کر واضح ہو چکا اس کے باوجود آپ پر مختصراً واضح کرتے ہیں۔

الدجّال فتنہ ہے اور فتنہ کہتے ہیں اصل کے مقابلے پر اس کی نقل کو، ایسی نقل کے جب سامنے آئے تو اصل اور نقل کا فرق مٹ جائے بلکہ الٹا ہر کوئی نقل کو ہی اصل سمجھتے ہوئے اس کی طرف دوڑ پڑے اس کے دھوکے کا شکار ہو جائے۔ نقل کو اس وقت تک نہیں پہچانا جا سکتا جب تک کہ اصل کا علم نہ ہو، اگر آپ کو اصل کا ہی علم نہیں تو آپ کبھی بھی نقل کو نہیں پہچان سکتے، الدجّال فتنہ ہے یعنی اصل کے مقابلے پر اس کی نقل ہے تو نقل کو پہچاننے کے لیے اصل کو سمجھنا لازم ہے یعنی جب تک آپ اپنے اصل ربّ کو نہیں جان لیتے پہچان لیتے تب تک آپ فتنہ الدجّال کو نہیں سمجھ پائیں گے اسے نہیں پہچان پائیں گے۔

آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اصل ربّ فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا ہی مجموعہ ہے جب اصل ربّ فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا مجموعہ ہے تو پھر لامحالہ نقل ربّ بھی مخلوقات کا ہی مجموعہ ہوگا جو کہ اصل کے مقابلے پر نقل ہوگی۔ انسان اللہ کی ضد ہے تو ظاہر ہے اصل کے مقابلے پر نقل ربّ بذات خود انسان اور ان کی اللہ یعنی فطرت کے مقابلے پر خلق کردہ طرح طرح کی مخلوقات ہی ہوں گی، تو جب آپ اپنے اصل ربّ کو پہچان لیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ فتنہ الدجّال کیا ہے آپ فتنہ الدجّال کو پہچان لیں گے۔

اب آپ سے ہی سوال ہے کہ الدجّال جو کہ ایک اعظم فتنہ ہے کیا فتنے کا قتل تلوار سے ہو سکتا ہے؟ یا پھر فتنے کا قتل تو قلم یعنی علم سے ہوتا؟ فتنے کا قتل علم سے ہوتا

ہے نہ کہ تلوار یا کسی مادی ہتھیار سے۔

اور آج جب فتنہ الدجال موجود ہے تو آپ جان چکے کہ یہ فتنہ کس قدر عظیم فتنہ ہے کہ بڑے سے بڑے عقلمند ہونے کے دعویدار بھی اس کے دجل کا شکار ہو چکے، بڑے سے بڑے علم والے ہونے کے دعویدار بھی اس کے دجل کا شکار ہو چکے، آپ کو شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا نظر آئے جو اس فتنے کا شکار نہ ہوا ہو۔ اب ایسے میں اس فتنے کا قتل کرنا یعنی اسے چاک کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لیے آپ کو اس فتنے کے اندر داخل ہونا پڑے گا یعنی اس کا ظاہری پہلو تو ہر کسی کو نظر آ رہا ہے جو کہ ہر لحاظ سے انتہائی پرکشش ہے اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو جو کہ باطنی ہے جو پوشیدہ ہے جب تک اسے نہیں جان لیا جاتا تب تک اس فتنے کا قتل نہیں ہو سکتا یہ فتنہ ہی رہے گا اور اس کے باطن کو جھانکنے کے لیے اس کے باطن میں داخل ہونے کا صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہے جسے عربوں کی زبان میں باب کہتے ہیں اور وہ ہے خالص اللہ کا علم۔ لد عربوں کی زبان میں اس شئے کو کہتے ہیں جو خالص اللہ کے ہاں سے ہو اس میں غیر اللہ کی طرف سے رائی برابر بھی ملاوٹ نہ ہو، باب لد ہے خالص اللہ کے ہاں سے راہنمائی خالص اللہ کے ہاں سے علم یعنی خالص اللہ کے ہاں سے راہنمائی خالص اللہ کے ہاں سے علم ہی وہ واحد رستہ ہے جس رستے نہ صرف اس فتنے کے اندر اس کے انگ انگ میں داخل ہوا جا سکتا بلکہ اس کا قتل کیا جا سکتا ہے یعنی اسے کھول کھول کر واضح کیا جا سکتا اسے چاک کیا جا سکتا جب فتنہ چاک ہو گیا تو ظاہر ہے وہ اب الدجال نہیں رہا یعنی وہ اب دھوکہ نہیں رہا بالکل واضح ہو گیا اب بھی اگر کوئی اس کو اپنا ربّ بناتا ہے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کے دجل کا شکار ہو گیا یعنی اس کے دھوکے کا شکار ہو گیا کیونکہ اب وہ دجل رہا ہی نہیں اس پر پڑا جو دجل کا پردہ تھا وہ ہٹا دیا گیا اسے چاک کر دیا گیا اس کے بعد بھی اگر کوئی اسے ہی اپنا ربّ بناتا ہے تو وہ حق آ جانے کے بعد البیّنات کے آ جانے کے بعد ہی شرک عظیم کرے گا۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ جان لو بہت سی شخصیات الدجّال کے قتل پر مسلط ہونے کی کوشش کریں گی یعنی بہت سی ایسی شخصیات ہوں گی جو لوگوں پر یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ الدجّال کیا ہے لیکن کوئی بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکے گا سوائے ایک شخصیت کے اور جو شخصیت قتل الدجّال پر مسلط ہو جائے گی وہی اللہ کا رسول عیسیٰ ہو گا لہٰذا پہچان لینا یعنی ہم نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اپنی پہچان بھی کھول کر واضح کر دی تھی اس کے باوجود بھی اگر کوئی نہیں پہچان پاتا تو اس کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے خسارے کے کچھ نہیں۔ اور آج غور کریں وہ کون ہے جو الدجّال کے قتل پر مسلط ہو گیا؟ کس نے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ الدجّال کیا ہے؟ جان لو آج تم میں ہمارا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے احمد عیسیٰ ہمارا وہی رسول ہے جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے اور ابھی تک انتظار ہی کر رہے ہو اس کے باوجود کہ آ گیا عیسیٰ البیّنات کے ساتھ اور اس نے وہ سب کا سب کھول کھول کر واضح کر دیا جس جس میں بھی تم اختلاف میں پڑے ہوئے تھے۔

دم الدجّال یعنی الدجّال کا خون

ایک طرف اصل ربّ اللہ یعنی فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا مجموعہ ہے تو دوسری طرف اللہ کے مقابلے پر نقل ربّ جو کہ فتنہ الدجال ہے وہ مصنوعی مخلوقات کا مجموعہ ہے یعنی ایک طرف اصل ربّ اللہ جو کہ فطرت ہے وہ ان مخلوقات کا مجموعہ ہے جن کا خالق اللہ یعنی فطرت خود ہی ہے تو وہیں دوسری طرف اصل کے مقابلے پر نقل ربّ فطرت کی ضد مصنوعی مخلوقات کا مجموعہ ہے جن کا خالق اللہ نہیں بلکہ اللہ کی ضد انسان ہے۔ آپ اس وقت تک نقل کو نہیں پہچان سکتے جب تک کہ اصل کو نہیں پہچان لیا جاتا اور جب اصل کو پہچان لیا جائے اصل کا علم ہو تو نقل کی پہچان بالکل واضح ہو جاتی ہے نقل کو با آسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ اصل ربّ فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا مجموعہ ہے تو پھر ظاہر ہے اصل کے مقابلے پر نقل ربّ بھی مخلوقات کا ہی مجموعہ ہو گا لیکن وہ مخلوقات فطرتی نہیں ہوں گی اور ان کا

خالق اللہ نہیں بلکہ اللہ کی ضد انسان ہوگا اور آج نقل ربّ الدجّال جو کہ عظیم فتنہ ہے پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے پوری دنیا کو اپنی پلیٹ میں لے چکا ہے اور جسے آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں جب تک یہ زمین کے اندر اپنے مقام پر ہے تو یہ زمین کا خون ہے اور جب انسان نے اسے اس کے اصل مقام سے ہٹا دیا اسے نکال لیا تو اسی سے یہ فتنہ الدجّال وجود میں آ رہا ہے یوں جسے خام تیل کا نام دیا جاتا ہے یا پیٹرولیم کا نام دیا جاتا ہے یہ الدجّال کا خون ہے۔ جیسے آپ کے جسم میں آپ کے جسم کی بنیاد خون موجود ہے اسی میں موجود عناصر سے ہی آپ کا جسم بنتا ہے بالکل ایسے ہی زمین میں اس کا خون موجود ہے جب تک وہ اپنے مقام پر ہے تو وہ اصل ربّ کا خون ہے اس سے اصل ربّ فطرت ہی خلق ہو رہی ہے زمین پر موجود حیات وجود میں آ رہی ہیں جو کہ آپ کا اصل ربّ ہے اور بالکل ایسے ہی جب اسے زمین سے نکال لیا جاتا ہے اسے اس کے اصل مقام سے ہٹا دیا جاتا ہے فطرت کی ضد بنا دیا جاتا ہے تو پھر یہ زمین کا خون نہیں بلکہ فتنہ الدجّال کا خون ہے جتنی بھی انسان کی خلق کردہ مخلوقات ہیں ان میں بنیادی اہمیت وحیثیت رکھتا ہے اسی سے آج زمین الدجّال کی جنت کا منظر پیش کر رہی ہے اس لیے جسے آج آپ خام تیل یا پیٹرولیم کا نام دیتے ہیں یہ الدجّال کا خون ہے جو آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

ذرا غور کریں جیسے آپ کے جسم میں خون موجود ہے آپ کے جسم کی شریانوں میں خون دوڑتا ہے کیا بالکل ایسے ہی فتنہ الدجّال جو کہ مشینیں ہیں ان کی شریانوں یعنی ان میں موجود پائپ لائنوں اور ان کے وجود یعنی ان کے انجنوں میں یہی تیل ہی موجود نہیں اور گردش نہیں کر رہا؟ تو پھر اور الدجّال کا خون کیا ہوا؟ زمین میں زمین کے خون سے ہی زمین پر حیات وجود میں آتی ہے، آپ کے جسم میں خون سے ہی آپ کا نیا جسم بنتا ہے اور خون بنتا ہے اس سے پیچھے عناصر سے بالکل ایسے ہی جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں یہ خام تیل یعنی کروڈ آئل جو کہ الدجّال کا خون ہے اسی سے الدجّال خلق ہو رہا ہے وجود میں آ رہا ہے جسے آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

دم الدجّال یعنی الدجّال کا خون۔

خام تیل کو ڈیسٹلائز کرنے کا طریقہ
Refinery Gas
Used as a fuel
40°C
Petrol
Used in cars
110°C
Naphtha
Used in chemical production
180°C
Kerosene
Used as jet fuel
260°C
Diesel Oil
Fuel for diesel engines
340°C
Residue
Fuel for ships, lubricating oil, road surface
Heated crude oil
ادویات
رنگ
چھتیں
قالین
میک اپ کا سامان
کمبل، چادریں، صوفے، گدے اور تکیے وغیرہ
ربڑ
سوت، دھاگہ وغیرہ
سڑکیں
بیلٹس
ٹائر ٹیوب
دستانے
سیاہی
لاتعداد اقسام کا کپڑا
گیس
CALOR Gas
13kg Propane
پینٹ
Refill Ink
اسلحہ و بارود
بجلی کی تاریں و سامان
پلاسٹک اور پلاسٹک سے بننے والی تمام اشیاء
جوتے
ہر قسم کا الیکٹرونکس کا سامان
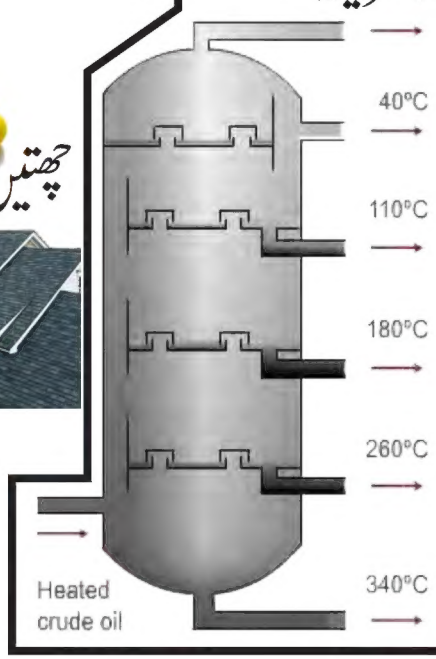
مصنوعی اعضاء
بال رنگنے والے رنگ
بچوں کے کھانے کی ٹافیاں، جیلیز، کینڈیز
اینٹی فریز
POISON
ANTIFREEZE
پرس، بیگ وغیرہ
عینکیں
ٹوتھ برش اور پیسٹ
Colgate
سرف، پاؤڈرز، پیمپرز وغیرہ
FAIRY
شیمپو، صابن وغیرہ
فوم
پرفیومز
کشتیاں
ایڈیٹوز اور پریزرویٹوز
پیراشوٹ
کھلونے
چھتریاں
سپیکرز
گلیسرین
فرنیچرز اور فرش کی پالش
فشنگ کا سامان
پنسلیں
مچھر و کیڑے مار سپرے
کیمیکلز
GLYCERIN
RONSEAL
Floor
wax
آئل اور ائیر فلٹرز
شیونگ فوم
کھادیں
FERTILIZER
ڈیٹول
Dettol
رسیاں
Gillette
پلاسٹک لکڑی
بیٹریاں
ہیلمٹس
کھڑکیاں، دروازے
تنبو، قناتیں
مصنوعی دانت
دل کے وال
پلاسٹک کارڈز
موم بتیاں
فٹ بال، گیند اور کھیلوں کا سامان وغیرہ
وٹامنز
سپرے وادویات
صفائی کا سامان، ڈٹرجنٹ
گریس
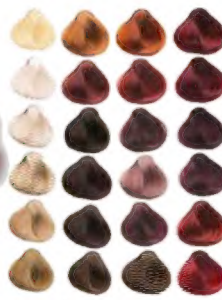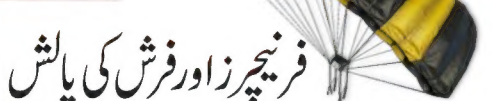
الکتاب
آیات بیّنات
جاء عیسیٰ بالبیّنات
حصہ ہفتم
فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا
احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخاتم النبیّن